مقاماتِ معصومی

جلد اوّل

مقدمہ

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور آپ کے جانشینوں کی
تحریک احیاء دین، علماءِ معاصرہ اور اورنگ زیب عالمگیر کے افکار کا
تقابلی تجزیاتی مطالعہ اور اس کے اثرات و نتائج

تالیف
محمد اقبال مجددی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

مقاماتِ معصومی

جلد اوّل

مقدمہ

امامِ ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور آپ کے جانشینوں کی
تحریکِ احیاءِ دین، دارا شکوہ اور اورنگ زیب عالمگیر کے افکار کا
تقابلی و تجزیاتی جائزہ اور اس کے اثرات و نتائج

تالیف

محمدّ اقبال مجدّدی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی پاکستان

نام کتاب	مقامات معصومی جلداول
مؤلف	محمد اقبال مجددی
تاریخ اشاعت	اکتوبر 2004ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z442
قیمت	-/1200 روپے (کامل سیٹ)

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

Vist our website:- www.zia-ul-quran.com

لائبریری کیٹلاگ کارڈ

محمد اقبال مجددی :

مقامات معصومی

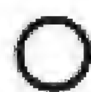
(احوال ومقامات وملفوظات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی ۱۰۰۷۔۱۰۷۹ھ/۱۵۹۹۔۱۶۶۸ء)

لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء

۱۔محمد معصوم، خواجہ ۲۔سلطنت مغلیہ۔اورنگ زیب عالمگیر ۳۔تصوف۔۔ہندوستان

۴۔جلد اول مجددی تحریک تالیف محمد اقبال مجددی ۵۔جلد دوم اردو ترجمہ ۶۔جلد سوم متن کتاب

۷۔جلد چہارم تعلیقات وتوضیحات تالیف محمد اقبال مجددی ۸۔محمد اقبال مجددی، (تحقیق وتعلیق وترجمہ) ۹۔عنوان



۹۲۲،۹۷

انتساب

مولانا نور احمد امرتسری مرحوم (ف ۱۹۳۰ء)

کے نام

جنہوں نے مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی

اور مکتوبات معصومیہ (جلد ثالث)

کی تصحیح کے لئے عمر کا بڑا حصہ صرف کیا

احقر

محمد اقبال مجددی

فہرست مندرجات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وسیلۂ سعادت (۱)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے احوال، تعلیمات اور افکار پر تا حال کوئی جامع کتاب مرتب ہو کر شائع نہیں ہوئی ہے، حضرت خواجہ کے مختصر حالات معاصر تذکروں میں ملتے ہیں لیکن اردو میں کوئی قابل قدر تحقیقی سرمایہ موجود نہیں ہے۔ آپ کے احوال مبارکہ پر سب سے پہلی جداگانہ کتاب مقامات معصومی ہی ہے جسے آپ کے نواسے میر صفر احمد معصومی نے فارسی میں تالیف کی تھی، یہ نادر الوجود کتاب تا حال طبع نہیں ہوئی ہم نے مختلف خطی نسخوں کے تقابل سے اس کا فارسی متن ایڈٹ کیا ہے اور قارئین کی سہولت کے لئے اس کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ بظاہر یہ ایک مفرد تذکرہ ہے جو حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے حالات پر مشتمل ہے لیکن اس میں ضمناً سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی ایسی بیش بہا معلومات درج ہو گئی ہیں جو اپنے ثقہ راویوں کی بدولت اعتماد کی سند رکھتی ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت سے سلسلۂ مجددیہ کے بہت سے افکار پہلی مرتبہ علمی دنیا کے سامنے آرہے ہیں اس کے انہی نادر مندرجات کی تشریحات کے طور پر ہم نے اس پر ایک مفصل مقدمہ لکھا ہے جس کا مرکزی نقطۂ نظر حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیاء دین اور وصال کے بعد مجددی تحریک کی سرگرمیوں اور اس کے نتائج کو محیط ہے۔

یہ تذکرہ بہت سی ایسی معلومات کا حامل ہے جن کی توضیحات معاصر مآخذ کی روشنی میں کرنا لازم تھا اس لئے ہم نے اس کے فارسی متن پر ایک ضخیم وعلیحدہ جلد تعلیقات کے طور پر مرتب کی ہے، گویا اب یہ کتاب مندرجہ ذیل ان چار مجلدات پر مشتمل ہے:

جلد اول، مقدمہ، مشتمل بر تحریک تجدید و احیاء دین۔

جلد دوم، اردو ترجمہ مقامات معصومی۔

جلد سوم، تصحیح متن فارسی مقامات معصومی۔

---

(۱) تمہید کا یہ عنوان مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم کی جلد دوم کے تاریخی نام "وسیلۃ السعادۃ" کی مناسبت سے رکھا گیا ہے تا کہ یہ کام ہماری سعادت مندی کا وسیلہ بن سکے۔

جلد چہارم،تعلیقات،فہارس مآخذ،وغیرہ۔

اس کار تحقیق کا آغاز ۱۹۸۱ء کے اوائل میں کیا گیا تھا،۱۹۸۶ء کو پہلی مرتبہ انگلستان کا سفر اختیار کیا،اس وقت تک اس کی دو آخری جلدیں کتابت ہو چکی تھیں اور مقدمہ کے تقریباً ایک سو صفحات کی بھی کتابت کروالی گئی تھی کہ انگلستان میں قیام کے دوران کئی اہم مآخذ کے مطالعہ کا موقع میسر آیا،جس سے مجددی تحریک کے عوامل کو سمجھنے میں خاص مدد ملی اور مقدمہ کا کام روک دیا گیا،پھر ۱۹۸۹ء کو ہندوستان کے طویل علمی سفر نے تو اس مختصر مقدمہ کو از سرنو لکھنے کی ضرورت کا احساس دلایا۔

اس دوران کئی دوسرے علمی و تحقیقی مشاغل اس اہم کام میں مزید تاخیر کا سبب بنے، ڈیڑھ سال تک آکسفورڈ یونیورسی (انگلینڈ) کے علمی پروجیکٹ:

Socio - Cultural and Intellectual Atlas of the Muslims of South Asia.

کے لئے پاکستان و ہند کے علماء و مشائخ کی تصانیف،مکتوبات اور ملفوظات میں سے برصغیر کے معاشرتی حالات کی جستجو و تحقیق میں بطور معاون کام کیا۔

انہیں ایام میں حکومت ایران کے علمی منصوبہ ''دانش نامہ زبان و ادبیات فارسی شبہ قارہ'' کیلئے ابتدائی حروف کے اڑھائی سو مقالات اس بے بضاعت سے لکھوائے گئے۔

حدیقۃ الاولیاء اور مقامات مظہری کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن بھی مرتب ہو کر منظر عام پر آئے ، اور سلسلۂ مظہریہ کے چند اہم مآخذ معمولات مظہریہ، بشارات مظہریہ اور کمالات مظہریہ پر بھی کام کیا، شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری (ف ۱۱۰۴ھ/ ۱۶۹۳ء) کے احوال و ملفوظات پر ایک معاصر کتاب احوال مشائخ کبار کا فارسی متن ایڈٹ کیا،اس طرح خواجہ حسام الدین احمد دہلوی کے حالات پر ایک نادر الوجود تذکرہ زاد المعاد مرتب کیا۔

یہ ساری علمی و تحقیقی مصروفیات مقامات معصومی کی تکمیل میں تاخیر کا سبب بنیں ورنہ یہ اہم کتاب کب کی علمی دنیا میں متعارف ہو چکی ہوتی۔

بہر حال ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے یہ مبارک کتاب تکمیل

کے مراحل سے گزر کر اب اہل علم کے ہاتھوں میں ہے۔

اظہار تشکر

یہ ضخیم و جسیم کتاب احباب کے تعاون کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی تھی، تحقیق کے اس میدان خارزار میں جن دوستوں اور محبین نے اعانت فرمائی میں ان کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، ان احباب میں:

حضرت مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم (ف ۱۷/نومبر ۱۹۹۹ء) اور مخدومی سید شرافت نوشاہی (مولف شریف التواریخ) کے بیش بہا مشورے راہنمائی کا سبب بنے۔ جناب مرزا غلام قادر نے کئی اشعار کی تخریج میں اور بعض دقیق مقامات کو سمجھانے کے لئے شفقت فرمائی، مولانا عبدالحکیم شرف قادری (جامعہ نظامیہ، لاہور) نے کئی مغلق نکات کی تصحیح میں مدد کی۔

ڈاکٹر رچرڈ ایٹن (۱) نے جون و جولائی ۱۹۷۶ء کی چل چلاتی دھوپ میں خانقاہ مظہری، دہلی کے صحن میں مقامات معصومی کے اس خطی نسخے کی میرے لئے اپنے کیمرے پر فلم تیار کی جو مولانا ابوالحسن زید فاروقی کے کتب خانہ میں ہے، یہ اسی فلم کا نتیجہ ہے کہ یہ مخطوطہ ایڈٹ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

جناب پروفیسر محمد سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا (بن حضرت محمد اسماعیل جان مرحوم سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سعیدیہ (۲)، موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) نے مقامات معصومی کا وہ خطی نسخہ جو عرصہ دراز سے خانقاہ شریفہ کے کتابخانہ کی زینت چلا آ رہا ہے اس علمی کام کے

---

(1) Dr. Richard Maxwell Eaton, Professor of History, Arizona University, U.S.A.

مقدمہ میں جا بجا فارسی اقتباسات ملیں گے ہم نے جدید قاعدے کے مطابق ان کا لفظی ترجمہ دینے کی بجائے ہر اقتباس سے پہلے اس کا مفہوم بیان کر دیا ہے، اس طرح وہ قارئین بھی جو فارسی زبان نہیں جانتے اقتباسات پڑھے بغیر ہی اسے سمجھ سکتے ہیں۔

(۲) خانقاہ احمدیہ سعیدیہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی مہاجر مدنی کے خلیفۂ نامدار حضرت حاجی دوست محمد قندھاری کی قائم کردہ ہے۔ ان کے جانشین یکے بعد دیگرے حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی، حضرت خواجہ محمد سراج الدین اور حضرت حافظ محمد ابراہیم راہنمائی فرماتے رہے اور رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ عرصہ دراز سے جاری و ساری ہے۔

لئے میرے حوالے کر دیا، جو موصوف کی علم دوستی اور معارف پروری کا ثبوت ہے۔ انہوں نے میرے مرتبہ متن کی کتابت بڑے اہتمام سے شروع کروائی اور تیسری و چوتھی جلد کی کتابت کے تمام مصارف برداشت کئے لیکن پھر اس کی اشاعت کے لئے سرمایہ کے فقدان کے باعث یہ علمی کام آگے نہ بڑھ سکا، اس کتابت کو بعینہ رہنے دیا گیا ہے۔ پہلی اور دوسری جلد کی کمپیوٹر پر کمپوزنگ کی گئی ہے۔

جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (مالک مکتبہ نبویہ، لاہور) نے ہمیشہ اس کتاب کی اشاعت میں دلچسپی کا اظہار فرمایا اور انہی کی تحریک پر یہ کتاب مکتبہ ضیاء القرآن لاہور کے اشاعتی پروگرام کا حصہ بنی۔

عزیز دوست جناب محمد عالم مختار حق کے مفید مشوروں اور دقیق پروف ریڈنگ نے اس کتاب کو بہت حد تک اغلاط سے پاک کر دیا۔

حضرت صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ مدظلہ العالی (مالک ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور) نے کمال مہربانی وشفقت سے اس اہم و ناگزیر علمی ماخذ کی اشاعت کی ذمہ داری قبول فرمائی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، آمین۔

دار المورخین، لاہور
پاکستان

دعاجو
محمد اقبال مجددی
جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ/ اگست ۲۰۰۱ء

سلسلۂ نقشبندیہ

صوفیۂ کرام کے سلاسل میں سے سلسلۂ نقشبندیہ ایک معروف ترین سلسلہ ہے، جو حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند بخاری (۷۱۷-۷۹۱ھ/ ۱۳۱۷-۱۳۸۸ء) سے منسوب ہے لیکن آپ اس کے بانی نہیں تھے بلکہ اسے ترقی دے کر ایک نئی جہت دینے والے تھے آپ سے قبل یہ سلسلۂ خواجگان تھا یعنی اسے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی (۴۴۰-۵۳۵ھ/ ۱۰۴۸-۱۱۴۰ء) اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (ف ۵۷۵ھ/ ۱۱۸۰ء) نے متعارف کروایا تھا اور حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند نے ان حضرات کے جانشینوں سے اس کے قواعد وضوابط سیکھے اور اس کی ترویج میں نمایاں کوشش کی تو آپ کے نام نامی کے ساتھ اسے ''طریقۂ نقشبندیہ'' کہا جانے لگا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند کے بعد حضرت خواجہ علاء الدین عطار (ف ۸۰۲ھ/ ۱۳۹۹ء)، حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری (ف ۸۲۲ھ/ ۱۴۱۹ء) اور حضرت خواجہ یعقوب چرخی (ف ۸۵۱ھ/ ۱۴۴۷ء) نے اس سلسلہ کی نشر واشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔ ان حضرات کے بعد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار (۸۰۶-۸۹۵ھ/ ۱۴۰۳-۱۴۹۰ء) کی اس طریقۂ مبارک کی ترویج واشاعت کے لئے سب سے نمایاں خدمات ہیں، جن کے دم قدم سے یہ سلسلہ ماوراء النہر سے نکل کر ایران، عربستان اور ہندوستان میں وارد ہوا اس سلسلے کی قدیم ترین شخصیت جو پاکستان و ہند میں تشریف لائی وہ مولانا شیخ اسماعیل لاہوری (ف ۹۸۰ھ/ ۱۵۷۲ء) تھے یہ بزرگ علم حدیث وفقہ کے ماہر تھے۔ شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہردی اور امیر سید جمال الدین عطاء اللہ محدث کے شاگرد اور مسند وقت تھے، امیر عبداللہ ہردی معروف بہ میر قطبی (خلیفۂ شیخ جلال واعظ ہردی بخاری) سے سلسلۂ نقشبندیہ میں ارادت رکھتے تھے(۱)۔

برصغیر پاکستان وہند میں سلسلۂ نقشبندیہ سے متعلق وارد ہونے والی دوسری اہم شخصیت

---

(۱) غوثی ماونڈوی: گلزار ابرار - نسخۂ مانچسٹر، ورق ۳۱۸ ب

شیخ بابا علی والی ثم کشمیری کی ہے جو سلسلۂ کبرویہ میں شیخ حسین خوارزمی و شیخ محمد شریف حسین سے ارادت رکھتے تھے موصوف ۹۹۹ھ/ ۱۰۹۰ء کو کشمیر تشریف لائے، آپ سے فیض یاب ہونے والوں میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا اسم گرامی سرفہرست ہے جو آپ سے دو سال تک کسب فیض کرتے رہے۔ شیخ بابا علی والی کشمیر میں ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۲ء کو فوت ہوئے (۱)۔ آپ سلسلۂ نقشبندیہ میں بھی مجاز تھے (۲)۔

پاکستان و ہند میں سلسلۂ نقشبندیہ کا احیاء حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (ف ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) نے کیا اور آپ کے خلیفۂ نامدار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اسے بام عروج تک پہنچایا۔ آپ کی اولاد اور خلفائے کرام نے اسے باقاعدہ ایک تحریک کی شکل دی اور اس مجددی تحریک کی بدولت یہاں احیائے دین کے لئے معرکتہ الاراء کارنامے انجام دیئے گئے۔

ترویج شریعت اور نقشبندی مشائخ

سلسلۂ نقشبندیہ میں اعتدال، میانہ روی، پیروی سنت اور آداب شریعت کی پاسداری کو عرفان و تصوف کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ نقشبندی مشائخ جہاں بھی رہے یا گئے ان کی زندگی کا مقصد وحید ترویج شریعت ہی تھا۔

ابتداء میں تقریباً تمام صوفیہ کی تعلیمات یہی تھیں کہ شرع شریف کی پابندی کی جائے لیکن متاخرین میں اس اصول سے روگردانی ہونے لگی، معروف صوفی شیخ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی (ف ۳۶۹ھ) نے فرمایا ہے تصوف کی بنیاد کتاب وسنتہ پر ہے خواہشات و

---

(۱) محمد اعظم ویدہ مری: تاریخ کشمیر ۱۰۹-۱۱۰

شیخ بابا علی والی کا تعلق قصبہ وال سے تھا جو توابع بدخشان کے قریہ ختلان میں واقع ہے، اس لئے آپ کی نسبت ''والی'' معروف ہوئی (مفتاح العارفین خطی، ورق ۳۲۶ب جہاں آپ کا سال وصال ۱۰۰۲ھ درج ہے)

(۲) باقی باللہ، خواجہ: ملفوظات ص ۲۱ (مشمولہ کلیات باقی باللہ) لاہور، ۱۹۶۷ء

ان سے بہت پہلے حضرت خواجہ احرار کی اولاد میں سے کئی افراد ہندوستان وارد ہو چکے تھے (احوال وسخنان خواجہ احرار مولفہ عارف نوشاہی ۷۲-۷۷)، لیکن سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت کے لئے ان حضرات کی کوششوں کی تفصیل نہیں ملتی، یہ سعادت حضرت خواجہ باقی باللہ اور آپ کے خلفاء کو حاصل ہوئی۔

بدعات کوترک کرنا، اوراد میں مصروف رہنا اور تاویلات سے اجتناب کرنا لام ہے، لکھتے ہیں:

اصل التصوف ملازمة الکتاب والسنة و ترک الاهوا و البدع، و تعظیم حرمات المشائخ و رویة اعذار الخلق و المداومة علی الاوارد و ترک ارتکاب الرخص والتاویلات (۱)۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری فرماتے ہیں کہ ہمارا سلسلہ نوادر میں سے ہے اور یہ عروۃ الوثقیٰ ہے، اس کی بنیاد ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر ہے اور صحابہ کرام کی اقتداء ہمارا نصب العین ہے، لکھتے ہیں:

طریقۂ ما از نوادر است، عروۃ الوثقیٰ است، چنگ در ذیل متابعت سنت مصطفیٰ زدہ ایم واقتدا بہ آثار صحابۂ کرام اونمودہ (۲)

حضرت خواجہ بہاء الدین سے ہی کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس پر ہے؟ تو آپ نے فرمایا ''شرع شریف'' پر (۳)۔ آپ ہی کا قول ہے مسلمان رہنا، اسلام کے احکام پر عمل کرنا، تقویٰ اور عمل بعزیمت، رخصت و رعایت سے دور رہنا ہی نور، صفا اور رحمت الٰہی ہے اور ولایت کے درجات تک واصل ہونے کا وسیلہ صرف یہی اتباع شرع ہے (۴)۔

ایک اور مقام پر خواجہ بہاء الدین نقشبند اس کی اس سے بہتر وضاحت یوں فرماتے ہیں:

ماہر چہ یافتیم بفضل بہ برکت عمل کردن بہ آیات قرآن واحادیث نبویہ وطلب کردن نتیجہ از آں عمل و رعایت تقویٰ وحدود شرعیہ وقدم زدن در عزیمت وعمل کردن بہ سنت و جماعت واجتناب از بدعت بود (۵)۔

---

(۱) قشیری، الرسالۃ القشیر یہ ۱/ ۲۲۳، اسی قسم کے دیگر بیانات کے لئے ملاحظہ ہو طبقات الصوفیۂ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی، عوارف المعارف شیخ سہروردی۔ کشف المحجوب میں یہ الفاظ ''اقامت حقیقت بے حفظ شریعت محال وحقیقت بے شریعت نفاق'' قابل توجہ ہیں۔

(۲) صلاح بن مبارک بخاری: انیس الطالبین مرتبہ توفیق سبحانی، تہران، ۱۳۷۱ ش ۹۱

(۳) ایضاً ۹۲ (۴) محمد پارسا بخاری، خواجہ: قدسیہ مرتبہ احمد طاہری عراقی ۸

(۵) یعقوب چرخی، خواجہ: انسیہ ۱۴

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ اپنے وصایا میں فرماتے ہیں تمہارے لئے لازم ہے کہ اہل سنت و جماعت کا طریقہ اختیار کرو اور طریقت میں تمہارا قدم صرف سنت مبارک پر ہو جس کسی صوفی نے راہ سنت کو ترک کیا وہ اہل سنت و جماعت میں سے نہیں ہے(۱)۔

شاہ غلام علی دہلوی فرماتے ہیں طریقہ نقشبندیہ کا حاصل دوام حضور اور دوام آگہی ہے اور اس میں اہل سنت و جماعت کے عقیدہ صحیحہ کے التزام کے ساتھ اتباع سنت لازم ہے(۲)۔

خواجہ محمد بن سلیمان بغدادی نے طریقہ نقشبندیہ اور اس کے پیروکار کی ایک جامع تعریف یہ دی ہے:

ان الطريقة النقشبنديه، طريقة الصحابة الكرام باقية على اصلها لم يزيد وا ولم ينقصوا وهى عبارة عن دوام العبودية ظاهراً و باطناً، بكمال الالتزام بالسنة والعزيمة، و تمام اجتناب البدعة و الرخصة فى جميع الحركات والسكنات من عادات و معاملات مع دوام الحضور مع الله تعالىٰ على طريق الذهول والاستهلاك(۳)

یعنی طریقہ نقشبندیہ دراصل طریقۂ صحابہ کرام ہی ہے نہ تو اس میں کچھ اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی اس میں کمی واقع ہوئی ہے کہ جو ظاہری و باطنی طور پر دائمی عبادت سے عبارت ہے جس میں اتباع سنت کا کامل التزام کیا گیا ہے اور تمام حرکات و سکنات میں بدعت و رخصت سے اجتناب کے ساتھ ہی خود فراموشی کے دوران دائمی حضور بھی ہو۔

چونکہ طریقہ نقشبندیہ طریقۂ صحابہ کرام ہی ہے اور اس کی بنیاد ہی اتباع سنت ہے اس لئے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند نے فرمایا ہے کہ میرے طریقہ (نقشبندیہ) سے جو کوئی

---

(۱) عبدالخالق غجدوانی، خواجہ: وصایا ۱۱۰ (۲) غلام علی دہلوی، شاہ: ایضاح الطریقہ ۲۶

(۳) محمد بن سلیمان بغدادی: الحدیقۃ الندیہ ۱۴ (طبع عکس استنبول، ترکیہ)

روگردانی کرے اس کا ایمان خطرہ میں ہے:

ہر از طریقۂ ما روی گرداند، خطر دین دارد(۱)

اعتدال اور اتباع سنت جو نقشبندی سلسلہ کی بنیاد ہے کی وجہ سے عالم اسلام میں علماء کی کثیر تعداد نے اسے قبول کیا۔ اور اس سلسلے کے مشائخ کے حلقہ ہائے ارادت میں داخل ہوئے، یہ صرف دور وسطی کے علماء تک محدود نہیں تھا بلکہ دور آخر میں اس سلسلہ میں نامور شیخ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے خلیفہ مولانا خالد کردی رومی (ف ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء) اپنے ایک مکتوب بنام شاہ غلام علی میں لکھتے ہیں کہ اس وقت ایک سو متجر اور صاحب تصانیف علماء مجھ سے اجازت و خلافت حاصل کر چکے ہیں، اور پانچ سو علماء مجھ سے بیعت ہوئے ہیں:

"صد کس از اکابر علماء صاحب تصانیف از یاران ایں فقیر قابل اجازت گردیده اندرو پانصد کس از اکابر علماء داخل طریقہ شده اند...... (۲)"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ایک ہزار عالم متجر داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں:

مولانا (خالد کردی رومی) رواں دیار اظہار ساخت کہ...... یک ہزار عالم متجر داخل طریقہ شده و دست بستہ پیش مولانا ایستاده اند (۳)

علماء نے سلسلہ نقشبندیہ کی بہت تعریف و توصیف کی ہے۔ علامہ ابن حجر ہیثمی (ف ۹۷۴ھ/ ۱۵۶۶ء) سے منقول ہے کہ صرف سلسلۂ نقشبندیہ ہی ایسا سلسلہ ہے جو کہ کدورت اور جہلہ صوفیہ سے پاک ہے:

الطريقة العلية السالمة من كدورت جهلة الصوفية هى الطريقة النقشبنديه(۴)

---

(۱) جامی، عبدالرحمٰن: نفحات الانس ۳۸۷

(۲) عریضۂ مولانا خالد کردی مشمولہ در المعارف ۷۰ (۳) ایضاً ۱۰۸

(۴) الحدیقۃ الندیۃ ۱۳

نقشبندی مشائخ حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ دین دار بادشاہوں کی امداد واعانت کے بغیر اسلامی ممالک میں ترویج شریعت واحیاء دین کا فریضہ انجام نہیں دیا جاسکتا، حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ نے اس سلسلے میں پہل فرماتے ہوئے ماوراء النہر کے سلاطین سے ربط وضبط کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت خواجہ احرار کا قول ہے کہ اگر میں شیخی کروں تو اس وقت کسی شیخ کو مرید نہ مل سکے لیکن مجھے دوسرے کام کے لئے مامور کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ بادشاہوں کے ساتھ تعلقات قائم کر کے مسلمانوں کو ظالموں کے شر سے بچاؤں اور انہیں اس سے باہر نکالوں، معاصر ماخذ رشحات میں ہے:

اگر ما شیخی می کردیم دریں روزگار ہیچ مریدی نمی یافت لیکن مارا کار دیگر فرمودہ اند کہ مسلمانان را از شر ظلمہ نگاہ داریم، بواسطۂ ایں بیا دشاہان بایست اختلاط کردن و نفوس ایشاں را مسخر گردانیدن و بتوسط ایں عمل مقصود مسلمین برآوردن......(۱)

حضرت مجدد الف ثانی نے حالات کا خوب تجزیہ فرماتے ہوئے خان اعظم کے نام اپنے ایک مکتوب میں حضرت خواجہ احرار کا یہی قول نقل کیا ہے لیکن اپنے الفاظ میں لکھا ہے جس سے مندرجہ بالا قول کی بہترین ترجمانی ہو جاتی ہے، فرماتے ہیں:

حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہ می فرمودند کہ اگر من شیخی کنم ہیچ شیخی در عالم مرید نیابد اما مرا کار دیگر فرمودہ اند وآں ترویج شریعت و تائید ملت است لاجرم بصحبت سلاطین میرفتند و بتصرف خود ایشاں را منقاد می ساختند و بتوسل ایشاں ترویج شریعت می فرمودند (۲)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی نے بھی واضح الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ اس وقت بادشاہ اسلام کی تائید وحمایت کے بغیر ترویج شریعت اور تائید ملت کا کام ممکن نہیں ہے (۳)۔

اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا کہ ''دنیا میں بادشاہ کی مثال دل کی سی

---

(۱) کاشفی، فخر الدین حسین: رشحات ۲۹۵

(۲) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۶۵/ ۱۵۱

(۳) مکتوب کا یہ حصہ سلاطین کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں نقل کیا جاچکا ہے۔

ہے کہ اگر بدن میں دل صالح ہے تو بدن بھی صالح ہوگا اور اگر دل فاسد ہے تو سارا بدن فساد کا شکار ہوگا اسی لئے بادشاہ کی اصلاح دنیا کی اصلاح ہے اور اس کا فساد دنیا کے فساد کے مساوی ہے(۱)۔"

ایک مقام پر حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اب اس کے سوا اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے (۲)۔

ایک مکتوب میں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے سات درجات کی تفصیل بتانے کے بعد فرماتے ہیں:

کامل تابعدار وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو (۳)۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اس نازک دور میں کہ جب ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت تھی انہی کے ہاتھوں اسلام کی بیخ کنی اور خانقاہوں میں سنت نبوی کو پس پشت ڈالا جا رہا تھا وہ اصحاب صاف صاف کہہ رہے تھے کہ طریقت وشریعت دو الگ الگ کوچے ہیں جو ایک دوسرے سے جدا ہیں اور ان کے معاملات بھی جداگانہ ہیں۔ ایسے مواقع پر امام ربانی مجدد الف ثانی نے میدان عمل میں آکر ایسے خانقاہ نشین صوفیہ کو للکارا۔

طریقت تابع وخادم شریعت ہے، شریعت کے کمالات صوفیہ کے احوال ومشاہدات پر مقدم ہیں، شریعت کے ایک حکم پر عمل ہزار سالہ ریاضت سے افضل ہے، عین اس موقع پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فقہ وتصوف اور شریعت وطریقت میں تطبیق کرنے کیلئے ایک معرکۃ الاراء رسالہ تالیف کیا جس کا پورا نام ہے۔

تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف (۴)۔ اس کتاب کے ذریعہ شیخ محدث نے نہایت مثبت طریقے سے اس عہد کے صوفیہ کو یہ باور کروانے کی سعی فرمائی ہے کہ صرف وہ طریقت جو شریعت کے تابع ہو، اسلام کی نظر میں قابل قبول ہے۔

---

(۱) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱ / ۷ / ۴ / ۱۲۳ (۲) ایضاً ۱ / ۷ / ۳ (۳) ایضاً ۲ / ۵۴ / ۱۵۰

(۴) تحصیل التعرف بخط مولانا غلام مرتضیٰ بیربلوی کا خطی نسخہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی کی ملکیت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے بھی شریعت و طریقت کے انطباق کے سلسلے میں اپنی تحریرات میں جو دلائل دیئے ہیں اگر انہیں یکجا کر دیا جائے تو ایک رسالہ سے کم حجم نہیں ہوگا ہم صرف چند مثالوں پر اکتفا کر رہے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں ''شریعت تمام دینی و دنیاوی سعادتوں کی ضامن ہے۔ کوئی مطلوب ایسا نہیں کہ اس کی تکمیل کے لئے شریعت کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت ہو، طریقت و حقیقت جو صوفیہ کا مابہ الامتیاز ہے دونوں شریعت کے خام اور اخلاص کے حاصل کرنے میں مددگار ہیں۔ اسی طرح طریقت و حقیقت حاصل کرنے کا مقصد محض شریعت کو اس کی اصل روح کے ساتھ عمل میں لانے کا ذریعہ ہے(۱) ایک اور مکتوب میں آپ انسانی نفس کی اصلاح اور اس کے امراض کے لئے احکام شریعت پر عمل کرنے کو ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے زیادہ مفید بتاتے ہیں، لکھا ہے:

> احکام شرعیہ میں سے کسی حکم پر عمل کرنا نفسانی خواہش کے ازالہ کے لئے ایک ہزار سال کی ان ریاضتوں اور مجاہدوں سے زیادہ موثر ہے جو اپنی طرف سے کئے جائیں، بلکہ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت نمبر ا کے تقاضے سے بے خبر ہوں نفسانی خواہشات و امراض کو بڑھا دیتے ہیں۔ برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضت و مجاہدہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن وہ ان کے لئے کچھ مفید نہ ہوئے اور سوائے نفس کو اور موٹا کرنے اور اس کو غذا مہیا کرنے کے علاوہ کچھ اور کام نہ آئے۔

ایک اور مکتوب میں آپ مکاشفات و منامات کو بے اصل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اکثر لوگ (صوفیہ خام) خواب و خیال میں مست اور بادام و اخروٹ پر اکتفا کئے ہوئے ہیں ان کو کمالات شریعت کی کیا خبر اور طریقت و حقیقت کی اصل کا کیا علم؟ شریعت کو وہ پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ حقیقت کیا ہے۔ صوفیہ کی سطحی باتوں پر فریب کھائے ہوئے اور ان کے احوال و

(۱) مجدد الف ثانی، مکتوبات ۱/۳۶

مقامات پر فریفتہ ہیں(۱)۔

دوسرے مکتوب میں ایک سنت نبوی پر عمل کرنے کی فضیلت یوں بیان فرماتے ہیں:

فضیلت تمام تر سنت سنیہ کی پیروی سے وابستہ اور تمام امتیاز و اعزاز شریعت پر عمل کرنے سے مربوط ہے مثلاً دو پہر کا سونا (قیلولہ) جو اتباع سنت کی نیت سے واقع ہو کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے اور زکوٰۃ کا ایک پیسہ ادا کرنا سونے کے پہاڑ خرچ کر دینے سے جو اپنی طرف سے ہو افضل ہے(۲)۔

ایک مکتوب میں صوفیہ خام کے چلوں کی حقیقت اور نماز سے غفلت برتنے پر افسوس کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے:

صوفیہ خام ذکر وفکر کو اہم خیال کر کے فرائض وسنن کی ادائیگی میں غفلت فرتتے ہیں، چلوں اور ریاضتوں کو اختیار کر کے جمعہ اور جماعت ترک کر دیتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ جماعت کے ساتھ ایک فرض نماز کی ادائیگی ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ یہ یاد رہے کہ ذکر وفکر جو آداب شریعت کے مراعات کے ساتھ ہوں بہت بہتر اور ضروری ہے......(۳)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے زمانے میں بعض صوفیہ یہ خیال کرتے تھے سالکوں سے شرعی عبادات ختم کر دی گئی ہیں اور احکام شریعت کی پابندی ان کے لئے اب لازم نہیں رہی، آپ اس نظریہ کو باطل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

صوفیہ خام اور ملحدین بے سرانجام اس فکر میں ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی طوق غلامی سے آزاد اور احکام شرعیہ کو عوام کے ساتھ مخصوص بنا دیں، ان کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفت کے مکلّف ہوتے ہیں جیسا کہ امراء وسلاطین محض عدل وانصاف کے مکلّف ہیں وہ کہتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنے کا مقصد حصول معرفت ہے جب معرفت مل گئی تو تکلیفات شریعہ ساقط ہوگئیں......(۴)۔

---

(۱) مجدد الف ثانی، مکتوبات ۱/ ۴۰ (۲) ایضاً، ۱/ ۱۱۴

(۳) ایضاً، ۱/ ۲۶۰ (۴) ایضاً، ۱/ ۲۷۶

ایک مکتوب میں آپ نے واضح الفاظ میں تحریر کیا ہے کہ حلال وحرام کے معاملات میں صوفیہ کا عمل سند نہیں ہے، فرماتے ہیں:

حلال وحرام کے سلسلہ میں صوفیہ کا عمل سند نہیں ہے...... ہر معاملہ میں تو امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ کہ ابوبکر شبلی اور ابوالحسن نوری کا عمل، اس زمانے کے صوفیۂ خام نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر سرود و رقص کو اپنے دین وملت کے طور پر اختیار کرلیا ہے اور اس کو اطاعت وعبادت بنا لیا ہے......(۱)۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شریعت کی حمایت اور ترویج میں معمولی سے غفلت بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور یہی علمائے حق کی زندگی کا اصل مقصد بھی ہے، جب کبھی کسی نے اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف کوئی تحقیق پیش کی اور اس کی سند تصوف کی کسی کتاب سے لائے تو آپ کی رگ فاروقی فوراً حرکت میں آجاتی اور آپ کا قلم شریعت کی حمایت میں بے دریغ چلنے لگتا، ایسا ہی کوئی موقع تھا کہ کسی نے شیخ عبدالکریم یمنی کا کوئی قول نقل کر کے آپ سے اس کی وضاحت چاہی تو آپ اس کی تاب نہ لا سکے اور اس وقت آپ کے قلم سے جو جملے نکلے وہ اس عہد کی مذہبی وفکری تاریخ کی غمازی کرنے کے لئے کافی ہیں، لکھتے ہیں:

فقیر میں ایسی باتیں سننے کی اب نہیں بے اختیار میری رگ فاروقی حرکت میں آجاتی ہے اور تاویل وتوجیہ کا موقع نہیں دیتی ایسی باتوں کے قائل شیخ کبیر یمنی ہوں یا شیخ اکبر شامی ہمیں کلام محمد عربی علیہ وعلیہ آلہ والصلوٰۃ والسلام درکار ہے نہ کہ کلام محی الدین بن عربی، صدر الدین قونوی اور شیخ عبدالرزاق کاشی، ہم کو نص سے کام ہے نہ کہ فص سے...... ہمیں فتوحات مدینہ نے فتوحات مکیہ سے مستغنی کر دیا ہے(۲)۔

---

(۱) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/۲۶۶ (۲) ایضاً ۱/۱۰۰/۲۰۵

اس مکتوب شریف میں فص سے مراد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم ہے اور فتوحات مکیہ بھی انہی کی معروف کتاب ہے۔ اس عہد کے علماء وصوفیہ درس حدیث (فتوحات مدینہ) کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ کے درس وتدریس میں محو تھے......

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات میں شریعت کی تائید وحمایت میں لکھے گئے بہت سے کلمات درج ہیں ہم نے پس منظر کے طور پر چند جملوں پر اکتفا کی ہے۔اب موضوع کی مناسبت سے آپ کے جانشینوں یعنی صاحبزادگان اوران کے خلفاء کی تحریرات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ جس تحریک احیائے دین کا آغاز آپ نے فرمایا تھا آپ کے جانشینوں نے اسے کس طرح جاری رکھا اوراس کے اس عہد کی معاشرت پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم ان حقائق سے بخوبی باخبر تھے کہ ترویج شریعت کے بغیر ہندوستان کے مسلمانوں کو اسلامی معاشرے کے تصور سے آگاہ کرنا بے کار ہے، اس کار خیر کے لئے اقدام کرنے سے پہلے آپ نے جو خاکہ مرتب فرمایا وہ اس طرح سے تھا:

۱- ملک کے سیاسی ومعاشرتی حالات کا بغور جائزہ لیا۔

۲- بادشاہوں کی اصلاح کے لئے جامع پروگرام مرتب کیا۔

۳- راسخ العقیدہ امراء کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے سعی کی۔

۴- ملک میں اصلاح احوال کے نام پر جاری عوامی تحریکوں کے معتقدات کو پرکھا۔

۵- ملک کے کونے کونے تک اپنے خلفاء کو دعوت وارشاد کے لئے بھیجا اوران کو ان کی ذمہ داریوں اور فرائض سے آگاہ کیا کہ تمہارا مقصد حیات معاشرت کو بدعات سے پاک کر کے ترویج شریعت کے لئے راستہ ہموار کرنا ہے۔

اب حضرت خواجہ کے مکتوبات سے ایسے شواہد پیش کئے جارہے ہیں جن کا تعلق امور بدعت اور ترویج شریعت سے ہے:

سعادت مند جوانوں اور ہوشمند طالبوں پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کوشش کریں جو چیز اس دولت (اتباع) کے منافی ہے اس سے ظاہر و باطن کی آنکھ بند کرلیں اور یقینی طور پر جان لیں کہ اگر کوئی شخص ہزارہا فضائل وخوارق رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

متابعت میں کاہلی سے کام لیتا ہو اس شخص کی صحبت و محبت زہر قاتل ہے اور وہ شخص جو فضائل و کرامات میں سے کچھ بھی نہ رکھتا ہو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ثابت قدم ہو اس کی صحبت و محبت نفع بخش تریاق کی مانند ہے(۱)۔

ایک مکتوب میں طریقت و شریعت کا مقابلہ کرتے ہوئے حقیقت حال سے سائل کو اس طرح آگاہ کیا ہے:

طریقت کا شریعت سے کیا مقابلہ اور کون سی مساوات ہے...... طریقت اس کے احکام کو ہرگز دفع نہیں کر سکتی اور اپنے اہل کو تکالیف شرعی سے آزاد نہیں کر سکتی اہل سنت و جماعت کے قطعی (مسلمہ) عقائد میں سے ہے کہ بندہ ہرگز ایسے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہل اسلام کے گروہ سے خارج ہے...... اس جماعت کے ساتھ صلح و دوستی کرنا قاعدۂ اسلام کے خلاف ہے...... (۲)۔

تمام روحانی کمالات کا انحصار اتباع سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے(۳)۔

ایک مکتوب میں واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ مکاشفات و منامات ہرگز قابل اعتبار نہیں ہیں ہمیں احکام شرعیہ بجالانے کے لئے کمر ہمت چست کر لینی چاہئے اور امر معروف و نہی عن منکر کو اپنا شیوہ بنا لینا چاہئے اور متروکہ سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے (۴)۔

ایک خط میں مخالف شرع سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھا ہے:

مخالف کی صحبت سے دور رہیں اور ممنوعات شرعیہ سے پرہیز کریں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی تدبیر سے ڈرتے اور لرزتے رہیں...... اللہ کے فضل پر بھروسا رکھیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم رہیں...... (۵)۔

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/ ۱۰/ ٦٧ (۲) ایضاً/ ۳/ ۷۳/ ۱۹۱ (۳) ایضاً/ ۰/ ۱۳۰/ ۲۸۴

(۴) ایضاً، ۱/ ۱۷۷/ ۳۳۹ (۵) ایضاً، ۲/ ۴/ ۲۸

میرک معین الدین کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ لہو ولعب سے بچیں، بدعتی اور ملحد کے قریب بھی نہ جائیں کہ وہ لصوص دین ہیں:

از لہو ولعب معرض بوند...... و نجات را در اتباع سنت اجتناب از بدعت یقین کنند و باہل بدعت و ملاحدہ صحبت ندارند کہ لصوص دین اند...... در مجلس خود راہ نہ دہند(۱)

ایک مکتوب میں تارک سنت کو عارف سمجھنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے کہ ان سے جو کرامات سرزد ہوتی ہیں وہ ہرگز لائق توجہ نہیں ہیں یہ لوگ یہود و نصاریٰ، جوگیوں اور برہمنوں کی مانند ہیں:

تارک سنن مصطفوی راعلیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام زینہارا عارف خیال نکنند و فریفتہ تبتل و انقطاع و خوارق عادات اونشود و شیفتۂ زہد و توکل و معارف توحیدی او نگردد کہ فرق مبطلہ مثل یہود و نصاریٰ و جوگیہ و براہمہ دریں امور با فرق محقہ شرکت دارند(۲)

مرزا محمد صادق کو لکھتے ہیں کہ اگر اتباع صاحب شریعت اور محبت شیخ کامل میسر آجائے اور باطنی احوال میں سے کچھ بھی نہ مل سکے تو اس کا کوئی غم نہیں ہے، فرماتے ہیں:

اگر در دو چیز استقامت و رسوخ است و از احوال و مواجید ہیچ نیست غم نیست اتباع صاحب شریعت و محبت شیخ مقتداء......(۳)

اپنے نامور خلیفہ اور عالم مفتی محمد باقر لاہوری کو لکھتے ہیں سنت نبویہ کو بہت مضبوطی سے تھام لو اور بدعتی کی صحبت سے بچو، کمر ہمت کو اللہ تعالیٰ کی خدمت کے لئے چست کرلو اور اس امر کے منافی جو چیز بھی ہو اس سے سو فرسنگ دور رہو، لکھا ہے:

عروۃ الوثقیٰ شریعت غرا را از دست نہ دہید و سنن نبویہ راعلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بدندان محکم گیرید و از بدعت و صحبت مبتدع محترز باشید و کمر ہمت را در

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۲/۸۹/۹۰ (۲) ایضاً ۲/۱۱۰/۱۸۴

(۳) ایضاً ۲/۸۳/۱۳۱

خدمت مولای حقیقی جل سلطانہ چست بربندید و دوام توجہ و اقبال را بجناب قدس اوتعالیٰ از جل نعم دانید و استہلاک و اضمحلال را در فضای اطلاق اعظم مقاصد شمرید ہرچہ مانع و منافی آں دولت باشد صد فرسنگ راہ ازاں بگریزید......(۱)۔

آپ مرزا ابوالمعالی کو لکھتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جوکوئی میری ایک مردہ سنت کو زندہ کرے گا اسے سوشہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اسے یہ بھی لکھا ہے کہ بدعتی کی صحبت سے بچو اور ان کو اپنی مجلس میں نہ آنے دو......(۲)۔

آپ نے اپنے کئی مکاتیب میں اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ استقامت ہر لحاظ سے کرامت پر فوقیت رکھتی ہے (۳)۔

آپ نے عادل بیگ بن کامل بیگ کو لکھا ہے کہ انسان کی عمر صرف وہی قابل شمار ہے جو مرضیات الٰہی میں صرف ہوئی ہو باقی عمر کا حساب کرنا بےکار محض اور وبال ہے:

عمر ہمانست کہ در مرضیات مولای حقیقی تعالیٰ مصروف گردد و در طلب و درداو برود باقی در حساب عمر نیست داخل وبال است (۴)۔

اتباع سنت اور ترویج شریعت کے سلسلے میں آپ کے مکاتیب میں اور بھی بہت سے اشارات موجود ہیں، طوالت کے خیال سے صرف انہی اقتباسات تک محدود رکھا گیا ہے۔

حضرت خواجہ کے صاجزادگان کے مکاتیب کے مجموعوں پر نظر ڈالی جائے تو اس قسم کے بہت سے ایسے نکات ملیں گے جن کا تعلق پابندی شرع شریف سے ہے اور ترویج شریعت کے لئے ان حضرات کی کوششوں کی سچی تصویر سامنے آجائے گی۔

آپ کے فرزندان گرامی میں سے خواجہ سیف الدین کے مکتوبات میں جنہیں آپ نے اورنگزیب کی تعلیم وتربیت کے لئے مقرر فرما کر اس کے پاس دہلی بھیجا تھا سب سے

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/۱۱/۳۰ (۲) ایضاً ۳/۱۷/۴۳

(۳) ایضاً ۳/۱۱۵/۱۵۶،۱۴۶/۲۰۲،۲۰۷/۱۴۷/۳۰۲ وغیرہ (۴) ایضاً ۳/۱۳۵/۱۸۶-۱۸۷

زیادہ اشارات ملتے ہیں مقامات معصومی کے مولف نے ان کی ساری کارکردگی کا خلاصہ ان الفاظ میں دیا ہے:

ان کی تمام تر ہمت احکام شریعت کے نفاذ اور دین وملت کو رونق دینے میں صرف ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی نیت صالحہ کی وجہ سے ان کے حضرت والد کے حین حیات ہی انہیں مرتبہ ارشاد پر فائز کر دیا تھا اور اس سلسلے میں ان سے ایسے کارنامے ہوئے کہ دین وملت کو ان سے طراوت ہوئی کہ بدعت و بدعتی کا نام و نشان محو ہو کر رہ گیا اور اگر کوئی ایسا رہ بھی گیا تو وہ ان کے رعب سے اپنے افکار کا اظہار ہی نہ کر سکا گویا کفر کی رسوم جاتی رہیں ان کے معابد مسمار ہو گئے......(۱)۔

اسی طرح آپ کے ایک اور فرزند بزرگ خواجہ محمد نقشبند ثانی جو عرصہ دراز تک ملکی فتوحات کے دوران اورنگزیب کے ساتھ رہے تھے ان کا اصل کام ہی بادشاہ سے اسلامی احکام کا اجرا کروانا تھا، موصوف حدود ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۷ء کو جب حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو کابل وسندھ کے والی امیر خان نے حکم دیا کہ خواجہ نقشبند جن علاقوں سے گزریں وہاں تمام خلاف شرع امور بند کر دیے جائیں (۲)۔

یہ ہے مجددی تحریک کی غرض و غایت کہ مسلمان کا مقصد حیات صرف اور صرف ترویج شریعت کے لئے کوشاں رہنا ہے، اب اس پس منظر میں اس تحریک کے اغراض و مقاصد کا مطالعہ کیجئے۔

---

(۱) صفر احمد: مقامات معصومی ۳۳ د

(۲) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/۱۰۶/۱۰۹

مجددی تحریک

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ (۹۷۱-۱۰۳۴ھ/ ۱۵۶۳-۱۶۲۴ء) کا زمانۂ حیات کئی اعتبار سے ہیجان انگیز تھا، اس میں ذہنی بے چینی اور معاشرتی انتشار پھیلانے والی ایسی کئی تحریکیں اٹھیں جن کے ہندوستانی معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ان ادوار میں بہت سی ایسی تحریکوں نے برصغیر پاکستان و ہند کا رخ کیا جن کے مذہبی اعتقادات نے انتشار پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی، بدقسمتی سے ان ایام میں ہندوستان میں اکبر بادشاہ (۱۵۵۶-۱۶۰۵ء) اور اس کے حواریوں کے زیر اثر آزاد خیالی اور الحاد کے لئے زمین ہموار کی جارہی تھی، اکبر بادشاہ ابتداء میں دیندار اور پابند صوم و صلوٰۃ تھا وہ علماء کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا اس نے ان کو بڑے بڑے منصب دے کر با اختیار بنا دیا تو علماء فقر و قناعت سے نکل کر امراء کے زمرہ میں آگئے، انہوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا، عبادت خانہ کے بے ہنگم مباحث نے کم علم اکبر کو دین اسلام سے منحرف کر دیا، چونکہ عہدہ دار علماء اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے اس لئے قدرتی طور پر دوسرے فرقوں خصوصاً شیعہ علماء نے بھی اس قسم کا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اور یہ عہد کر لیا کہ جب تک ان کو اقتدار سے نہ ہٹا دیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے۔

اکبر بادشاہ ان علماء کے کردار اور حب جاہ کی وجہ سے ان سے اتنا متنفر ہوا کہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے فکر مند رہنے لگا۔ ان دنوں جو افسوسناک واقعات پیش آئے ان میں اکبر کے عہد کے ایک نہایت ہی زیرک خانوادہ یعنی ملا شیخ مبارک ناگوری اور اس کے خاندان کی تذلیل و تحقیر تھی ہوا یوں کہ شیخ مبارک اپنے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کو لے کر صدر الصدور شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطانپوری کی خدمت میں گیا اور تنگ دستی کی شکایت کرتے ہوئے ان سے صرف ایک سو بیگھہ زمین بطور مدد معاش مانگی تو انہوں نے یہ کہہ کہ تم بدعقیدہ ہو اپنے در سے نکال دیا۔ اس وقت فیضی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اس نے کہا کہ:

اگر میں اپنی اصل سے ہوں اور اپنے اعتقاد میں سچا ہوں تو تم سے ایسا انتقام لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنائی دے گی (۱)۔

واقعی وہ گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی اکبر نے علماء کا اقتدار ختم کرنے کے لئے منصوبہ تیار کرلیا، اس سارے ڈرامے کی روح رواں ملا مبارک ناگوری اور اس کے یہ دونوں نہایت زیرک اور موقع شناس بیٹے (ابوالفضل اور فیضی) تھے، انہوں نے ۹۸۷ھ کو ایک محضر نامہ تیار کیا (۲)، جس کی رو سے اکبر بادشاہ کو اعدل، اعقل اور اعلم قرار دیتے ہوئے تمام علماء سے اس پر دستخط کروا کر اکبر بادشاہ کو مجتہد تسلیم کروالیا۔ شیخ مبارک ناگوری نے اس محضر نامہ کے نیچے یہ لکھا کہ میں اس بات کا دل و جان سے خواہشمند تھا اور سالہا سال سے اس کا منتظر تھا، بادشاہ کو فتویٰ دینے کا اختیار مل گیا تو پھر اجتہاد کی راہیں کھل گئیں امام کی رائے مستند سمجھی گئی، کسی کی مخالفت باقی نہیں رہی، تحلیل و تحریم کا اختلاف ختم ہوگیا، شریعت کے مقابلہ میں امام کی رائے کو فوقیت حاصل ہوگئی (۳) یہ بدایونی کا بیان ہے جو بالکل درست ہے جس کی تصدیق محضر کے محرک اور دین الٰہی کے بانی شیعہ خانوادہ کے رکن ابوالفضل کی تحریرات سے ہوتی ہے کہ جو لوگ مشرب نصیری (۴) اور حسین بن منصور حلاج کے مسلک کے تھے انہوں نے (دین الٰہی) قبول کرلیا اور پرانی رسم کے لوگ (مقلدین اہل سنت) یاوہ گوئی کرنے لگے اور انہوں نے ہر طرف شورش برپا کردی (۵)۔

اب ان باہم دست و گریبان ''دین فروش'' (۶) علماء کا اقتدار ختم ہوگیا، کاش یہ علماء

(۱) فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ۱/۶۸-۶۹

(۲) عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ ۲/۲۷۰-۲۷۲، نظام الدین احمد: طبقات اکبری ۳۴۳-۳۴۴

(۳) بدایونی ۲/۲۷۰-۲۷۲

(۴) نصیریہ، شیعوں کا ایک اہم فرقہ ہے جس کے ماننے والے تثلیث، الوہیت، اور تناسخ پر یقین رکھتے ہیں (فرہنگ فرق اسلامی ۴۴۲-۴۴۳)

(۵) ابوالفضل: اکبرنامہ ۳/۲۷۱

(۶) عبادت خانہ کے مباحث میں شریک علماء کیلئے ''دین فروشان'' کی اصطلاح معاصر ماخذ منتخب التواریخ (۲/۳۰۸) سے ماخوذ ہے

خدا ترس ہوتے اپنے عمل، کردار اور تقویٰ سے جب کہ انہیں بادشاہ کی تائید وحمایت بھی حاصل تھی ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے ایک مثالی اسلامی مملکت بنا دیتے، لیکن ان کی حب جاہ اور دولت کی ہوس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہایت نازک حالات سے دوچار کر دیا۔ اب ہر غیر اسلامی نظریات رکھنے والی تحریک کو یہاں پنپنے کے خوب مواقع ملے، ان باطل فرقوں میں سے جو ہندوستان آئے فرقہ نقطویہ کے عقائد سب سے زیادہ خطرناک تھے، ان کے نزدیک نماز، حج اور قربانی بے عقلی کے مترادف تھی، طہارت اور غسل کے مسائل کی بھی تضحیک کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ مذہب اسلام منسوخ ہو چکا ہے اس لئے اب نئے دین کی ضرورت ہے (۱) گویا ان کا کہنا تھا کہ اسلام کی عمر صرف ایک ہزار سال تھی اب اگلے ہزار سال کے لئے ہمارے مرتب کردہ عقائد قبول کئے جائیں، نقطوی تحریک کے بانی دراصل ایرانی علماء تھے جب شاہ عباس صفوی کو ان کے عقائد کا علم ہوا تو اس نے اس فرقہ کے ماننے والے ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا، ان میں سے کچھ افراد جان بچا کر ہندوستان آنے میں کامیاب ہو گئے، ان میں شریف آملی بڑا باکمال عالم تھا، ان دنوں ہندوستان کے حالات تو پہلے ہی ایسی تحریکوں کیلئے ہموار ہو چکے تھے، اکبر اور اس کے حاشیہ نشینوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، اکبر بادشاہ اسے اپنے مرشدوں کی طرح مانتا تھا، خود ابوالفضل کی اس فرقے کے ساتھ ہم آہنگی تھی ...... شریف آملی نے اپنے فرقے کی کتابوں سے ثبوت پیش کر کے اکبر کو نیا دین بنانے کی ترغیب دی، نقطوی فرقہ کے داعیوں نے ہندوستان آ کر "الف ثانی" کیلئے نئے دین اور نئے آئین کے لئے راہ ہموار کی، جب انہیں اکبری دور کے علماء سو کی تائید وحمایت حاصل ہو گئی تو انہیں اس کے پورے مواقع ملے

---

(۱) نقطوی فرقہ اور اس کے عقائد کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

نذیر احمد: اکبری دور کا فارسی ادب، مقالہ مشمولہ (رسالہ) تحقیق، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی۔ ش ۱۲-۱۳ (شمارہ ہای ماقبل)

Nizami, K.A: Akber and Religion, pp. 58-61

صادق کیا: نقطویان یا پسیخوانیاں۔ تہران، ۱۳۲۰ ش

اوران کے عقائد اکبر کے دین الٰہی میں جلوہ گر ہو گئے۔

یہ اس فرقہ کے افکار کا اثر تھا کہ اکبر بادشاہ نے ۲۸ سال جلوس (۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء) کو یہ فرض کرلیا کہ حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اوراب دین اسلام کی مدت بھی ختم ہوگئی ہے۔ علماء و مشائخ کا اقتدار بھی ختم کر دیا گیا ہے اب اس نے ارکان اسلام کو باطل قرار دے کر مہمل اور لغو احکام جاری کرنا شروع کر دیئے (۱)۔ محضر نامہ پر نوٹ لکھتے ہوئے شریعت اسلامی کی منسوخی پر ملا مبارک ناگوری نے جس طرح خوشی کا اظہار کیا تھا ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت اخوند درویزہ جیسے حمیت دین رکھنے والے عالم وصوفی نے تذکرۃ الابرار والاشرار میں قبائلی علاقوں میں ایسے بہت سے قطبوں، غوثوں اور نبیوں کے نام اور عقائد بتائے ہیں جو ایسے خیالات کا اظہار کرتے پھرتے تھے جس سے معاشرے میں الحاد و بے دینی کے اثرات بڑھتے ہی چلے جارہے تھے، اکبری عہد میں تالیف ہونے والی کتب میں جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ اکبر بادشاہ کو "قطب الاقطاب" کے منصب پر فائز بتایا گیا ہے۔ جوانہی خودساختہ قطبوں اور غوثوں کے افکار کا پرتو معلوم ہوتا ہے۔

اب آہستہ آہستہ اسلام کے خلاف اتنا مواد ان مخالفین نے اکبر کیلئے جمع کر دیا کہ اسے باطل قرار دینے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہ رہی (۲)۔

پابندیٔ شرع شریف کو تقلید کا نام دیا گیا، علمائے حق کو مقلدین کہہ کر شریعت کی پابندی کی فضا کو تاریکی سے تعبیر کیا گیا اور اس کے مقابلہ میں اکبر کی بارگاہ کو ہفت اقلیم کا وطن اور دانایان ملل ونحل کا مرکز قرار دیا گیا۔ (۳)

---

(۱) بدایونی: منتخب التواریخ ۲/ ۳۰۰-۳۰۱ (اس کتاب میں اکبر کے وہ تمام خلاف اسلام احکام درج ہیں جو اس نے آغاز جلوس مذکور میں جاری کرنا شروع کئے تھے۔)

(۲) ایضاً ۲/ ۲۶۲

(اکبر کے خلاف اسلام احکام کے اجراء کی تاریخ "احداث بدعت" سے اخذ کی گئی ایضاً ۲/ ۳۱۳)

(۳) ابوالفضل: اکبرنامہ ۳/ ۲۵۲-۲۵۳

نقطوی فرقہ کے مشہور شاعر تشبیہی کاشی (۱) نے اکبر بادشاہ کے حضور ایک قصیدہ پڑھا جس میں اس نے کہا کہ بادشاہ تقلید پرستوں کو ختم کر دے تاکہ حق اپنے مرکز پر پوری طرح استوار ہو جائے اور خالص توحید کو رواج ہو (۲)۔

پابندیٔ شرع کے ماحول میں قرآن مجید کو جو مرتبہ حاصل تھا ظاہر ہے وہ جاتا رہا اب دربار میں اس مقدس کتاب سے کوئی رشتہ باقی نہ رکھا گیا۔ بلکہ ہندوؤں کی مشہور کتاب مہابھارت کا (۹۹۰-۹۹۵ھ/ ۱۵۸۲-۱۵۸۷ء) پانچ سال کی محنت شاقہ کے بعد اکبر کے حکم سے اس کا فارسی ترجمہ مکمل ہوا تو علامی ابوالفضل نے اس پر دو جز کا ایک خطبہ لکھا جو بقول بدایونی ''الکفریات والحشویات'' (۳) پر مشتمل تھا۔ اس کا نام رزم نامہ رکھا گیا اکبر نے اسے مصور بھی کروایا پھر اس نے امراء کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر برکت حاصل کریں (۴)۔

جب اکبر اپنے دین الٰہی میں کامل ہو گیا تو اس کے حواریوں نے علمائے حق جنہیں وہ ''تقلید پرست، منتسبان کیش احمدی، پیروان کیش احمدی، گرفتار زندان تقلید اور سادہ لوحان تقلید پرست کے القاب سے یاد کرتا ہے (۵) کی مخالفت کے خوف سے بچنے کے لئے اسے سمجھایا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرنے کی بجائے ''خلیفۃ اللہ'' ہونے کا اعلان کر دے چنانچہ اکبر نے باقاعدہ اپنا کلمہ وضع کیا جس کے الفاظ یہ تھے:

لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ (۶)

---

(۱) تشبیہی ایران کا باشندہ تھا نقطوی ہونے کی وجہ سے وہاں سے فرار ہو کر ہندوستان آ گیا۔ وہ خود کو بڑا مجتہد سمجھتا تھا، وہ ابوالفضل کی وساطت سے اکبر سے متوسل ہوا تھا۔ (منتخب التواریخ ۳/ ۲۰۴-۲۰۶)

(۲) بدایونی: منتخب التواریخ ۳/ ۲۰۴ (۳) ایضاً ۲/ ۳۲۱ (۴) ایضاً

(۵) علمائے حق کے لئے ابوالفضل یہ القاب مہابھارت کے مقدمہ اور آئین اکبری میں جا بجا اس وقت استعمال کرتا ہے جب وہ شریعت اسلامیہ اور علمائے کرام کی توہین کر رہا ہوتا ہے۔

(۶) بدایونی: منتخب التواریخ ۲/ ۲۷۳

(بدایونی کو اکبر کا مخالف مورخ کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ابوالفضل (درباری مورخ) اکبر کو خلیفۃ اللہ، ''ہادی علی الاطلاق و مہدی باستحقاق'' لکھتا ہے (مہابھارت، مقدمہ ۵)۔

لیکن اکبر کے چیلہ خاص ملا شیری نے ان حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک قطعہ لکھا تھا جس کے ایک شعر سے عیاں ہوتا ہے کہ بادشاہ نے نبوت کا دعوٰی کیا تھا:

پادشاہ امسال دعوٰی نبوت کردہ است

گر خدا خواہد پس از سالی خدا خواہد شدن (۱)

اکبر نے عوام کی آنکھ میں دھول جھونکنے کے لئے لفظ نبی یا نبوت کا استعمال نہ بھی کیا ہو منصب نبوت کی توہین ضرور کی، بدایونی نے صاف لکھا ہے کہ مسلمانان ہندو مزاج نبوت کی قدح کرنے لگے ہیں:

مسلمانان ہندو مزاج قدح صریح در نبوت می کردند (۲)

ان آزاد خیال علماء کی صحبت کے جہاں بہت سے منفی اثرات مرتب ہوئے وہاں اکبر ان علماء کی تقلید کی مخالفت سے یہ سمجھا کہ اسلام کی پیروی کرنا محض تقلید پرستی ہے۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ اس عہد کے قاضی نصیر الدین ہندی نے مجتہد ہونے کا دعوٰی کیا اور وہ مجتہدین مطلق (ائمہ اہل سنت) پر لعن طعن کرتا تھا اس کے معاصر شیخ علم اللہ جو محدث و مفسر بھی تھے نے فتوٰی دیا کہ جو شخص قاضی نصیر الدین کو قتل کرے گا اسے غازی ہونے کا ثواب ملے گا (۳)۔

علمائے حق ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، ان مجاہد علماء کی دو قسمیں تھیں:

اول وہ جنہوں نے اعلانیہ اکبر کے معتقدات کے خلاف آواز بلند کی اور وہ موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

دوم وہ علماء جو خاموشی اور سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لے رہے تھے اور تلوار کی بجائے فکری انقلاب کے ذریعہ حالات میں تبدیلی چاہتے تھے۔

اکبر کے نئے مذہبی رجحانات اور عقائد اسلام کے خلاف اس کے اقدامات سے سارے ملک میں شورش کے آثار نمایاں ہوئے لیکن عوام اس جابر بادشاہ کے سامنے زبان نہیں کھول سکتے تھے، اکبر کے مذہبی افکار کی مخالفت کرنے والے اکثر علماء کو ملک بدر کر دیا

---

(۱) بدایونی: منتخب ۲/۳۰۹ (۲) ایضاً ۲/۲۶۹

(۳) محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی (طبقہ نہم، ص ۵۱)

گیا یا وہ قتل کردیے گئے۔

اس سلسلے میں میراں صدر جہاں پہانوی اور بخشی نظام الدین احمد کے مابین ایک دلچسپ مکالمہ ہوا کہ اکبر نے کچھ علماء کو ہندوستان سے نکال کر مکہ مکرمہ بھیج دینے کا حکم دیا تو نظام الدین احمد نے ان کی فہرست مرتب کی ایک دن صدر جہاں کہنے لگے کہ اس فہرست میں کہیں میرا نام تو شامل نہیں ہے؟ بخشی نظام الدین احمد نے جواب دیا کہ آپ کو بادشاہ کیونکر ملک سے باہر بھیجنے لگا کہ آپ کی زبان سے کبھی کلمۂ حق نکلا ہی نہیں جو اخراج کا سبب بنتا ہے(۱)۔

ان مجاہد علماء کی کوئی مکمل فہرست تو اس عہد کی معروف کتب تاریخ میں محفوظ نہیں ہے البتہ چند علماء جن کے خلاف اکبر نے کارروائی کی، کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

قطب الدین محمد خان، شہباز خان اور دوسرے امراء نے بادشاہ کو اسلام کے خلاف اقدام کرنے سے روکنے اور سمجھانے کی کوشش کی تو اکبر نے اس پر جواب دیا کہ اگر تم لوگوں نے اپنی زبانیں بند نہ کیں تو نجاست سے آلودہ جوتے تمہارے منہ پر مارے جائیں گے(۲)۔

علماء میں سے جونپور کے قاضی القضاۃ ملا محمد یزدی نے اکبر کے خلاف بغاوت اور جہاد

---

(۱) بدایونی: منتخب التواریخ ۳/ ۱۴۱-۱۴۲

میراں صدر جہان پہانوی (ف ۱۰۲۰ھ) ایک ذی علم بزرگ تھے۔ اکبری عہد میں مدتوں لشکر میں قاضی رہے، حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

بختاور خان: مراۃ العالم ۲/ ۴۳۵، عبدالحی حسنی: نزہتہ الخواطر ۵/ ۱۷۸، محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی ۹/ ۴۷۔

عبدالقادر بدایونی نے میراں صدر جہان کی دنیاداری اور حب جاہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ انہوں نے شعر گوئی سے توبہ کر لی ہے اور امید ہے کہ اس طرح وہ "لاف وگزاف" سے بھی توبہ کر لیں گے (منتخب ۳/ ۱۴۲) جب جہانگیر کا عہد حکومت آیا اور حالات میں تبدیلی ہوئی تو انہوں نے بھی مذہبی بے راہ روی سے توبہ کر لی ہوگی حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب ان کے نام ہیں جن میں انہیں مذہبی حمیت کا حامل بتایا گیا ہے جو ان کے تائب ہونے کا ثبوت ہے ان مکاتیب کا تعلق عہد جہانگیری سے ہے۔

(۲) بدایونی: منتخب ۲/ ۲۷۳-۲۸۳

کا فتویٰ صادر کر دیا:

فتویٰ بوجوب خروج وبغیٰ بر بادشاہ داد (۱)۔

محمد معصوم کابلی، محمد معصوم فرنخودی، میر معزالملک، نیابت خان اور عرب بہادر ہاتھوں میں تلواریں لے کر میدان میں نکل آئے، بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے ملا محمد یزدی اور میر معزالملک کو کسی تقریب سے جونپور سے بلا بھیجا جب آگرہ سے چند کوس کے فاصلے پر فیروز آباد کے قریب پہنچے تو حکم دیا کہ ان کو سواروں سے الگ کر کے کشتی میں سوار کر کے دریائے جون کے راستے گوالیار لے جایا جائے اس کے بعد پھر حکم دیا کہ انہیں ختم کر دیا جائے:

اینہا را ضائع سازند (۲)۔

اس حکم پر ان دونوں کو ایک پرانی کشتی میں بٹھا کر ''گرداب فنا'' کے سپرد کر دیا گیا۔

اس کے چند ہی دن بعد قاضی یعقوب کو بنگال سے طلب کر کے اسی طرح مروا دیا گیا، اسی طرح بعض دیگران علماء (ملایان) کو بھی جن سے ''بے اخلاصی'' کی بو آتی تھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا (۳)۔

لاہور کے اکابر علماء کو بھی جلاوطن کر دیا گیا، ان میں سے قاضی صدرالدین لاہوری کو بہڑوچ (گجرات)، ملا عبدالشکور کو جونپور، ملا محمد معصوم کو بہار اور شیخ منور لاہوری کو مالوہ جلا وطن کر دیا اور اس صوبہ کی صدارت انہیں تفویض کی گئی (۴)۔

اب ان کی جگہ جن اصحاب نے لی ان کا کردار یہ تھا کہ لاہور کے مفتی شر پسند اور محتسب ایسے مکار کہ شیطان سے بھی سبقت لے گئے تھے۔

ملا مبارک ناگوری کے فرزند زیرک، دین الٰہی کے محرک اور تفسیر سواطع الالہام کے مصنف کی اسلام دشمنی کے شواہد عبدالقادر بدایونی کی زبانی قارئین کے ۔لئے قابل قبول نہ

---

(۱) ایضاً ۲/۲۷۷

(۲) ایضاً ۲/۲۷۷ بنگال کے قاضی کمال الدین مانک پوری نے اس بغاوت میں محمد معصوم کابلی کا ساتھ دیا تھا اس لئے انہیں قلعہ گوالیار میں قید کے لئے بھیجا تو راستے میں ان کا انتقال ہو گیا (اطہر مبارکپوری: دیار پورب میں علم اور علماء ۸۷)۔

(۳) ایضاً ۲/۲۷۷ (۴) ایضاً ۲/۲۷۷

ہوں تو اس عہد کے نامور عالم و محدث شیخ عبدالحق دہلوی کا قول ملاحظہ ہو جس میں آپ نے لکھا ہے کہ باہمہ فضل و کمال فیضی نے اس وقت ''کفر و ضلالت'' کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے اور:

''حیف کہ بہ جہت وقوع و ہبوط در بادیۂ کفر و ضلالت رقم انگارد و ادبار بر ناصیۂ احوال خود کشیدہ، زبان اہل دین و ملت جناب نبوت را از بردن نام وی و نام جماعت شوم وی باک است (۱)''

ان غیر یقینی حالات میں مسلمانوں کی دو جماعتیں وجود میں آئی تھیں ایک وہ جماعت تھی جس کا تذکرہ مندرجہ بالا اقتباس میں حضرت شیخ محدث نے فرمایا ہے یعنی ''جماعت شوم'' یہ وہ مسلمان تھے جنھیں اس عہد کی اصطلاح میں ''مسلمانان ہندومزاج'' کہا گیا تھا دوسری جماعت علمائے حق کی تھی جو شریعت اسلامیہ کی ترویج اور ملک میں اسلامی حکومت چاہتی تھی۔

ساری کشمکش ان دونوں جماعتوں کی تھی اول الذکر پارٹی کے سرگرم رکن فیضی نے صدر الصدور کی عدالت میں قسم کھا کر کہا تھا کہ ''میں تم سے ایسا بدلہ لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنی جائے گی''، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ابھی آپ نے پڑھا کہ اس ''جماعت شوم'' کے کردار سے ہندوستان کی مسلم معاشرت پر کتنے منفی اثرات مرتب ہوئے۔

دوسری جماعت علمائے حق کی تھی ان میں سے پہلی قسم کے علماء نے علی الاعلان بادشاہ کے خلاف بغاوت کی تو انہیں موت کی نیند سلا دیا گیا۔ راسخ العقیدہ علماء کا دوسرا طبقہ وہ تھا جو ان بدلے اور بگڑے ہوئے مذہبی و معاشرتی حالات کا خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا ان حالات میں اعلانیہ بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا ان حضرات نے دانشمندی اور رازداری کے ساتھ فکری و ذہنی انقلاب برپا کرنے کے لئے کوششوں کا آغاز کیا۔

اکبر کے آخری سنین حکومت میں ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء کو افغانستان سے حضرت خواجہ

---

(۱) عبدالحق محدث: فہرس التوالیف (بحوالہ حیات شیخ عبدالحق از نظامی ص ۲۴۳)

باقی باللہ دہلی تشریف لائے یہاں آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور دین دار امراء، علماء و مشائخ سے رابطہ قائم کر کے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد آپ نے نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بعض دیگر اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اصلاح احوال کا آغاز فرمایا لیکن صرف چار سال بعد ہی ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء کو آپ کا وصال ہوگیا تو تبلیغ دین کی جو شمع آپ نے روشن کی تھی وہ آپ کے ان مخلصین نے جلائے رکھی، اب ذہنی وفکری انقلاب کی کمان حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری نے سنبھال لی۔

اگر اکبری عہد کی مختلف مذہبی تحریکوں کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ اس عہد کا سب سے اہم مسئلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام متعین کرنا اور اسے برقرار رکھنا تھا، نظریۂ مہدویت، عقیدۂ امامت، نظریۂ الفی اور دین الٰہی کی تحریکوں نے کسی نہ کسی طرح سید الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ وارفع مقام پر ضرب لگائی تھی حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث کا یہ بڑا عظیم کارنامہ ہے کہ ان حضرات نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارفع ترین مقام کی ایسی اور اس انداز سے وضاحت کی اس سے اس سلسلہ کی تمام گمراہیوں اور ضلالتوں پر ضرب کاری لگی (۱)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان روح فرسا حالات سے پریشان ہو کر حجاز مقدس چلے گئے تھے، مکہ مکرمہ میں آپ کے استاد ایک بے مثل ہندوستانی عالم شیخ عبدالوہاب متقی تھے جو ہندوستان میں مذہبی ماحول کی تبدیلیوں اور یہاں کے علماء کے کردار سے بخوبی واقف تھے اور انہیں احساس تھا کہ وہاں کی مسلم معاشرت کو کیسے اور کس طرح گمراہی کی اس دلدل سے نکالیں، درس کے دوران ہی انہوں نے اپنے حوزۂ علمیہ میں سے حضرت شیخ عبدالحق کو یہ کہہ کر اٹھا دیا کہ:

”دہلی واپس جاؤ کیوں کہ دہلی تمہاری جدائی میں نالاں ہے (۲)۔“

(۱) ابوالفضل نے تقلید کو ”تاریکی“ اور آزاد خیالی والحاد کو ”تحقیق“ کا نام دیا ہے (اکبر نامہ ۳/ ۲۵۳)

(۲) نظامی، خلیق احمد: حیات شیخ عبدالحق ۴

آپ ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۲ء کو ہندوستان پہنچے، آپ نے ایک جامع پروگرام مرتب فرما کر درس وارشاد کا آغاز فرما دیا جس سے اس تاریکی اور بے راہ روی کے ماحول میں شریعت و سنت کی آواز بلند ہوئی، جلد ہی آپ کو اس پریشانی سے نجات ملی جو حجاز مقدس جانے سے قبل آپ پر طاری تھی کیوں کہ اب آپ ان گمراہیوں کی مدافعت کی قوت اپنے اندر محسوس کر رہے تھے اوراب آپ نے اپنی راہ عمل متعین کر لی تھی اور علوم دینیہ کا جو بیش بہا سرمایہ آپ حرمین الشریفین سے لائے تھے اس کو اس مذہبی انتشار کو دور کرنے کیلئے محاذ کے طور پر استعمال کیا۔

آپ اس کار خیر میں ہمہ تن مصروف تھے کہ ٹھیک آٹھ سال بعد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ دہلی تشریف لائے اور اصلاح احوال کا آغاز فرمایا تو آپ اس تحریک احیاء دین کے سرگرم ترین رکن ثابت ہوئے، آپ نہایت متانت اور سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لے رہے تھے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم علیہ الرحمت نے عالم رویا میں ان پر نزول فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں جا کر اخذ فیض کریں، شیخ محدث کے ایک شاگرد اس کے راوی ہیں کہ جب حضرت خواجہ دہلی آئے تو ''مستعدان و خدا پرستان عالی فطرت'' (علمائے حق) آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے، فرماتے ہیں:

''چوں در ہزار وہشت حضرت قطب العارفین خواجہ محمد باقی اویسی نقشبندی قدس سرہ بدار المعارف دہلی تشریف ارزانی فرمود و مستعدان و خدا پرستان عالی فطرت گرد آں مرکز دائرہ قطبیت جمع آمدند حضرت مخدوم (شیخ عبدالحق) را فراوان محبت و اخلاص بحضرت خواجہ پیدا شد، بعد از اشارت از حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین جیلانی قدس سرہ اخذ طریقہ نمودہ بطریقہ نقشبندیہ مشغول شد و بعد از چندگاہ اجازہ ارشاد طریقہ نقشبندیہ از آنحضرت یافت'' (۱)

حجاز مقدس سے رخصت ہوتے وقت شیخ عبدالوہاب متقی نے ان سے فرمایا تھا کہ تم

---

(۱) محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی (طبقہ ۱۰، ۴)، کلمات الصادقین ۱۴۹
(دیگر اقتباسات کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذا کا عنوان نقشبندی مشائخ اور سلاطین و امراء)

جہاں بھی رہو گے حضرت غوث اعظم کی روحانیت تمہارے ساتھ (۱) ہوگی، بالکل یہی معاملہ یہاں پیش آیا۔

حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) کے بعد ان دونوں حضرات نے علوم دینیہ کے احیاء اور ترویج شریعت کے لئے اپنی کوششیں مزید تیز کر دیں اکبر اور مسلمانان ہندومزاج کے زیر اثر پاکستان و ہند کے علماء کی تمام تر توجہ فلسفہ اور علم کلام پر مرکوز ہوگئی تھی اور قرآن، حدیث اور فقہ کے پڑھنے کو ''مطعون و مردود'' قرار دیا گیا اور نجوم، حکمت، طب، حساب، شعر، تاریخ اور افسانہ کو رواج دیا گیا (۲) اگر کبھی قرآن پاک یا حدیث شریف کے مندرجات کا بیان ہوتا تو حیلہ بازیوں اور تاویلات کے انبار لگا دیئے جاتے ہیں اسی لئے حضرت شیخ عبدالحق محدیث دہلوی نے اپنی تمام تر توجہ دینی علوم کے احیاء پر صرف فرمادی اور لایعنی تاویلات اور ملحدانہ تفسیروں کی حقیقت سے عوام کو آگاہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

> وضع کردن تاویلات اہل زیغ وضلال وطعن ملاحدہ وزنادقہ و نیز از رعایت حقوق کتاب اللہ ترک تکلم درآں تفسیر...... چنانکہ بعضی از جاہلان بوالفضول ایں روزگار کنندوآں راتفسیر نام کنندوندانندکہ من فسر القرآن برأ فقد کفر (۳)۔

اس اقتباس میں ''بوالفضول'' اشارہ ہے ابوالفضل اور اس کے بھائی فیضی کی تفسیر سواطع الالہام کی طرف۔

ان حالات میں آپ نے اعلان فرمایا کہ علم صرف وہ ہے جو ملت اسلامیہ کی بقاء اور تقویت کا باعث بن سکے:

> موجب بقاء وتقویت دین وملت است (۴)

ایک مکتوب میں آپ نے یہ شعر نقل فرمایا ہے:

علم دین فقہ است وتفسیر و حدیث ہر کہ خواند غیر ایں گردد خبیث

---

(۱) عبدالحق محدث: زادالمتقین (بحوالہ حیات شیخ عبدالحق ۱۲۳)

(۲) بدایونی: منتخب ۲/۳۰۶-۳۰۷ (۳) عبدالحق محدث: مدارج النبوۃ ۳۴۹

(۴) عبدالحق شیخ: کتاب المکاتیب والرسائل ۵۳

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان حالات میں جبکہ صوفیۂ خام ہر طرف سے عوام و خواص اور سلاطین و امراء کے ذہن کو اپنی خام خیالی سے مسموم کر رہے تھے اور یہ باور کروا رہے تھے کہ شریعت تو طریقت کی تابع ہے تعلیم طریقت اور حصول خلافت کے بعد شریعت کی علمی حیثیت ختم ہو جاتی ہے، کے خلاف بھرپور طریقہ سے اقدامات کیے اس سلسلہ میں آپ نے اپنی دو کتابوں یعنی تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف (۱) اور مرج البحرین (۲) میں یہ ثابت کیا کہ شریعت اور طریقت کا آپس میں بہت قریبی تعلق ہے۔

ایمان فروشی اور الحاد و زندقہ کے اس طوفان میں جہاں آپ نے قلمی جہاد کے ذریعہ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم کے احیاء کے لئے بیڑا اٹھایا تو اس کے منفی اثرات زائل کرنے کے لئے آپ نے تکمیل الایمان جیسی جامع اور مانع کتاب لکھ کر عوام کو بتایا کہ ایمان کی اصل کیا ہے۔

جہاں آپ نے سیرت پاک پر بہترین کتابیں تالیف کر کے اثبات نبوت کے وافر دلائل مہیا کر دیے وہاں اکبر کو انبیاء کی صفات سے متصف کرنے والے ملاحدہ و آزاد مشرب صوفیہ کی زبانیں بند کرنے کی سعی بھی فرمائی۔

حضرت شیخ محدث کے مکتوبات شریف سے بھی اس عہد کے بدلے ہوئے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت محدث نے مسائل عصر پر اپنے مرشد بزرگ خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے بذریعہ مراسلت راہنمائی چاہی ہے، لیکن آپ نے جو سات عریضے حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھے ہیں نہایت احتیاط سے تحریر کیے ہیں اور پردے پردے میں وہ سب کچھ کہہ دیا ہے جو اس عہد میں ہوا اور ہو رہا تھا، ان خطوط کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لکھنے والا اس دور کے مذہبی انتشار پر نالاں ہے۔ اور اصلاح کے لئے بہت ہی بے قرار

(۱) تحصیل التعرف تا حال طبع نہیں ہوئی ہے اس کا ایک خطی نسخہ جناب خلیل الرحمٰن داودی (لاہور) کے کتابخانہ میں ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مذہبی انتشار کے پس منظر میں اس کا تجزیاتی مطالعہ کر کے نتائج اخذ کئے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ از محمد عبدالحکیم شرف قادری، المتاز پبلی کیشنز لاہور نے ۱۴۲۰ / ۱۹۹۹ میں شائع کر دیا ہے۔

(۲) شیخ محدث کی یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے اردو تراجم بھی موجود ہیں۔

بھی ہے، ایک بار حضرت خواجہ نے رسالہ فقر محمدی کے مصنف شیخ احمد بن ابراہیم واسطی حزمی اور رسالہ کے موضوع سے متعلق شیخ محدث سے استفسار کیا تو انہوں نے اس کے جواب میں جو کچھ لکھا وہ ہندوستان کے حالات پر ایک نہایت بلیغ تبصرہ ہے۔ آپ نے اس کے زیر عنوان اکبری عہد کے تمام فتنوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور اپنے اضطراب کی پوری کیفیت بیان کر دی ہے جس سے اصلاح احوال کے لئے آپ کے جذبات کی عکاسی ہوتی ہے۔

جس طرح حضرت شیخ محدث کے سات عریضے حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھے گئے ہیں اسی طرح سات گرامی نامے نواب مرتضی خان فرید بخاری کے نام ہیں۔ جس طرح دیگر علمائے حق نے اکبری فتنوں کے سدباب کے لئے ان سے رجوع کیا تھا اسی طرح شیخ محدث نے بھی احیاء سنت اور ترویج شریعت کے لئے نواب کی حمیت دینی کو متحرک کیا (۱)۔

نواب فرید بخاری کے علاوہ حضرت شیخ نے عبدالرحیم خان خانان کو بھی بدعت کے خاتمہ اور احیاء سنت کے لئے آمادہ کیا تھا ان امراء کے نام آپ کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ ملّت اسلامیہ کی پریشان حالی نے آپ کے قلب وصدر پر بہت گہرے اثرات چھوڑے تھے۔ آپ اپنے مخصوص انداز میں ان امراء کی غیرت دینی کو جوش دلاتے رہتے تھے۔

حضرت شیخ محدث کی تصانیف کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ نے بھی ہر اس گمراہی کی نشاندہی کی ہے جس کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی نے آواز اٹھائی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ان دونوں حضرات نے ایک ہی بات کہی ہے لیکن مختلف انداز فکر میں حضرت مجدد الف ثانی کے ہاں جوش انقلاب، محکم گیری اور "رگ فاروقی" فی الفور متحرک ہو جاتی ہے تو شیخ محدث کے ہاں اس ماحول سے سخت نفرت اور احیاء دین کا غیر معمولی جذبہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی طرح آپ ڈنکے کی چوٹ پر بات نہیں کہتے لیکن کہتے وہی

---

(۱) اکبر کے انتقال پر شیخ محدث نے نواب فرید بخاری کو ایک مفصل خط لکھا اور اس میں اکبر کی تمام گمراہیوں کا ذکر کیا ہے اور نواب سے کہا کہ اس کے جانشین جہانگیر کو ان سے آگاہ کر دے کہ کہیں وہ ان گمراہیوں کا اعادہ نہ کر بیٹھے۔ اس مفصل مکتوب کا پورا متن پروفیسر نظامی نے اپنی مذکورہ کتاب (۳۸۵-۳۸۷) نقل کر دیا ہے۔

ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی نے کہا ہے(۱)۔

حضرت شیخ محدث کے علاوہ اکبر کے عہد میں مذہبی انتشار سے جو شخصیات متاثر ہوئیں اور اس میں اپنے اپنے دائرۂ امکان کے اندر وہ ان عقائد سے جس قدر ناگواری کا اظہار کر سکتے تھے کیا۔ ان بزرگوں میں سے شیخ حسین اجمیری از اولاد حضرت خواجہ معین الدین چشتی تھے جو اکبر کے اجمیر شریف آنے پر ناراض ہوئے اور وہاں سے چلے گئے اکبر نے ان کو آبائی خانقاہ کی تولیت سے معزول کر دیا اور حرمین الشریفین جانے کا حکم دیا وہ پھر ہندوستان آئے لیکن بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی نہیں کیا تو اس نے ناراض ہو کر انہیں قید میں ڈال دیا۔ آخر رہا کئے گئے پھر بھی وہ نہ آداب بجالائے اور نہ ہی سلطان کا عطیہ قبول کیا(۲)۔

ایک اور صوفی شیخ ابراہیم محدث اکبر آبادی (ف ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۲ء) کو اکبر نے عبادت خانہ میں آنے کی دعوت دی وہ غیر شرعی آداب بجا نہیں لائے اور اکبر کے سامنے اپنی تقریر میں وعظ و نصیحت فرمائی اور اکبر کے جاہ و جلال سے مطلق مرغوب نہ ہوئے (۳)۔

حاجی سلطان تھانیسری (خسر حضرت مجدد الف ثانی) اکبر کے مقربین میں سے تھے مہابھارت کے ایک حصے کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا لیکن جلد ہی توبہ کی توفیق ہوئی اور ذبح گاؤ کے سلسلہ میں بادشاہ کے حکم سے معزول کئے گئے، معافی ملی کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ کو پھر شکایت ملی کہ یہ تو شعائر اسلامی کی پابندی کرتے ہیں جس پر انہیں ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء کو موت کی سزا ملی (۴)۔

ایک بزرگ شخصیت شیخ عبدالقادر اوچی کی تھی وہ بادشاہ کے خلاف شرع امور کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے ایک دن بادشاہ نے افیون پیش کی تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ جس سے بادشاہ کو غصہ آ گیا ایک روز وہ عبادت خانہ میں نماز نوافل میں مصروف تھے کہ بادشاہ نے کہا کہ آپ کو نفل گھر جا کر پڑھنے چاہئیں، اس پر انہوں نے جواب دیا کہ خانہ خدا

---

(۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فکری مطالعہ کے سلسلہ میں یہاں کئی نکات پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم کی گرانبہا کتاب حیات شیخ عبدالحق سے مستفاد ہیں۔

(۲) عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۵/ ۱۳۴ (۳) ایضاً ۵/ ۴ (۴) ایضاً ۵/ ۱۵۸

میں آپ کی حکومت نہیں ہے۔ اس پر بادشاہ نے غضبناک ہوکر کہا کہ اگر تمہیں میری سلطنت گوارا نہیں تو یہاں سے چلے جاؤ وہ اسی وقت اپنے آبائی شہر اوچ کے لئے روانہ ہو گئے (۱)۔

ان بزرگوں کے علاوہ ایک بڑی شخصیت حضرت خواجہ حسام الدین احمد دہلوی کی تھی جو پہلے اکبر کے بڑے منصب دار تھے، ان کے والد نظام الدین معروف بہ غازی خان بدخشی (ف ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء) وہ شخصیت ہیں جنہوں نے اکبر بادشاہ کو سجدہ کرنے کا جواز تراشا تھا (۲) انہوں نے اپنے اس فرزند یعنی خواجہ حسام الدین احمد کی شادی ابوالفضل وفیضی کی بہن سے کی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں اکبر کے حین حیات توبہ کی توفیق نصیب ہوئی اور وہ ترک تعلق کر کے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے منسلک ہو گئے اکبر نے انہیں راہ راست (بے دینی والحاد) پر لانے کی بہت کوشش کی لیکن بے سود موصوف نے مرتے دم (۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) تک جادۂ توکل سے باہر قدم نہ رکھا اور حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ کے بعد آپ نے خانقاہ شریفہ کے متولی کی ذمہ داری سنبھالی حضرت خواجہ کے دونوں کمسن صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت کی، حضرت مجدد الف ثانی نے ان کے احسانات کا اپنے مکاتیب میں کئی بار تذکرہ کیا ہے۔

خواجہ حسام الدین احمد ملاحدہ کی '' جماعت شوم'' میں گھر کے بھیدی تھے وہ اس جماعت کے اجتہاد کے مکروفریب سے بخوبی واقف تھے انہوں نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرح نہایت متانت اور رازداری سے احیاء دین اور ترویج شریعت کے لئے اپنی کوشش کو جاری رکھا (۳)۔

ان مصلحین کرام میں سب سے نمایاں شخصیت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ

---

(۱) ایضاً ۵/ ۲۳۳ (۲) بدایونی: منتخب ۳/ ۱۵۳

(۳) حضرت خواجہ حسام الدین احمد دہلوی کے حالات پر حضرت خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے خواجہ کلاں نے زادالمعاد کے نام سے ایک جامع کتاب لکھی تھی جس پر ہم نے مفصل مقدمہ میں خواجہ حسام الدین کی ان خدمات کا مرقع مرتب کیا ہے جن کا تعلق حمیت دین، ترویج شریعت اور دعوت وارشاد سے ہے۔

احمد سرہندی قدس سرہ کی تھی۔ آپ نے نہایت بالغ نظری اور حکیمانہ انداز سے اس سارے انتشار کا جائزہ لیا جو اکبر کے زیر اثر مسلمانان ہندومزاج پھیلا چکے تھے اور مصروف کار تھے۔ آپ نے ایک ایک فتنہ پر غور فرمایا، الحاد و بے دینی اور آزاد مشربی کے منفی اثرات سے مسلم حکومت اور معاشرت کو بچانے کے لئے جو حل تجویز کئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دست مبارک انتشار پذیر ملت اسلامیہ کی نبض پر تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کی مجددانہ مساعی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اول اکبری عہد، دوم جہانگیری دور۔

اکبر کی وفات (۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) پر آپ ۴۳ سال کے تھے دینی غیرت وحمیت آپ کی فطرت میں اس طرح شامل تھی کہ کسی بڑے سے بڑے عالم یا صوفی کا کوئی ایسا قول جو شرع اسلامی سے متضاد ہوتا، سنتے تو آپ کی ''رگ فاروقی'' فی الفور حرکت میں آجاتی اور اس جوش ایمانی کا اظہار کرتے جو اس مبارک خاندان کے جد اعلیٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خاصہ تھا ایسی شخصیت بھلا کسی غیر مسلم یا بے دین وملحد کے افکار فاسدہ سن کر کس کرب و بے چینی کا شکار ہوتی ہوگی اس کا اندازہ تو صرف راسخ العقیدہ اصحاب ہی فرما سکتے ہیں۔

اب ہم آپ کی ان کوششوں کی ایک جھلک پیش کر رہے ہیں جن کا تعلق عہد اکبری سے ہے۔

اکبر کے عہد میں درپیش مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ حکومت کا فلسفیانہ اور عقلی علوم کی سرپرستی کرنا اور دینی علوم کو ''مطعون ومردود'' قرار دے کر مسلمانوں کے عقائد میں انتشار پیدا کرنا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اس عہد میں مسلم معاشرے کو ذہنی انتشار سے بچانے کے لئے کئی اقدامات کئے جن میں سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

آپ نے دینی علوم کے احیاء کے لئے بہت کوشش صرف کی سرہند کا مدرسہ اپنے درس و تدریس کے لئے ہندوستان بھر میں معروف ہوگیا۔ آپ نے مراسلت کے لئے امراء کو دینی

مدارس کی طرف توجہ کرنے کے لئے کہا، آپ نے ہندوستان کے فلسفیوں اور حکماء کو اس عقل اور عقلیت کے تابع ہونے کا مشورہ دیا جو انوار نبوت سے مقتبس ہو(۱)۔فلاسفۂ یونان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کو سمجھنا بے عقلی ہے، کیوں کہ وہ خود گمراہی کے بیابان میں بھٹک رہے ہیں۔(۲)

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

اس جماعت کو حکماء جان کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا ہم پلہ اور مقابل جانتے ہیں بلکہ ممکن ہے کہ ان کے جھوٹے علوم کو سچے علوم سمجھ کر نبیوں کی شریعتوں پر مقدم رکھتے ہوں، اللہ ہم کو ان عقائد بد سے بچائے (۳)۔

غرض آپ نے اپنے مکاتیب میں جا بجا یونانی حکماء اشراقیوں اور دوسرے فلاسفروں پر جرح کرتے ہوئے ان کے دلائل کو بے وزن قرار دیا ہے۔

اب جبکہ انبیاء کی تعلیمات کو حکماء کے افکار پر فوقیت دے دی گئی تھی اس معاشرے میں نبی کا مقام اور نبوت کو تنقید کا نشانہ بنایا جانا لازمی امر تھا۔

اکبری عہد کے مسائل میں سے اہم ترین مسئلہ معاشرے میں نبی کا مقام متعین کرنا اور اس کی اعلیٰ وارفع حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے جدوجہد کرنا تھا۔

اس ماحول میں آپ نے واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اعلان کیا کہ:

''بعثت کے بغیر صفائی اور تزکیہ کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی ...... عقل حجت ہے لیکن حجت ہونے میں نامکمل اور تاثیر وتکمیل کے درجے کو نہیں پہنچتی۔ حجت بالغہ صرف انبیاء کرام کی بعثت ہے...... (۴)

ان حالات میں جبکہ نبوت کی ''قدح'' کی جارہی تھی (۵) آپ نے نبوت کے اثبات میں ایک معرکہ آراء رسالہ اثبات النبوۃ کے نام سے عربی میں تالیف کیا جس کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ صرف بعثت ہی سے انسانی معاشرے کی ذہنیت کو اعتدال پر رکھا جاسکتا ہے۔

---

(۱) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۳/ ۲۳ (۲) ایضاً ۳/ ۲۳ (۳) ایضاً
(۴) ایضاً ا/ ۲۶۶ (۵) بدایونی: منتخب التواریخ ۲/ ۲۶۹

ایک اور خطرناک صورت اس وقت یہ پیش آئی کہ فرقہ امامیہ کو اس زمانے میں تفوق حاصل ہو گیا جیسا کہ ہم دین الٰہی کے سلسلے میں گزشتہ ابواب وفصول میں ابوالفضل کا یہ قول نقل کر چکے ہیں کہ دین الٰہی کو "نصیریہ کے مشرب والوں" نے تسلیم کیا تھا گویا اکبر کے اکثر مریدین اس فرقہ نصیریہ شیعہ کے پیروکار تھے، انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق امام کی ایسی صفات تراش لیں جو نبی کا ہمسر ومساوی بنانے کے لئے کافی تھیں۔ انہوں نے ہی اکبر کو امام اعدل کا درجہ دلوا کر نبی کے برابر لا کھڑا کیا تھا۔ ایسی صورت حال سے نپٹنے کے لئے آپ نے انبیاء کے فضائل ومناقب بکثرت تحریر کئے اور عوام کو سمجھایا کہ منصب نبوت کیا ہے، نبی کا کتنا ارفع واعلیٰ مقام ہے، رسالہ رد روافض آپ کی اسی عہد کی بہترین یادگار ہے۔

ہمارے نزدیک آپ کے اصلاحی کارناموں میں سے آپ کا یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ آپ نے اس پرفتن دور میں نبوت محمدی اور اس کی ابدیت پر امت میں اعتقاد بحال کرنے کی ایسی کوشش کی جس کے مثبت اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے۔

اکبر نے ہندومت کے احیاء اور اس کے ساتھ مذہبی ہم آہنگی کے لئے جس غلو سے کام لیا تھا حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے مقابل جس لب ولہجہ اور انداز بیان میں ان سے نفرت کا اظہار کیا اور اس کے ذمہ دار بادشاہ وامراء کو ان کے ساتھ جس قسم کا سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی یہ اس عہد کا تقاضا تھا کہ کفر کے خلاف اس جرأت ایمانی کے ساتھ قلمی وعملی جہاد کیا جاتا۔

اس سلسلے میں آپ نے اس عہد کی سب سے موثر شخصیت نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو بہت پرزور خطوط لکھ کر اس کے مضمرات سے آگاہ فرمایا، ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ جس نے کفار کو عزت دی اس نے اسلام کو ذلیل کیا، نہ انہیں اپنی مجالس میں جگہ دی جائے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی درست نہیں ہندوؤں کو کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے، اس مکتوب میں فرماتے ہیں ان کے ساتھ دوستی کا کم از کم نقصان یہ ہے کہ احکام شرعی کے اجراء کی قدرت اور کفر کے نشانات مٹانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے...... اہل کفر سے جزیہ کا موقوف ہونا ان علاقوں کے سلاطین وحکمرانوں کے ساتھ دوستی کی شومی کے باعث

ہے......(۱)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر ہندوؤں کی طرف رجوع کرنا پڑ ہی جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح ناپسندیدگی اور مجبوری کی صورت میں ان سے ملا جائے (۲)۔

اکبری عہد کا ایک اور فتنہ ''صلح کل'' کا تھا اکبر نے بظاہر اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس میں سیاسی مصالح ہیں اور تمدن کے فروغ کے لئے یہ پالیسی اختیار کی جارہی ہے لیکن در پردہ وہ ہندو مسلم کی مذہبی تفریق ختم کر کے تمدنی فرق کو مٹانا چاہتا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اس کا نوٹس لیا اور اس مذموم کارروائی کے خلاف آپ نے ذمہ دار افراد کے نام ہندوؤں کے خلاف ایسے خطوط لکھے جن سے یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام معاشرتی اور دینی اعتبار سے ایک ایسا مذہب ہے جس کے کلچر کو کسی دوسرے مذہب سے ملانا ممکن نہیں ہے (۳)۔

اکبر کے عہد میں جب مسلمانوں کا سماجی نظام بڑی تیزی سے انحطاط کا شکار ہونا شروع ہوا تو حیلہ باز علماء نے ''اجتہاد'' کا لبادہ اوڑھ لیا جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں تقلید کی مخالفت اس طریقے سے کی گئی کہ شریعت کی عملی افادیت کا تصور محو ہو گیا، ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نے ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے لئے ایک اصول وکلیہ مرتب کیا کہ مسلمانوں کو اگر کہیں عافیت مل سکتی ہے تو وہ ہے ''تقلید'' آپ نے اپنے مکاتیب میں اس موضوع پر پرزور دلائل دیئے، ایک مکتوب میں نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو لکھتے ہیں:

عقائد کو ائمہ اہل سنت کی آراء کے مطابق درست کرلو اس معاملہ میں اگر عقائد ان حضرات کے مطابق نہ ہوں تو قابل اعتبار نہیں ہیں، ہر بدعتی اور گمراہ (غیر مقلد) اپنے خیالات کی بنیاد براہ راست قرآن وحدیث پر رکھتا ہے اور وہیں سے اخذ کرتا ہے ان کے

---

(۱) مکتوبات ۱/ ۱۶۳

(۲) ایضاً ۱/ ۱۶۵ (ہم اس مقدمہ میں اس قسم کے بہت سے نکات مختلف مقامات پر بیان کر چکے ہیں)

(۳) مکتوبات ۱/ ۱۶۴ و بہ بعد

اخذ کردہ نتائج پر ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے بے ساختہ و برجستہ جملے اس قابل ہیں کہ یہاں نقل کیے جائیں، فرماتے ہیں:

''نخستین ضروریات برارباب تکلیف تصحیح عقائد است بروفق آراء علماء اہل سنت و جماعت ...... کہ نجات اخروی وابستہ باتباع آراء صواب نمائی ایں بزرگواران است ...... و از علومیکہ از کتاب وسنت مستفاد ند ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگواران از کتاب وسنت اخذ کردہ وفہمیدہ زیرا کہ ہر مبتدع وضال عقائد فاسدۂ خود را بزعم فاسدۂ خود از کتاب وسنت اخذ می کند، پس ہر معنی از معانی مفہومہ از اینہا معتبر نباشد'' (۱)

اکبری عہد کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ علمائے سو کا تھا، وہ اکبر بادشاہ جو ابتداء میں ایک سچا مسلمان تھا، مسجد جا کر خود جھاڑو دیتا، اذان کہتا اور علماء کے جوتے سیدھے کرتا تھا جب علمائے سو کی صحبت بد میسر آئی تو وہ نہ صرف علمائے حق سے متنفر ہوا بلکہ اسلام کو ہی اختلافات وخرافات کا مجموعہ سمجھنے لگا، اس کے دربار میں ایک بھی ''عالم آخرت'' نہیں تھا۔ بعض صالح علماء اس وقت ضرور موجود تھے لیکن اس لادینی کی فضاء میں انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔

ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نہ تو گوشہ نشین ہوئے اور نہ ہی حالات سے چشم پوشی کی بلکہ جذبۂ فاروقی کے ساتھ ایسے جہاد کا آغاز کیا جو بغیر قتل وغارت کے روحانی و مذہبی انقلاب کا پیشہ خیمہ ثابت ہوا۔

آپ وہ پہلی عظیم ہستی ہیں جنہوں نے ہندوستان میں مذہبی بے راہ روی، لادینیت اور الحاد و زندقہ اور فکری انتشار کی تمام تر ذمہ داری علماء سو پر ڈالی اور ان کے مکر وفریب کا پردہ چاک کیا۔

اس عہد کے مجاہد مورخ عبد القادر بدایونی نے بھی ان علمائے دنیا اور دولت کے پجاری عالموں کے لئے ''علمائے سو بے دین'' کی اصطلاح استعمال کی ہے (۲) اور ان کی ایک

---

(۱) ایضاً/ ۱۹۳، ۱۵۷ (۱) بدایونی: منتخب التواریخ ۲/ ۲۶۹

ایک گمراہی گنوا کے رکھ دی ہے کہ کس طرح ان بنی اسرائیل کے علماء کی فطرت رکھنے والے علماء نے اس بادشاہ کو جو عامی محض اور علم سے بے بہرہ تھا راہ راست سے ہٹا کر اسلام کا مخالف بنایا، معاصر مورخ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

پادشاہی را کہ جوہری نفیس و طالب حق بود اما عامی محض و مستانف و مستانس بکفرہ وارزال در شک انداختہ حیرت بر حیرت افزود و مقصود از میان رفت و سد سدید شرع مبین دین متین شکست و بعد از پنج شش سال خود اثری از اسلام نماند و قضیہ منعکس شد(۱)

جب ان ''علمائے سوبے دین'' کو بادشاہ کی حمایت حاصل ہوگئی تو انہوں نے نہ صرف علمائے حق سے بدلے لئے بلکہ اس اسلام کو جڑوں سے اکھاڑنے کے درپے ہوئے جس کی تبلیغ میں علمائے اسلام نے صدیوں تک اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرڈالی تھیں، اور اس کی سربلندی اور بقاء کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کردی تھی۔

دولت اور مرتبہ کی ہوس نے ان علماء کے ضمیر کی آواز کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہر قسم کے غیر شرعی فتوے دینے کیلئے تیار ہو جاتے تھے اکبر کو سجدہ کرنے کا جواز قاضی نظام بدخشی نے پیش کیا تو ملا عالم کابلی کو اس پر بڑی حسرت ہوئی کہ یہ فضیلت انہیں حاصل کیوں نہ ہوسکی، معاصر مورخ کے الفاظ ہیں:

(قاضی نظام بدخشی) اول کس کہ اختراع سجدۂ پیش پادشاہ گردد در فتح پور (سیکری) او بود و ملا عالم کابلی بحسرت می گفت دریغ کہ مخترع ایں امر من نہ شدم(۲)۔

اسی قسم کے علماء نے داڑھی منڈوانے کی حدیث تراشی اور فریضۂ حج کے ساقط ہونے کا فتوٰی صادر کیا، غرض علماء سو کی اس قسم کی سرگرمیوں نے اسلام کی روح کو مسخ کر دیا اور شریعت سے لاتعلقی عام ہوگئی۔

حضرت مجدد الف ثانی ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ اس زمانے کے اکثر علماء

(۱) ایضاً ۲/۲۵۵ (۲) ایضاً ۳/۱۵۳

بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں (۱)۔

ایک مکتوب میں میراں صدر جہان کو تحریر فرمایا ہے:

کیا آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق (عہد اکبر) میں پیدا ہونے والے فساد علمائے سو کی شومی کا نتیجہ تھا؟

معلوم شریف است کہ در قرن سابق ہر فسادی کہ پیدا شد از شومی علماء سو بظہور آمد (۲)

معاصر مورخ بدایونی نے ان علماء کو:

''علمای بدنفس حیلہ گر (۳)'' کہا ہے۔

انہی کی بدنفسی اور حیلہ گری سے بادشاہ، امراء اور عوام میں شریعت کی عملی صورت بے معنی ہو کر رہ گئی اور بے راہ روی، آزاد مشربی اور لادینیت نے راہ پالی۔

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نور الدین محمد جہانگیر ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء کو تخت نشین ہوا، اس کی جانشینی میں اس عہد کے ایک مجاہد امیر نواب مرتضٰی خان فرید بخاری کا کلیدی کردار تھا، حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ اس کے پہلے ہی مراسم تھے، جیسا کہ ہم اسی مقدمہ میں وضاحت کر چکے ہیں کہ علمائے حق اور دین دار امراء اس امر کے منتظر تھے کہ کوئی ایسا فرد اکبر کا جانشین بنے جو ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو اس الحاد و زندقہ کی فضا سے نکال سکے جو اکبر کے زیر اثر علمائے سو نے پیدا کر دی تھی۔

اکبر اور اس کے حواریوں کی جماعت شوم جس کا ہم نے بار بار ذکر کیا ہے کے مقابل حضرت مجدد الف ثانی نے دین دار امراء اور علمائے حق کا ایک گروہ تیار کیا تھا جسے آپ ''جرگہ ٔ مردان دولت اسلام'' کا نام دیتے ہیں یہ ایسے مخلص اور خدا ترس اصحاب کی جماعت تھی جس نے اس مذہبی انتشار کا اس متانت اور نیک نفسی کے ساتھ سامنا کیا کہ نہ صرف اس جماعت شوم کی معاشرتی حیثیت کمزور پڑتے پڑتے ختم ہوگئی بلکہ اس نے ایک ایسے روحانی و فکری انقلاب کی طرح ڈالی کہ دین الٰہی میں اکبر کے خلیفہ ٔ اعظم ابوالفضل کا قاتل نور الدین جہانگیر بغیر کسی جنگ تخت نشینی کے اکبر کا جانشین بن گیا، اگرچہ اورنگزیب کی طرح

---

(۱) مکتوبات ۲/ ۵۴ (۲) ایضاً/ ۱۹۵ (۳) بدایونی: منتخب ۳/ ۸۰

جہانگیر کوئی دین دار شہزادہ نہیں تھا لیکن اکبر کے مقابلہ میں بہتر اور تعلیم یافتہ تھا وہ خود سوچ سکتا تھا اور اپنے باپ کی طرح مسلمانان ہندو مزاج کے نرغے میں گرفتار نہیں تھا۔

جہانگیر نواب مرتضٰی خان فرید بخاری کے اثر و رسوخ سے اکبر کا جانشین بنا تھا اس لئے اب سب سے زیادہ موثر شخصیت اسی کی تھی جونہی آپ نے سنا کہ جہانگیر تخت نشین ہو گیا ہے تو آپ نے نواب فرید بخاری کو مبارکباد دیتے ہوئے خط لکھا کہ آج ''بادشاہ اسلام'' کے تخت پر جلوہ افروز ہونے کی خوشخبری خاص و عام تک پہنچ گئی ہے اس سے اشاعت اسلام کے راستے کی رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ اب مسلمان اپنے اوپر لازم کر لیں کہ اس بادشاہ کے ممد و معاون بن جائیں اور ترویج شریعت اور تقویت اسلام کے سلسلے میں بادشاہ کی رہنمائی کریں، سب سے اولین مدد یہ ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کی جائے اور کتاب و سنت اور اجماع کے عقائد کلامی کا اظہار کیا جائے، اسی مکتوب میں فوراً اس طرف توجہ دلائی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زمانہ اکبر کی طرح کوئی بدعتی اور گمراہ بادشاہ کے مزاج میں رسوخ حاصل کرنے میں پہل کرے اور اس کار خیر کو خرابی و فساد میں نہ ڈال دے، بادشاہ کی اس معاملہ میں مدد کے لئے صرف علمائے حق سامنے آئیں جن کا رجحان آخرت کی طرف ہو اور دنیادار علماء کی صحبت زہر قاتل ہے، ان کی بدی کا فساد دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے......(۱)

اب جبکہ ''بادشاہ اسلام'' (جہانگیر) تخت نشین ہو گیا تو آپ نے پہلے تو اپنی ذمہ داریوں کا احساس فرمایا پھر زمانہ اکبری میں فکری و مذہبی انتشار کے ایک ایک سبب پر غور و خوص کے بعد ایک لائحہ عمل مرتب فرما لیا۔

سب سے پہلے آپ نے اس ''جرگہ ممدان دولت اسلام'' کو از سر نو ترتیب دیا اور اس میں دیندار امراء اور علمائے حق کو شامل کر کے ان امراء کے ذریعہ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بادشاہ کی تائید و حمایت حاصل کی اور یہ کلیہ پیش کیا کہ اس کے بغیر آج کے دور میں ترویج شریعت کا کام ممکن نہیں ہے، اس امر کی مزید اہمیت بتاتے ہوئے آپ نے خواجہ فرید بخاری

---

(۱) مکتوبات ۱/ ۴۷

کولکھا کہ دنیا میں بادشاہ اس طرح ہے جس طرح جسم میں دل ہے، اگر دل ٹھیک ہے تو بدن بھی درست ہے اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہوگا، بادشاہ کی درستی جہاں (دنیا، حکومت) کی درستی ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی کا شکار کرنا ہے (۱)۔

ان حالات میں جبکہ آپ نے اصلاح وفلاح کا بیڑا اٹھالیا تو اپنی ذمہ داری بھی واضح فرمادی کہ میں اس معاملہ میں اپنے روحانی جد اعلیٰ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ کا مقلد ہوں اس سلسلے میں آپ خواجہ احرار کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ ''اگر میں پیری ومریدی کروں تو دنیا میں کسی شیخ کو مرید نہ ملے، مگر میرے ذمہ ایک دوسرا کام ہے اور وہ ہے شریعت کی ترویج اور ملت اسلامیہ کی تائید وتقویت (۲)۔''

چنانچہ آپ نے تاحیات اسی پر عمل کیا اور ترویج شریعت کے لئے فوری اقدام فرمایا، اور اصلاحی پروگرام کا خاکہ اس طرح مرتب کیا:

۱- سلاطین وامراء کو خطوط لکھ کر انہیں زمانۂ ماضی (عہد اکبری) میں مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا تھا اس سے آگاہ کیا۔

۲- ترویج شریعت کے لئے بادشاہ کی تائید وحمایت حاصل کی اور بتایا کہ اس دور میں اس کے بغیر یہ کام دشوار ہے۔

۳- بادشاہ سے قرابت قریبہ رکھنے والے ارکان سلطنت کو پہلے تو اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کروایا پھر انہیں اس قربت سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا کہ بادشاہ کو ایسے مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے جس پر عقائد اسلامیہ کی بنیاد ہے۔

۴- سب سے اہم قدم یہ اٹھایا کہ اس امر میں نہایت درجہ بے چینی کا اظہار کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو دین دار طبقے کو بادشاہ اسلام کا قرب حاصل ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علمائے سو اور مسلمانان ہندو مزاج بادشاہ کے مزاج میں رسوخ حاصل کرنے میں پہل کریں اور ملت اسلامیہ کو پھر سے ان حالات سے گزرنا پڑے جس کا اکبری عہد میں

---

(۱) ایضاً / ۴۷ (فارسی اقتباس اسی مقدمہ میں متعلقہ مقامات پر نقل ہو چکے ہیں)

(۲) ایضاً / ۶۵ (فارسی عبارتیں دیگر مقامات پر نقل کی جا چکی ہیں)

ان کو سامنا کرنا پڑا تھا۔

اس خاکے میں سے بعض نکات کی تشریح کی جارہی ہے:

بادشاہ کی اصلاح کے سلسلے میں آپ نے اس کے سب سے زیادہ مقرب اور رکن سلطنت نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو وسیلہ بنایا اور اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تمہیں فقر محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی میراث ہاتھ آچکی ہے فقراء کے ساتھ محبت اور ان کے ساتھ تعلق اور ارتباط اسی کا نتیجہ ہے، چونکہ نواب نجیب الطرفین سید اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری کی اولاد میں سے تھے اس لئے اکثر مکاتیب میں آپ نے اسے جو دعا دی ہے وہ بھی بہت ہی با معنی ہے فرماتے ہیں ''اللہ سبحانہ آپ کو اپنے آباء کرام کے طریقے پر قائم رکھے۔'' کیوں کہ عہد اکبری میں کئی نامی گرامی سید اور بزرگ زادے اپنے اجداد کے طریقوں کو ترک کر کے لادینیت اور الحاد کے طوفان میں گم ہو گئے تھے۔

ایک مکتوب میں اکبری عہد میں اسلام کی زبوں حالی کا ماتم ان الفاظ میں کیا ہے:

اس سے قبل کفار (ہندو) علانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز و بے بس تھے اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیے جاتے، واویلا وامصیبتا واحسرتا واحزنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو رب العالمین کے محبوب ہیں ان کے ماننے والے تو ذلیل وخوار ہوں لیکن آپ کے منکروں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو......

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ''عہد اکبری'' میں اسلام کے سر پر جو بلا و آفت بھی ٹوٹی وہ انہی علماء سو کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہ علماء سوء راہ راست سے بھٹکاتے ہیں، جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے مقتدا یہی علماء سو ہیں......۔

اس مکتوب کے آخری جملے میں کس قدر درد کیساتھ ملت اسلامیہ کی اصلاح کے لئے بادشاہ کو شریعت اسلامی سے آگاہ کرنے کے لئے فرمایا ہے:

آپ کی بزرگ جناب سے توقع ہے کہ جب آپ کو مکمل طور پر بادشاہ کا قرب حاصل ہے اور اس کی استطاعت میسر ہے تو خلوت و جلوت میں شریعت محمدی علیه و علیٰ آله من الصلوٰت افضلها و من التسلیمات اکملها کی پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو ذلت وخواری سے باہر نکالیں گے(۱)۔

ایک خط میں ترویج شریعت کی اہمیت ان پرزور الفاظ میں واضح کی ہے:

اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج کے لئے سعی وکوشش کی جائے اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری (رائج) کرنا اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدا تعالیٰ عزوجل کی راہ میں کروڑہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں (۲)۔

ایک مکتوب میں نواب مرتضیٰ خان کے ساتھ اپنے تعلق کا یہ مقصد وحید بتایا ہے:

یہ حقیر صرف تائید وترویج شریعت حقہ کی خاطر...... آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا ہے(۳)۔

نواب کو بدعتی کی صحبت سے بچنے کی تلقین ان الفاظ میں کی ہے:

اس بات پر یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کی خرابی کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے......(۴)۔

نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کے بعد دربار کی بڑی شخصیت خان اعظم (۵) کی تھی۔ اسے آپ نے جو خطوط تحریر فرمائے ہیں وہ نہ صرف آپ کی حمیت دینی کا ثبوت ہیں بلکہ

---

(۱) ایضاً / ۴۷ (۲) ایضاً / ۴۸

(۳) ایضاً / ۵۱ (۴) ایضاً / ۵۴

(۵) مرزا عزیز الدین مخاطب بہ خان اعظم اکبر کا رضاعی بھائی تھا، اعلیٰ مناصب پر فائز رہا جہانگیر نے بھی اس کی توقیر کی، جہانگیر اس کی بات سنتا اور اس سے مشورہ کرنا بھی مناسب سمجھتا تھا۔ وہ مذہبی معاملہ میں متصلب تھا اور اکبر کے لادینی نظریات اس نے ماننے سے صاف انکار کر دیا بلکہ اکبر کو برا بھلا بھی کہا۔ خان اعظم نے ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۴ء کو انتقال کیا (مآثر الامراء ۱/ ۶۷۱-۶۸۹)

بروقت اکبری فتنوں کا سد باب کرنے کے لئے حکیمانہ تجاویز بھی ہیں، آپ فرماتے ہیں:

اس کی غربت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ کفار (ہندو) علانیہ اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور بے تحاشا کفر کے احکام کا اجرا اور کوچہ و بازار میں کفار کی مدح وثنا کرتے پھرتے ہیں اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے روک دیا گیا ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں ان کی مذمت اور ان پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔

اسی مکتوب شریف میں خان اعظم کو بادشاہ کا جو قرب حاصل ہے اسے غنیمت جاننے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم جو بادشاہ کو دین کی ترغیب دے رہے ہو وہ جہاد اکبر ہے ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس سے محروم ہیں:

آج ہم آپ کے وجود شریف کو ہی غنیمت جانتے ہیں اور اس کمزور وشکست خوردہ معرکہ میں مرد میدان صرف آپ ہی کی ذات کو تصور کرتے ہیں...... اس لئے یہ قولی (زبانی) جہاد جو اس وقت آپ کو میسر ہے جہاد اکبر ہے اس کو غنیمت جانیں...... اور زبان کے اس جہاد کو جہاد قتل (کشتن) سے بہتر جانیں، ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس دولت سے محروم ہیں، اس سے پہلے بادشاہی میں تو دین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عناد اور مخالفت صریحاً محسوس ہوتی تھی اس بادشاہی (دور جہانگیری) میں ظاہراً وہ عناد محسوس نہیں ہوتا اگر ہو بھی تو علم کی کمی کے باعث ہے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ معاملہ اب بھی عناد تک پہنچ سکتا ہے اور مسلمانوں کا معاملہ زیادہ "تنگ" ہو جائے (۱)۔

عہد جہانگیری کے ایک اور ممتاز رکن سلطنت خان جہان لودھی (ف ۱۰۴۰ھ) کو بھی آپ نے دو خطوط لکھے تھے جن میں اسے جہانگیر کو مذہب اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ کی مثال روح کی طرح ہے اور باقی انسان جسم

---

(۱) ایضاً/ ۶۵

کی مانند ہیں اگر روح صحیح ہے تو سارا جسم تندرست ہوگا اور اگر روح فاسد ہے تو سارا بدن فاسد ہے پس کسی بادشاہ کی اصلاح کی کوششیں کرنا تمام بنی آدم کی اصلاح کی کوشش کرنا ہے...... جس وقت بھی گنجائش ہو اور کلمہ اسلام اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق کہنے کا موقع ملے، وقتاً فوقتاً بادشاہ کے کان میں ڈالتے رہیں اور مخالفین کے مذہب کی تردید کریں اگر یہ دولت میسر آجائے تو انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آجائیگی آپ کو یہ دولت (بادشاہ کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کرنا) مفت ملی ہوئی ہے اس کی قدر کریں(۱)۔

اس طرح ایک اور مکتوب میں اس دولت کی اہمیت کو نہایت ہی پرزور الفاظ میں بیان کیا ہے:

یہی ملازمت (قربت بادشاہ) جو آپ رکھتے ہیں اگر اس کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تعمیل کے ساتھ جمع کر دیں تو آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسا کام کریں گے...... ہم فقیر لوگ اگر کئی سال تک بھی اس پر عمل کرنے میں اپنی جان لڑا دیں تو آپ جیسے شہبازوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے (۲)۔

ایک اور رکن سلطنت لالہ بیگ کو ہندوستان میں گزشتہ سو سال سے اسلام کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی تفصیل لکھتے ہوئے بتایا ہے کہ کفار (ہندو) یہ چاہتے ہیں کہ یہاں مسلمانوں اور مسلمانی کا کوئی اثر باقی نہ رہے، اور اس منصب دار کو یہ باور کروانے کی سعی فرمائی ہے کہ ابھی بادشاہ اسلام (جہانگیر) کا ابتدائی دور حکومت ہے اگر آغاز میں ہی مسلمانی رواج پا جائے تو بہتر ورنہ تاخیر کی صورت میں معاملہ مسلمانوں کے لئے بہت مشکل ہو جائے گا، آپ کے پرزور الفاظ ملاحظہ ہوں:

ابتدائے سلطنت (جہانگیر) میں اگر مسلمانی رواج پا جائے اور مسلمان قدرے عزت حاصل کرلیں تو بہتر ورنہ خدانہ خواستہ اس معاملہ میں توقف و تاخیر ہوئی تو

---

(۱) ایضاً ۲/ ۶۷ (۲) ایضاً ۳/ ۵۴

معاملہ مسلمانوں کے لئے بہت مشکل ہو جائے گا الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث دیکھئے کون اقبال منداس سعادت سے سرفراز ہوتا ہےاور کون سا شہباز اس دولت کو حاصل کرتا ہے......(۱)۔

ان امراء وارکان سلطنت کے علاوہ مرزا عبدالرحیم خان خانان، مرزا داراب بن خان خانان، خواجہ جہان، قلیج خان اندجانی اکبری وغیرہ کو آپ نے اس نوعیت کے خطوط لکھ کر بادشاہ (جہانگیر) کے سامنے کلمہ حق کہنے اور زمانہ اکبری میں اسلام اور مسلمانوں پر جو آفتیں ٹوٹیں ان سے آگاہ کیا اوران موثر شخصیات نے بادشاہ کے دل میں اسلام کے متعلق ہمدردی سے سوچنے کے لئے اس کے دل کے نرم گوشوں پراس کی حقانیت کے اثرات نمایاں ہونے لگے تھے۔

پاکستان و ہند میں اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی سعیٔ پیہم، کرب ومخلصانہ بے چینی اور آپ کے تیار کردہ ''جرگہ ممدان دولت اسلام'' کی مسلسل جدو جہد سے آخر جہانگیر بادشاہ کو اسلام کی حقانیت کا احساس ہونے لگا تو اس نے نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری اور ملک کے مفتی میراں صدر جہان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چار دین دار علماء کی ایک جماعت ہر وقت دربار میں اس کے ساتھ رہے جو اسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کرتی رہے۔

اگر کوئی اور مصلح ہوتا تو اس خوشخبری کو اپنی کامیابی سمجھ کر پھولے نہ سماتا لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فراست اور دینی بصیرت عطا فرمائی تھی اور چونکہ آپ اکبری عہد کے فتنوں اور علمائے سوء کے عبادت خانہ میں اجتماع اور اس کے مضمرات سے آگاہ تھے اور جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ کے نزدیک ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے انتشار کا اصل سبب انہی علمائے سوء کی حب جاہ تھا اس لئے آپ نے اس کے منفی اثرات کا فوری نوٹس لیا اور نہایت مغموم ہو کر نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو ان امور سے خبردار کرتے ہوئے لکھا:

---

(۱) ایضاً/۸۱

''یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہ اسلام نے دیندار نہ فطرت کی خوبی سے جو ان میں پائی جاتی ہے آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دین دار علماء مہیا کریں جو ہر وقت دربار شاہی میں حاضر رہ کر احکام شرعی بیان کرتے رہیں تاکہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو...... مسلمانوں کے لئے اس سے بہتر کیا خوشخبری ہو سکتی ہے اور ماتم زدوں کے لئے اس سے اچھی بشارت کیا ہو سکتی ہے؟...... غرض مند دیوانہ ہوتا ہے چنانچہ عرض ہے کہ دیندار علماء بلاشبہہ بہت کم ہیں جن کے دلوں میں مرتبہ اور سرداری کی محبت نہ ہو اور جن کا مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کی ترویج اور ملت اسلامیہ کی تائید و تقویت ہو، حب جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر الگ الگ پہلو اختیار کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کرے گا اور اختلافی باتیں بیان کرے گا اور اس طریقہ کو بادشاہ کے قرب کا ذریعہ بنائے گا اس صورت میں تبلیغ دین کی مہم ابتری اور خرابی کا شکار ہو گی۔ گزشتہ زمانے (عہد اکبری) میں بھی علماء کے اختلافات عالم اسلام کو بلا اور فتنے میں مبتلا کر چکے ہیں۔ ایسی ہی صورت اب بھی پیش آسکتی ہے اس طرح دین کی ترویج کیا ہو گی الٹی دین کی تخریب ہو گی اللہ سبحانہ کی اس سے پناہ اور علماء سو کے فتنے سے بھی خدا کی پناہ اس مقصد کے لئے اگر صرف ایک عالم کو منتخب کریں تو بہتر ہو گا۔ اگر علمائے آخرت میں سے کوئی میسر آجائے تو یہ کتنی بڑی سعادت ہو گی۔ کیوں کہ ایسے عالم کی صحبت کبریت احمر ہے اور اگر ایسا نیک و پرہیز گار عالم نہ مل سکے تو صحیح سوچ بچار کے بعد اسی طبقہ میں سے بہتر کا انتخاب کر لیں...... جس طرح عوام کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے ان کی بربادی کا باعث بھی یہی علماء ہی ہیں۔ بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں۔ لوگوں کی ہدایت اور ان کی گمراہی انہیں سے وابستہ ہے (۱)۔

---

(۱) ایضاً ۱ / ۵۳ (ان امور کو آپ نے مختصراً میران صدر جہان کے نام مکتوب ۱ / ۱۹۴ میں بھی بیان فرمایا ہے۔ ان کے نام دوسرے مکتوب کا تو موضوع ہی اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری ہے)

آپ نے دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے کس طرح بروقت اکبری عہد کے علماء کے اجتماع اور ان کے آپس کے اختلافات کو ملت اسلامیہ کیلئے سم قاتل قرار دے کر اس کے اعادہ سے نواب کو روکا اور آپ نے اس کا بہترین حل یہ پیش کیا کہ صرف ایک ''عالم آخرت'' کا انتخاب کریں جو بادشاہ کی دینی اصلاح اور ترویج شریعت کا فریضہ انجام دے۔

ہمیں کتب تاریخ میں علماء کی ایسی کسی جماعت کا تذکرہ نہیں ملتا جو جہانگیر کو دینی امور میں مشورہ دینے کے لئے بنائی گئی ہو جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی کے اس کلیہ کو نواب فرید بخاری کی زبانی قبول کر لیا تھا۔

اگرچہ دین دار ارکان سلطنت کے انتقال اور جہانگیر کی نور جہان کے ساتھ شادی کے بعد ملک میں پھر سے مذہبی انتشار کے آثار نظر آنے لگے لیکن حضرت مجدد الف ثانی اور ''جرگہ ممدان دولت اسلام'' کے افراد کی مخلصانہ کوششوں سے جو دینی فضا اور ماحول تیار ہوا تھا اس میں اتنی جان تھی کہ وہ جلد انحطاط پذیر نہ ہوسکا، اہل تشیع کے بادشاہ پر تفوق، قاضی نور اللہ شوستری کے قتل اور دیگر بے دین امراء کے سیاست میں عمل دخل سے ملت اسلامیہ کو زوال سے بچانے کی سعی کرنے والی عظیم ہستی حضرت مجدد الف ثانی سے اب بدلہ لینے کا موقع ملا اور ان امراء کے جہانگیر کو اکسانے پر آپ کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ اس کے اسباب سے کماحقہ واقف تھے اور جانتے تھے کہ بادشاہ ایک سچا مسلمان (بادشاہ اسلام) ہے اس کی یہ ناراضی وقتی ہے جونہی اس کے شکوک و شبہات دور ہوئے سب معاملات درست ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا پہلے تو آپ کو قید سے رہائی ملی پھر حکم ہوا کہ لشکر شاہی کے ساتھ رہیں لیکن جلد ہی بادشاہ کے مزاج میں تبدیلی آگئی اور اس نے آپ کو اختیار دے دیا کہ آپ چاہیں تو گھر چلے جائیں اور اگر پسند کریں تو لشکر کے ساتھ رہیں، آپ نے موخر الذکر پابندی قبول فرمائی اس طرح آپ کی مدتوں سے جو دیرینہ آرزو تھی پوری ہوگئی آپ چاہتے تھے کہ کسی تقریب سے بادشاہ اسلام کو اسلام کی اصل روح سے آشنا کروں، چنانچہ آپ نے وہ سب کچھ بادشاہ کے گوش گزار کیا جو اس سے قبل آپ وقتاً

فو قتاً ارکان سلطنت سے کہنے کے لئے لکھا کرتے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے براہ راست یہ ''دولت'' آپ کو عنایت کی تھی، آپ آگرہ سے جہاں بادشاہ کے ساتھ مقیم تھے جہانگیر کی مجالس کا حال لکھتے ہوئے اس پر بڑے اطمینان کا اظہار فرماتے ہیں کہ سلطان میری باتیں اچھی طرح سنتا ہے، میں نے اس کے سامنے باطل عقائد تناسخ وغیرہ کو باطل ثابت کیا ہے، آپ کے مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بادشاہ کی طرف سے مطمئن ہوتے جارہے تھے، فرماتے ہیں:

> عجیب وغریب صحبتیں گزر رہی ہیں امور دینیہ اور اصول اسلامیہ کے متعلق گفتگو میں سستی اور خوشامد راہ نہیں پاتی اور وہی الفاظ جو کہ خلوتوں اور اپنی خاص مجلسوں میں بیان کرتا تھا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے ان سلطانی مجالس میں بھی بیان کرتا ہوں۔ ایک مجلس کی روداد لکھوں تو دفتر چاہیے خصوصاً آج کی رات جو کہ رمضان مبارک کی سترہویں رات تھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور عقل کے عدم استقلال اور آخرت پر ایمان اور اس میں عذاب وثواب اور اثبات رویت باری تعالیٰ اور خاتم الرسل کی خاتمیت نبوت اور ہر صدی پر مجدد کے آنے اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتداء اور سنت تراویح اور تناسخ کے بطلان......
> اور ان جیسی باتوں کے متعلق بہت گفتگو ہوئی اور بادشاہ نے ان کو اچھی طرح سنا (اور ان کی سماعت کے لئے) بادشاہ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے اور مزاج میں کوئی تغیر نہیں آتا اور ان ملاقاتوں میں شاید اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں اور راز پوشیدہ ہوں......(۱)

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وہ حکیمانہ خواہش کہ'' بادشاہ کی اپنی اصلاح کے لئے جماعت علماء کی بجائے صرف ایک ''عالم آخرت'' کافی ہے پوری ہوگئی۔ آپ نے خود ''عالم آخرت'' کے فرائض انجام دیے اور آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی ملت اسلامیہ

---

(۱) ایضاً ۳/ ۴۳

کے سرمایہ کے آپ ہی ''نگہبان'' (۱) ہیں یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان ذہنی وفکری زوال کے بھنور سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے، یہی وجہ تھی کہ جہانگیر کا جانشین شہاب الدین شاہ جہان خود دیندار اور عقائد اہل سنت کا علم بردار تھا اس کے عہد میں اسلامی علوم وفنون کو خوب ترقی نصیب ہوئی۔

اس مختصر مقدمہ میں نہ تو دین الٰہی کی تاریخ لکھی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کے مقابل علمائے حق کی تحریک احیاء دین کا مکمل خاکہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ہم نے اس ''تخم الحاد'' (۲) جس کی پرورش اکبر نے کی تھی اور وہ پھر سے اس کے پڑپوتے داراشکوہ کی فطرت میں (دمید) نشو ونما پائی تھی کے پس منظر اور ماحول کی عکاسی کرنے کے لئے یہ چند سطور لکھی ہیں، تا کہ یہ سمجھا جا سکے کہ دارا نے خود کو کس طرح فکری طور پر اکبر کے دین الٰہی سے ہم آہنگ کر لیا تھا اور اس کی تمام تر فکر پر اس کے اثرات کا پرتو پڑ رہا تھا اگر دین الٰہی کے محرک اور اکبر کے خلیفۂ اعظم ابوالفضل نے علمائے حق کو حقارت سے ''منتسبان کیش احمدی'' اور ''پیروان کیش احمدی'' (۳) لکھا ہے تو دارا نے بھی علمائے کرام کو جہاں بہت سے نازیبا القاب دیے ہیں وہاں اس نے انہیں ''ابوجہلان محمدی مشرب'' کہہ کر ابوالفضل سے آگے نکلنے کی کوشش کی ہے۔

اگر دین الٰہی کے دوسرے سرگرم رکن فیضی کے کلیات اور دیوان داراشکوہ کا تقابلی اور فکری مطالعہ کیا جائے تو دونوں کے مذہبی خیالات میں ہم آہنگی صاف نظر آتی ہے۔

یہاں طوالت کے خوف سے فیضی، ابوالفضل اور دین الٰہی کے معتقدات کا داراشکوہ

---

(۱) ہمارا یہ جملہ علامہ اقبال کے حضرت مجدد الف ثانی کی مدح کے اس شعر سے ماخوذ ہے:

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(بال جبریل)

(۲) یہ فقرہ بھی علامہ اقبال کے اس شعر سے مستفاد ہے:

تخم الحادے کہ اکبر پرورید — باز اندر فطرت دارا دمید

(۳) ابوالفضل نے مہابھارت پر مقدمہ اور آئین اکبری میں اسلام اور علمائے کرام سے متعلق اس قسم کے الفاظ جا بجا استعمال کئے ہیں۔

کے مکتب فکر سے موازنہ نہیں کیا جارہا ہم نے دونوں مکاتب فکر کے مختصر خاکے پیش کر دیے ہیں قارئین خود تقابل فرمالیں۔

آیئے اس پس منظر میں پہلے تو اس ماحول کا جائزہ لیں جس میں داراشکوہ کے عقائد میں تغیر وتبدل واقع ہوا اور پھر اس سے وابستہ علماء وصوفیہ کے ان نظریات کا مطالعہ کریں جو اس کے خیالات پر اثر انداز ہوئے اور اس فضا میں اس کے اپنے افکار نے کیا کیا کروٹیں لیں اور معاشرت پر اس کے کس قسم کے اثرات مرتب ہوئے؟۔

ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی کے جانشینوں نے بعینہ حضرت مجدد الف ثانی کی طرح تجدید واحیاء دین کا بیڑا اٹھایا اور اس طرح میدان عمل میں آگئے جس طرح آپ نے اکبری عہد کے فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا اور جہانگیر کو راہ راست پر لا کر ترویج شریعت کے لئے راہ ہموار کی تھی۔

ہم نے جس طرح داراشکوہی مکتب فکر کا خاکہ مرتب کیا ہے اسی طرح اورنگزیب اور اس سے وابستہ علماء وصوفیہ کے احیاء دین کے لئے سرگرمیوں کا مرقع پیش کیا ہے تاکہ قارئین یہ سمجھ سکیں کہ شاہ جہان کے بیٹوں کے مابین یہ صرف تخت نشینی کی ایک جنگ نہیں تھی بلکہ دو متضاد نظریات کا ٹکراؤ تھا یہ محض دارا اور اورنگزیب کی جنگ نہیں تھی بلکہ حق اور لادینیت کا مقابلہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اہل حق کی اعانت فرمائی اور انہیں فتح نصیب ہوئی اور جس طرح اکبر کی موت کے بعد آپ نے جہانگیر کے گرد دیندار امراء اور علمائے حق کو جمع کر دیا تھا اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی اور آپ کے رفقاء نے مجتمع ہو کر اورنگزیب کو جو بذات خود دیندار شہزادہ تھا اس طرح تربیت کی کہ ملک میں اسلام کی عملی طور پر حکمرانی کے شواہد ملنے لگے یہی مجددی تحریک کی کامیابی کا حاصل اور نقطۂ عروج تھا (۱)۔

داراشکوہ

داراشکوہ شاہ جہان کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ وہ ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء کو اجمیر میں

---

(۱) مجددی تحریک کی احیاء دین کے لئے کوششوں اور ترویج شریعت کے سلسلے میں بعض امور کی تفصیل ہم نے اسی مقدمہ میں ''نقشبندی مشائخ اور سلاطین وامراء'' کے تحت بھی دی ہے۔

پیدا ہوا اس کی ابتدائی زندگی سے متعلق زیادہ معلومات نہیں ملتیں، اس کے والد نے اپنے باپ جہانگیر کے خلاف بغاوت کی تو اس شرط پر معافی ملی کہ اس کے دونوں بیٹے دارا شکوہ اور اورنگزیب بطور یرغمال جہانگیر کے دربار میں رہیں گے چنانچہ اسے ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۶ء کو دربار میں بھیج دیا گیا جہاں اس کی ابتدائی تعلیم ہوئی، شاہ جہاں کی تخت نشینی (۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء) تک وہ لاہور میں تھا، وہ اس وقت صرف تیرہ سال کا تھا باپ نے اس کی تعلیم و تربیت کیلئے مولانا عبداللطیف سلطانپوری (۱) اور ملا میرک شیخ ہروی (۲) جیسے اساتذہ مقرر کئے خطاطی کا فن اس نے استاد عبدالرشید دیلمی سے سیکھا۔

دارا چونکہ شاہ جہاں کے ہاں تولد ہونے والا پہلا بیٹا تھا جو بہت دعاؤں سے پیدا ہوا تھا والدین کے لاڈ پیار کے باعث بہت خودسر، خوشامد پسند اور کئی عیوب کا مجموعہ بن کر رہ گیا تھا بہترین اساتذہ کی تعلیم کا اس کے اخلاق پر خاطر خواہ اثر نہ ہو سکا، وہ بھرے دربار میں اکابر امراء کی توہین و تذلیل بھی کرنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔ علامی سعد اللہ خان جیسا وزیر بھی اس قسم کی رسوائی سے نہ بچ سکا۔

شاہ جہان کی اپنے اس فرزند بزرگ کے ساتھ کورانہ محبت کا نتیجہ تھا کہ اس کے لئے تخت طاؤس کے برابر ایک مرصع کرسی بنائی گئی تھی اسے کئی صوبوں کا گورنر بنایا لیکن شاہ جہان کو اس کی جدائی گوارا نہیں تھی اس کی جگہ اس کے نائب یہ فرائض انجام دیتے رہے جبکہ اس کے باقی بھائیوں شاہ شجاع، مراد بخش اور اورنگزیب کو جہاں جہاں متعین کیا گیا وہ وہاں گئے اس کے منفی نتائج برآمد ہوئے اول یہ کہ دوسرے بھائیوں میں دارا سے حسد و بغض پیدا ہو گیا دوم یہ کہ دارا ہر قسم کے تجربات اور زندگی کے نشیب و فراز سے لاتعلق ہو کر شاہی محل کی عیش و عشرت کی

---

(۲) مولانا عبداللطیف سلطانپوری (ف ۱۰۴۲ھ) فلسفہ و حکمت کے ماہر استاد تھے علامہ فتح اللہ شیرازی سے تلمذ تھا (مراۃ العالم ۲/ ۴۴۰، نزہۃ الخواطر ۵/ ۲۴۸)

(۱) ملا میرک شیخ ہروی اس عہد کے نامور اساتذہ میں سے تھے، انہیں منصب بھی ملا تھا اورنگزیب نے اپنے عہد میں انہیں صدارت کے عہدہ پر فائز کیا سن رسیدہ ہو کر ۱۰۷۰ھ کو انتقال کیا۔ (مراۃ العالم ۲/ ۴۴۸، نزہۃ الخواطر ۵/ ۴۱۵)

زندگی کا عادی ہو کر رہ گیا۔

شاہ جہاں کی محبت نے اسے خودسر، مغرور اور ستائش پسند بنا دیا تھا وہ اپنے بھائیوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا اس کے بھائیوں میں سے صرف اورنگزیب ہی سب سے زیادہ عقلمند، دوراندیش اور مہم جو تھا جس کی وجہ سے وہ عوام و خواص میں معزز ہوتا جا رہا تھا جس کی وجہ سے دارا کو اس سے عداوت ہوگئی اور اس نے اسے ہر طرح سے بدنام کرنے کی سازش کی وہ جانتا تھا کہ اگر کوئی میرا مد مقابل ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اورنگزیب ہے اس لئے اس نے شاہ جہان کے ذریعہ اسے ہر محاذ پر شکست دلوانے کے لئے پورا پورا سامان مہیا کروایا۔

عوام اور خواص میں اورنگزیب کی مذہب اسلام سے والہانہ وابستگی مشہور تھی اسی طرح سب کو معلوم تھا کہ دارا کس طرح الحاد کی طرف جا چکا ہے۔

اورنگزیب (۱۰۶۲-۱۰۶۶ھ/ ۱۶۵۲-۱۶۵۸ء) ملتان اور سندھ کا صوبیدار رہا دارا نے اس دوران اسے وہاں سیاسی طور پر ناکام کرنے کی بھی انتہائی کوشش کی، اس طرح نظامت ملتان کے دوران دو مرتبہ اسے قندھار فتح کرنے کی مہمات سونپی گئیں، پہلی مرتبہ (۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء) کو اور پھر دوسری مرتبہ (۱۰۶۲ھ/ ۱۶۵۲ء) کو اسے قندھار بھیجا گیا، لیکن دونوں مرتبہ کامیابی کے قریب پہنچتے پہنچتے دارا شاہ جہان سے ایسے احکام جاری کرواتا تھا کہ فتح کی طرف پیش قدمی کے تمام مراحل ایک ہی جست میں واپس ناکامی کی طرف دھکیل دیتے تھے وجہ یہ تھی کہ جنگی تدبیروں میں اورنگزیب پر مرکز کی طرف سے پابندی عائد کر دی گئی تھی کہ وہ ہر جنگی چال مرکز کے احکام ملنے پر چلے اورنگزیب نے شاہ جہان کو کئی خطوط لکھے کہ اس طرح کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی لیکن داراشکوہ جو اس کا بڑا بھائی اور بجائے باپ کے تھا پس پردہ اورنگزیب کو اس محاذ پر ناکام بنانے کی چالیں چل رہا تھا۔ بھلا اس کے جال میں پھنسا ہوا شاہ جہاں کہاں آزادانہ سوچ سے کوئی نتیجہ اخذ کر سکتا تھا؟ لیکن آفرین کہ اس موقع پر اس نے اپنے باپ کی نافرمانی نہیں کی اور اس کا ہر حکم مانتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قندھار کی دونوں مہمات ناکام ہوگئیں۔

لطف یہ ہے کہ ان مہمات میں ناکامی کے بعد خود داراشکوہ نے اپنا وقار بڑھانے کے

لئے (۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۳ء) کو اپنی خدمات پیش کیں اس کا یہ محاصرہ قندھار تقریباً پانچ ماہ تک جاری رہا لیکن مطلقاً کامیابی نہ ہوسکی دارا نے تنگ آکر واپسی کا فیصلہ کرلیا اور اس ناکامی کا داغ دھونے کے لئے دارا نے عجیب ڈرامائی انداز اختیار کیا کہ "مجھے قندھار کے مشہور ولی بابا حسن ابدال نے خواب میں بتایا ہے کہ قندھار کی فتح اس وقت اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے اس لئے محاصرہ ختم کردو۔"

اس طرح دارا اپنے بھائی اورنگزیب کو معاشرتی اور سیاسی طور پر ناکام اور بدنام کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن عوام وخواص اصل حقائق سے آگاہ تھے۔ اس لئے اورنگزیب کے وقار کو وہ کوئی ایسا نقصان نہ پہنچا سکا جس سے جنگ تخت نشینی میں اسے ناکامی ہوتی (۱)۔

داراشکوہ کے ہم نشین صوفیہ

داراشکوہ نے جن صوفیہ کی صحبت اختیار کی ان کے افکار ونظریات کے تجزیاتی مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچنا آسان ہو جاتا ہے کہ دراصل دارا کو انہی صوفیہ نے اسلام کی اصل روح سے لاتعلق اور غیر شرعی تصوف کی طرف راغب کیا اور انہی کے افکار سے اس نے وحدت ادیان کا تصور لے کر اورنگزیب کی مذہبیت کے خلاف جنگ تخت نشینی میں ہندوؤں کو اپنا حامی بنانے کیلئے استعمال کیا جس کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

شیخ میاں میر لاہوری

شیخ میاں میر لاہوری (۲) (۹۵۷-۱۰۴۵ھ/ ۱۵۵۰-۱۶۳۵ء) افسوس کہ اس بزرگ شخصیت کے احوال وافکار سے آگہی کے لئے صرف داراشکوہ کی تحریرات ہی اس وقت تک محفوظ رہ گئی ہیں باقی مآخذ تلف ہو چکے ہیں اور دارا نے اپنی افتاد طبع اور اپنے خودساختہ

(۱) داراشکوہ کے یہ حالات اور بھائیوں کے ساتھ اس کے معاملات کی یہ تمام تفصیلات پروفیسر محفوظ الحق کے مجمع البحرین پر مقدمہ سے اور نجیب اشرف ندوی کے مقدمۂ رقعات عالمگیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

(۲) میاں میر لاہوری کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

سکینۃ الاولیاء، بادشاہ نامۂ عبدالحمید لاہوری ۱/ ۱۲، ۶۵، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۶، عمل صالح ۳/ ۳۰۷-۳۶۰، توزک جہانگیری (بامداد اشاریہ)

غیر اسلامی نظریات کو سہارا دینے کیلئے میاں میر لاہوری سے ایسی روایات منسوب کر دی ہیں جن سے ان کی شخصیت مجروح ہوئی ہے۔

دارا کو صرف دو مرتبہ شیخ میاں میر سے ملاقات میسر آئی (۱) پہلی ۱۷ شوال ۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۳ء اور دوسری شعبان ۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۵ء لیکن اس نے میاں میر کے حالات پر جو مستقل کتاب سکینۃ الاولیاء کے نام سے لکھی ہے اس میں اتنی روایات کہاں سے آگئیں اگر چہ اس نے بعض مقامات پر راویوں کے نام بھی لکھے ہیں میاں میر کے خلفاء کے ساتھ اس کے تعلقات بھی تھے یہ روایات کہا جاسکتا ہے کہ اس نے ان کے سب سے مشہور خلیفہ ملا شاہ بدخشی لے لی ہوں لیکن ان کا نام روایات میں صرف چند مقامات پر ہی آیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ باقی روایات اس نے اپنی ستائش اور اپنے بے راہ روافکار کو سہارا دینے کے لئے تراشی ہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ایک موقع پر میاں میر نے اپنے مریدین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح میں داراشکوہ کے حال پر متوجہ رہتا ہوں اسی طرح تم بھی رہا کرو اگر ایسا نہیں کرو گے تو خدا سے پھر جاؤ گے، اس کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

> حضرت میاں جیو (میاں میر) دربارۂ ایں مرید تمام اخلاص، کامل العقیدت (دارا) بی نہایت شفقت و غایت عنایت داشتند، چنانچہ روزی بیاران مخصوص و مریدان خاص خود مثل ملا صالح و شیخ احمد و میاں حاجی محمد بنیانی وغیرہم فرمودند کہ چنانچہ من ہمیشہ متوجۂ احوال فلانی (داراشکوہ) ام شما نیز پیوستہ متوجہ حال او باشید، اگر شمایاں ازوی بگردانید از خدای خود روگردان شدہ باشید (۲)۔

یعنی حضرت میاں جیو اس سراپا اخلاص کامل العقیدت مرید سے بے انتہا شفقت اور بے پایاں عنایت کے ساتھ پیش آتے تھے چنانچہ ایک روز آپ نے ملا صالح، شیخ احمد اور میاں حاجی محمد بنیانی وغیرہ اپنے خاص مریدوں سے فرمایا کہ جس طرح میں فلاں (داراشکوہ) کے حال کی طرف متوجہ رہتا ہوں تم بھی رہا کرو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اپنے خدا سے روگردانی

---

(۱) داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء تہران، ۴۸ (۲) ایضاً ۵۲-۵۳

کے مرتکب ہو گے۔

اس گمراہ کن مشرکانہ روایت کا بھلا کون ثقہ شخص راوی ہے؟ یہ خود اس کی تراشیدہ بات ہے جو اس نے میاں میر سے منسوب کر کے اپنی بڑائی کے لئے پیش کی ہے۔

ایک اور روایت اس نے میاں شیخ عبدالواحد کی زبانی بیان کی ہے کہ میاں میر کبھی کبھی اپنے مریدین کو حکم دیتے تھے کہ تم داراشکوہ کی صورت کا تصور کر کے اس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھو، ایک مرتبہ مجھے بھی یہی حکم دیا تھا (۱)۔

ایک مرتبہ دارا کا ایک ملازم میاں میر صاحب کی خدمت میں گیا اس نے عرض کیا کہ مجھے کچھ سبق سلوک سے نوازیئے تو اس کے جواب میں میاں میر نے فرمایا کہ تم داراشکوہ کی صورت کا مراقبہ کیا کرو، لکھتا ہے:

حضرت فرمودند کہ ہمیشہ صورت صاحب خود (دارا) را در مراقبہ می دیدہ باش (۲)۔

ہمیں صوفیہ کرام کے بہت سے ملفوظات کے مطالعہ کا موقع ملا ہے لیکن کسی صوفی کے کسی بڑے سے بڑے عالم مرید نے بھی اپنے بارے میں اپنے شیخ کا ایسا قول نقل نہیں کیا یہاں دارا یہ باور کروانے کی کوشش کر رہا ہے کہ اب اس کے قدم خود کو "شیخ طریقت" منوانے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ملا شاہ بدخشی

ملا شاہ بدخشی (۹۹۲-۱۰۷۲ھ/ ۱۵۸۴-۱۶۶۱ء) اپنے عہد کے باکمال صوفی، عالم اور مصنف و شاعر تھے۔ انہیں قادری سلسلہ میں میاں میر لاہوری سے خلافت حاصل تھی (۳) یہ

(۱) ایضاً ۵۳ شیخ عبدالواحد کو حکم دیا کہ تم دارا کے پاس اکبرآباد چلے جاؤ اس کی صورت دیکھتے رہو اور اسی کی صورت کا مراقبہ کرو اور وہاں چالیس دن رہو (ایضاً ۲۴) (۲) ایضاً ۵۳

(۳) ملا شاہ بدخشی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

۱- داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء ۱۵۲-۲۰۴

۲- جہاں آراء: رسالہ صاحبیہ (درحالات ملا شاہ) مرتبہ محمد اسلم، مشمولہ جرنل ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، لاہور ج ۱۶ شمارہ ۴ (۱۹۷۹ء)- ج ۱۷ شمارہ ۱ (۱۹۸۰ء)

۳- توکل بیگ: نسخۂ احوال شاہی (درحالات ملا شاہ بدخشی) خطی نسخہ مخزونہ برٹش میوزیم لندن (Rieu. Sup. No. 130) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری بڑی شخصیت ہیں جن کے ساتھ داراشکوہ کے قریبی تعلقات تھے۔

ملاشاہ بدخشی کے افکار و خیالات سے آگہی کے لئے داراشکوہ کی تالیفات کے علاوہ اس کی بہن جہان آراء کا ملاشاہ کے حالات پر مستقل رسالۂ صاحبیہ موجود ہے، دوسرے ملاشاہ کے ایک مرید توکل بیگ کولابی نے ملاشاہ کے حالات وافکار پر نسخۂ احوال شاہی کے نام سے ایک جامع کتاب تالیف کی تھی یہ سارے مآخذ آج ہماری دسترس میں ہیں جن کی روشنی میں دارا پر ملاشاہ کے افکار کے اثرات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

داراشکوہ حضرت میاں میر کی وفات (۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء) کے بعد (۱۰۴۹ھ/ ۱۶۴۰ء) کو کشمیر گیا تو وہاں پہلی مرتبہ ملاشاہ بدخشی سے ملاقات ہوئی وہ ان سے اتنا متاثر ہوا کہ بیعت کر لی اس وقت اس کی عمر صرف ۲۵ سال تھی اس پہلی ہی ملاقات میں وہ عجیب دعوٰی کرتا ہے کہ وہ عارف و طالب سلوک جو ایک ماہ کی ریاضت کے بعد حاصل کرتا ہے مجھے وہ پہلی رات ہی مل گیا، وہ جو ایک طالب سال بھر میں حاصل کرتا ہے مجھے ایک ماہ میں میسر آ گیا اور راہ سلوک کے وہ درجات جو ایک صوفی سالہا سال کی ریاضت و مجاہدہ کے بعد حاصل کرتا ہے مجھے وہ سب کچھ بغیر کسی ریاضت کے ہی مل گیا اور دونوں جہانوں کی دوستی (خواہش) میرے دل سے جاتی رہی (۱)۔

راہ معرفت کے کٹھن راستوں کو تہ کرنے کے اتنے بڑے بڑے دعوے آج تک کسی صوفی نے نہیں کئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ بختیار کاکی، حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر وغیرہ قدس اسرارہم کی منازل سلوک کے سلسلے میں ریاضتہائے شاقہ بہت مشہور ہیں خود حضرت میاں میر لاہوری کی سخت ریاضتوں کا اس نے خود تذکرہ کیا ہے اس طرح دوسرے اکابر صوفیہ کے سالہا سال کے مجاہدات و ریاضتیں تو دارا کے سامنے بے وزن ہو کر رہ جاتی ہیں اگر شہزادہ داراشکوہ کے دل سے جیسا کہ اس نے بیان بالا میں کہا ہے کہ

۴- محمد یمین لاہوری: ملاشاہ بدخشی، مقالہ مشمولہ تاثیر معنوی ایران و پاکستان، لاہور،

۵- ظہورالدین احمد: پاکستان میں فارسی ادب ۲ / ۱۲۴ - ۱۶۳

(۱) داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء ۶

دونوں جہانوں کی طلب جاتی رہی تھی تو پھر اس نے اس دن سے لے کر جنگ تخت نشینی تک حصول تاج وتخت کے لئے اتنی تگ ودو کیوں کی؟ اور اپنے بھائیوں سے برسر پیکار کیوں ہوا؟ اورنگزیب کو بدنام کرنے کی انتہائی کوشش کیوں کی اس کی مذہبیت کا تمسخر کیوں اڑایا(۱)۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ اپنے آپ کو ظاہر و باطن میں کامل ہونے کا دعوٰی کرنے کے لئے تھا۔

اب ذرا ملا شاہ بدخشی کے چند افکار ملاحظہ کیجئے:

موصوف کے خیالات وافکار سے ان کا کلیات بھرا پڑا ہے جس میں قرآن مجید کے کچھ حصوں کی تفسیر بھی موجود ہے، ایک موقع پر قرآن کریم کی اس آیت:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى...... (۲)

(اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ......)

ملا شاہ نے اس آیت کی تفسیر تصوف وعرفان کے نقطہ نظر سے کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے کہ اے ایمان والو اگر تمہیں ایمان حقیقی میسر آ جائے تو نماز کے قریب نہ جاؤ اور اگر تم سکر ومستی کی حالت میں ہو تو بھی نماز ادا نہ کرو کیوں کہ سکر کی حالت نماز سے بلند تر ہے، ملا شاہ کے معاصر سوانح نگار کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

فرمودہ اندای کسانی کہ ایمان حقیقی آوردہ آید نزدیک نماز نشوید وقتی کہ در سکر ومستی ہستید وسکر حالتی بلند تر است از نماز...... (۳)۔

یہی الفاظ دارا شکوہ نے بھی بڑے فخر سے بیان کئے ہیں (۴) ملا شاہ کی زبان سے اکثر ''سخنان نافہم'' نکلتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے اپنی تالیفات میں یہ سب مطالب بیان کر دیے ہیں اور میری ساری عمر کا متاع یہی کتابیں ہیں (۵)۔

ملا شاہ بدخشی کے اشعار بھی ایسے ہی خیالات کے آئینہ دار ہیں، ان کے سوانح نویس توکل بیگ نے مستقل باب میں ملا شاہ کے بیان کردہ اسرار سے بعض اصحاب کے ان سے

(۱) تفصیل متعلق مقامات پر ملاحظہ کریں (۲) قرآن مجید ۴/ ۴۳

(۳) توکل بیگ: نسخۂ احوال شاہی، خطی ورق ۴۷ ب

(۴) دارا شکوہ: حسنات العارفین ۶۴ (۵) نسخۂ احوال شاہی، ورق ۷۶ ب

متنفر ہونے اوران کی مخالفت کا تذکرہ کیا ہے(۱)۔

داراشکوہ نے اپنی تالیفات میں ملا شاہ کے ایسے اشعار نقل کئے ہیں جو اس کے پسندیدہ تھے، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

رشتۂ تسبیح ما رشتۂ زنار شد　　ره سوی می خانہ داد مرشد دانائی ما (۲)

در تماشاش فرضہا ہمہ رفت　　چیست پر سیدن از نوافل ما (۳)

ایک رباعی آبدار ملاحظہ ہو۔

آں را کہ بماست برسر ایمان جنگ　　رو مومن وز ایمان من او را صد ننگ

مومن نشود تا کہ برابر نشود　　بابا نگ نماز بانگ ناقوس فرنگ (۴)

اس آخری شعر کو اس نے اپنی زندگی کا حاصل قرار دیا اور اکبر بادشاہ کی طرح ہر مذہب و ملت کے ادیان سے استفادہ کیا اور ان کے معتقدات اپنانے کی سعی کی (۵)۔

جن خیالات کا اظہار ملا شاہ بدخشی نے اپنے اشعار میں کیا ہے بالکل اسی نوعیت کے افکار بنوالی داس ولی اور چندر بھان برہمن کے ہاں ملتے ہیں (۶)۔

ملا شاہ بدخشی کا یہ شعر تقریباً سبھی تذکرہ نویسوں نے نقل کیا ہے۔

پنجہ در پنجہ خدا دارم　　من چہ پروای مصطفیٰ دارم (۷)

ان اشعار اور خاص طور پر ان کے اس آخری شعر سے ان کی آزاد مشربی اور افتاد طبع کا پتا چلتا ہے، ان کے ایک معاصر تذکرہ نویس محمد طاہر نصر آبادی نے اپنے مرتبہ تذکرۂ شعراء (تالیف حدود ۱۰۸۳ھ) میں اسی موخر الذکر شعر کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملا شاہ کے

---

(۱) ایضاً ورق ۷۰-۷۲ الف

(۲) داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء ۱۹۷　(۳) ایضاً ۱۹۸　(۴) ایضاً ۲۰۳

(۵) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: نجیب اشرف ندوی: کیا داراشکوہ مسیحی مرا؟ (مقالہ مشمولہ) معارف اعظم گڑھ ج-۲۱، ش-۴، ۳۹۴-۳۹۸　(۶) تفصیل متعلقہ مقامات پر دیکھی جا سکتی ہے

(۷) نصر آبادی، محمد طاہر: تذکرۂ شعراء ۴۳

(اس شعر کو نقل کرنے سے پہلے سلسلۂ نقشبندیہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے مشہور مخالف ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے ''نقل کفر، کفر نباشد'' لکھ کر ملا شاہ کی اعتقادی حیثیت واضح کی ہے۔ (رود کوثر ۴۳۱)

معتقدات درست نہیں تھے(۱)۔ حالانکہ اسے نہ تو ہندوستان کی سیاست سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی مذہب اہل سنت سے ہمدردی۔

بعض حضرات نے ملا شاہ کے اس شعر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ان کے کلیات میں شامل ہی نہیں ہے لہٰذا یہ ان سے منسوب کر کے انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی گئی تھی، بھلا ملا شاہ اپنے ایسے شعر کو اپنے کلیات میں داخل کیوں کر کر سکتے تھے جس کی بنیاد پر علماء نے ان کے خلاف فتویٰ دیا تھا، ملا شاہ کے خلاف (۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۴ء) کو علمائے عصر نے ایک محضر تیار کیا(۲) اور اگلے سال ملا شاہ نے اپنا دیوان ترتیب دیا(۳) پھر (۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کو مولف نسخۂ احوال شاہی نے ملا شاہ کے رسائل و اشعار کا از سر نو ملا شاہ کی نگرانی میں مقابلہ کیا(۴) اس لئے یقین ہے کہ اس قسم کے شعر شور انگیز کو نکال دیا گیا ہوگا۔

ملا شاہ نے (۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۴ء) کو وحدت الوجود کے موضوع پر ایسی بحثیں شروع کر دیں جس سے کشمیر سے لے کر شاہی دربار تک متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور ان کے بعض اشعار کی بنیاد پر ان پر علما نے کفر کا فتویٰ صادر کر دیا، اور ان کے قتل کے لئے ایک محضر تیار کیا گیا جسے میر عدل ملا محمد فاضل بدخشی کابلی (۵) (ف ۱۰۵۰ھ)، قاضی محمد اسلم ہروی (۶) (ف ۱۰۶۱ھ) اور مولانا میرک شیخ (۷)۔ (ف ۱۰۷۰ھ) جیسے صف اول کے علماء نے اپنے اثباتی دستخطوں سے جاری کیا(۸) جب یہ فتویٰ شاہ جہان کے پاس گیا تو اس نے اسے اپنے پاس رکھ لیا اور اس نے میاں میر لاہوری اور دارا شکوہ کے کہنے پر اسے موقوف کر دیا(۹) ورنہ ملا شاہ کب کے اپنے انجام کو پہنچ چکے ہوتے۔

لیکن ملا شاہ اس محضر کے بعد بھی ایسے خیالات کا اظہار کرنے سے باز نہ آئے اور

---

(۱) تذکرہ شعراء ۶۳

(۲) توکل بیگ: نسخۂ احوال شاہی، ورق ۲۹-ا (۳) ایضاً ۳۲-ب

(۴) ایضاً ۴۹-الف

(۵) بختاور خان: مرأۃ العالم ۲/ ۳۳۹، عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۵/ ۳۸۴

(۶) ایضاً: ۲/ ۴۴۲، نزہۃ الخواطر ۵/ ۳۵۷ (۷) مرأۃ ۲/ ۴۴۸، نزہۃ ۵/ ۴۱۵

(۸) نسخۂ احوال شاہی ۲۹-الف (۹) ایضاً ۳۰-الف، ب

داراشکوہ کے ان سے بیعت ہونے (۱۰۴۹ھ) کے بعد بھی اس پر عامل رہے، موصوف داراشکوہ کے نام اپنے خطوط میں جس طرح علمائے کرام کو برا بھلا کہتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علماء تا حیات ان کے خلاف اقدام کرتے رہے۔

ملاشاہ بدخشی علمائے کرام کو ان القاب سے یاد فرماتے تھے:

ملایان قشر، زاہدان خشک (۱) اور بد بختان شریر (۲)۔

ملا شاہ نے ان ''بد بختان شریر'' کو تنبیہ کرنے کے لئے داراشکوہ کو خط لکھا کہ تمہارے ساتھ آشنائی کا کیا فائدہ کہ تم انہیں سزا نہیں دے سکتے، فرماتے ہیں:

''دست ما فقیران از تنبیہ کردن بد بختان شریر...... کوتاہ است وشما بے شک دست رسا است وما را فائدہ از آشنائی شما بہ ازیں دیگر چہ خواہد بود (۳)؟

سبحان اللہ کتنا فرق ہے ملا شاہ بدخشی کے اس مکتوب میں اور حضرات مجددیہ کے مکاتیب بنام اورنگزیب میں، ملا شاہ نے آشنائی کا مقصد صرف مخالفین کو تنبیہ کرنا بتایا ہے اور حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے مکتوبات بنام اورنگ زیب میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ تمہارے ساتھ تعلق کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے ترویج شریعت (۴)۔

ملا شاہ بدخشی ہندو دھرم اور اس کے عقائد سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے ان کے ایک چہیتے مرید مرزا شاہی نے ہندوؤں کی مقدس کتاب اپنشد کے بعض فقرات کا فارسی میں ترجمہ کیا تو ملا شاہ نے اسے پسند کیا اور بہت مسرور ہوئے، معاصر تذکرہ نویس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

مشارٌ الیہ (مرزا شاہی) فقرہ ہای نثر او پانشاد بعبارت آرائی تمام ترتیب دادہ بعض اوقات از نظر مبارک می گزرانید، پسند فرمودند، بسیار خوش وقت می شدند (۵)

ملا شاہ بدخشی کے سوانحی واقعات میں یہ واقعہ (۱۰۶۵ھ/ ۱۶۰۵ء) کے تحت درج ہوا ہے، یہ ملا شاہ کی تعلیم ہی تھی کہ ان کے زیر اثر داراشکوہ نے اس واقعہ کے دو سال بعد (۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء) کو دہلی میں وید اور اوپنشد کے ماہر پنڈتوں اور سنیاسیوں کی مدد سے

---

(۱) داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء ۱۶۷ (۲) ایضاً ۱۸۴ (۳) ایضاً: ۱۸۴

(۴) تفصیلات اگلے ابواب میں ملاحظہ کریں۔ (۵) توکل بیگ: نسخہ احوال شاہی، ورق ۷۲-الف

اوپنشد کا فارسی میں ضخیم وجیم ترجمہ کر ڈالا جس کے آغاز میں اس نے ملا بدخشی کے ساتھ ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) کو کشمیر میں اپنی ارادت کے اظہار میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

اکمل کاملان وزبدۂ عارفان واستاد استادان، پیر پیران، پیشوای پیشوایان، موحد حقائق آگاہ حضرت ملا شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ (۱)

ملا شاہ بدخشی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے لئے مسلمان ہونا کوئی شرط نہیں تھی بنوالی داس نام کا ایک ہندو پنڈت ان کے مریدین میں شامل تھا، وہ فارسی میں شعر بھی کہتا تھا اور ولی تخلص تھا، اس نے ایک مثنوی بھی لکھی تھی، اس نے ہندو عقائد پر مشتمل ایک کتاب نمایشنامہ مولفہ پر بود چندر اودی کا فارسی میں (۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء) کو ترجمہ کیا، ملا شاہ کے معاصر تذکرہ نویس نے ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء) کے واقعات کے تحت لکھا ہے کہ بنوالی داس ولی ملا شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تعلیم کی درخواست کی جب ملا شاہ نے کہا کہ تم تو مسلمان نہیں ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں کفر اور اسلام دونوں سے گزر چکا ہوں زنار اور تسبیح توڑ کر تمام قیود سے آزاد ہو گیا ہوں، ملا شاہ نے اسے مرید کر کے اجازت دی اس کے چند مرید بھی تھے، ملا شاہ نے یہ خوب صورت شعر اسی کے بارے میں کہا تھا:

گہی بکعبہ و گہی بدیری رفتم غریق بحر رہ پیش و پس نمی راند (۲)

غور فرمائیے اورنگزیب سے وابستہ علماء وصوفیہ کی تعلیم کیا تھی کہ بدعتی سے کوسوں دور رہیں ان کو اپنی مجلس میں جگہ نہ دیں اور کہاں ملا شاہ جنہوں نے بنوالی داس کو نہ صرف مرید کیا بلکہ اسے اجازت وخلافت بھی دی۔ ایک اور معاصر مولف دبستان مذاہب نے لکھا ہے کہ بنوالی داس ''الصوفی لا مذهب له'' پر نہ صرف یقین رکھتا تھا بلکہ عمل پیرا تھا (۳) یقیناً اس کے شیخ ملا شاہ بدخشی بھی اسی قسم کے معتقدات پر کاربند تھے۔

ملا شاہ بدخشی نے نہ صرف دارا شکوہ کو مرید کیا تھا بلکہ باصرار تمام اسے خلافت واجازت دے کر مریدین کی تعلیم وتربیت کرنے کے لئے بھی فرمایا تھا، دارا خود لکھتا ہے:

(۱) دارا شکوہ: اوپانیشاد ۳ (۲) توکل بیگ: نسخۂ احوال شاہی، ورق ۶۴ ب - ۶۵ - ا

(۳) دبستان مذاہب ص ۱۵۵

روزی بمبالغۂ بسیار ومکرر رخصت ارشاد واجازت وہدایت طالبان ایں طائفہ فرمودند(۱)

داراشکوہ نے استخارہ کے بعد اس کارعظیم (خلافت) کا آغاز کیا(۲)، دارا کے مریدین کی فہرست تو نہیں ملتی اگر وہ زندہ رہتا تو یقیناً ان کی تعداد اکبر کے دین الٰہی میں داخل ہونے والوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی (۳)۔

اب فرق ملاحظہ کیجئے کہ اورنگزیب نقشبندی مشائخ کی نگرانی میں تاحیات سلوک کی مشق وریاضت کرتا رہا ہمارے مشائخ نے اسے مدارج سلوک کی بشارت کئی بار دی تھی لیکن کسی مولف کی تحریر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے اسے اجازت وخلافت بھی دی ہو اور اسے تربیت مریدین کے لئے کہا ہو اس کا ثبوت یہ ہے کہ ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۹۰ء کو ایک شخص بنگال سے اورنگزیب کا مرید ہونے کے لئے حاضر ہوا تو اس نے ایسا کرنے سے صاف انکار کرتے ہوئے حکم دیا کہ اس شخص کو سرہند بھیجیں تا کہ اسے وہاں سرہندی ٹوپی اڑھائی جائے یعنی اسے مشائخ سرہند سے بیعت کروایا جائے (۴)۔

شیخ محبّ اللہ الہ آبادی

شیخ محبّ اللہ الہ آبادی (۵) (ف ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء) عہد شاہ جہان کے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے نامور مشائخ میں سے تھے، انہوں نے اپنی تعلیمات کی بنیاد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے افکار پر رکھی، انہوں نے اسے اپنا موضوع بنالیا تھا یہاں تک کہ وہ اس میں اجتہاد

---

(۱) داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء ۱۷۴ (۲) ایضاً ۱۷۵

(۳) بلوخمان نے آئین اکبری (۱/ ۲۱۸-۲۱۹) میں مختلف کتب تاریخ سے اکبر کے اٹھارہ مریدین کی فہرست مرتب کی ہے۔

(۴) ساقی مستعد خاں: مآثر عالمگیری ۳۳۳

(۵) حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) عبدالرحمٰن چشتی: مرآۃ الاسرار- قلمی نسخہ مملوکہ مولوی محمد یعقوب فراہی، کوئٹہ

(۲) شوکت حسین الہ آبادی: ذکر المعارف (تذکرہ شیخ محب اللہ الہ آبادی)، الہ آباد، ۱۳۴۲ھ

(۳) رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند ترجمہ وحواشی محمد ایوب قادری- ۴۰۴

(۴) عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۵/ ۳۲۲-۳۲۵

کے درجہ کو پہنچ گئے، انہوں نے شیخ اکبر کے وحدت الوجود کے افکار کو ہندوستانی مزاج کے مطابق اس طرح بیان کیا کہ ''وحدت ادیان'' کی مثالوں کے متلاشی افراد کو ان میں سے بہت سا مواد مل گیا۔

انہوں نے عربی میں فصوص الحکم کی شرح لکھی اور پھر (۱۰۴۱ھ/ ۱۶۳۱ء) کو فارسی میں اس کی دوسری شرح کی اور شیخ عبدالرحیم خیر آبادی (جو شیخ کے مکتوب الیہ بھی تھے) کی وساطت سے اس کا ایک نسخہ داراشکوہ کو بھیجا، اس کے علاوہ انہوں نے ہفت احکام اور مناظر اخص الخواص (۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) مرتب کئے اور ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) کو عبادات الخواص، تفسیر القرآن، المغالطۃ العامہ اور عقائد الخواص وغیرہ بھی تالیف کیں (۱) ان سب کتابوں میں ان کا بنیادی نظریہ وحدت الوجود کا پرچار اور افکار ابن عربی کا دفاع ہے۔

شیخ محبّ اللہ الہ آبادی کے مکتوبات کا ایک ضخیم مجموعہ بھی مرتب ہوا تھا اس میں بھی ان کا موضوع بحث وحدت الوجود ہے، اس مجموعہ میں داراشکوہ کے نام ان کے طویل مکتوبات موجود ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم جنہوں نے سلسلۂ چشتیہ پر تحقیقی کام کیا ہے اور اس سلسلے کے افکار کا گہرا مطالعہ بھی کر چکے ہیں، وہ تسلیم کرتے ہیں کہ:

> شاہ محبّ اللہ الہ آبادی تصوف کے جس حلقہ فکر کی ترجمانی کر رہے تھے اس سے داراشکوہ کو خاص عقیدت تھی (۲)۔

داراشکوہ نے اپنے ایک خط میں شیخ محبّ اللہ کو لکھا ہے کہ میرے سوالات کے جواب آپ نے جس انداز میں دیے ہیں اس سے بڑی مسرت ہوئی اور مجھے ان سے آپ کے ساتھ اپنی ہم مشربی کا علم ہو گیا، لکھتا ہے:

> مکتوب ایشاں ...... رسید، از مطالعہ آن مسرت وخوش وقتی روی داد، ہم مشربیٔ ایشان معلوم خاطر گردید...... این مشرب را صاف دریافتہ باشد (۳)

(۱) ان رسائل کے قلمی نسخوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخی مقالات خلیق احمد نظامی ۱۴۸

(۲) نظامی، خلیق احمد: تاریخی مقالات، ۱۴۹ (۳) نجیب اشرف ندوی (مرتب): رقعات عالمگیر ۳۲۹

داراشکوہ شیخ محب اللہ کے حین حیات ہی متقدمین صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ ترک کر چکا تھا اور ان سے اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا اور وہ اب اپنے دل کی گہرائیوں کا مطالعہ کرنے لگا تھا، اسی خط میں شیخ صاحب کو لکھتا ہے:

بہ مطالعۂ دل کہ بحریست لامحدود واز آں ہمیشہ گوہر ہای تازہ برون......می آید (۱)

یوں تو شیخ محب اللہ کے ساتھ اس کے تعلقات اس وقت زیادہ استوار ہو جاتے ہیں جب شیخ صاحب کے مسکن الہ آباد کی صوبیداری اس کے سپرد کی جاتی ہے لیکن اس سے قبل شیخ صاحب اسے شرح فصوص الحکم کا ایک نسخہ روانہ فرما کر اپنے خیالات سے آگاہ کر چکے تھے۔

۱۶۴۴-۱۶۴۵ء کو جب اس صوبے کی نگرانی اس کے سپرد ہوئی تو اس نے شیخ کو ایک خط کے ذریعہ اس کی خوشخبری دی اور اسے شیخ سے استفادہ کا بہترین موقع قرار دیا، اس کے جواب میں حضرت شیخ نے جو مکتوب لکھا اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

از گرفتن صوبہ الہ آباد بیشتر خوشحال بوجود تست، بر صاحب عالم روشن است کہ چوں فقیر بریں ہمہ اخلاق حمیدہ والطاف کہ صاف در طینت وعین ثابت آں مربی وملاذ فقراء بید عنایت رحمانی تعبیہ یافتہ نظر می کند، شکر ہا می گوید کہ ہیچ شاہ وشہزادہ بہ کمالات صاحب عالم مشرف شدہ باشد، پس زہی سعادت اہل زمانہ کہ مثل تو شہزادۂ دلر بارا می بینند واوصاف پسندیدہ آں صاحب می شنوند (۲)

ہمیں داراشکوہ کے سیاسی رجحان کا عہد شاہ جہان میں ہی جنگ تخت نشینی سے بہت پہلے ہی علم ہو جاتا ہے جب وہ شیخ محب اللہ سے اکبر کے عہد کے پیدا شدہ ایک سیاسی مسئلہ کہ آیا حکومت کو اپنی ساری رعایا کا مساویانہ خیال رکھنا چاہئے یا مسلم و کافر میں تمیز کرنی چاہئے (۳)؟ کے بارے میں استفسار کرتا ہے۔

چہ مومن وچہ کافر کہ خلق خدا پیدائش خداست وسید این مقام کہ صاحب آں مقام بہر کسے از نصائح وفاجر و مومن و کافر ترحم کند رسول خدا است صلی اللہ علیہ وسلم (۴)

---

(۱) نجیب اشرف ندوی (مرتب) رقعات عالمگیر ۳۳۰
(۲) نظامی: تاریخی مقالات ۱۴۹-۱۵۰
(۳) ایضاً ص ۱۵۰
(۴) ایضاً ص ۱۵۰

جب کہ حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ محمد معصوم اس قسم کے نظریات اور صلح کل کی پالیسی کے سخت خلاف تھے ان حضرات نے اپنے بہت سے مکاتیب میں کفار پر سختی کرنے اور ان سے دور رہنے اور ماضی میں مسلمانان ہند پر ہونے والی تمام زیادتیوں کا اصل سبب ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی کفار دوستی کا سبب بتایا ہے، حضرت خواجہ نے اپنے ایک مکتوب میں ایسے فقراء جو صلح کل کے قائل تھے پر افسوس کرتے ہوئے انہیں ''ضلالت وگمراہی'' کا شکار بتایا ہے، فرماتے ہیں:

طریقۂ مرضیۂ او نیز غلظة وقتال با کفار بودہ عجب فقرا اند کہ راہ پیغمبر خدا و پیشوای خود گزاشتہ راہ دیگر اختیار کردہ اند...... غیر از ضلالت وگمراہی نخواہد افزود...... کفار بیشک اعداء اللہ اند کہ بنصوص قطعیہ ثابت شدہ است عجب دعوئی دوستی ست کہ بدشمنان او دوستی دارند وتبریٰ نمی نمایند......

اسی مکتوب میں آپ پرزور الفاظ میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک کفار اور کفر پر تبرٰی ہی رضائے الٰہی کے حصول کا سب سے بڑا عمل ہے، لکھا ہے:

ہیچ عمل در نظر فقیر از برای حصول رضای حق جل وعلا برابر ایں تبریٰ نیست (۱)

حضرات نقشبندیہ کی یہی تعلیمات اورنگزیب کے لئے مشعل راہ بنیں (۲)

شیخ محب اللہ کے جس رسالہ پر اس وقت کی ذہنی فضا مکدر اور مذہبی ماحول میں ہلچل مچ گئی وہ رسالہ تسویہ تھا جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے بارے میں ایسی بحث کی تھی جو علماء کے نزدیک قابل اعتراض تھی (۳) اس رسالے کے خلاف باقاعدہ کارروائی تو ان کی وفات کے بعد اورنگزیب کے عہد میں ہوئی لیکن معاصر ماخذ معارج الولایت کے ایک اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حین حیات بھی ان کے نظریات کے خلاف شورش برپا ہوئی تھی اور وہ اس قدر شدید تھی کہ عوام ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے، جب شیخ محمد رشید جونپوری کو معلوم ہوا تو وہ برق رفتاری سے جونپور سے آئے اور عوام کے

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/ ۵۵......۸۹، ۹۱

(۲) ان امور کی تفصیل مختلف مقامات پر مقدمۂ حاضر میں بیان کی جا چکی ہے۔

(۳) شیر خان لودھی: مراۃ الخیال، طبع مطبع فتح الاخبار، کول، ۱۸۴۸، ۲۲۸۔

نرغے سے بچایا اوران کے کلام کی توجیح کر کے عوام کے جذبات فرو کیے (۱)۔

اورنگزیب کے عہد حکومت میں راسخ العقیدہ علماء کی درخواست پر اورنگزیب نے ان کے رسالہ تسویہ کے تمام نسخے جلانے کا حکم صادر کیا تھا بلکہ خود اس کا مطالعہ کیا تو شاہ صاحب کے تمام مریدین کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا لیکن شاید یہ عملی طور پر ممکن نہیں تھا ان کے صرف دو خلفاء میر سید محمد قنوجی اور شیخ محمدی سے اورنگزیب کی بات چیت کا ذکر ملتا ہے (۲)۔ان میں سے اول الذکر نے تو اورنگزیب کی گرفت پر شیخ محبّ اللہ سے اپنی بیعت توڑ دی لیکن شیخ محمدی اس پر قائم رہے (۳)۔

رسالہ تسویہ کی کئی شرحیں لکھی گئیں تائیدی اور تردیدی، شمس بازغہ کے مشہور مصنف ملا محمود جونپوری (ف ۱۰۶۲ھ/ ۱۶۵۲ء) نے حرز الایمان کے نام سے رسالہ تسویہ کا رد لکھا جس کا انداز بیان سخت ہے اور اس میں فساد زمانہ کا شکوہ کرتے ہوئے علماء سوء اور صوفیہ خام پر کڑی تنقید بھی کی ہے اور ان کی اخلاقی کمزوریوں کے ساتھ ان کی فکری بے راہ روی کا بھی تذکرہ کیا ہے (۴)۔

رسالہ تسویہ کی دوسری تردیدی شرح خواجہ خرد بن حضرت خواجہ باقی باللہ کی ہے جس کا نام القول السدید ہے، خواجہ خرد نے شاہ محبّ اللہ کے افکار کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے لیکن شائستگی و متانت کے ساتھ ان کا رد کیا ہے، ایک مقام پر لکھا ہے کہ اگر انہیں رسالہ تسویہ شیخ محبّ اللہ

---

(۱) عبدی، عبداللہ خویشگی قصوری: معارج الولایت ۔قلمی، ذخیرۂ آذر، مخزونہ کتابخانہ، مرکزی دانش گاہ پنجاب، لاہور ۔ نمبر ۲۵-۱یچ ورق ۴۳۲ (تفصیل کے لئے ملاحظہ احوال و آثار عبداللہ خویشگی ۱۵۵)۔

(۲) مرأۃ الخیال ۲۲۸-۲۲۹ (اس رسالے کے خلاف اورنگزیب کی کارروائی کے محرک حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن خواجہ محمد معصوم بتائے گئے ہیں (روضۃ القیومیہ ۳/ ۹۲) لیکن اس بیان کو شبہ کی نظر سے دیکھنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہے کیونکہ اورنگزیب کے ساتھ ان حضرات کے جس قسم کے روابط تھے اس سے اس شرعی گرفت کے محرک یہی بزرگ ہو سکتے ہیں۔

(۳) مقاصد العارفین، مقدمہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ۵-۸

(۴) شبیر احمد خان غوری: تسویہ کی شروح وجروح، (مقالہ مشمولہ تصوف برصغیر میں، پٹنہ، ۱۹۹۲ء ۴۰-۴۱ (حرز الایمان عربی زبان میں ہے۔جس کا ایک خطی نسخہ ذخیرۂ مولانا عبدالحی فرنگی محلی مخزونہ آزاد لائبریری علی گڑھ میں ہے)

کے حین حیات مل جاتا تو وہ ان تعقبات کو انہیں بھیج کر ان کو متنبہ کرتے (۱)۔

حرز الایمان اور القول السدید کے رد میں شیخ حبیب اللہ ساکن پٹنہ نے نہایت غیر سنجیدہ جوابی رسائل لکھے تھے (۲)۔

شیخ محبّ اللہ الہ آبادی تو اپنے مکتوبات میں اس رسالے کو عام کرنے سے اپنے خلفاء کو منع کرتے رہے کہ اسے اپنے تک محدود رکھیں اور اغیار کو نہ دکھائیں لیکن اس دور کی فضا ہی کچھ ایسی ہوگئی تھی کہ اس قسم کے لٹریچر کا تقاضا کیا جانا لگا تھا، اس لئے ان کے مریدین اس کے پابند نہ رہ سکے۔

شاہ محبّ اللہ کی ساری تالیفات اور خصوصاً ان کے مکتوبات کے مجموعہ کا مطالعہ از بس لازم ہے اس سے اس عہد کی فکری فضا اور دو متحارب مکاتب فکر جن کے ترجمان دارا شکوہ اور اورنگزیب تھے، کے تصورات کا تجزیہ کرنے کے لئے یہ مجموعہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

محسن فانی کشمیری

ملا محمد محسن فانی (ف ۱۰۸۲ھ/ ۱۶۷۱ء) حضرت میاں میر لاہوری، ملا شاہ بدخشی اور شاہ محبّ اللہ الہ آبادی (۳) کا عقیدت مند تھا، وہ ذی علم بھی تھا اور حضرت ملا یعقوب صرفی کا شاگرد بھی (۴) آزاد مشرب صوفیہ میں اس کا بلند مقام ہے، اپنے اپنے نصیب کی بات ہے ملا یعقوب صرفی کے شاگرد شیخ احمد سرہندی بھی تھے جو اپنے تقویٰ، پاسداری شرع شریف اور ترویج شریعت کے لئے خدمات کے عوض وہ تو مجدد الف ثانی کے لقب سے

---

(۱) ایضاً ۴-۴۲ اس رسالہ کا ایک خطی بھی اسی مذکورہ مجموعہ میں شامل ہے۔

ملا محمود جونپوری اور خواجہ خرد دونوں کی تردیدی شروح کے رد میں شیخ حبیب اللہ ساکن پٹنہ نے جوابی رسائل لکھے تھے جو اس مجموعہ میں محفوظ ہیں۔ (ایضاً ۴۲) رسالہ تسویہ کی مختلف سات شروح کے اجمالی بیان کے لئے ملاحظہ ہو، مسعود انور کاکوروی: کواکب، ۱۲۴

(۲) فانی نے اس کی خود وضاحت کی ہے:

بر پا کر دم سلسلۂ پیرو مرید   ہم ملا شاہ و ہم میاں میر شدم

(پاکستان میں فارسی ادب ۲/ ۳۴۲)

(۳) محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر ۱۷۰

ملقب ہوئے اور ملا محسن فانی دارا شکوہ اور ملا شاہ بدخشی کی صحبت سے فیض یاب ہوکر ''موحد'' اور آزاد خیال کہلانے میں فخر محسوس کرتا نظر آتا ہے۔

ملا محسن فانی ایسے افکار کا پرچار کرنے میں مصروف تھا کہ علماء کو اس کے خلاف آواز بلند کرنا پڑی اس کے اپنے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خلاف فتویٰ صادر کیا گیا تھا

قاضی از دیباچہ ای برنسخہ فانی نوشت　　　فتویٰ خونین رقم زد زہر را در شیر کرد(۱)

اس شعر میں وہ وحدت الوجود کو وحدت ادیان کا رنگ دیتے ہوئے محسوس ہوتا ہے۔

کتاب صلح کل گر درس گوید پیر میخانہ　　　تواں از بادۂ توحید شست اوراق مذہبا(۲)

ایک شعر میں اس نے شرعی عبادات سے بے زاری اور اپنے لئے ان کو غیر ضروری قرار دیا ہے:

ایں عبادتہای رسمی خوش نمی آید مرا
لیک میدانم کہ کردن خوشتر از نا کردن است(۳)

چونکہ فانی کے پیر نے ''من چہ پروائے مصطفیٰ دارم'' کا نعرہ لگایا تھا اس لئے فانی کے اس شعر سے بھی اسی قسم کی فکر کا اظہار ہوتا ہے:

نیست ما روشندلان را حاجت طواف حرم
کلبۂ تاریک ما بیت الحرام ما بس است(۴)

وحدت الوجودی صوفیہ کی طرح فانی بھی معتقد ہے کہ اپنی ذات کو خدا کی ذات میں فنا کردو اور ہو بہو عین خدا ہو جاؤ:

در ذات دوست محو شو از بایدت کمال　　　در بحر قطرہ نا شدہ گوہر نمی شود(۵)

---

(۱) ظہور الدین احمد: پاکستان میں فارسی ادب ۲/۳۲۸

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً ۲/۳۴۳

(۴) ایضاً

(۵) ایضاً ۲/۳۴۴

فانی داراشکوہ کی سرکار سے متوسل تھا ایک شعر میں در داراشکوہ پر سجدہ کرتے ہوئے نظر آتا ہے:

فانی کہ سجدۂ در داراشکوہ کرد　　　دیگر سرش فرود بہ ہر درنمی شود(۱)

داراشکوہ ملا شاہ بدخشی کے نام اپنے خطوط محسن فانی کے ہاتھ ہی بھیجتا تھا(۲)۔

دارا اور فانی کے مابین خط و کتابت بھی تھی ایک خط میں دارا نے اس سے اس کے تخلص فانی کی بابت پوچھا تو اس مکتوب کے جواب میں فانی نے جو عرضداشت ارسال کی اس میں اس نے دارا کو ''مرشد مسترشدان'' اور ''بادشاہ دین و دنیا'' لکھنے کے علاوہ حسب ذیل قابل توجہ القاب سے نوازا:

بموقف عرض راز دانان ملک وملکوت و رمز شناسان جبروت و لاہوت کہ مقربان درگاہ صاحب عالم فانی ونزدیکان بارگاہ مالک جہاں، جاودانی (۳)

اس قسم کے اصحاب کے ساتھ تعلقات نے دارا کو شرعی عبادات کو رسمی عبادات کہنے اور ان سے بے زاری کا اظہار کرنے پر اکسایا تھا۔

سرمد

وہ آرمینیہ کا باشندہ، کاشان میں مقیم رہا اور نسلاً یہودی تھا، اسرائیلی زبانوں اور علوم کا ماہر اور مشہور حکماء ملا صدرا شیرازی اور ابوالقاسم فندرسکی کا شاگرد تھا، ہندوستان چلا آیا، حیدر آباد (دکن) میں رہا، عبداللہ قطب شاہ نے اسے خوش آمدید کہا وہ اپنے ٹھٹھہ کے قیام (۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء) کے دوران ایک ہندولڑکے ابھی چند پر ایسا عاشق ہوا کہ بس اسی کا ہو کر رہ گیا، اسے کئی زبانیں سکھائیں، اس ہندولڑکے نے اس کی نگرانی میں توریت کے ابتدائی حصے کا فارسی میں ترجمہ کیا، دبستان مذاہب کا مولف سرمد سے ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء کو حیدر آباد میں ملا تھا(۴) اور اس کے کئی اقوال بھی نقل کئے ہیں اس کے اشعار سے عیاں ہوتا

---

(۱) فانی: مثنویات فانی مرتبہ عابدی ص ۵　　(۲) داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء ص ۱۸۰

(۳) پاکستان میں فارسی ادب ۲/ ۳۴۰

(۴) سرمد کے یہ حالات معاصر کتاب دبستان مذاہب سے ماخوذ ہیں (۲۱۵-۲۱۶)

ہے کہ وہ وحدت ادیان کا قائل تھا، اس کا ایک شعر ہے:

در کعبہ و بت خانہ سنگ او شد وچوب اوشد
یکجا حجر الاسود و یکجا بت ہندو شد(۱)

اگرچہ اس نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن اس کے نظریات وافکار میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا وہ ۱۰۶۴ھ/ ۱۶۵۴ء کو دہلی پہنچا، معاصر تذکرہ نویس شیر خان لودھی نے مرأۃ الخیال میں لکھا ہے کہ چونکہ داراشکوہ کی طبیعت اس قسم کے مجانین کی طرف راغب ہے، اس لئے:

چوں خاطر سلطان داراشکوہ بجانب مجانین میل داشت صحبت باوی در گرفت و مدتی باتر صفات اوسرخوش بودتا آنکہ روزگار طرح دیگر انداخت (۲)

ہمارا قیاس ہے کہ سرمد یونہی گھومتا پھرتا ہوا دہلی نہیں پہنچا تھا بلکہ داراشکوہ نے اسے خود بلایا تھا دارا کے ساتھ اس کی مراسلت بھی تھی، دارا کے دو خطوط بنام سرمد طبع ہو چکے ہیں (۳)۔

سرمد کے اپنے کلام اور معاصر لٹریچر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ:

۱- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا قائل نہیں تھا۔

۲- وہ کلمۂ طیبہ کا صرف نفی والا حصہ لا الہ ہی پڑھتا تھا۔

۳- وہ خدا کا بھی منکر تھا (۴)۔

اورنگزیب نے اپنے آغاز حکومت میں جہاں دوسرے غیر متشرع صوفیہ کا احتساب کیا وہاں سرمد کو بھی طلب کیا گیا اس سے مندرجہ بالا عقائد پر سوالات کئے گئے علماء کی عدالت

---

(۱) ایضاً ۲۱۶ (۲) لودھی، شیر خان: مرأۃ الخیال، طبع کول ۱۸۴۸ء، ۱۵۴

(۳) پہلا مکتوب مرتبہ سید مصطفیٰ طباطبائی رسالہ انڈوایرانیکا (کلکتہ) میں طبع ہوا (بحوالہ سکینۃ الاولیا، مقدمہ ۳۶) دوسرا مکتوب سرمد بنام دارا اور اس کا جواب از طرف دارا مجمع الافکار مرتبہ اقتدار حسین صدیقی - پٹنہ، ۱۹۹۳ء میں شامل ہے۔ (۲۸)

(4) Hashmi, B. A : Sarmed, his life and Quatrains, Islamic Culture, oct. 1933. p. 671.

میں وہ ان کے مناسب جواب نہ دے سکا جس کے جرم میں اسے موت کی سزا دی گئی(۱)۔

یقیناً دارا شکوہ اسی قسم کے صوفیۂ خام کی صحبت میں رہ کر ''کعبہ و بت خانہ'' اور ''مسجد و مندر'' کا فرق مٹانے کے درپے ہوا تھا۔

بابا لال

وحدت ادیان کے پرچار اور کفر و اسلام کے فرق کو مٹانے کے لئے وجود میں آنے والی بھگتی تحریک کا اس آخری دور شاہ جہانی میں بابا لال ہی علم بردار تھا اور اپنی فکر کو پھیلانے کے لئے اس نے باقاعدہ ایک حلقہ بنا رکھا تھا جو بابا لالی کہلاتے تھے۔

دارا شکوہ کا اس کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا، وہ اپنے پرائیویٹ سیکرٹری چندر بھان برہمن کے ہمراہ لاہور میں بابا لال سے نومبر اور دسمبر ۱۶۵۳ء کو دو ماہ تک ملاقاتیں کرتا رہا جس میں چندر بھان ترجمان کی حیثیت سے موجود تھا، اس عرصہ میں بابا سے جو گفتگو ہوئی وہ کتابی صورت میں ہندی زبان میں محفوظ کر لی گئی (۲) بعد میں ان مکالمات کے ترجمان چندر بھان برہمن نے اس کا فارسی میں مخزن نکات یا نادر النکات کے نام سے ترجمہ کیا (۳) ان مکالمات میں جو سوالات دارا نے کئے ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا ذہن کس طرح تیزی سے ان سادھوؤں کے افکار سے متاثر ہو رہا تھا، اس کے بعد جب اس نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا گہرا مطالعہ اور پھر ان پر تحقیق و ترجمہ کا کام شروع کیا تو اس وقت تک وہ بابا لال سوامی کے رنگ میں پوری طرح اپنے آپ کو رنگ چکا تھا۔

---

(۱) سرمد کے قتل کے سلسلے میں مختلف بیانات کے لئے ملاحظہ ہو:

واقعات عالمگیری ۱۲۱-۱۲۲، مآثر الامراء ا / ۲۲۴-۲۲۵، مرأۃ الخیال ص ۱۵۴ وغیرہ

(۲) اصل رسالہ کا ہندی نام یہ ہے: Goshti Baba Lal Dyal

(Abidi, S.A.H : Chandra Bhan Brahman, Islamic Culture, April 1966. p. 94)

(۳) یہ فارسی ترجمہ اور پھر اس کا اردو ترجمہ بھی کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

اس رسالہ کا فرانسیسی ترجمہ مشہور مستشرق ماسینیون (L. Massignon) نے کیا جو پیرس سے ۱۹۲۶ء کو شائع ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دارا ملاقات کے انہی ایام میں حسنات العارفین بھی مرتب کر رہا تھا اور ان ملاقاتوں کے بعد ہی یعنی جنوری ۱۶۵۵ء کو اسے مکمل کر لیا تھا، اس کتاب میں بابا لال کی وہ نصیحتیں جو اس نے دارا کو کی تھیں محفوظ ہیں۔

دارا اس کتاب میں بابا لال کو ''کمل عرفا'' اور تمام ہندوؤں میں اسے اس سے زیادہ ''عارف و متین'' شخص نظر نہیں آتا، اس نصیحت سے جو اس نے دارا کو کی کفر و اسلام کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے، بابا نے کہا:

ہر قوم میں عارف و کامل ہوتے ہیں خدا ان کی برکت سے اس قوم کو نجات دیتا ہے تم کسی قوم کے منکر نہ ہونا (۱)۔

ایک اور مقام پر بابا اسے نصیحت کرتا ہے:

(اے دارا) تم شیخ نہ بننا، ولی نہ بننا اور نہ ہی صاحب خوارق و کرامات ہونے کی خواہش کرنا بلکہ آزاد مشرب فقیر بننا (۲) (فقیر بے ساختگی)

اس سے اگلے سال ۱۰۶۵ھ/ ۱۶۵۵ء کو جب دارا اپنی مشہور کتاب مجمع البحرین لکھنے بیٹھا تو اس پر بابا لال کے افکار پوری طرح مسلط ہو چکے تھے (۳)۔

دارا شکوہ نے مجمع البحرین میں نبوت و ولایت کے بیان کے تحت بابا لال کو اپنا مرشد لکھا ہے:

---

(۱) دارا شکوہ: حسنات العارفین ۴۹

(۲) ایضاً ۵۵ بابا لال کی اصطلاح ''فقیر بے ساختگی'' کا یہ ترجمہ عصر حاضر میں وحدت ادیان کا سب سے بڑا تحریری نعرہ لگانے والے ڈاکٹر اطہر عباس رضوی نے کیا ہے یعنی

"Be rather an independent Faqir" (Muslim Revivalist Movements in India, p. 355)

(۳) ڈاکٹر رضوی نے اس حقیقت کو اس طرح تسلیم کیا ہے:

The answers which Dara Shukoh received form Baba Lal .... were fully drawn upon by him in his unique work Majma-ul-Bahrain .... (Rizvi, Movements, p. 355)

درزمان دیگر چوں شیخ من جنید ثانی شاہ میر واستاد من میاں باری ومرشد من ملا شاہ وشاہ محمد دلربا وشیخ طیب سرہندی وباوالال بیراگی (۱)

بابا لال نے سرہند کے قریب دہیان پور میں ایک مندر کے ساتھ اپنے چیلوں کی تربیت کے لئے ایک تربیت گاہ بنالی تھی، ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ داراشکوہ کے حکم سے یہ سمادھیٔ بابالال تعمیر کی گئی تھی جواب تک موجود ہے (۲) جہاں بہت سے طالب اس کے گرد جمع رہتے تھے۔

ہمارا قیاس ہے کہ داراشکوہ نے بابالال کے لئے قصداً یہ سمادھی سرہند میں بنائی تھی کہ ''مجددی تحریکیں''، جس کی بنیادی فکر احیائے اسلام ہے اور جس کا مرکز سرہند شریف تھا کی نقل وحرکات سے وہ ہر وقت باخبر رہ سکے۔

چندر بھان برہمن

چندر بھان برہمن (۹۸۲-۱۰۷۴ھ/ ۱۵۷۴-۱۶۶۴ء حدود) شاہ جہانی عہد میں معزز عہدوں پر فائز رہا (۳) وہ ہندو ہونے کے باوجود مسلمان اساتذہ سے عربی وفارسی اور دینی تعلیم حاصل کرتا رہا اس کی طبیعت اور مزاج بالکل داراشکوہ جیسا تھا فرق صرف یہ تھا کہ دارا نے حصول تخت کے لئے اپنے مذہبی عقائد کو سیاسی لبادہ اوڑھا دیا تھا، معاصر مورخ محمد صالح کنبوہ نے لکھا ہے:

اگر چہ بظاہر زنار بند است اما سراز کفر برمی تابد وہر چند بصورت ہندواست امادر

---

(۱) داراشکوہ: مجمع البحرین ۱۰۳

(۲) گنیش داس وڈیرہ نے دارا کے کئی مرتبہ بابالال کے پاس جاکر مستفید ہونے کا ذکر کرنے کے بعد بتایا ہے کہ اس وقت تک بابا کے سجادہ نشینوں کا سلسلہ جاری ہے (چار باغ پنجاب ۲۹۶) نیز دیکھئے مقدمہ جوگ بشسٹ نوشتہ امیر حسن عابدی ص ۷، سراکبر حاشیہ مطبوعہ تہران، مقدمہ ۷ ۲۴

(۳) ڈاکٹر امیر حسن عابدی نے اسلامک کلچر (اپریل ۱۹۶۶ء) میں ڈاکٹر عبدالحمید فاروقی نے مقدمہ دیوان برہمن میں اور ڈاکٹر ظہور الدین احمد نے پاکستان میں فارسی ادب (۲/ ۹۴-۱۲۴) میں معاصر مآخذ اور برہمن کے بیانات کی روشنی میں برہمن کے حالات زندگی مرتب کئے ہیں

معنی درا سلام می زند(۱)

اس کی نظر میں کعبہ و بت خانہ، مسجد و مندر اور مسلمان و ہندو میں کوئی مذہبی فرق نہیں تھا، وہ اپنے افکار کے اعتبار سے وحدت ادیان کے مکتب فکر کا ایک خاص رکن معلوم ہوتا ہے، اس نے اپنے اشعار میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ دارا شکوہ کے لئے بڑے پر کشش تھے۔ایک بار دارا نے شاہ جہان سے کہا کہ برہمن کو بلا کر اس سے وہ تازہ شعر سننا چاہتا ہوں جس میں اس نے کہا ہے کہ میں کئی مرتبہ کعبہ گیا لیکن چونکہ میرا دل کفر آشنا تھا اس لئے واپس آیا تو وہی برہمن ہی تھا، چنانچہ برہمن نے دربار میں حاضر ہو کر اپنا یہ شعر سنایا:

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم(۲)

دارا کا یہ سب سے پسندیدہ شعر تھا جو اس نے اصرار کر کے شاعر کو دربار میں بلا کر اس کی زبان سے سنا، ایک شعر میں اپنے بت خانے کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے شیخ جب یہ خراب ہو جاتا ہے تو اسے خانہ خدا کا نام دے دیا جاتا ہے:

ببین کرامت بتخانۂ مرا ای شیخ کہ چوں خراب شود خانہ خدا گردد(۳)

ہمارے خیال میں اس کا درج ذیل شعر اس عہد کے وحدت الوجود کی فکری ترجمانی کرتا ہے جبکہ اس فکر کو وحدت ادیان کے لئے استعمال کیا جا رہا تھا:

خانہ بسیار ولی صاحب ہر خانہ یکست بانی خانہ و بت خانہ ومی خانہ یکست

اس کے دیوان میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جن سے اس کے مذہبی رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے اگر دیوان دارا شکوہ اور دیوان برہمن کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو متصوفانہ افکار میں بہت مماثلت ملے گی اسی جذباتی ہم آہنگی کی بنیاد پر تو دارا شکوہ نے اس کی خدمات شاہ جہان سے اپنے لئے مانگ لی تھیں، جب دارا شکوہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا تو برہمن اس کے مصاحب کی حیثیت سے اس کے ہمراہ تھا اور جب دارا اس مہم سے ناکام واپس آیا تو لاہور میں بابا لال اور دارا کی ملاقات میں بھی ترجمان کی حیثیت سے برہمن شامل تھا اس

(۱) کنبوہ، محمد صالح: عمل صالح ۳/ ۴۳۴

(۲) عابدی، امیر حسن: چندر بھان برہمن (مقالہ مشمولہ اسلامک کلچر، اپریل ۱۹۶۶ء ۸۴ (۳) ایضاً ۸۷

ملاقات کے دوران گفتگو کو ریکارڈ کرنے اور پھر اس کا فارسی ترجمہ کرنے کی خدمت بھی برہمن نے ہی انجام دی تھی (۱) وہ اپنی منشات میں سرہند جا کر بابالال دیال سے ملنے کا ذکر کرتا ہے جس کے پاس دور دراز سے لوگ آتے تھے (۲)۔

میاں باری (ف ۱۰۶۲ھ/ ۱۶۵۲ء)

داراشکوہ نے حسنات العارفین اور مجمع البحرین میں انہیں اپنا استاد بتایا ہے، دارا کئی سال ان کے پاس جاتا رہا لیکن انہوں نے اس سے بات تک نہ کی، آخر تین سال جب دارا نے ان کی خدمت کی تو انہوں نے گفتگو سے نوازا، انہوں نے مرتے دم تک دارا سمیت کسی کو اپنا نام ونشان تک نہ بتایا، دارا کہتا ہے کہ چونکہ وہ قصبہ باری کے نواح میں عزلت گزین تھے اس لئے میں انہیں ''باری تعالیٰ'' کہا کرتا تھا آخر وہ سکوت ٹوٹا اور وہ خاموشی رازدارانہ گفتگو میں اس طرح تبدیل ہوگئی کہ دارا ان کی ''خدمت ایشان بسیار گستاخ بودم'' ایک مرتبہ دارا نے ان سے پوچھا کہ آپ کس کے بندے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں ''بندۂ خود'' ہوں انہوں نے مزید کہا کہ میں اپنا مرشد بھی آپ ہی ہوں میں خود ہی اپنا مرید ہوں...... وہ باطنی طور پر ہر وقت داراشکوہ کے حالات سے آگاہ رہتے تھے...... وہ موسم سرما وگرما میں بھی برہنہ رہتے تھے ان کا مقبرہ جو انہوں نے خود بنوایا تھا موضع سرحنہ از توابع پرگنہ باری ایک تالاب کے کنارے تھا جس پر داراشکوہ نے ایک بند بھی بندھوایا تھا۔

داراشکوہ نے خود لکھا ہے کہ وہ جب تک (ان کے مرتے دم تک) ان کے پاس جاتا رہا لیکن ان کی محفل میں کبھی اللہ پاک کا ذکر تو درکنار کبھی نام بھی نہیں آیا، اسی طرح انبیاء واولیاء کے اسماء بھی کبھی ان کی زبان پر نہیں آئے تھے (۳) ایک مرتبہ دارا نے ان سے پوچھا کہ ان کی تعلیم کہاں تک ہے؟ تو بولے میں نے ''ملا و پنڈت دونوں کو مار ڈالا ہے (۴)''۔ یعنی وہ اسلامی وغیر اسلامی علوم سے بے زار تھے۔

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذا تحت ''بابالال''

(۲) منشات برہمن بحوالہ مقدمہ دیوان برہمن نوشتہ عبدالحمید فاروقی ۶۷

(۳) و (۴) یہ تمام تر معلومات دارا کی تالیف حسنات العارفین سے ماخوذ ہیں ۶۹-۷۱

شیخ سلیمان مصری قلندر

سلسلۂ قلندریہ سے تعلق رکھتے تھے، دارا کی ان سے ۱۰٦۴ھ/ ۱٦۵۴ء کو ملاقات ہوئی تھی اور خواب میں اسے ایک قلندر مشرب بزرگ سے ملاقات کے بارے میں پہلے ہی آگاہ کردیا گیا تھا وہ سیاحت پیشہ تھے جب وہ ملتان پہنچے تو دارا نے والیٔ ملتان کو حکم دیا کہ ان کا پورے اعزاز سے استقبال کرے اور انہیں دارالخلافہ لانے کا انتظام کیا جائے، عند الملاقات دارا کو ان میں ''یگانگی مشرب'' کا احساس ہوا۔ دارا چونکہ اپنے ہم مشرب صوفیہ کا متلاشی تھا اس لئے یہ اس کے لئے بڑی نعمت تھے، وہ خاصے آزاد مشرب تھے انہوں نے خود دارا سے بیان کیا تھا کہ ان کے نماز با جماعت نہ پڑھنے پر جب علماء نے اعتراض (طعن) کیا تو انہوں نے امامت کرانے والے اس دیار کے تمام علماء کو ناقص کہہ دیا:

علمائے ایں دیار طعن کردند کہ نماز با جماعت نمی گزارد، فرمودند: اقتداء بہ ناقصان نمی کنم (۱)

انہوں نے ایک بار دارا سے کہا کہ انہیں سیاحت کرتے ہوئے ۴۵ سال ہوگئے ہیں لیکن انہوں نے دارا جیسا سخنور اور عالی مشرب شخص نہیں دیکھا (۲)۔

شاہ فتح علی قلندر (ف ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء)

قلندریہ سلسلہ کی یہ دوسری شخصیت ہیں جن کے ساتھ ہمیں داراشکوہ کے تعلقات کا علم ہوا ہے شاہ فتح قلندر اپنے عم بزرگ شاہ عبدالقدوس اور شاہ مجتبیٰ قلندر عرف شاہ مجا قلندر لاہر پوری (ف ۱۰۸۴ھ/ ۱٦۷۴ء) کے تربیت یافتہ تھے (۳) سلسلہ قلندریہ ہندوستان میں وحدت الوجود کے لئے بحر زخار کی حیثیت رکھتا ہے، ہمارے خیال میں سلسلہ چشتیہ کے

(۱) داراشکوہ: حسنات العارفین ۷٦ (۲) ایضاً ۷۷

(۳) شاہ فتح علی قلندر کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

تقی علی قلندر: روض الازہر فی مآثر القلندر، طبع رام پور، ۱۳۳۵ھ ۱۷۴

تقی حیدر قلندر: (مرتب) تعلیمات قلندریہ (مجموعہ مکتوبات بزرگان قلندریہ، اس میں شاہ مجتبیٰ قلندر کے مکتوبات بنام شاہ فتح قلندر موجود ہیں) ۳۷-۴۰

بعد افکار ابن عربی کی شرح وتوضیحات میں اس سلسلہ کو خاص مقام حاصل ہے بلکہ سلسلہ چشتیہ کے دور زوال میں اس خدمت کو اس سلسلہ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا خانقاہ کاکوری نے اس سلسلہ کے افکار کی جو کتابیں شائع کی ہیں وہ وحدت الوجود کی مکمل تصویر ہیں انہوں نے شاہ محبّ اللہ الہ آبادی کے رسالہ تسویہ کی ایک مفصل شرح بھی شائع کی تھی (۱) شیخ مجتبیٰ قلندر اور شاہ فتح علی قلندر کے مابین جو مراسلات ہوئی ہے اس سے بھی عیاں ہوتا ہے کہ وہ کن افکار کے حامل تھے ان کے محبوب موضوع ''نفی خودی'' اور ''توحید وجودی'' ہیں (۲)۔

دارا شکوہ اور شاہ فتح علی کے درمیان بھی مراسلت کا سلسلہ تھا حسن اتفاق سے وہ سوالات جو دارا نے ان کی خدمت میں بھیجے تھے اور ان کے جوابات بصورت رسالہ محفوظ ہیں اور شائع ہو چکے ہیں (۳)۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

شاہ فتح قلندر اپنے جوابات کی وضاحت کے لئے جن شخصیات کے اقوال پیش کرتے ہیں ان میں مجذوب شیرازی کے علاوہ بھگت کبیر کا نام بھی شامل ہے جس کے افکار وہ ''موحد ہندی'' کے لقب سے فخر سے درج کرتے ہیں۔

ایک سوال میں دارا نے پوچھا کہ کس علم کو حجاب اکبر کہا گیا ہے تو شاہ فتح فرماتے ہیں:

علم حق در علم صوفی گم شود — ایں سخن کی باور مردم شود

دارا نے ان سے جب ''ظلوماً جھولاً'' کے بارے میں پوچھا کہ یہ انسان کی تعریف میں کہا گیا ہے یا اس کی مذمت میں؟ اس کا جو جواب شاہ فتح علی نے دیا وہ حرف بحرف ملا شاہ بدخشی کی تفسیر کے مماثل ہے۔

دارا نے ان سے دریافت کیا کہ ''بے نہایت'' دل میں کیسے سما سکتا ہے؟ تو اس کے جواب میں شاہ فتح نے فرمایا

---

(۱) تصفیہ شرح تسویہ (فارسی از حافظ علی انور قلندر کاکوروی مع اردو ترجمہ از تقی حیدر قلندر بن شارح، مطبوعہ کاکوری۔

(۲) تقی حیدر: تعلیمات قلندریہ ۳۸-۴۲

(۳) شامل مقدمہ جوگ بشسٹ مرتبہ امیر حسن عابدی، طبع علی گڈھ

حلول و اتحاد ایں جا محال است زعین وحدتش ایں خود ضلال است(۱)

صوفی احمد شطاری

سلسلہ شطاریہ کی تصوف میں بے راہ روی اور شریعت سے دوری کا تذکرہ ہم اسی مقدمہ میں مستقل عنوان کے تحت کر چکے ہیں، داراشکوہ کے جن مشائخ سے تعلقات تھے ان میں ایک صوفی احمد شطاری (۲) بھی تھے جن کی خدمت میں دارا نے بارہ سوالات پر مشتمل ایک عریضہ ارسال کیا۔ ان سوالات کے جو جواب صوفی احمد شطاری نے دیے وہ بابا لال بیراگی کے جواب کے ہم معنی ہیں اور اتحاد و حلول کی باتیں پردے پردے میں کہہ دی ہیں (۳)۔

شاہ دولہ دریائی گجراتی

شاہ دولہ گجراتی (ف ۱۰۸۷ھ/ ۱۶۷۶ء) پنجاب کے چند معروف مشائخ میں سے تھے، داراشکوہ ان سے ملا تھا (۴)۔ شاہ دولہ ایک آزاد مشرب صوفی تھے ان کے نزدیک ہندو اور مسلمان میں کوئی خاص فرق نہیں تھا، ان کے حلقۂ مریدین میں کئی ہندو بھی شامل تھے وہ صلح کل کی پالیسی پر عمل پیرا تھے ان کے انہی اوصاف کے باعث داراشکوہ ان کا معتقد ہو گیا تھا، ان کا ایک مرید خاص بلہب رائے ہندو تھا جسے انہوں نے ''سدا سنت'' کے خطاب سے نوازا تھا، وہ داراشکوہ کا وکیل بھی تھا ایک مرتبہ دارا نے اپنے اسی ایلچی کو نذر و نیاز دے کر شاہ دولہ کی خدمت میں بھیجا کہ میرے لئے تاج و تخت کی دعا کریں تو انہوں نے

---

(۱) عابدی: جوگ بشسٹ از داراشکوہ، مقدمہ ۲۶

(۲) صوفی احمد شطاری کے حالات ہمیں اس وقت تک معلوم نہیں ہیں ہمارے کتابخانے میں ایک شجرہ نامہ کا خطی نسخہ ہے جو صوفی احمد شطاری کے مرید محمد سردار صوفی کا مرتب کیا ہوا ہے جس میں صوفی احمد شطاری کے مشائخ طریقت کے مختلف شجرات درج ہیں۔

(۳) سوال و جواب داراشکوہ و صوفی احمد شطاری کا قلمی نسخہ نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے (نوشاہی، سید عارف: فہرست نسخہ ہای خطی موزۂ ملی ۲۳۵)

(۴) جہان آراء: رسالہ صاحبیہ ۹۱

نورِ فراست سے یہ معلوم کرلیا کہ بادشاہت دارا کو نہیں ملے گی (۱)۔

شاہ دولہ نے اسی سدا سنت کو خلافت بھی دی تھی جو ہر وقت نشے میں رہتا تھا اور شراب کے بغیر اس کا گزارا بھی نہیں ہوتا تھا، خود شاہ دولہ اپنے مریدین کو مذہب کفار (ہندو) کے مطابق تلقین کرتے تھے اور صلح کل کی پالیسی پر عمل پیرا تھے، معاصر ماخذ کرامت نامہ میں ہے:

بلہب رائے سدا سنت مرید معتقد حضرت ولی اللہ شاہ دولہ...... کہ شاہ دولہ خلیفہ مقرر کردہ ہموارہ مست بادہ خود پرستی می باشد ووے بے آب شراب نمی ماند......
ہمیشہ شاہ دولہ را از مقدمات تصوف بمذاہب کفار تلقین نمودہ دم بصلح کل می زند......(۲)

شاہ دولہ کی درگاہ میں ان کے مریدین بھنگ پیتے تھے خود شاہ دولہ کی وضع قطع ہندوؤں جیسی تھی وہ زنار اور مالا کا استعمال کرتے تھے اور ہندوؤں کی طرح قشقہ بھی لگاتے تھے۔ خود شاہ جہان کو جب ان امور کا علم ہوا تو اس نے قاضی عبدالوہاب کو ان معاملات کی تحقیق کے لئے بھیجا (۳)۔

شاہ دولہ کی سب سے مستند و ضخیم سوانح ان کے مرید خاص مشتاق رام نے کرامت نامہ کے نام سے تالیف کی تھی (۴) گویا شاہ دولہ سے بیعت ہونے کے لئے مسلمان ہونا تو درکنار خلافت کے لئے بھی ہندو یا مسلمان کی تفریق لازم نہیں تھی اسی لئے دارا شکوہ کو ان کے ساتھ ہم مشربی کا احساس ہوا تھا۔

دیگر صوفیۂ خام

دارا شکوہ نے حسنات العارفین میں کئی معاصر صوفیہ سے اپنی ملاقات کا حال اور ان کے اقوال لکھے ہیں ان میں سے چند ایک کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں:

---

(۱) مشتاق رام گجراتی: کرامت نامہ ۱۶۸

(۲) ایضاً ۲۲۱-۲۲۲ (۳) ایضاً ۲۳۰-۲۳۱

(۴) کرامت نامہ تاحال طبع نہیں ہوئی ہے۔ اس کا ایک خطی نسخہ بخط سید شرافت نوشاہی مرحوم اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔

اس نے حسنات العارفین میں شاہ محمد دلربا کو اپنا استاد اور مجمع البحرین میں اپنا مرشد بتایا ہے(۱) اور ان کے جتنے اقوال نقل کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسخ شدہ تصوف کی ساری منزلوں کو تہ کر کے حلول و اتحاد کے دائرہ میں داخل ہو چکے تھے وہ دارا سے ملا شاہ بدخشی کے اشعار سنانے کی اکثر فرمائش کیا کرتے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس فکر سے متاثر ہو کر اس رنگ میں رنگے گئے تھے۔ ان کی زبان پر دارا کے لئے اکثر یہی الفاظ ہوتے ''اللہ بیا، اللہ بنشین، ظاہر خلق باطن خالق است وظاہر خالق باطن خلق (۲)''

شیخ طیب سرہندی کو بھی دارا نے مجمع البحرین میں اپنا مرشد لکھا ہے(۳) اسی شیخ طیب کے ذریعہ دارا کو بابا پیارے کے بہت سے اقوال ملے تھے شیخ طیب بابا پیارے کے سلسلہ پیاریہ سے تعلق رکھتے تھے ان میں سے بعض فرمودات یہ ہیں:

بابا پیارے کسی قسم کی ظاہری عبادت نہیں کرتے تھے قرآن وحدیث سے اقوال کبھی نقل نہیں کیا کرتے تھے خدا کا نام اس لئے نہیں لیتے تھے کہ وہ تو غائب ہے، وہ مسنون طریقہ سے بال بھی نہیں کٹواتے تھے(۴)۔ یہ ہے بابا پیارے کی تصویر جن کے متعلق دارا کا اعتقاد تھا:

از کبار مشائخ ہندوستان است ...... از اولیا...... مثل وی دران وقت کسی نہ بودہ(۵)

صلح کل کا علمبردار ہونے کی وجہ سے دارا کے سکھوں کے گروؤں سے بھی بہت خوش گوار تعلقات تھے، جب دارا اورنگزیب سے شکست کھا کر لاہور کی طرف بھاگا تو وہ گرو ہر رائے (۱۶۳۰-۱۶۶۱ء) کے پاس بھی گیا، عصر حاضر کے سکھ مورخین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس جنگ تخت نشینی میں ہمارے گرو کی ہمدردیاں ''متعصب'' اورنگ زیب کی بجائے ''وسیع المشرب'' دارا شکوہ کے ساتھ تھیں، بقول خشونت سنگھ:

---

(۱) دارا شکوہ: مجمع البحرین ۱۰۲ (۲) دارا: حسنات العارفین ۷۲-۷۵

(۳) مجمع البحرین ۱۰۲ (۴) حسنات ۵۶

دبستان مذاہب (۱۴۹) میں پیار پنتھیان کو ایک فرقہ بتایا گیا ہے اور اس کے بانی کا نام بابا پیارا ہی لکھا گیا ہے۔

(۵) ایضاً ۵۵

Har Rai became friendly with - Dara Shikuh, who being of sufi persuasion sought the Company of saintly men of all denominations, when the war of succession began between shah Jahan's sons, The Guru's sympathies were naturally more with the liberal Dara Shikuh than with the bigoted Aurangzeb.(۱)

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ دارا کے ہر رائے کے ساتھ مذہبی ہم آہنگی کی بنیادوں پر تعلقات تھے یہی وجہ تھی کہ جب وہ شکست کھا کر بھاگ رہا تھا تو اورنگزیب کی متعاقب فوج کو گرو نے دریائے ستلج عبور کرنے سے روکنے کی کوشش کی تا کہ دارا کو ایران بھاگ جانے کا موقع مل جائے، عہد حاضر کے ایک سکھ مورخ ڈاکٹر فوجا سنگھ نے اسے اس طرح تسلیم کیا ہے:

Guru Har Rai, was similarly inspired when he led his troops to the bank of the river Satluj in order to block the passage across the river of Aurangzeb's Troops marching in hot pursuit of Dara Shikuh.(۲)

جب کہ نقشبندی بزرگ پنجاب میں رہتے ہوئے سکھوں کی مذہبی سرگرمیوں اور مسلمانوں کے خلاف ان کی کارروائیوں کو ہمیشہ اسلام کے خلاف ایک محاذ قرار دیتے رہے، خود حضرت مجدد الف ثانی نے گرو ارجن کے قتل کو اسلام کی فتح عظیم اور کفر کی شکست قرار دیا تھا(۱) یہی حضرت خواجہ محمد معصوم اور دیگر حضرات نقشبندیہ کا نقطۂ نظر تھا جسے اورنگزیب نے

(1) Khushwant Singh : History of the Sikhs, Vol. I.p. 68

(2) Fuja Singh : The martydom of guru Tegh Bahadur (The Panjab past and Presant, April. 1975, p. 154)

(۱) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۱۹۳ (تفصیل متعلقہ مقام پر بیان کی جا چکی ہے)

اپنایا تو وہ سکھوں کی نظر میں ''متعصب'' اور دارا ''وسیع المشرب'' کہلایا۔

داراشکوہ نے شاہ محمد دلربا کے نام اپنے ایک خط میں واضح طور پر تسلیم کیا ہے کہ انہی صوفیہ کی صحبت کی بدولت ''اسلام مجازی'' اس کے دل سے برخاست ہو چکا ہے اور ''کفر حقیقی'' رونما ہو رہا ہے اور انہی کی صحبت کی برکت سے کفر حقیقی کی صحیح قدر سمجھ سکا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اب وہ صحیح معنوں میں ''زنار پوش، بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشین'' بنا ہے، اس کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

الحمدللہ الحمدللہ کہ از برکت صحبت ایں طائفہ شریفہ مکہ مکرمہ معظّمہ از دل ایں فقیر اسلام حقیقی برخاست و کفر حقیقی روی نمود...... اکنون قدر کفر حقیقی دانستم زنار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشین گشتم (۱)

(۱) نجیب اشرف ندوی (مرتب): رقعات عالمگیر ۳۲۲

دارا شکوہ کے عقائد

اس پس منظر میں دارا کے مذہبی عقائد کی نشو ونما ہوئی وہ آزاد مشرب صوفیہ کی صحبت میں رہ کر کیا سے کیا بن گیا، جوگیوں، سنیاسوں اور پنڈتوں کے افکار اس پر پوری طرح مسلط ہو گئے تھے اس کے مقابلہ میں اورنگزیب راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ کی صحبت میں ''محی الدین'' بن کر میدان عمل میں آیا۔

یہاں دارا شکوہ کے عقائد کا اس لئے تجزیاتی خاکہ پیش کیا جا رہا ہے کہ اہل علم کو اس امر کا اندازہ ہو سکے کہ یہ دو بھائیوں کا ٹکراؤ نہیں تھا نہ یہ کوئی عام اور رسمی تخت نشینی کی جنگ تھی بلکہ دو نظریات کے حاملین کا مقابلہ تھا آزاد خیالی، صلح کل، الحاد و زندقہ اور حامیان شرع شریف ہندوستان کے مستقبل کا نظریاتی فیصلہ کرنے کے لئے میدان کارزار میں اترے تھے، کامیابی اہل حق کو ہوئی۔

آیئے دارا شکوہ کے عقائد اس کے اپنے بیانات کی روشنی میں مطالعہ کریں:

اپنے پردادا جلال الدین اکبر کی طرح دارا شکوہ بھی ابتداء میں ایک پکا مسلمان تھا، اس نے پچیس سال کی عمر میں ۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹ء کو جب اپنی پہلی کتاب سفینۃ الاولیاء مکمل کی تو اس کے آغاز میں اپنے نام کے ساتھ ''حنفی قادری'' لکھا، خلفائے راشدین کو اسلام کے چار رکن اور انہیں ملت اسلامیہ کے چار برج قرار دیتے ہوئے ان کے ساتھ دشمنی کو اسلام کی مخالفت اور ان کے ساتھ محبت کو خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ دوستی کا درجہ دیا۔ اسی طرح ائمہ اہل بیت کو وارثان علم حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کہا اور اہل سنت کے چار اماموں کو خانۂ اسلام کی چار دیواریں قرار دیا اور یہ حدیث نقل کی کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور بتایا کہ یہاں علماء سے مراد اولیاء کرام ہیں (۱)۔

زمانے کے اتفاقات دیکھئے کہ اسی سال دارا شکوہ کشمیر گیا اور ملا بدخشی جیسے آزاد مشرب صوفی سے اتنا متاثر ہوا کہ ان سے بیعت کر لی وہ ان کی صحبت میں تصوف کے مطالعہ میں

(۱) دارا شکوہ: سفینۃ الاولیاء ۱۲

ہمہ تن مشغول ہو گیا اور ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء کو جب اس نے اپنی دوسری کتاب سکینۃ الاولیاء تالیف کی تو اس میں ایسے بلند آہنگ دعوے کئے کہ وہ ان کا خلیفہ بن کر مریدین کی تعلیم و تربیت کرنے لگا۔

جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ اس نے سفینۃ الاولیاء میں اپنے نام کے ساتھ ''فقیر حقیر محمد داراشکوہ حنفی قادری'' لکھا اب جبکہ صرف تین سال بعد وہ سکینۃ الاولیاء لکھنے بیٹھا تو اپنا نام ''فقیر بے اندوہ محمد داراشکوہ'' لکھا(۱) گویا اب وہ ''بے اندوہ'' ہو گیا تھا اس لئے حنفی قادری لکھنا بھی لازم نہیں رہا تھا اور اس کے بعد تالیف ہونے والی کتب میں تو اس نے ان علماء کو جن کی شان میں حدیث پاک نقل کی تھی اور انہیں ولایت کے درجے پر فائز کیا تھا سے بدظن ہو چکا تھا اور جہاں ان کے خلاف اس نے بہت کچھ لکھا وہاں اس نے انہیں ''ابوجاہلان محمدی مشرب'' تک لکھ دیا(۲)۔

ملا شاہ بدخشی جن کے معتقدات کی ایک جھلک آپ داراشکوہ کے عقائد کے پس منظر میں ملاحظہ کر چکے ہیں، میں دارا اس طرح رنگا گیا کہ اس کے عقائد کی رنگینیاں اسے ایسی راہوں پر لے گئیں جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

جب اس نے اپنی دوسری کتاب سکینۃ الاولیاء (۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) تالیف کی تو اس نے بظاہر اس میں میاں میر لاہوری اور ان کے خلفاء کے مناقب بیان کئے تھے لیکن دراصل وہ اس کتاب کے ذریعہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اب وہ ایک عام شہزادہ یا ولی عہد سلطنت ہی نہیں ہے بلکہ ظاہر و باطن دونوں کا بادشاہ ہے اس میں عجیب و غریب دعوے کئے ہیں کہ ایک عام سالک جتنے مقامات ایک ماہ میں طے کرتا ہے وہ اس نے ایک ہی رات میں طے کر لئے اور جو مقام ایک سالک ایک سال کی ریاضت کے بعد حاصل کرتا ہے وہ اس نے ایک ماہ میں حاصل کر لیا ہے اور جتنی منزلیں ایک عام طالب سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد طے کرتا ہے وہ اس نے بغیر ریاضت کے طے کر لیں (۳) اور پھر ملا شاہ بدخشی نے اسے

(۱) داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء ص ۵ (۲) تفصیل متعلقہ مقام پر ملے گی۔

(۳) تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

خلافت سے نوازا اور اپنے مریدین تربیت کے لئے اس کے حوالے کئے۔

حیرت کا مقام ہے کہ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ بختیار کاکی، خواجہ فرید الدین گنج شکر اور حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے مدتوں جنگلوں میں رہ کر شدید ریاضتیں کیں، خود دارا نے میاں میر لاہوری اور ملا شاہ بدخشی کی سال ہا سال کی ریاضتوں کا تذکرہ دلچسپ پیرایہ بیان میں لکھا ہے(۱) کہاں محلات میں عیش وعشرت کی زندگی گزارنے والا شہزادہ چند دنوں میں ولایت کے مرتبے کو کیسے پہنچ گیا اور پھر ملا شاہ کا خلیفہ کیسے قرار پایا؟ یہ سب کچھ عوام کو یہ بتانے کے لئے تراشا گیا تھا کہ وہ صرف ولی عہد سلطنت ہی نہیں ہے بلکہ ظاہر و باطن کا بھی بادشاہ ہے۔ اس کی بہن جہاں آراء نے جہاں کہیں اس کا ذکر کیا ہے اسے ''عارف اسرار...... ولی عہد مملکت باطن و ظاہر (۲)'' لکھا ہے۔ ایک اور مقام پر اس نے دارا کو ''واصل کامل عارف باللہ محمد داراشکوہ''...... بتایا ہے(۳)۔

رسالہ حق نما، داراشکوہ کی تیسری تالیف ہے جسے اس نے ۱۰۵۶ھ/ ۱۶۴۶ء کو مکمل کیا۔ یہ رسالہ مختلف چھ فصول پر مشتمل ہے، آخری فصل وحدت الوجود کے بیان میں ہے اس میں اس نے اپنے ایک خواب کا تذکرہ کیا ہے کہ ایک شب اسے غیب سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر تجھے نوازا ہے روی زمین کے کسی بادشاہ کو یہ دولت عرفان میسر نہیں آئی اس رسالے میں اس نے میاں میر لاہوری اور ملا شاہ بدخشی کی بہت تعریف کی ہے، اور ملا شاہ کے طویل حبس دم اور تیس سال تک ریاضایات شاقہ کے لئے بے خوابی کا تذکرہ بڑے دل نشین انداز میں بیان کیا ہے، اس نے اس رسالہ میں وحدت الوجود کی جو تشریح کی ہے وہ ملا شاہ بدخشی کے بیان کردہ مفہوم سے بہت قریب ہے، اس نے بتایا ہے کہ دراصل اس کا یہ

---

(۱) دارا نے اپنے اپنے رسالہ حق نما میں لکھا ہے کہ ملا شاہ ریاضات شاقہ کے دوران سوئے تک نہیں۔

(۲) جہاں آراء: رسالہ صاحبیہ ۸۹

(۳) ایضاً ۱۰۵ (شہزادی جہاں آراء مونس الارواح میں بھی داراشکوہ کو صاحب باطن وظاہر کے لقب سے یاد کرتی ہے ''آغاز رسالہ'')

رسالہ فصوص الحکم، سوانح، لمعات اور لوامع جیسی کتب کا ضمیمہ وتکملہ ہے۔ اس رسالہ کا فارسی متن، اردو اور انگریزی تراجم بھی طبع ہو چکے ہیں۔

حسنات العارفین داراشکوہ کی چوتھی کتاب ہے جو اس نے ۱۰۶۲ھ/ ۱۶۵۲ء کو شروع کی اور ۱۰۶۴ھ/ ۱۶۵۴ء میں مکمل کر لی۔

۱۰۵۶-۱۰۶۲ھ/ ۱۶۴۶-۱۶۵۲ء کے دوران دارا اپنے ہم مشرب صوفیہ سے ملاقاتیں کرتا رہا اور خود کو ان کے رنگ میں اس طرح رنگ لیا کہ اس کی اپنی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مذہبی خیالات پر لوگوں نے اعتراضات کرنے شروع کر دیے تھے، جن کا جواب دینے کیلئے اس نے حسنات العارفین لکھی، داراشکوہ کے عقائد میں ۱۶۴۶-۱۶۵۵ء تک جو تبدیلیاں ہوئیں ان میں سے بعض کا اس نے خود اس کتاب میں تذکرہ کر دیا ہے۔

اس کتاب کے دیباچہ میں نہ تو اس نے اپنے نام کے ساتھ ''حنفی وقادری'' لکھا ہے اور نہ ہی انکسار کے طور پر اپنے ابتدائی قاعدہ کے مطابق فقیر حقیر لکھا ہے بلکہ:

''می گوید فقیر بے حزن واندوہ محمد داراشکوہ''

لکھنا ہی کافی سمجھا ہے اس نے وضاحت کی ہے کہ اس وقت جبکہ سال ۱۰۶۲ھ/ ۱۶۵۲ء ہے اور میری عمر ۳۸ سال ہوگئی ہے اہل سلوک کی کتابوں سے میرا دل بالکل ''ملول'' ہو گیا ہے اور مجھے ''وجد وذوق'' حاصل ہو چکا ہے اس لئے اس حالت میں اکثر میری زبان سے ''کلمات بلند حقائق ومعارف سرزد ہوتے رہتے ہیں۔'' اس کی اپنی ہی عبارت ذیل سے عیاں ہوتا ہے کہ اب اس کو کافر بھی کہا جانے لگا تھا:

زاہدان خشک بے حلاوت از کوتاہ بینی درصدد طعن وتکفیر وانکار می شد (۱)

اس کتاب کے دیباچے میں ہی اس نے راسخ العقیدہ علماء کو جو اس کی خلاف شرع باتوں پر اعتراض کرتے تھے ''پست فطرت، زاہد خشک، دجال، فرعون اور ابو جہلان محمدی مشرب'' جیسی صفات سے نوازا ہے گویا اس کے نزدیک ''محمدی مشرب'' ہونا بھی اب جرم

(۱) دارا: حسنات العارفین ۲

تھا چنانچہ اس نے اپنی ان خلاف شرع حرکات وسخنان کو سہارا دینے کے لئے تاویل کے طور پر متقدمین و معاصرین صوفیہ کی شطحیات کو اس کتاب میں یکجا کیا اور اسے اپنے اشعار سے بھی سجایا، وہ نامی گرامی اور انتہائی پابند شرع صوفیہ کی شطحیات بھی نقل کرتے ہوئے ان کے نام کے ساتھ ایسے القاب استعمال کرتا ہے مثلاً حضرت بایزید بسطامی کی شطح نقل کرتے ہوئے کہتا ہے'' عارف بے پروا از بدنامی بایزید بسطامی'' وہ شیخ اکبر ابن عربی کو بھی موحد اور بھگت کبیر کو بھی '' موحد ہندی'' ہی کہتا ہے اور اسے '' کمل عارفان ہندوستان'' بھی لکھا ہے(۱)۔ بابا پیارے جس کی خلاف شرع باتیں خود دارا کے الفاظ میں ہم نقل کر آئے ہیں کے متعلق لکھتا ہے کہ اکبر کے زمانے میں اس جیسا کوئی ولی نہیں ہوا(۲)۔

دارا کے محمد شریف نامی ایک خراباتی اور آزاد مشرب صوفی کے ساتھ نشست و برخاست تھی اس کے عجیب وغریب عقائد تھے دارا نے اس کے ایک رسالہ سے یہ شعر نقل کیا ہے:

پیش از ہزار سال محمد رسول بود　　　بعد از ہزار سال محمد شریف شد(۳)

یہ تو صرف محمد شریف خراباتی کی خرافات نہیں ہیں بلکہ اکبری عہد کا تصور'' کہ اسلام کی زندگی صرف ہزار سال تھی'' کی طرف از سر نو پیش قدمی کے مترادف ہے۔

ایک مقام پر نہایت فخر کے ساتھ دعویٰ کیا ہے کہ اپنے پیر ملا شاہ بدخشی کی سب سے بڑی شطح (خلاف شرع حرکت) میرا وجود ہے(۴)

جب وہ کتاب مکمل کر چکا (۱۰۶۴ھ) تو اس کے حواریوں (مریدوں) نے جنہیں وہ '' طالبان صادق'' کہتا ہے کہا کہ شہزادے تم اپنی شطحیات میں سے بھی تو اس میں کچھ درج کرو تو دارا نے جو جواب دیا اس سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ صرف شطحیات کے میدان میں کہاں تک دور نکل گیا تھا۔ اس نے کہا:

'' کہ تمام شطحیات جو میں نے بیان کی ہیں وہ دراصل میری ہی ہیں۔''

ہمارا بھی یہی قیاس ہے کہ اگر اس کتاب میں شامل شطحیات کو ان مشائخ کی معاصر کتب سوانح سے تقابل کیا جائے تو بہت سی شطحیات جو دارا نے ان سے منسوب کی ہیں محض

---

(۱) دارا: حسنات العارفین ۵۳　(۲) ایضاً ۵۵　(۳) ایضاً ۵۹　(۴) ایضاً ۶۰

اس کے ذہن کی پیداوار ثابت ہوں گی، اس نے میاں میر لاہوری اور ملا شاہ بدخشی کی جو شطحیات اس کتاب میں بیان کی ہیں وہ بھی اس نے اپنی شطحیات کو سہارا دینے کے لئے وقتی طور پر تراش لی ہیں کیونکہ سکینۃ الاولیاء میں اس قسم کی شطحیات کا اس نے ذکر نہیں کیا جس میں حضرت میاں میر نے اپنے مرید ملا شاہ بدخشی کے متعلق یہ کہا ہو کہ:

کشمیر کے خدا کا کیا حال ہے(۱)؟

تاہم اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں اس وقت کے تصوف میں تنزل کے آثار ملتے ہیں وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بھگتی تحریک شاہ جہان کے ان ایام میں داراشکوہ کی سرکردگی میں اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی اور اس تحریک سے وابستہ سارے صوفیہ کے ساتھ اس کے روابط تھے۔

انہی ایام میں داراشکوہ نے طریقت الحقیقت کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا جس میں اس نے وحدت الوجود کے مباحث کو نظم و نثر کے رنگین پیرایۂ بیان میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے پہلے صفحے پر ہی کعبہ و سومنات کے فرق کو مٹاتے ہوئے وحدت الوجود سے زیادہ وحدت ادیان کا رنگ یوں دیا ہے:

درکعبہ و سومنات توئی، درصومعہ وخرابات توئی، شمع و پروانہ بادہ و پیمانہ، عاقل و دیوانہ، آشنا و بیگانہ:

در کعبہ و سومنات افسانہ توئی	در ہر منزل عاشق دیوانہ توئی
خود گل شدہ و بلبل شیدائی	بر شمع جمال خویش پروانہ توئی (۲)

اس رسالے میں دارا نے سلوک کی مختلف منازل کا تذکرہ تیس مرحلوں میں کیا ہے جن سے ایک سالک کو گزرنا ہوتا ہے لیکن اس نے ہر مرحلے کی بنیاد وحدت الوجود پر رکھی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس نظریہ کو عملی طور پر کما حقہ سمجھ ہی نہیں سکا تھا۔

۱۰۵۶-۱۰۶۲ھ/ ۱۶۴۶-۱۶۵۲ء کے دوران کامل نو سال تک دارا شکوہ ہندو پنڈتوں، جوگیوں اور سنیاسیوں سے ملتا رہا اور ان کے قدموں میں بیٹھ کر ان سے ان کے

(۱) ایضاً ۶۳ (۲) داراشکوہ: طریقت الحقیقت - مطبوعہ گوجرانوالہ، ص ۱۶، ۱۸۹۵ء

خیالات و افکار سے مستفید ہوتا رہا ان میں سے بابا لال بیراگی، بنوالی داس ولی اور چندر بھان برہمن کا ذکر کیا جا چکا ہے ان کے علاوہ جگن ناتھ مسرا ملقب بہ پنڈت راجہ جو سنسکرت کا ماہر اور شاعر بھی تھا اور دارا شکوہ کی سرکار سے متوسل تھا دارا کے قتل کے بعد وہ متھرا چلا گیا اور باقی زندگی وہیں گزار دی، اور بنارس کا سرا سوتی ہندوستان کے پنڈتوں میں سب سے زیادہ نمایاں علمی حیثیت کا مالک تھا۔ اس کے افکار کے شاہ جہاں اور دارا شکوہ پر گہرے اثرات تھے، اسے مغل دربار سے دو ہزار روپے پنشن بھی ملتی تھی (۱)۔

دارا شکوہ نے ان سادھوؤں، پنڈتوں اور سنیاسیوں کی مدد سے ہندو مت کی مندرجہ ذیل کتب کے فارسی میں تراجم کئے:

اپنشد کا ترجمہ بنام سرِ اکبر، بھگوت گیتا کا ترجمہ، جوگ بشسٹ کا ترجمہ اور ہندو مت و اسلام کو ملانے اور ان کا فرق ختم کرنے کے لئے اس نے مجمع البحرین تالیف کی۔

ہندوؤں کی مذہبی کتب کے فارسی تراجم تو اس سے پہلے کے مسلمان حکمرانوں نے کروائے تھے تا کہ ہندو مذہب اور کلچر کو سمجھ سکیں لیکن ان کی مذہبی کتابوں کے ساتھ ہم آہنگی اور مذہبی قدروں کی اشتراک کی کوشش اس سے پہلے نہیں کی گئی، ابوالفضل نے مہابھارت کے فارسی ترجمہ پر ایک طویل دیباچہ لکھا جس میں اکبر کے عقائد میں سے بعض کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ سارا مقدمہ کفریات ولغویات کا مجموعہ ہے ورنہ اس سے قبل فارسی تراجم پر اپنی آراء کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔

دارا شکوہ نے ۱۰۶۵ھ/ ۱۶۵۵ء کو جبکہ اس کی عمر ۴۲ سال ہو چکی تھی اس نے ایک ایسا قدم اٹھایا جو اس کے زوال کا اصل سبب بنا یعنی اب تک اس نے آزاد مشرب مسلمان صوفیہ اور پنڈتوں سے ملاقاتوں کے بعد جو کچھ اخذ کیا اسے کتابی شکل دینے کی کوشش کی یعنی اس نے ہندو دھرم اور اسلام میں مشترک قدریں تلاش کرنے اور انہیں صحیح ثابت کرنے کی غرض سے کتاب مجمع البحرین تالیف کی صاف معلوم ہوتا ہے کہ نظریہ ہمہ اوست اس پر پوری طرح مسلط ہو چکا تھا، ایک شعر کے بعد اس کا آغاز یوں کرتا ہے:

---

(۱) حسرت، بکرماجیت: دارا شکوہ ۲۱۴-۲۱۵

حمد موفور یگانہ ای را کہ دو زلف کفر و اسلام را نقطۂ مقابل ہم اند بر چہرۂ زیبای بے مثل و نظیر خویش ظاہر گردانیدہ......

اس کے بعد اس نے اکبر کے عہد میں تعمیر ہونے والی ایک ایسی عمارت کے سنگ آویزاں سے ایک شعر نقل کیا ہے یہ عمارت دراصل اکبر نے کشمیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کیلئے مشترکہ استعمال کی غرض سے بنوائی تھی وہ شعر ابوالفضل کا تجویز کردہ تھا:

کفر و اسلام در رہش پویان وحدہٗ لا شریک لہٗ گویان(۱)

اس کے بعد اس نے اس کتاب کی غایت تالیف یہ بتائی ہے کہ مذہب صوفیہ کی حقیقۃ الحقائق اور رموز دقائق کی تحقیق کے بعد اہل ہند کے مشرب موحدان (ہندو دھرم) اور اس قدیم قوم (ہندو) کے کاملوں جو نہایت درجے کی ریاضت، ادراک، فہمیدگی، غایت تصوف، خدارسیدگی کے مرتبہ پر فائز ہیں کی صحبتوں سے مکرر فیضیاب ہوا اور اس کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ ان دونوں اقوام (اسلام اور ہندومت) میں صرف لفظی اختلاف کے سوا کچھ فرق نہیں ہے اس لئے ان دونوں کی باتوں کو ایک دوسرے پر منطبق کرنے کی کوشش کی، اس نے بتایا ہے کہ میں نے یہ تحقیق محض اپنے کشف اور ذوق سے کی ہے اور اس کا تعلق میرے اہل بیت سے ہے ورنہ مجھے ان دونوں اقوام سے کوئی سروکار نہیں ہے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

می گوید فقیر بے اندوہ محمد داراشکوہ کہ بعد از دریافت حقیقۃ الحقائق و تحقیق رموز دقائق مذہب حق صوفیہ و فائز گشتن بایں عطیہ عظمی درصدد آں شد کہ درک کند مشرب موحدان ہندو محققان ایں قوم قدیم نماید با بعض از کاملان ایشان کہ بنہایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف و خدایابی و سنجیدگی رسیدہ بودند، مکرر صحبتہا داشتہ گفت و گونمود جز اختلاف لفظی دریافت و شناخت تفاوتی ندید، ازیں جہت سخنان فریقین را باہم تطبیق داد...... دریں تحقیق را موافق کشف و ذوق خود و برای اہل بیت خود نوشتہ ام و مرا بعوام ہر دو قوم کاری نیست (۲)

(۱) داراشکوہ: مجمع البحرین مرتبہ محفوظ الحق ۷۹ (۲) ایضاً ۸۰

آپ نے دیکھا کہ اس نے اپنے ہم مشرب پنڈتوں کی تعریف میں مبالغہ کیا ہے اور علمائے اسلام کے خلاف اس نے کیا کچھ نہیں لکھا، یہاں اس کا یہ جملہ یقیناً سیاسی بیان ہے کہ مجھے ان دونوں قوموں (ہندو و مسلم) سے کوئی سرکار نہیں ہے اگر یہ بات درست تھی تو اس کتاب کی تکمیل کے بعد وہ کیونکر شب و روز ہندوازم کے مطالعہ میں غرق ہو گیا؟ اور اس نے ان کی کتابوں کے تراجم کروائے اور ان سے مذہبی ہم آہنگی کے دعوے کئے......؟ ہندو جوگیوں اور پنڈتوں کی صحبت نے اس پر یہ نظریہ مسلط کر دیا کہ کفر اور اسلام ایک ہی دریا کے دو دھارے ہیں جو آگے جا کر مل جاتے ہیں۔

اورنگزیب کے مخالف اور مشہور مورخ سر جادو ناتھ سرکار کا یہ خیال درست ہے "دارا مجمع البحرین کی تالیف سے ان دو مذاہب کے درمیان مشترک "قدروں کو تلاش کرنا چاہتا تھا(۱)"

اسے مجمع البحرین کو عام کرنے اور اسے ہندوؤں تک پہنچانے کی اتنی فکر تھی کہ خود یا اس کے حکم سے ہی اس کا سنسکرت میں سمودرسنگم کے نام سے ترجمہ کیا گیا (۲)

اس کی وفات کے بعد محمد صالح آفندی نے مجمع البحرین کا عربی میں ترجمہ کیا (۳)۔

مجمع البحرین کی تالیف کے بعد تو دارا ہمہ تن ہندومت کے مطالعہ اور تحقیق میں مصروف ہو گیا، بقول برنیر بنارس کے پنڈتوں کا ایک بڑا اسٹاف ہندومت کی کتابوں کے تراجم کے لئے اس کا مددگار تھا (۴)۔

داراشکوہ نے ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء کو ہندوؤں کی مشہور مذہبی کتاب اوپنشد کے پچاس اشلوکوں کا سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا اس کام پر اس کے چھ ماہ صرف ہوئے اور درجہ

(1) Sarkar, J.N : History of Aurangzeb. vol.I.p. 297

(۲) حسرت، بکرماجیت: داراشکوہ ۲۱۳

(۳) اس عربی ترجمہ کا ایک خطی نسخہ بوہار لائبریری کلکتہ (اپریل لائبریری) میں محفوظ ہے۔ یہ ترجمہ ۱۱۸۴ھ کو مکمل ہوا (سر اکبر، مقدمہ ۲۱۸، مقدمہ محفوظ الحق بر مجمع البحرین ۳۲) ہم نے مسٹر ڈیوڈ آف امریکہ کے پاس اس کی مائیکرو فلم دیکھی تھی۔

(4) Bernier, F : Travels in Mughal Empire, p. 323.

اول کے پنڈت، سنیاسی، بید اور اوپنشد کے ماہرین کی بڑی تعداد اس کی مدد کے لئے بنارس میں موجود تھی۔

دارا نے سر اکبر کے نام سے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا وہ اس کے دیباچے میں لکھتا ہے کہ

۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کو مجھے کشمیر میں ملا شاہ بدخشی کی صحبت میسر آئی اور ہر قوم و مذہب کے عارفوں سے بھی ملا اور توحید کے بارے میں ان کے بلند خیالات سنے، اکثر کتب تصوف کا مطالعہ کیا اور خود بھی کتابیں تصنیف کیں جس سے توحید کا مفہوم سمجھنے کے لئے بے قراری و تشنگی میں اضافہ ہوتا گیا، چونکہ قرآن مجید کے اکثر مطالب رموز و اشارات میں ہیں اور ان کو سمجھانے والے کمیاب ہیں، اس لئے میں نے تمام الہامی و کتب سماوی پر نظر ڈالی اور توریت، انجیل اور زبور وغیرہ میں بھی توحید کا بیان بہت مختصر اور رموز و اشارات والا ملا، اب ناچار میری توجہ ہندوستان کی طرف اٹھی کہ یہاں بھی تو توحید کا بیان ملتا ہے اور اس قدیم قوم (ہندو) کے علمائے ظاہر و باطن بھی تو موحد ہوئے ہیں اور انہیں اعتبار کا درجہ دیا گیا ہے جبکہ اس عہد کے جہلا جو خود کو علمائے دین کہتے ہیں اور بحث و مباحثہ کرتے ہیں اور ان (ہندو) خداشناسوں اور موحدوں کے درپے آزار ہیں اور ان کی تکفیر کرتے ہیں اور قرآن مجید اور حدیث شریف سے توحید کے بارے میں جو احکام ملتے ہیں ان کا رد کرتے ہیں دراصل یہ (علمائے دین) راہ خدا کے رہزن ہیں، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس قوم قدیم (ہندو) میں تمام کتب سماوی سے قبل چار آسمانی کتب موجود تھیں یعنی رگ بید، بجر بید، سام بید اور اتھر بن بید، ان کے انبیاء میں سے بزرگ ترین نبی برہما تھا یہی دراصل حضرت آدم صفی اللہ ہیں، جن پر یہ تمام احکام نازل ہوئے جو ان مذکورہ کتب ہنود سے ثابت ہیں...... یہ چاروں کتب سماوی میں اسرار سلوک اور اشغال توحید مندرج ہیں اور ان کو اپنکھت کا نام دیا گیا...... اس حق جو (داراشکوہ) نے جب عربی، سریانی، عبرانی اور سنسکرت (کی کتب) پر توجہ

کی تو ان کے مقابلہ میں اپنکھت کو توحید کا خزانہ محسوس کیا اور چونکہ اس قوم (ہندو) میں بھی اب اس کے جاننے والے بہت کم رہ گئے ہیں اس لئے میں نے چاہا کہ بے کم وکاست و بے غرض نفسانی اس کا لفظ بہ لفظ فارسی میں ترجمہ کر ڈالوں......

چونکہ ان ایام میں شہر بنارس ہندوؤں کا دارالعلم ہے اور میرا اس شہر سے تعلق (گورنر) ہے اس لئے اس حق جو (دارا) نے اس کام کے لئے پنڈتوں، سنیاسیوں اور بید و اپنکھت کے ماہرین کو جمع کیا اور ۱۰۶۷ھ کو اس خلاصہ توحید کا ترجمہ کر ڈالا۔ اور بے شک وشبہہ یہ پہلی آسمانی کتاب ہے جو تحقیق کا سرچشمہ اور توحید کا سمندر ہے اور یہ بات صریحاً واضح ہے کہ قرآن کریم میں جس کتاب کو کتاب مکنون کہا گیا ہے وہ یہی کتاب (اپنکھت) ہے جبکہ یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآن پاک میں کتاب مکنون سے مراد زبور، توریت اور انجیل نہیں ہیں بلکہ یہی اوپنکھت ہے...... میں اسے کلام الٰہی سمجھ کر ترجمہ کر رہا ہوں ہر قسم کے تعصب کو ترک کر کے اسے پڑھیں، سمجھیں اور بے زوال، بے خوف و بے اندوہ ہو جائیں تو ''موبد'' بن جائیں گے (۱)۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ داراشکوہ نے کس طرح ملا شاہ بدخشی سے واصل ہونے اور ہر قوم کے ''دانایان'' سے ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اس ترجمہ سے بہت پہلے ملا شاہ بدخشی کے ایک مرید نے اس اپنشد کے بعض اشلوکوں کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا جسے ملا شاہ نے بہت پسند فرماتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کی تھی یقیناً کتب ہنود پر دارا کا یہ اعتقاد بھی ملا شاہ کا ہی مرہون منت معلوم ہوتا ہے، دارا نے اس کتاب کے توحید کے بیانات کو مفصل، مشرح اور عام فہم قرار دیا اور دیگر کتب سماوی خصوصاً قرآن مجید میں توحید کے بیان کو مجمل اور اشاراتی بتا کر قرآن کریم کی توہین کی ہے اگر قرآن مجید میں توحید کا بیان تشنہ ہے تو باقی عقائد کے بارے میں دارا کی کیا رائے رہی ہوگی؟ اس کے مقابلہ میں دارا کی نظر میں اہل ہند (ہنود) کے ہاں توحید کا بیان زیادہ واضح ہے، اس نے ایسے علمائے

(۱) داراشکوہ: سر اکبر ص ۳-۶ (ملخصاً)

اسلام کو جہلا قرار دیا ہے جو اس کی آزاد مشربی اور بے راہ روی کے خلاف صدائے شرعی بلند کرتے تھے اور اس کے خلاف اس نے ہندوؤں کے مرکزی مذہبی شہر بنارس کو دار العلم قرار دیا ہے، جبکہ اس نے اپنے اشعار میں کہا ہے ایسی جگہ یا بستی جہاں ملا (علمائے اسلام) رہتے ہوں وہاں عقل و دانائی کی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی ہے، اس نے واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ قرآن مجید میں جسے کتاب مکنون کہا ہے اس سے مراد زبور، توریت وانجیل نہیں بلکہ یہی ہندوؤں کی مذہبی کتاب اپنکھت (اپنشد) ہے، آخر میں نے اپنے قاری کو تعصب ترک کر کے ''موبد'' بن جانے کے لئے کہا ہے یاد رہے موبد سے مراد ہے زردشتی مذہب کا روحانی پیشوا (۱) اور اس کی نظر میں ہندوؤں کا مذہبی راہنما۔

۱۹۰۶ء میں علامہ شبلی نعمانی کو پہلی بار سر اکبر کو دیکھنے کا اتفاق ہوا اور انہوں نے اس کا دیباچہ پڑھ کر یہ رائے دی۔

عالمگیر نے دارا شکوہ کے مقابلہ کا جب قصد کیا تو اس کا یہ سبب ظاہر کیا کہ دارا شکوہ بدعقیدہ اور بے دین ہے اس لئے اگر وہ ہندوستان کا فرمان روا ہوا تو ملک میں بددینی پھیل جائے گی، عام مورخوں کا خیال ہے کہ یہ محض ایک فریب تھا۔ نہ دارا شکوہ بے دین تھا نہ عالمگیر کی مخالفت کا یہ سبب تھا، دلوں کا حال خدا کو معلوم، لیکن اس کتاب کے دیباچے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دارا شکوہ بالکل ہندو بن گیا تھا اور کچھ شبہہ نہیں کہ اگر وہ تخت شاہی پر متمکن ہو جاتا تو اسلامی شعار اور خصوصیات بالکل مٹ جاتے (۲)۔

سر اکبر سے صرف ایک سال قبل ۱۰۶۶ھ/ ۱۶۵۶ء کو دارا نے اپنی وسیع المشربی کا مزید ثبوت بہم پہنچایا، اس مقصد کے لئے اس نے جوگ بشسٹ کا فارسی میں ترجمہ کروانے کے

---

(۱) فرہنگ فارسی معین، فرہنگ فارسی سٹین گاس۔

دارا شکوہ کے اس ترجمہ اپنشد کو سر اکبر کے نام سے تاراچند اور سید محمد رضا جلالی نائینی نے بڑے اہتمام، مفصل مقدمہ، حل لغات وتراکیب کے ساتھ تہران سے شائع کیا ہے۔

(۲) شبلی نعمانی: مقالات شبلی ۷/ ۱۰۱

لئے ماہرین کا ایک بورڈ قائم کیا اگر چہ اکبر کے زمانے سے اس کے ترجمے ہوتے چلے آرہے تھے(۱) لیکن دارا کو وہ پسند نہیں تھے، دارااس کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس نے ایک خواب میں بشسٹ اور رام چندر کو دیکھا، بشسٹ نے رام چندر کو اشارہ کیا کہ داراشکوہ ''طلب صدق'' میں تمہارا بھائی ہے۔ اس لئے اس سے معانقہ کرو، تو وہ ''کمال محبت سے دارا سے بغل گیر ہوا، پھر بشسٹ نے رام چندر کو شیرینی دی کہ دارا کو کھلا دو تو دارا نے رام چندر کے ہاتھ سے وہ شیرینی کھالی جس سے اس کی تجدید ترجمہ کی خواہش زیادہ ہوگئی تو اس نے ترجمہ کا حکم دیا(۲)۔

بقول پروفیسر نجیب اشرف ندوی:

دارااس ترجمہ کے ذریعہ یہ بات باور کرنا چاہتا ہے کہ اگر چہ وہ ظاہراً ولی عہد شاہ جہان ہے لیکن بباطن وہ بھی رام چندر جی کی طرح واصل الی الحق بزرگ ہے(۳)

دیگر مورخین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس ترجمہ سے دارا کا مقصد ہندو مسلم اتحاد اور جذباتی ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنا تھا(۴)۔

دارا نے مترجمین کو حکم دیا کہ اس کا ترجمہ میری موجودگی میں کیا جائے اور ہندوؤں کے بزرگوں کے بارے میں جو میں نے تحقیق کی ہے وہ میرے خیالات کے مطابق لکھی جائے(۵)۔

اس سال یعنی سر اکبر کے ترجمہ (۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) کے بعد دارا نے ہندوؤں کی ایک اور مشہور کتاب بھگود گیتا کا سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا(۶) اس کے مرتب سید محمد رضا جلالی نائینی کا خیال ہے کہ یہ ترجمہ بھی اس نے دارالعلم بنارس میں پنڈتوں او

---

(۱) عابدی، امیر حسن۔ جوگ بشسٹ، مقدمہ ۲۹-۳۲ (۲) ایضاً ۴

(۳) نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعات عالمگیر ۳۵۹

(۴) دارا کے حکم سے کیا جوگ بشسٹ کا یہ فارسی ترجمہ بتحقیق ڈاکٹر امیر حسن عابدی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے ۱۹۶۸ء کو طبع ہو چکا ہے۔

(۵) دارا: جوگ بشسٹ طبع عابدی ۳ (۶) حسرت، بکر ماجیت: داراشکوہ ۲۱۱

سنیاسیوں کی خدمت میں بیٹھ کر مکمل کیا، ترجمہ کے متن میں دارا نے اپنا نام نہیں لکھا بلکہ اس کے خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ انڈیا آفس، لندن کے پہلے ورق کی پشت پر کاتب نے اسے دارا شکوہ سے منسوب کیا ہے(۱)۔

انہی دنوں دارا شکوہ نے ایک انگوٹھی بنوائی تھی جس پر خدا کا نام ہندی زبان میں ''پربھو'' کندہ کروایا، معاصر مورخ محمد کاظم شیرازی نے لکھا ہے کہ وہ اسے متبرک خیال کرتا تھا:

بجائے اسماء حسنیٰ الٰہی اسمی ہندوی کہ ہنود آں را پربھو نامند و اسم اعظم می دانند بخط ہندی بر نگینہ ہای الماس و یاقوت و زمرد وغیرہ آں از جواہرے کہ می پوشید نقش کردہ باآں تبرک می جست (۲)

دارا مندروں کی تعمیر و آرائش میں بھی دلچسپی کا مظاہرہ کرنے لگا تھا، ڈاکٹر افتخار احمد غوری اور جادو ناتھ سرکار نے معاصر کتب تاریخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس نے متھرا میں کیشو رائے کے مندر میں پتھر کے ستون نصب کروائے تھے(۳)۔ دارا کے اصرار پر شاہجہان نے ہندوؤں کے بعض ٹیکس بھی معاف کر دیے تھے۔

دارا خود کو ایک ایسا کامل صوفی سمجھنے لگا تھا جسے خدا کی معرفت حاصل ہو چکی ہے اس کی بہن جہاں آراء اسے عارف اسرار، صاحب ذوق و حضور، نور عین و عین نور، ولی عہد مملکت باطن و ظاہر، سعادت مند، حق پژوہ (۴)، برادر عارف کامل (۵)، واصل کامل اور عارف باللہ (۶) کے القاب سے یاد کرتی ہے۔

اس کے حواریوں و مصاحبوں نے اسے باور کروا دیا تھا کہ وہ ''ولایت مرتبت، ابدع آیات کردگار، ارفع حسنات روزگار، محرم خلوت سرای اطلاق، مظہر اتم ...... خدا آگاہ'' ہے(۷) دارا شکوہ اب خود کو ایسے مقام پر فائز خیال کرنے لگا تھا جہاں صوم و صلوٰۃ کی

---

(۱) دارا شکوہ: بھگود گیتا، مقدمہ نائینی ۱۹-۲۰ (۲) محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ ۳۵

(3) Gharui I.A : War of Succession. p. 73

(۴) جہان آراء: رسالہ صاحبیہ ۸۹ (۵) ایضاً ۹۰ (۶) ایضاً ۱۰۵

(۷) جوگ بشسٹ (آغاز ترجمہ از مترجمین) ۳

پابندی کی ضرورت نہیں رہتی کیوں کہ اس کے خیال میں یہ رسمی عبادت صرف مبتدیوں کے لئے ہے اس خیال کے ذہن نشین ہوتے ہی اس نے نماز اور روزہ ترک کر دیا(۱)۔

داراشکوہ اور علمائے کرام کی توہین

داراشکوہ جو اپنی پہلی کتاب سفینۃ الاولیاء میں اہل سنت کے چاروں ائمہ کو" چہار دیوار خانہ اسلام ومقتدائی فرقہ انام" اور علمائے کرام کی شان میں حدیث نقل کرتا ہے، اس کے بعد جب اس کے خیالات میں تبدیلی آئی تو اس کا اندازہ اس کے عقائد کے پس منظر اور عقائد کی ان تفصیلات سے لگائیے جو ہم نے اس کے اپنے الفاظ میں بیان کی ہیں۔

دارا اپنے حواریوں کو تو معزز ترین القاب سے یاد کرتا ہے لیکن راسخ العقیدہ علماء کو ایسے خطابات دیتا ہے جس سے اس کی دین سے نہ صرف بیزاری بلکہ لاتعلقی کا اظہار ہونے لگتا ہے، دارا کے مصاحبین اور وہ صوفیہ بھی جن کو وہ اپنا استاد و مرشد لکھتا ہے علمائے کرام کے لئے ایسے ہی خطاب استعمال کرتے ہیں۔

ملا شاہ بدخشی کی آزاد مشربی کے خلاف علماء نے کارروائی کی تو انہوں نے دارا کو جو خط لکھا اس میں انہیں" ملایان قشر"،" زاہدان خشک" اور" بدبختان شریر"(۲) کو تنبیہ کرنے کی ہدایت کی تھی، دارا اپنے دوست صوفیہ کو" عارفان این وقت"(۳) وہ تصوف کی اصطلاح میں مسلمان صوفیہ کو بھی طالبان صادق (۴) اور رام چندر کو بھی" طالب صادق" ہی لکھتا ہے(۵)۔

جن صوفیہ خام نے اس کی مذہبی زندگی کو تاریک کیا تھا ان کے متعلق اس کے یہ شاندار القاب ملاحظہ ہوں جو ہم اس سے پہلے بھی نقل کر چکے ہیں:

از برکت صحبت ایں طائفہ شریفہ مکہ معظّمہ از دل ایں فقیر اسلام مجازی برخاست و کفر حقیقی روی نمود(۶)

---

(1) Sarkar, J.N : History of Aurangzeb, Vol.I.p.299

(۲) دارا : سکینۃ ۱۶۷، ۱۸۴ (۳) دارا: حسنات العارفین ۲ (۴) ایضاً ۹۷

(۵) دارا : جوگ بشسٹ ۴

(۶) مکتوب داراشکوہ بنام شاہ دلربا (رقعات عالمگیر مرتبہ نجیب اشرف ندوی ۳۲۲)

بابالال بیراگی کو" کمل عرفا" (۱) اپنے استاد میاں باری کو" حضرت باری تعالیٰ" (۲) بھگت کبیر کو" کمل عارفان ہندوستان" (۳) اور اپنے پسندیدہ کئی صوفیوں کے نام کے ساتھ "ازمفردان وقت" لکھا ہے۔ اس کے ہم مشرب پیر سلیمان مصری قلندر علماء کو" ناقصان" کہا کرتے تھے (۴)۔

وہ ہندو پنڈت اور سنیاسی جن کی صحبت میں رہ کر اس نے ہندو فلسفہ (جسے وہ توحید کہتا ہے) سیکھا تھا، کے لئے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"مشرب موحدان ہند با بعضی از محققان ایں قوم وکلاملان ایشاں کہ بہ نہایت ریاضت و ادراک وفہمیدگی و غایت تصوف و خدایابی رسیدہ بودند مکرر صحبتہا داشتہ (۵)"

وہ ہندوؤں کے دیوتا بشسٹ کی اپنے اوپر غایت درجہ مہربانی کا اظہار کرنے کے بعد رام چند کو" طلب صدق" میں اپنا بھائی (پیر بھائی) بتاتا ہے (۶)۔

ہندوؤں کے مرکزی مذہبی شہر بنارس کو" دارالعلم" کہنے کے بعد اس شہر کے وہ پنڈت اور سنیاسی جو اس سے گہرا تعلق رکھتے تھے کو" سرآمد وقت" کے لقب سے ملقب کیا ہے (۷)۔

اپنے حواریوں کے لئے ان القاب کو سامنے رکھتے ہوئے جو دارا نے ان کے لئے استعمال کئے ہیں اب ان خطابات کا جائزہ لیجئے جو اس نے راسخ العقیدہ علماء کے لئے لکھے ہیں تو اس کی وسیع المشربی کا پول کھل جائے گا۔

جب وہ متقدمین صوفیہ کی کتابوں سے متنفر ہو گیا تو وہ حق کی تلاش کا آغاز کرنے سے پہلے راسخ العقیدہ علماء کو ان القاب سے یاد کرتا ہے:

"دجاجلہ عیسیٰ نفسان وفراعنۂ موسیٰ صفتان وابوجہلان محمدی مشربان (۸)"

اور ان خطابات کی تحریر سے پہلے وہ بالکل ملا شاہ بدخشی کی اصطلاح میں انہیں "پست

---

(۱) دارا: حسنات العارفین ۴۹ (۲) ایضاً ۶۹ (۳) ایضاً ۵۳
(۴) ایضاً ۴۷ (۵) دارا: مجمع البحرین ۸۰ (۶) دارا: جوگ بشسٹ ۴
(۷) دارا: سراکبر ۳ (۸) دارا: حسنات العارفین ۳

فطرتان دون ہمت و زاہدان خشک'' کے خطاب سے مخاطب کرتا ہوا نظر آتا ہے، محمدی مشرب علماء کو ابوجہل کی صفت سے متصف کرنے کے بعد بظاہر کوئی خطاب باقی نہیں رہنا چاہئے تھا لیکن اس پر بھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو فلسفۂ ہنود میں توحید کے متلاشی اپنے ہم خیال صوفیہ کی صفات بیان کرنے کے بعد سر اکبر کے دیباچے میں انہیں جو کچھ کہتا ہے اس پر تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے، ملاحظہ ہو:

جہلائے وقت خداشناسوں اور موحدوں (فلسفۂ ہنود پر تحقیق کرنے والے) کے قتل، کفر اور انکار میں مشغول ہیں...... وہ خدا کے راستے کے رہزن ہیں (۱)

اس کے عقائد کے پس منظر میں ہم نے جن شخصیات کو اس کے مذہبی رجحانات میں تبدیلی کا ذمہ دار قرار دیا ہے اس سے بھی واضح ہے کہ اس کے استاد میاں باری کی تعلیم تھی کہ ''ملا اور پنڈت'' دونوں کو مار ڈالو (یعنی خود کو مذہب کی قید سے آزاد کرلو) اور سلیمان قلندر کا سبق یہ تھا کہ علمائے ظاہر ''ناقص'' ہیں۔(۲) تو دارا اس قسم کے خیالات کا اظہار اپنے اشعار میں کیوں نہ کرتا، اس کے مصاحبین میں سے جتنے شعراء کے شعری مجموعے ہمیں اب تک ملے ہیں ان سب میں علماء کے خلاف نفرت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ دارا نے بھی اپنے کلام کو ان کی تقلید کا شرف بخشا ہے۔

دارا اپنے اشعار میں بہشت کہتا ہی اسے ہے جہاں اسے ''ملا'' نظر نہ آئے اور نہ ہی وہاں نماز و اذان کی آواز ہو:

بہشت آنجا کہ ملائی نباشد ز ملا شور و غوغائی نباشد

وہ اپنی من چاہی توحید کی تلاش و تحقیق کسی ایسے مقام پر کرنا چاہتا تھا جہاں اس کے کانوں تک ''شور ملا'' اور جہاں اس کے ''فتوی'' کی کوئی اہمیت نہ ہو:

جہاں خالی شود از شور ملا زفتوی ہاش پروای نباشد

چنانچہ وہ ایسے مقام کی تلاش میں بہت جلد کامیاب ہوگیا اسے ہندوؤں کے مرکزی

---

(۱) دارا: سر اکبر (دیباچہ) (۲) ان کے اقوال بلفظہ سابقہ اوراق نقل کئے جا چکے ہیں

مذہبی شہر بنارس جہاں اس نے ''سرآمد وقت'' پنڈتوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر سر اکبر مرتب کی یہ شہر اس کی نظر میں ''دارالعلم'' تھا لیکن جس شہر میں ملا رہتے ہوں وہاں عقلی علوم پر تحقیق کرنا تو درکنار وہاں اس کے خیال میں ''دانائی'' کا نام ونشان بھی نہیں ہوسکتا:

در آں شہری کہ ملا خانہ دارد　　در آنجا ہیچ دانای نباشد

اس کے خیال میں ''انبیاء واولیاء'' کو دنیا میں جتنی تکلیفیں پہنچی تھیں وہ سب علماء کے ''شرنفس'' کی وجہ سے تھیں:

از شومئی شر نفس ملایان است　　باہر نبی و ولی کہ آزار رسید

وہ گمراہی کی تلاش (جسے وہ تحقیق توحید کہتا ہے) میں اتنا دور نکل گیا تھا کہ اسے اپنے لئے گمراہ کے لفظ میں فخر محسوس ہونے لگا تھا:

ہر کس کہ بحق رسید گمرہ آزارم　　ایں حرف ترا راست ہمی پندارم

اس لئے ان حالات میں اس نے اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح کیا ہے:

کافر گفتی تو ازپی آزارم　　ایں حرف تراست ہمی پندارم

پستی و بلندی ہمہ شد ہموارم　　من مذہب ہفتاد و دوملت دارم(۱)

آیئے اس پس منظر میں ہم نقشبندی مشائخ کے سلاطین وامراء سے تعلقات اور ان مراسم کے مقاصد کی تفصیلات کا مطالعہ کریں۔

نقشبندی مشائخ اور سلاطین وامراء

ابتدائی نقشبندی مشائخ کی زندگی نہایت سادہ تھی اور وہ ملکی وسیاسی معاملات سے قطعاً بے تعلق رہتے تھے لیکن نویں صدی ہجری تک خراسان اور ماوراءالنہر میں رونما ہونے والے حوادث اور سیاسی امور میں ان کا کردار نمایاں نظر آتا ہے اس وقت تک اس سلسلے سے عوام کے علاوہ امراء وعلماء بھی منسلک ہو چکے تھے اور سلاطین وامراء ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے، مرزا شاہرخ تیموری (۸۰۷-۸۵۰ھ/ ۱۴۰۵-۱۴۴۷ء) حضرت خواجہ حسن

(۱) داراشکوہ کے یہ تمام اشعار اس کی کتاب جوگ بشسٹ کے مقدمہ نوشتہ امیر حسن عابدی سے منقول ہیں ۲۰-۲۱

عطار کا بہت احترام کرتا تھا آپ گھوڑے پر سوار ہوتے تو وہ اس کی باگ تھامے پیدل چلتا تھا(۱) اسی طرح سلطان ابوسعید (۸۶۳-۸۷۳ھ/ ۱۴۵۹-۱۴۶۹ء) حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کے ساتھ نہایت تواضع و خاکساری سے پیش آتا تھا اور کبھی آپ گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تو وہ کمال ارادت کے ساتھ پیدل چلتا تھا (۲)۔ سلطان ابوسعید مرزا کا بیٹا مرزا سلطان احمد (۸۷۳-۸۹۹ھ/ ۱۴۶۸-۱۴۹۳ء) بھی حضرت خواجہ احرار سے کمال درجہ کی عقیدت رکھتا تھا، اسی سلطان ابوسعید کی خواہش پر حضرت خواجہ نے اپنے مسکن تاشقند کو چھوڑا اور اس کے پائے تخت سمرقند تشریف لے آئے (۳)۔ جس کے باعث سمرقند نقشبندیت کا مرکز قرار پایا۔

یہ سلاطین ملکی معاملات اور مہمات کے دوران حضرت خواجہ احرار سے مشورہ کرتے رہتے تھے (۴)۔ ایک مرتبہ ۸۷۲ھ/ ۱۴۶۷ء کو سلطان ابوسعید نے جبکہ وہ مرو میں تھا کہ اس نے عراق اور آذربائیجان پر حملے کا ارادہ کیا تو مہم جوئی سے قبل اس نے اپنا قاصد حضرت خواجہ کی خدمت میں سمرقند روانہ کیا کہ حضرت سے مشورہ کر کے آئے لیکن معاملہ سنگین تھا اس لئے حضرت خواجہ خود مرو تشریف لائے اور بہت غور و خوص کے بعد عراق پر حملے کی تجویز کے ساتھ اتفاق کیا (۵) اس طرح بہت سے تنازعات اور صلح و صفائی کے مراحل بھی آپ کے عمل دخل سے طے ہوئے میرزا ابوالقاسم بابر (۸۵۳-۸۶۱ھ/ ۱۴۴۹-۱۴۵۷ء) اور سلطان ابوسعید مرزا کی ۸۵۸ھ/ ۱۴۵۴ء کی جنگ میں مرزا بابر نے سمرقند کے محاصرے سے تنگ آ کر مولانا محمد معمائی (۶) کو حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا کہ جنگ ختم کروانے کے لئے اقدام فرمائیے، ایسے ہی ۸۶۷ھ/ ۱۴۶۳ء کو مرزا محمد جوکی (بن مرزا عبداللطیف

---

(۱) کاشفی، فخر الدین علی: رشحات، کانپور ۱۹۱۲ء، ۹۰

(۲) خواندمیر: حبیب السیر، تہران ۱۳۳۳ش، ۴/ ۱۰۹ (۳) رشحات ۲۹۰، ۳۵۴

(۴) حبیب السیر ۴/ ۸۷، ۱۰۹ (۵) ایضاً ۴/ ۸۸

(۶) مولانا محمد معمائی، سنی مذہب و مؤدب و خدمت سلاطین بسیار فرمودہ و مرزا بابر او را صدر خود ساختہ بودہ (مجالس النفائس ۲۱۱)

تیموری) نے قلعہ شاہرخیہ میں سلطان ابو سعید کے ساتھ جنگ کی تو اس نے آپ کی وساطت سے معافی مانگنے کے لئے سعی کی تو حضرت خواجہ سمرقند سے چل کر سلطان کے لشکر میں گئے اور مرزا محمد جوکی کے لئے امان طلب کی۔

سلطان احمد مرزا کے عہد حکومت (۸۷۲-۸۹۹ھ/ ۱۴۶۷-۱۴۹۳ء) میں نقشبندی حضرات کی ملکی معاملات پر اتنی گرفت ہوگئی تھی کہ ایسا لگتا تھا کہ سمرقند کے اصل حاکم حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ہیں کیونکہ سلطان احمد خود ایک صوفی مشرب اور درویش صفت بادشاہ تھا(۱) اور ایک بار ایسا ہوا کہ سلطان کے بھائی سلطان محمود مرزا نے سمرقند پر حملہ کر دیا تو سلطان احمد نے مایوس ہو کر حضرت خواجہ کے مدرسہ میں پناہ لی اور حضرت خواجہ نے سپاہ کو حکم دیا کہ قلعہ کے معاملات درست کرو اور آپ نے خود جا کر دشمن کے ساتھ جنگ کی (۲)۔

دوسری مرتبہ سلطان احمد کے دوسرے بھائی عمر شیخ مرزا نے سلطان محمود مرزا کے ساتھ مل کر سمرقند پر لشکر کشی کی تو سلطان احمد مرزا نے صلح کے لئے حضرت خواجہ کو زحمت دی وہ خود سمرقند سے باہر چلا گیا اور حضرت خواجہ نے شاہرخیہ میں جا کر تینوں بھائیوں کو امن و آشتی کے ساتھ رہنے کی ہدایت کی اور مصالحت کروائی (۳)۔

غرض سنٹرل ایشیاء کی کتب تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں مل جائیں گی جن میں نقشبندی مشائخ کی سیاسی امور و معاملات میں مداخلت کے واقعات درج ہوئے ہیں جن سے یہ ثابت کرنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ وہاں کی حکومتیں ان حضرات کے دم قدم سے قائم تھیں۔ بادشاہ اور امراء خواجہ احرار کی درگاہ میں عام خادموں کی طرح خدمت بجالاتے تھے (۴)۔

حضرت خواجہ احرار کی بہت سے سلاطین و امراء کے ساتھ مراسلت تھی آپ ہر روز

---

(۱) حبیب السیر ۴/ ۹۵ (۲) رشحات ۲۹۳-۲۹۵

(۳) حبیب السیر ۴/ ۱۰۹، رشحات ۲۹۶-۲۹۸

(۴) دغلات، مرزا حیدر: تاریخ رشیدی ۱۱۱-۱۱۲، ۱۵۵ (انگریزی ترجمہ)

تقریباً بیس رقعات سفارشی ان اصحاب ثروت کو لکھتے تھے(۱) ان معاملات کی نوبت یہاں تک ہوگئی تھی کہ:

زد بجہان نوبت شہنشاہی   کوکبۂ فقر عبید اللّٰہی (۲)

حضرت خواجہ احرار کے وصال (۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ء) کے بعد بھی اس خانوادے کے افراد کا وہاں کے سلاطین احترام کرتے رہے، شاہ اسماعیل صفوی نے جب ترکستان پر حملہ کیا تو اسے معلوم تھا کہ وہاں کے بادشاہ خواجہ عبدالرحیم نقشبندی کا بہت احترام کرتے ہیں اسلئے اس نے ان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی، معاصر ماخذ عالم آرای صفوی میں لکھا ہے کہ خواجہ عبدالرحیم نقشبندی کے ساتھ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ:

پادشاہان ترکستان وغیرہ بے رضای او دم آبی نمی توانند خورد (۳)

امیر تیمور (۷۷۱-۸۰۷ھ/ ۱۳۷۰-۱۴۰۵ء) نے حضرت خواجہ آقا (۵۸۲ھ/ ۱۱۸۶ء) کا مزار تعمیر کروایا تھا اور وہ ان کے مزار پر بڑی عقیدت کے ساتھ حاضر ہوتا تھا (۴) وہ خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ساتھ بڑے ہی احترام کے ساتھ پیش آتا تھا (۵)۔ ان کے رشتے ناطے بھی حضرت خواجہ کے خاندان کے ساتھ ہوئے تھے چنانچہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے بڑے صاحبزادے خواجہ حسن محمود مرزا (بن سلطان ابوسعید مذکور) کے داماد تھے (۶)۔

نقشبندی مشائخ کے ساتھ عقیدت واحترام کا یہ سلسلہ پاکستان و ہند میں قائم ہونے والی تیموریوں کی حکومت (مغل حکومت) نے بھی بدستور جاری رکھا، مغل سلطنت کے بانی

(۱) رشحات ۳۴۸   (۲) جامی: تحفۃ الاحرار، ہفت اورنگ ۳۸۴

امراء کی باہمی رقابت کا شکار یہ نقشبندی حضرات بھی ہوئے تھے الغ بیگ تیموری مرزا خلیل بن مرزا میر محمد جہانگیر اس طرح سلطان محمود مرزا مذکور حضرت خواجہ احرار کا سخت دشمن تھا۔ (مقدمہ احمد طاہر عراقی بر رسالہ قدسیہ-۱۵-۱۶ و بہ بعد)

(۳) مریم میر احمدی: دین و دولت در عصر صفوی، تہران، ۱۳۶۹ ش ۲۶

(۴) یزدی، شرف الدین: ظفر نامہ ۲/ ۶۵   (۵) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۲/

(۶) ابوالفضل: اکبر نامہ ۲/ ۹۷

ظہیرالدین محمد بابر کے والد عمر شیخ مرزا خواجہ احرار کے مرید تھے اور خواجہ احرار اصلاح احوال وملکی امور کی انجام دہی کے لئے قدم بہ قدم ان کے ساتھ ہوتے تھے(۱) بابر کو نقشبندی مشائخ کی صحبت ورثے میں ملی تھی اس لئے وہ ان حضرات کا دل و جان سے احترام کرتا تھا۔

بابر بادشاہ کو حضرت خواجہ احرار کے نامور خلیفہ اور سوانح نگار(۲) مولانا محمد قاضی (ف ۹۲۱ھ/ ۱۵۱۶ء) کے ساتھ بہت عقیدت تھی اس نے اپنی توزک میں بڑے احترام کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے بابر نے حضرت خواجہ احرار کے رسالہ والدیہ کا ترکی نظم میں ترجمہ کیا تھا(۳)۔

ہندوستان کی فتح (۱۵۲۶ء) کے بعد بابر نے ایک تقریب (منعقدہ ۹۳۵ھ/ ۱۵۲۸ء) میں حضرت خواجہ احرار کے اخلاف اور مریدین کو مدعو کیا تھا اس محفل میں خواجہ عبدالشہید(۴) اور خواجہ کلاں کے علاوہ حضرت خواجہ احرار کے حلقۂ احباب میں سے کچھ حفاظ اور علماء نے بھی جو سمرقند سے آئے تھے شرکت کی(۵) اسی طرح بابر حضرت خواجہ احرار کے پوتے خواجہ محمد امین(۶) کو اپنے ساتھ کابل و ہندوستان لے آیا تھا(۷) بابر نے اپنی بیٹی گلرخ بیگم کی شادی حضرت خواجہ محمد نقشبند بخاری کے نبیرے مرزا نورالدین محمد (از خواجہ زادہ ہای خواجہ نقشبند) کے ساتھ کی جس کے بطن سے سلطان سلیمہ تولد ہوئیں(۸)۔

بابر کا جانشین ہمایوں بھی نقشبندی حضرات کا معتقد تھا، جب خواجہ احرار کے پوتے

---

(۱) بابر، ظہیرالدین: بابرنامہ (انگریزی ترجمہ بیورج) ۳۳-۳۴

(۲) مولانا محمد قاضی نے سلسلۃ العارفین کے نام سے حضرت خواجہ احرار کے احوال پر ایک کتاب لکھی تھی جو کئی اعتبار سے اہم ہے جس کے کئی خطی نسخے پاکستان میں پائے جاتے ہیں (فہرست مشترک ۱۱/ ۸۴۲-۸۴۳) برٹش میوزیم (ریو-۲/ ۸۵۹) میں بیان احوال مولانا محمد قاضی کے نام سے ایک مستقل کتاب موجود ہے۔

(۳) بابر: بابرنامہ ۶۲ یہ ترجمہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے طبع ہو چکا ہے

(۴) خواجہ عبدالشہید (ف ۹۸۳ھ) بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ احرار (نسمات القدس ۱۶۸-۱۷۱)

(۵) بابر: بابرنامہ ۶۳۱ (۶-۷) خواجہ محمد امین بن خواجہ یحییٰ بن خواجہ احرار (نسمات ۱۵۴)

(۸) جہانگیر: جہانگیرنامہ ۱۳۲، کامگار حسینی: مآثر جہانگیری ۱۶۴

خواجہ خاوند محمود (۱) ہندوستان آئے ہمایوں نے گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا (۲)۔ خواجہ احرار کے ایک پوتے خواجہ عبدالحق (۳) ہندوستان آئے تو ہمایوں کے بھائی کامران مرزاان سے بیعت ہوگیا (۴) ہمایوں کی دو بیٹیاں صاحبزادگان نقشبندیہ کے عقد میں تھیں اول بخت النساء بیگم خواجہ حسن نقشبندی سے بیاہی گئی جن کے فرزند میرزا والی کو جہانگیر نے ''ہزاری ذات دویست سوار'' کا منصب دیا (۵) دوسری بیٹی بخشی بیگم کا عقد خواجہ شرف الدین حسین کے ساتھ ہوا تھا (۶)۔

حضرت خواجہ احرار کے پوتے خواجہ خاوند محمود (بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ احرار) ہندوستان تشریف لائے تھے، دارالحکومت آگرہ آمد پر ان کا ''توقیر و تعظیم'' کے ساتھ استقبال ہوا تھا۔ اور شیر شاہ سوری کے ہاتھوں ہمایوں کی شکست اور دیگر خراب حالات کے پیش نظر آپ نے کابل میں اقامت اختیار فرمالی تھی۔ یہ صاحبزادے اپنے دوسرے بھائیوں میں سب سے زیادہ ذی علم بزرگ تھے، علوم حکمیہ سید علامہ جلال الدین محمد دوانی کے حوزۂ درس سے فارغ التحصیل ہوئے تھے، اکبرنامہ میں ہے:

''خواجہ خاوند محمود از برادران و سائر اقوام بمزیت کمالات و تہذیب اخلاق ممتاز بود و در ایام شباب بعد از آشنائی علوم متعارفہ قدم در غربت نہادہ و بپای ہمت بعد از سیر عراق و خراسان بشیراز رفت و بعد از استفاضۂ علوم حکمیہ در حوزۂ درس علامتہ الزمانی مولانا جلال الدین محمد دوانی بسمرقند معاودت نمود و در قریات ماوراء النہر بجانب ترکستان و مغلوستان رفت و در زمان طلوع نیر اقبال حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی از طرفان بکاشغر آمد و از انجا بقصد دریافت حالات آنحضرت بدار

(۱) خواجہ شہاب الدین معروف بہ خواجہ خاوند محمود بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ احرار (ثمرات ۱۵۵)

(۲) غوثی مانڈوی: گلزار ابرار ۲۴۰

(۳) خواجہ عبدالحق بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ احرار (ثمرات ص ۱۶۱)

(۴) گلزار ابرار

(۵) جہانگیر: جہانگیر نامہ ص ۸۲، کامگار حسینی: مآثر جہانگیری ص ۱۹، ۱۱۵

(۶) بلوخمان: آئین اکبری، حواشی ۱/۳۳۹

الخلافۃ آگرہ رسید و بتوقیر و تعظیم بادشاہی صدر نشین محافل قدس گشت دو در ایام تفرقۂ ہندوستان بکابل آمدہ اقامت فرمود (۱)''

اکبر بادشاہ اپنی ابتدائی مذہبی زندگی میں جب کہ وہ ایک پکا مسلمان تھا علماء وصوفیہ کا بڑا احترام کرتا تھا اس کے اس مذہبی شغف کے باعث خانوادۂ نقشبندیہ کے کئی اصحاب ہندوستان چلے آئے تھے، حضرت خواجہ احرار کی اولاد میں سے خواجہ معین الدین (۲) کاشغر سے ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۳ء کو ہندوستان آئے اور اکبر بادشاہ سے ملے، بادشاہ نے نہایت احترام کے ساتھ استقبال کیا، ان کے فرزند مرزا شرف الدین حسین جو پہلے سے ہندوستان میں موجود اور اکبر کے منصب دار تھے خواجہ معین الدین کے استقبال کے لئے بھیجا اور ان کیساتھ امراء کو حکم ہوا کہ خواجہ کے احترام کے لئے جائیں جب وہ دار الحکومت آگرہ کے قریب پہنچے تو بادشاہ خود بہ نفس نفیس پیشوائی کے لئے گیا، اکبر نامہ میں ہے:

دریں سال عزیمت حج را وسیلۂ زیارت کعبہ آستان مقدس ساختہ متوجہ ممالک ہندوستان شد و مرزا شرف الدین حسین از ناگور کہ از جملہ جاگیر او بود باستقبال شتافت و ہمراہ پدر بدرگاہ معلیٰ متوجہ گشت چوں بحوائی دار الخلافت آگرہ رسید بموجب اشارۂ والا اکثر امرا باستقبال خواجہ رفتند و چوں بشہر نزدیک آمد حضرت شہنشاہی بہ نفس نفیس بقصد پیشوائی برآمد و خواجہ را از زین اجلال واکرام کامیاب سرور ابدی ساختند بعزت تمام بدار الخلافت آوردہ بورود منازل احترام فرمودند و بمکارم شہنشاہی مراسم درویش نوازی بتقدیم رسید ...... و مدتی پدر و پسر مشمول مواطف قرب و کامران بودند (۳)

انہی خواجہ معین الدین کے فرزند خواجہ شرف الدین حسین کے ساتھ اکبر کی بہن کے

---

(۱) ابوالفضل: اکبر نامہ ۲/ ۱۴۹ (نولکشور ایڈیشن)

خواجہ خاوند محمود کا ۹۵۰ھ/ ۱۵۴۳ء کو انتقال ہوا (نسمات القدس ۱۶۱)

مرزا محمد حیدر دوغلات نے ان کے احوال ومناقب تفصیل سے لکھے ہیں (تاریخ رشیدی بامداد اشاریہ)

(۲) خواجہ معین الدین بن خواجہ خاوند محمود بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ احرار (اکبر نامہ ۲/ ۱۴۹، نسمات ۱۸۰)

(۳) ابوالفضل: اکبر نامہ ۲/ ۱۴۹-۱۵۰ (نولکشور ایڈیشن)

عقد کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اکبر نے بھی ان کے منصب کو بحال رکھا اور ناگور کی جاگیر ان کی ملکیت میں رہی اکبر نے انہیں منصب بھی دیا کئی مہمات میں شریک رہے، بعض معاملات میں ان کو عبرت ناک سزا بھی دی لیکن پھر معافی ملنے پر مصروف کار رہے(۱) وفات (۹۸۸ھ/۱۵۸۱ء) کے وقت ان کا منصب پنج ہزاری تھا(۲)۔

اسی طرح حضرت خواجہ احرار کی اولاد میں سے خواجہ محمد یحییٰ (۳) ہندوستان آئے، یہ ہفت قلمی خطاط اور صلاح وتقویٰ سے آراستہ تھے، اکبر نے انہیں جاگیر دی جب حج کے لئے جانے کی اجازت مانگی تو بادشاہ نے انہیں ''امیر حاج'' بنا کر حرمین الشریفین بھیجا، واپس ہندوستان آ کر آگرہ میں ہی قیام پذیر ہو گئے اور باقی عمر ''عبادت وطاعت حق تعالیٰ'' میں صرف کی آگرہ (۴) ہی میں ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء کو انتقال کیا (۵)۔

حضرت خواجہ احرار کے پوتے خواجہ عبدالشہید(۶)، ۹۶۶ھ/ ۱۵۵۹ء کو ہندوستان تشریف لائے اور تقریباً پندرہ سال یہاں قیام فرمایا ۹۸۲ھ/ ۱۵۷۴ء کو واپس ماوراء النہر چلے گئے اور اگلے سال ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء کو انتقال کیا(۷)۔ خواجہ عبدالشہید اپنے عزیز خواجہ شرف الدین حسین مذکور کی سفارش اور معافی کے لئے آئے تھے، اکبر نے ان کی معذرت تو قبول نہیں کی لیکن ان کی تعظیم وتکریم میں کسی قسم کی کسر نہ چھوڑی، معاصر شہادت ہے:

درمراسم تعظیم وتکریم ولوازم اکرام واحترام فروگزاشتی واقع نہ شد(۸)

(۱) ایضاً ۲/ ۱۵۰-۱۵۱

(۲) ایضاً ۳/ ۳۲۵ (کلکتہ ایڈیشن)، نیز ملاحظہ ہو:

Athar Ali : Apparatus of Empire. A-140, p.8

بلوخمان: آئین اکبری، حواشی ۳۳۹-۳۴۰

(۳) خواجہ محمد یحییٰ بن خواجہ ابوالفیض بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ احرار (نسمات القدس ۱۷۳)

(۴) بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۳/ ۹۹-۱۰۰، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۶۹ء

(۵) کشمی، محمد ہاشم: نسمات القدس ۱۸۱

(۶) خواجہ عبدالشہید بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ احرار (ایضاً ۱۶۸)

(۷) ایضاً ۱۶۹-۱۷۱

(۸) بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲/ ۱۷۱

اکبر کے عہد حکومت (۹۶۳-۱۰۱۴ھ/ ۱۵۵۶-۱۶۰۵ء) کے آخری سالوں میں سلسلۂ نقشبندیہ کی سب سے اہم شخصیت حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (ف ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کابل سے ہندوستان تشریف لائے، جن کی آمد سے اس سلسلے کو ایک نئی جہت نصیب ہوئی اس وقت تک اکبر بادشاہ کے خیالات و افکار میں ایسی تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں جن کے منفی اثرات سے ہندوستان کا مسلم معاشرہ بری طرح متاثر ہو رہا تھا، آپ نے ان حالات میں دہلی میں احیاء دین کے لئے ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی اور سیاست سے بالکلیہ الگ تھلگ رہ کر دعوت و عزیمت کا آغاز کیا۔ آپ سے اس عہد کے راسخ العقیدہ امراء کی ایک قابل ذکر تعداد نے وابستہ ہو کر استفادہ کیا، نواب مرتضٰی خان شیخ فرید بخاری نے اس خانقاہ کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری قبول کر لی (۱)۔

اگر سولہویں صدی کے اواخر اور سترہویں صدی عیسوی کے آغاز کی مذہبی اور روحانی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی ذات گرامی احیاء سنت اور اماتت بدعت کی تمام تحریکوں کا منبع تھی، آپ کے ملفوظات و مکتوبات کا ایک ایک حرف آپ کی مجددانہ مساعی اور بلندئ فکر و نظر پر شاہد ہے، ان میں اصولی سختی اور حکیمانہ نرمی کا امتزاج بڑا حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی نظر سوسائٹی کے ان تمام گوشوں تک پہنچ گئی تھی جہاں اصلاح و تربیت کی ضرورت تھی (۲)۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے اس مرکز سے کئی افراد وابستہ تھے، ان میں سے تین اصحاب خاص طور سے قابل ذکر ہیں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ

---

(۱) غوثی مانڈوی: گلزار ابرار ۳۰۵ ب (نسخۂ مانچسٹر) اور آپ کے وصال کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کی جانشینی کے دوران اس خانقاہ کے مصارف کے لئے مرزا عبدالرحیم خان خانان ہر سال بارہ ہزار روپے باقاعدہ دیتا رہا (فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ۲/ ۲۴۲-۲۴۳) شیخ مرتضٰی فرید بخاری کی مذکورہ ذمہ داری کی طرف حضرت مجدد الف ثانی نے بھی اشارہ کیا ہے۔ (مکتوبات ۱/ ۵۴/ ۱۳۲)

(۲) نظامی، خلیق احمد: حیات شیخ عبدالحق ۱۳۷-۱۳۸ (ملخصاً)

عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت میرزا حسام الدین احمد، حضرت مجدد الف ثانی کے اس حلقے میں داخل ہونے سے حضرت خواجہ کے مشن کی تکمیل ہوئی اور نہ صرف سلسلۂ نقشبندیہ کا احیاء ہوا بلکہ ہندوستان میں کار دعوت وعزیمت نے احیاء دین کی تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ اسلام اور اسلامی علوم کا احیاء کیا اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے جانشین کی حیثیت سے دہلی میں اس روحانی اجتماع کو قائم رکھا جس کا آغاز حضرت خواجہ نے کیا تھا اور وہ ''جمعیت طلب حق'' اور ''حظہا ی وافر'' کے حصول کے لئے آنے والوں کے لئے سرگرم عمل رہے (۱)

یوں تو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے بیسیوں خلفاء تھے لیکن ان میں سے جو مرتبہ ومقام حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کو حاصل ہوا وہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکا، آپ نے اپنے شیخ کے مشن یعنی احیائے دین اور دفع بدعت کے لئے جو سعی فرمائی اس سے اکبر بادشاہ اور اس کے مصاحبین کے افکار و نظریات بے وزن ہو گئے آپ نے باقاعدہ ایک جامع پروگرام کے تحت پہلے ان بدلتے ہوئے حالات کا بخوبی جائزہ لیا پھر ایک ایک امیر اور ذمہ دار فرد کے عقائد پر غور فرمایا اور ان میں سے راسخ العقیدہ امراء کا ایک ایسا گروہ تیار کیا جن کی مدد سے ان باطل نظریات کے خلاف عملی طور پر صف آراء ہو گئے جس کے نتیجے کے طور پر بے دینی اور الحاد کی جو فضا قائم ہو گئی تھی متزلزل ہو گئی معاصر مولف شیخ محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی نے ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء کو حضرت خواجہ باقی باللہ کے دہلی تشریف لانے اور اصحاب علم و دانش کے آپ کے گرد جمع ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت

---

(۱) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۵۴/ ۱۳۲

ہم نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے حالات پر حضرت خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ کی تالیف زاد العاد ایڈٹ کی ہے جس کے مقدمہ میں ان جملہ امور کی تفصیلات دے دی ہیں جو آپ نے حضرت خواجہ کے جانشین کی حیثیت سے دعوت وارشاد کے سلسلہ میں سعی کی تھی۔

خواجہ کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے اور حضرت خواجہ نے انہیں طریقہ نقشبندیہ میں اجازت مرحمت فرمائی:

چوں در ہزار وہشت حضرت قطب العارفین خواجہ محمد باقی اویسی نقشبندی قدس سرہ بدار المعارف دہلی تشریف ارزانی فرمودو مستعدان وخدا پرستان عالی فطرت گرد آں مرکز دائرہ قطبیت جمع آمدند حضرت مخدوم (شیخ عبدالحق) رافراوان محبت واخلاص بحضرت خواجہ پیدا شد بعد از اشارت از حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین جیلانی قدس سرہ اخذ طریقہ نمودہ بطریقۂ نقشبندیہ مشغول شد و بعد از چند گاہ اجازہ ارشاد طریقۂ نقشبندیہ از آنحضرت یافت......(۱)

گویا ۱۰۰۸ھ کو شیخ محدث حضرت خواجہ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے تھے اور اس خوش بختی کے سال میں حضرت مجدد الف ثانی بھی حضرت خواجہ سے منسلک ہوئے، ان دونوں بزرگوں کا مقصد حیات ایک ہی تھا یعنی احیاء ملت اسلامیہ اور ترویج شریعت (۲)

اکبر بادشاہ کے زیر اثر پھیلنے والی بدعات کا ازالہ ابھی باقی تھا کہ اکبر کے آخری ایام حیات میں جانشینی کا مسئلہ نازک صورت حال اختیار کر جاتا ہے، امراء اپنی اپنی پسند کا جانشین چاہتے تھے، اکبر اپنے مرض الموت کے دوران مرزا کوکلتاش مخاطب بہ خان اعظم کی نگرانی میں تھا اور اس کا شمار سلیم (نورالدین جہانگیر) کے مخالفوں میں ہوتا تھا اس کی بیٹی خسرو بن سلیم کے عقد میں تھی اس لئے وہ چاہتا تھا کہ اکبر کے بعد اس کا داماد جانشین بنے اس مقصد کے لئے اس نے دربار میں سادات بارہہ (شیعہ امراء) کو بلا لیا جس سے حالات مزید بگڑ گئے لیکن دربار کے راسخ العقیدہ امراء مرتضیٰ خان فرید بخاری، قلیچ خان اور سعید خان سلیم کی تخت نشینی کے لئے کوشاں تھے ان حضرات کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی کی باقاعدہ مراسلت بھی تھی جو یہ چاہتے تھے کہ اکبر کے بعد ایسا بادشاہ ہو جو ان تمام خلاف اسلام احکام کو منسوخ کر دے جو اکبر کے زمانہ میں کئے گئے تھے، ان حالات میں سلیم نے

---

(۱) محمد صادق دہلوی: طبقات شاہ جہانی (طبقہ نہم) ۴، کلمات الصادقین ۱۴۹

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا کا عنوان "نقشبندی مشائخ اور ترویج شریعت"

ان امراء کے سامنے قسم اٹھائی کہ وہ کامیاب ہو کر اسلام کی حمایت کرے گا(۱) اس طرح ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء کو سلیم کے جانشین ہونے کا اعلان ''باتفاق واجماع اہل دین وملت'' کیا گیا(۲) اگر سلیم کی بجائے جواں سال خسرو تاج وتخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو خان اعظم، راجہ مان سنگھ اور سادات بارہہ کا عمل دخل اتنا بڑھ جاتا کہ اس سے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا تھا، اس لئے جب خسرو کی بجائے سلیم منتخب ہوا تو حضرت مجدد الف ثانی نے مرتضیٰ خان فرید بخاری کو خط لکھا اور مبارکباد دیتے ہوئے اس انتخاب کو اسلام کے لئے تقویت کا باعث قرار دیا ہے(۳)۔

بادشاہ نے تخت نشینی کے بعد ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے اس نے کئی ٹیکس ختم کر دیے امراء کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے زیر کنٹرول شہروں میں مسجدیں تعمیر کریں اس نے شراب کی کشید اور فروخت پر پابندی لگا دی (۴) اس نے علماء سے کہا کہ وہ اسے ''مفردات اسمای الہیٰ'' لکھ کر دیں تاکہ وہ ان کا ورد کیا کرے اس نے یہ بھی عہد کیا کہ وہ آئندہ شب جمعہ علماء وصوفیہ کی صحبت میں گزارا کرے گا(۵)۔

جہانگیر بھی اپنے اجداد کی طرح نقشبندی حضرات کا بہت احترام کرتا تھا ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء کو حضرت مجدد الف ثانی کے حین حیات ماوراء النہر سے خواجہ ہاشم دہبیدی (از اولاد شیخ احمد کاسانی ملقب بہ مخدوم اعظم) نے اپنے خلیفہ کے ہاتھ جہانگیر کو ایک رقعہ ارسال کیا جس میں انہوں نے مغل حکمرانوں کے ساتھ اپنے بزرگوں کے تعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے مخدوم اعظم مذکور کی مدح میں بابر بادشاہ کی کہی ہوئی ایک نظم بھی لکھی، جہانگیر نے اس کا یہ آخری مصرع نقل کیا ہے۔

خواجگی مانده ایم و خواجگی را بنده ایم(۶)

---

(1) Haig, w : Cambridge History of India, Vol. IV. p. 152

(۲) مشرقی، نورالحق زبدۃ التواریخ ورق ۲۵۰-ا (خطی نسخہ برٹش میوزیم لندن)

(۳) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۷/ ۴/ ۱۲۴

(۴) جہانگیر: توزک جہانگیری ۳، ۴ (۵) ایضاً ۹ (سرسید ایڈیشن)

(۶) کامگار حسینی: مآثر جہانگیری ۲۰۷، توزک جہانگیری ۱۷۲-۱۷۳ (تہران ایڈیشن)

جہانگیر نے احتراماً اس مکتوب کا جواب اپنے ہاتھ سے لکھا اور ایک ہزار مہرۂ جہانگیری کی رقم بطور نذر بھیجی (۱)۔ اس سے قبل اور مابعد بھی کئی اصحاب سلسلہ نقشبندیہ مختلف ممالک سے ہندوستان آئے اور حکومت کی طرف سے ان کا اعزاز و احترام ہوتا رہا۔

ان حالات میں ہندوستان کی مذہبی فضا پھر سے مکدر ہوگئی یعنی راسخ العقیدہ امراء کا جو گروہ حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ اسلام کی اصلاح کیلئے ترتیب دیا تھا یعنی ''جرگۂ مردان دولت اسلام'' کمزور پڑ گیا یعنی پہلے قلیچ خان کی وفات (۱۰۲۲ھ/ ۱۳-۱۶۱۴ء) اور پھر مرتضیٰ خان شیخ فرید بخاری کا انتقال (۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) میں ہوگیا اور اس خلا کو پر کرنے کیلئے ایرانی امراء آگے آئے جن کے زیر اثر جہانگیر آزاد خیال ہوتا گیا اس سے زیادہ افسوسناک واقعہ جہانگیر کی ایک ایرانی نژاد خاتون نور جہاں سے شادی (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) تھا جو اپنی بے پناہ صلاحیت و قابلیت کی بنا پر غیر محدود اختیارات کی مالک بن گئی اس کا باپ غیاث بیگ وکیل السلطنت بنایا گیا اس کا بھائی آصف خان ملک کا وزیر اعظم قرار دیا گیا اور نور جہاں کے متعدد عزیز و اقارب اعلیٰ عہدوں پر فائز کئے گئے (۲)۔ جن کے زیر اثر پاکستان و ہند میں شیعہ مذہب پھیلنے لگا، اس طرح اس مذہب کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی، نور جہاں کی دعوت پر کئی شیعہ علماء ایران سے ہندوستان آئے اور شیعیت کی تبلیغ میں مصروف ہوگئے، جن کے اس وقت کی معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے، سامانہ میں عید کے خطبے میں خطیب نے خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی حذف کر دیے تو وہاں کے لوگ اس کے خلاف آواز نہ اٹھا سکے، حضرت مجدد الف ثانی کی رگ فاروقی حرکت میں آئی اور آپ نے وہاں کے ''قاضیوں اور اہالی و موالی'' کے نام ایک پر زور خط لکھا (۳) اور اس سے قبل آپ نے اس موضوع پر رد روافض کے نام سے ۱۰۰۲ھ (حدود) کو ایک رسالہ تالیف کیا تھا پھر کئی مکاتیب میں اہل تشیع کے عقائد بیان کر کے بادشاہ، امراء اور عوام کو ان

---

(۱) ایضاً ۱۷۳

(2) Blochmann, H : Ain-i-Akbari. Vol.I. pp. 570-76 (Notes)

(۳) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۲/ ۱۵/ ۴۲-۴۴

کی صحبت سم قاتل قرار دیا(۱)۔

ہندوستان کے اہل تشیع نے حضرت مجدد الف ثانی کی انہی تحریروں کی وجہ سے اور قاضی نور اللہ شوستری کے قتل اور خون کا انتقام لینے کیلئے آپ کے خلاف مہم شروع کر دی اور انہوں نے جہانگیر کو آپ کے خلاف اکسایا اور باور کروانے کی کوشش کی کہ آپ خود کو حضرت ابوبکر صدیق سے افضل سمجھتے ہیں اور اس سلسلے میں جہانگیر کو آپ کا ایک مکتوب بھی دکھایا گیا جس میں دراصل آپ نے اپنے شیخ (حضرت خواجہ باقی باللہ) کے حضور اصلاح احوال کیلئے اپنے مکاشفات تحریر کئے تھے(۲) کو غلط رنگ دیا گیا، بعد میں حضرت مجدد نے اس کی خود ہی توضیح کر دی تھی لیکن اس کے باوجود جہانگیر نے آپ کو اس کی وضاحت کیلئے دربار میں طلب کیا، آپ نے اسے دلائل سے مطمئن کر لیا(۳) جب حضرت مجدد الف ثانی کے مخالفوں نے یہ دیکھا کہ جہانگیر مطمئن ہو گیا ہے تو انہوں نے جہانگیر سے کہا کہ انہوں نے دربار میں سجدۂ تعظیمی نہیں کیا اور یہ کہ ان کے بے شمار مریدین ہیں جن کی مدد سے وہ کسی وقت بھی بادشاہ کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں(۴) حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی کرنے سے انکار کر دیا(۵)۔تو وزیر اعظم آصف خان نے جو مسلمہ طور پر شیعہ تھا، جہانگیر کو مشورہ دیا کہ وہ ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھے کیوں کہ ان کا اثر نہ صرف ہندوستان بلکہ سنٹرل ایشیاء میں بھی بڑھتا جا رہا ہے اور یہ کہ بہت سے فوجی ان کے مرید ہیں اس نے انہیں قید کرنے کا مشورہ دیا، اس پر جہانگیر نے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا(۶)۔

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذا کا عنوان ''نقشبندی مشائخ اور ترویج شریعت''

(۲) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/۱۱

(۳) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین (نسخۂ انڈیا آفس) ورق ۱۷۱-الف

(۴-۵) ایضاً ورق ۱۷۲-اب

(۶) حال ہی میں دہلی سے قلعۂ گوالیار پر ایک بڑی پر کشش اور تصاویر سے آراستہ کتاب شائع ہوئی ہے:

Chakravarty, K. K : Gwalior Fort, Delhi, 1984.

جس میں اس قلعہ کے قید خانوں تک کی تفصیل درج ہے، لکھا ہے کہ وہ قیدی یہاں بھیجے جاتے تھے جنہیں موت کی نیند سلانا ہوتا تھا اور انہیں زہریلا نشہ پلایا جاتا تھا۔ (۱۰۰-۱۰۱) اس میں ان سب معروف قیدیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو یہاں نظر بند کئے گئے تھے لیکن حضرت مجدد کا نام تک نہیں آیا حالانکہ توزک جہانگیری (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت مجدد الف ثانی کی نظر بندی (۱۰۲۸ تا ۱۰۲۹ھ/ ۱۶۱۹-۱۶۲۰ء) اور پھر پابندی (۱۰۲۹-۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۰-۱۶۲۳ء) کے اسباب بظاہر سیاسی اور مذہبی دونوں نوعیت کے معلوم ہوتے ہیں، رہائی کے بعد آپ کو اختیار دیا گیا کہ آپ چاہیں تو اس کے پاس ٹھہر جائیں اور اگر چاہیں تو سرہند چلے جائیں (۱)۔ لیکن آپ نے لشکر میں رہنا پسند فرمایا، آپ اپنے ایک مکتوب بنام فرزندان خود میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ ایک بڑا اہم کام انجام دے رہے ہیں (۲)۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک مکتوب سے حضرت مجدد کے جہانگیر کے ساتھ کئی ماہ تک لاہور میں رہنے کا ذکر بھی ملتا ہے (۳)۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی نے دار الحکومت میں بھی اپنے قیام کا ذکر خود فرمایا ہے ان ملاقاتوں میں آپ کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ بادشاہ کو تعلیمات اسلام سے آگاہ کرتے رہیں (۴) ایک اور مکتوب میں آپ نے لکھا ہے کہ وہ اس وقت بادشاہ کو اسلامی عقائد اور مبداء و معاد کے مسائل بتا رہے ہیں اور قرآن پاک کے مطالب وتفسیر کے سلسلہ میں گزشتہ شب سورۂ عنکبوت تک پہنچ گیا ہوں (۵) بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی سے متاثر ہوا اور دو ہزار روپے آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے (۶) ایک مرتبہ اس نے اپنی بیماری کے ایام میں آپ سے دعا کی درخواست کی، اس نے سرہند سے گزرتے ہوئے آپ کے ہاں کھانے کی خواہش بھی کی، آپ کے گھر کا کھانا اسے بہت پسند آیا، اس وقت اس نے اپنے وزیر اعظم کو بھیجا کہ وہ حضرت مجدد سے وظیفہ قبول کرنے کے لئے کہے لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا (۷)۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) میں آپ کو قلعۂ گوالیار میں مقید کرنے کی تفصیل موجود ہے (۲۷۲) تعجب ہے کہ مولف کی فہرست ماخذ میں توزک کا نام تک درج نہیں ہے......

(۱) جہانگیر: توزک جہانگیری ۳۰۸ (سرسید احمد خان ایڈیشن)

(۲) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۳/ ۷۸

(۳) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/ ۲۵/ ۱۰۶-۱۰۷ (۴) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۲/ ۹۲

(۵) ایضاً ۳/ ۴۳ (۶) جہانگیر: توزک ۳۷۰

(۷) بدر الدین سرہندی: مجمع الاولیاء، ورق ۴۴۲ (انڈیا آفس، لندن)

حضرت مجدد الف ثانی نے رہائی کے بعد جہانگیر کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتے ہوئے جب یہ فرمایا تھا وہ اس وقت بادشاہ کے ساتھ رہ کر کار عظیم انجام دے رہے ہیں یعنی آپ کو جب بھی موقع میسر آتا تھا آپ جہانگیر کے سامنے اسلام کے اصول، فقہ اور دوسرے ضروری امور پیش کرتے تھے یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ جہانگیر اپنے آخری دس سالوں میں اسلام کی حقانیت سے واقف ہوتا جا رہا تھا، کانگڑہ کی فتح کے بعد جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی سے کہا کہ اگر وہ کانگڑہ آئیں تو آپ کی موجودگی میں میں بت مسمار کروں گا آپ علیل ہونے کے باوجود وہاں تشریف لے گئے تو بادشاہ نے نہ صرف بت توڑے بلکہ وہاں گائے ذبح کروائی، مسجد تعمیر کروائی اور اسلام کے احکام صادر کئے (۱)۔ جہانگیر نے خود بھی لکھا ہے کہ قاضی، میر عدل اور علماء کی موجودگی میں کانگڑہ کے مندر میں بت توڑے، وعدے کے مطابق وہاں گائے ذبح کروائی، اذان دلوائی، خطبہ پڑھوایا اور اسلام کے احکام نافذ کئے بادشاہ نے اس موقع پر شکر ادا کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے احکام اسلام نافذ کرنے کی توفیق دی جو اس سے قبل کسی دوسرے مسلمان بادشاہ کو میسر نہیں ہوئی ہوگی (۲)۔

جہانگیر کا جانشین شاہ جہان بھی حضرت مجدد الف ثانی کے علم اور تقوی سے آگاہ تھا، اس نے حضرت مجدد کی خدمت میں افضل خان اور مفتی عبدالرحمٰن کو اس وقت بھیجا جب آپ کو جہانگیر نے مذکورہ حالات میں دربار میں طلب کیا تھا اس نے چند فقہی کتابیں بھی ساتھ ارسال کیں جن میں فقہا نے بادشاہ کے لئے سجدۂ تعظیمی جائز قرار دیا ہے لیکن آپ نے ان کو بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں (۳) اس سے شاہ جہان کی حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے وہ آپ کی تعلیمات سے متاثر تھا، اپنے ساتویں سال جلوس (۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) میں اس نے عید کی نماز سرہند

---

(۱) بدرالدین سرہندی: مجمع الاولیاء ورق ۴۳-۱

(۲) جہانگیر: توزک ۳۴۰ (سرسید ایڈیشن)

(۳) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین - ورق ۱۷۱-الف

شریف میں ادا کی، اس موقع پر علمائے اسلام کثیر تعداد میں اس مسجد میں موجود تھے، یعنی ان علماء و عرفا سے حضرت مجدد الف ثانی کے تینوں صاحبزادگان یعنی خواجہ محمد سعید، خواجہ محمد معصوم اور خواجہ محمد یحییٰ اور اس خانوادے سے وابستہ اصحاب علم و دانش مراد ہیں، شاہ جہان کی دین داری کی بہت سی مثالیں اس کے عہد کی کتب تاریخ میں ملتی ہیں۔

شاہ جہان نے حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم سے متعدد بار مصاحبت کے لئے کہا لیکن آپ نے اپنے والد گرامی کی وصیت کے بموجب اسے قبول نہ فرمایا لیکن کبھی کبھی دونوں حضرات شاہ جہان سے ملتے رہتے تھے(۱)۔

---

(۱) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین ورق ۱۷۸-الف

عہد معصومی کا مذہبی ماحول

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کا زمانۂ حیات (۱۰۰۷-۱۰۷۹ھ/ ۱۵۹۸-۱۶۶۸ء) کئی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے بیشک اس دور میں پاکستان و ہند میں مذہبی، علمی، ادبی اور عقلی و نقلی علوم پر تحقیقات ہوئیں۔ لیکن اس عہد میں مذہبی بے راہ روی، بے اعتدالی اور آزاد مشربی کو بھی ہوا ملی مسلمانوں میں بہت سے ایسے فرقے بن گئے جن کے عقائد مکمل طور پر غیر اسلامی تھے، ان تمام امور کی تفصیلات کا یہ مختصر سا مقدمہ متحمل نہیں ہوسکتا، ان میں سے صرف چند ایسے نکات زیر بحث لائے جا رہے ہیں جن سے پاکستان و ہند کی معاشرت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود

یہاں ان دونوں نظریات کی تفصیل اور ان کے درمیان فرق بیان کرنے کا موقع نہیں ہے(۱)۔ صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جب ہندوؤں نے نظریۂ وحدت الوجود میں اپنے فلسفہ کی آمیزش شروع کی تو اس وقت کا صوفیہ خام کا طبقہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور ان کی مدد سے انہوں نے اسے باقاعدہ تحریک کی شکل دے دی اس کے افکار کا مرکزی نقطۂ نظر ''وحدت ادیان'' تھا۔

ان حالات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ایسے صوفیہ کو للکارا اور اس کے انجام سے خبردار کیا، خود چشتی سلسلہ کے بزرگوں نے جن کے ہاں اس نظریہ کی سب سے زیادہ پذیرائی ہوئی تھی، اس نظریہ کے تمام تر مبحث کو خانقاہ تک محدود رکھنے کی پوری پوری کوشش کی لیکن جب ان شرائط کی گرفت ڈھیلی ہوئی تو عوام تک پہنچ کر اس نظریہ نے منفی اثرات مرتب کرنا شروع کر دیئے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اس نظریہ کو آمیزش سے پاک کرنے کے لئے بہت سعی

---

(۱) ان دونوں نظریات کی تفصیل اور فرق کی وضاحت کے لئے دیکھئے ملا عبد العلی بحر العلوم کا رسالہ وحدت الوجود مرتب و مترجم مولانا زید ابو الحسن فاروقی اور مقدمہ مقامات مظہری۔

فرمائی اور اس کے مقابل ''وحدت الشہود'' کو پیش کیا۔

افسوس کہ خود غرض اور دنیا پرست علماء وصوفیہ نے اس پر غور کئے بغیر اسے ایسے معنی پہنائے جس سے مخالفین کو مزید تقویت ملی۔

داراشکوہ نے اس معاملہ میں انتہا کردی اور سیاسی مقاصد کے لئے ہندوؤں کی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے وحدت الوجود اور ہندوؤں کے فلسفۂ ویدانت کو اس طرح ملانے کی کوشش کی کہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان تک جانے میں کوئی مشکل نہ رہی جس کا عملی نتیجہ دارا کی تالیف مجمع البحرین ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ داراشکوہ کے زیر اثر اس نظریہ نے مباحث کی ایسی شکل اختیار کر لی تھی کہ غیر ملکی سیاح بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، مشہور فرانسیسی سیاح برنیرؔ جو دارا اور اورنگزیب کی جنگ تخت نشینی کے ایام (۱۶۵۸ء) میں داراشکوہ کے لشکر میں بحیثیت طبیب کام کر رہا تھا، لکھا ہے کہ وحدت الوجود کے بارے میں ہندوستان میں بڑا غل پڑا ہوا ہے، نیز اس نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ پنڈت اور دوسرے فلاسفہ دارا اور اس کے بھائی شجاع کے ذہن میں یہ نظریہ القا کر رہے ہیں:

I shell explain to you the Mysticism of a great sect which has latterly made great noice in Hindoustan, inasmuch as certain Pendits or gentile Doctors had instilled it into the minds of Dara and Sultan Sujah(۱)

گو اورنگزیب کی کامیابی، دارا کے قتل اور مرکز کی مضبوطی نے اس نظریہ کو اورنگزیب کے حین حیات ابھرنے نہ دیا لیکن پھر بھی خفیہ طور پر وہ پنڈت اور ڈاکٹر (صوفیہ خام) اس نظریہ کے پرچار اور اسے وہ رنگ دینے میں لگے رہے جس کا آغاز انہوں نے دارا کے سہارے کیا تھا اس مقصد کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کے جانشینوں اور اورنگزیب نے ان کا شدید محاسبہ جاری رکھا جس کی وضاحت کے لئے اس عہد کے عقائد اور مذہبی

(1) Bernier, F : Travels in the Mughal Empire, London, 1891, p. 345.

رجحانات کا پس منظر بیان کیا جارہا ہے۔

سلاسل اور فرقوں کی حالت

دبستان مذاہب اس سلسلہ کا ایک اہم ترین ماخذ ہے جس کے مولف کا نام معلوم نہیں ہے یا اس نے قصداً اپنا نام نہیں لکھا یہ کتاب ۱۰۶۳ھ میں زیر تالیف تھی اور دارا شکوہ کے قتل ۱۰۶۹ھ تک مولف اس میں اصلاح کرتا رہا ہے۔ اس کے مولف نے ایک مستقل لیکن طویل باب میں اہل ہند کے عقائد اور مختلف فرقوں کا تذکرہ کیا ہے وہ ان میں سے اکثر فرقوں کے ماننے والوں سے خود ملا تھا اور ان کی زبانی ان کے عقائد نقل کئے ہیں، ان سب کا احاطہ یہاں ممکن نہیں ہے صرف چند ایسے فرقوں کا ذکر کیا جارہا ہے جنہوں نے اس عہد کی مسلمان اور ہندو معاشرت پر منفی اثرات مرتب کئے تھے۔

مولف نے بتایا ہے کہ ہندوؤں کا ایک ایسا گروہ بھی ہے جو مسلمان صوفیہ کی طرح ہے اور قواعد وعقائد میں مسلمان صوفیہ کا ہم خیال ہے، اس نے صوفیہ کے مختلف سلاسل کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان کے ایسے گروہ بھی ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی طور پر ان پر تصرف نہیں ہے بلکہ نبی ان کے کمال سے مستفید ہوتا ہے:

گویند جمعی از عرفا طریقت ہستند کہ پیغمبر را بہ ایشاں تصرف نیست، بلکہ نبی خوشہ چین خرمن کمال ایشاں است (۱)

اس قسم کے فکری پس منظر میں اگر ملا شاہ بدخشی نے یہ شعر کہا تھا تو کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ وہ بھی اسی ماحول میں رنگ چکے تھے:

پنجہ در پنجۂ خدا دارم — من چہ پروائے مصطفیٰ دارم

ایک اور سلسلہ مداریہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کے بانی شیخ بدیع الدین شاہ مدار تھے، ان کی بود وباش سنیاسیوں جیسی تھی ان کے ژولیدہ بال ہوتے تھے بدن پر مٹی ملے رہتے تھے انہوں نے سر اور گردن پر زنجیریں چڑھا رکھی ہوئی ہیں نماز و روزے سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ بھنگ بہت زیادہ پیتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں (۲) سلسلہ مداریہ عرصہ

(۱) دبستان مذاہب، مطبوعہ تہران ۱۸۹ (۲) ایضاً ۱۹۰

دراز سے پاکستان و ہند میں جاری ہے۔

مشہور عالم اور صوفی بزرگ سید جلال الدین بخاری اوچی کی اولاد نے شیعہ مذہب قبول کرلیا تھا اور شیخین پر سب وشتم کرتے تھے نماز و روزہ سے کوئی تعلق نہیں رکھا تھا۔ بھنگ پیتے ہیں اور سانپ و چھپکلیاں کھاتے ہیں ان کا پیر ہر روز داماد بنتا ہے جس مرید کی خوبصورت بیٹی ہو وہ اس کے گھر جا کر اس سے ہم بستری کرتا ہے اور اس کے نزدیک نکاح بے معنی ہے۔ مولف نے لکھا ہے کہ میں نے ایک جلالی (پیروکار سلسلہ جلالیہ اوچیہ) سے پوچھا کہ تمہارا پیر حامد محمد بغیر نکاح کے عورتوں پر کیوں کر تصرف کرتا ہے تو مرید نے جواب دیا کہ صفوی بادشاہ بھی یہی کرتے تھے، شیخ حامد محمد تو حضرت علی کے خلیفہ برحق ہیں یہ کیوں نہ ایسا کریں؟ اس نے نہایت دیدہ دلیری سے کہا کہ یہ سیدوں کا کام ہے اور یہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے (۱)۔

صوفیہ کے ایک ایسے گروہ کا تذکرہ ملتا ہے جو ''بے قید و بے نوا'' کہلاتا تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ حق روح ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جسم ہیں، یہ وحدت الوجود پر ایمان رکھتا تھا (۲) کشمیر میں ایک گروہ کاکان کا تھا اس کا بانی ابراہیم کاک تھا یہ بھی وحدت الوجود کو اپنا ایمان تصور کرتے تھے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ یکساں سلوک سے پیش آتے تھے (۳) ان کا مقصد سلوک وحدت ادیان تھا کہ ہندو اور مسلمان کی تفریق ختم ہو جائے۔

ان کے علاوہ اس نے ایسے کئی فرقوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ پانی، خاک اور انسان کی پرستش کرتے تھے۔ انسان کے پوجاری یہ کہتے تھے کہ آدمی ذات حق ہے ان کے نزدیک انسان برا ہو ہی نہیں سکتا تھا (۴)۔

ان کے علاوہ سلسلۂ شطاریہ کی روحانی بے راہ روی کا ہم مستقل عنوان کے تحت اسی مقدمہ میں ذکر کر چکے ہیں۔ سب سے زیادہ خطرناک صورتحال فرقہ شیعہ کی تھی جو محبت اہل بیت کی دعوت پر کم تعلیم یافتہ افراد اور خاص طور پر سادات کے خانوادوں کو اپنے اندر جذب

---

(۱) ایضاً ۱۹۱ (۲) ایضاً ۱۹۲

(۳) ایضاً ۱۹۲ (۴) ایضاً ۱۹۷

کر رہا تھا ان کی انہی تبلیغی سرگرمیوں کے باعث بہت سے راسخ العقیدہ سنی سادات کے گھرانے شیعہ بن گئے اور آج ان کی اولاد اپنی اصل سے مکمل طور پر ناواقف ہو چکی ہے۔

صلح کل اور صوفیہ

پاکستان و ہند میں صلح کل ایک ایسا فکر انگیز مسئلہ تھا، جس نے یہاں کی مسلم سوسائٹی کو بہت نقصان پہنچایا، مسلمان ایک ایسی ملت ہیں جنہیں فکری اعتبار سے کسی دوسری قوم کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ممکن ہی نہیں ہے ان کا کلچر جداگانہ ان کا مذہب تمام مذاہب سے پاکیزہ اور ایک خدا کے تصور کے سوا ان کے معاشرے میں دوسری کوئی ہستی قابل قبول ہی نہیں ہے۔

اگر معاملہ صرف مذہبی رواداری تک رہتا تو کوئی بات نہیں تھی بلکہ رواداری تو اسلام کے اصول حکمرانی کی بنیاد ہے، دیگر ممالک کی طرح ہندوستان کے مسلمان بادشاہ بھی اسی اصول جہاں بانی کے تحت حکومت کرتے رہے لیکن معاملہ اس وقت بگڑا جب ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان کے ایک بڑے مذہب ہندومت کیساتھ مذہبی ہم آہنگی کے لئے راستہ ہموار کرنا شروع کیا، اکبر بادشاہ نے اس معاملہ میں حد سے تجاوز کرنے کی کوشش کی اس نے بظاہر یہ جواز پیش کیا کہ میرے اس اقدام کا مقصد ملکی مصالح کے خیال سے ہندوؤں کو عہدے دینا اور تمدن کے فروغ کے لئے ان سے مہربانی سے پیش آنا ہے(۱)۔ لیکن پس پردہ اس میں اسلام دشمنی کے سارے عزائم موجود تھے۔

اکبر کی تخت نشینی سے پہلے غیر مسلم عوامی تحریکوں کا مقصد کار اسلام اور ہندومت کے اختلافات کو ختم کرنا تھا۔

بھگتی تحریک کے مشن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے محرکین مختلف مذاہب کے لوگوں کے لئے جنہیں مذہب نے ایک دوسرے سے جدا کر دیا تھا ایسی فضا پیدا کرنا چاہتے تھے جس میں وہ باہم مل جل کر رہ سکیں اس نے ان مذاہب کے بین بین ایک متوازن راہ تلاش کر لی، اس مشن کو کئی ہندو مصلحین نے جاری رکھا ان میں اکبر کے معاصر ایکناتھ نے ذات

---

۱) ابوالفضل: اکبر نامہ ۲ / ۲۷۳

پات کی مخالفت کے علاوہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے بھی کوشش جاری رکھی۔

بھگت کبیر کی طرح گرونانک بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتا پھرتا تھا وہ پنڈت اور ملا دونوں کے خلاف تھا اس نے کبیر کی طرح ہندو مت اور اسلام کے مابین ایک نئی راہ نکالی۔

جب اکبر تخت نشین ہوا (۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء) تو ہندوستان میں عجیب معتقدات جنم لے چکے تھے اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے راستہ ہموار کیا جا رہا تھا، اکبر نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے فارسی میں ترجمے کروائے تو اس سے مسلمانوں کے عقائد کو ٹھیس پہنچی اور بہت سے ایسے صوفیہ نے جو ابن الوقت تھے اس فضا سے بھرپور فائدہ اٹھایا انہوں نے شیخ اکبر ابن عربی کے نظریۂ وحدت الوجود کی تشریحات و توضیحات اس انداز سے کیں کہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان تک ذہنی و فکری سفر آسان ہو گیا، حالانکہ شیخ ابن عربی کے ہاں اس کا تصور تک نہیں ہے۔

شیخ امان پانی پتی اور ان کے مرید شیخ تاج الدین (۱) تو وحدت الوجود پر ایسا یقین رکھتے تھے جس کی تصوف اسلامی میں کوئی گنجائش نہیں ہے بقول عبدالقادر بدایونی یہ روش ایک سالک کو اباحت والحاد تک پہنچا دیتی ہے (۲)۔

شاہ محمد غوث گوالیاری تو ہندوؤں کے علوم کے ایسے ماہر تھے کہ ان کے ساتھ مذہبی یگانگت کے بھی قائل تھے وہ ہندوؤں کی تعظیم کے لئے کھڑے بھی ہو جاتے تھے (۳)۔

گویا اکبر کے عہد کی فضا میں وحدت ادیان کے نظریات اس طرح سرایت کر گئے تھے

(۱) شیخ تاج الدین بن شیخ زکریا بن عیسیٰ، معروف وحدت الوجودی صوفی شیخ امان پانی پتی کے ایسے خلیفہ تھے کہ بقول شیخ عبدالحق کہ وہ توحید (نظریہ وحدت الوجود) کی تعبیر میں اپنے شیخ کے مقلد خاص تھے (اخبار الاخیار ۲۴۲) انہوں نے ہی وحدت الوجود کی غلط تعبیر کر کے اکبر بادشاہ کے دل میں الحاد و زندقہ کا بیج بویا تھا (منتخب التواریخ ۲/۲۵۸)، یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس نام کی ایک شخصیت حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلفاء میں بھی شامل ہے لیکن وہ ان سے جداگانہ ہیں یعنی شیخ تاج دین بن زکریا بن سلطان عثمانی نقشبندی (خلاصۃ الاثرا/۴۶۴) یعنی اکبر کے مقرب تاج الدین کے دادا کا نام عیسیٰ تھا جبکہ تاج الدین نقشبندی کے دادا شیخ سلطان عثمانی تھے۔

(۲) عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ ۲/۲۵۸

(۳) ان امور کی تفصیل اسی مقدمہ میں سلسلۂ شطاریہ کے تحت بیان کی جا چکی ہے۔

کہ اکبر کو اس نتیجے پر پہنچنے میں دیر نہ لگی کہ خدا کی پرستش کے کئی طریقے ہیں اور تمام مذاہب حق پر ہیں اور وحدت الوجود کو غلط رنگ دینے والے صوفیہ کی صحبت میں رہ کر یہ سمجھا کہ جب تمام موجودات مظاہر الٰہی ہیں تو ہر نظر آنے والی چیز کی صورت میں بھی خدا ہی کی پوجا ہو گی جب انہی اصحاب نے اسے یہ باور کروایا کہ تمام راستے خدا کی طرف جاتے ہیں تو اس نے مختلف مذاہب کے ایسے اصول لے کر ایک نیا دین تیار کرنے کا حکم دیا جس میں سب کو برداشت کرنے کا مادہ پیدا ہو جائے۔

اکبر کو بہت جلد ایسے صوفیہ مل گئے جو اس نظریہ کے حامل تھے اور دولت کی لالچ میں انہوں نے اس نظریہ کو ایسے معنی پہنائے کہ اکبر کے لئے صلح کل کی پالیسی مرتب کرنا دشوار نہ رہا۔

اکبر کے زیر اثر بہت جلد ''مسلمانان ہندو مزاج'' (۱) کا ایک ایسا طبقہ تیار ہو گیا جو صلح کل کی پالیسی میں اس کا معاون ثابت ہوا اور اکبر کو اس طبقہ نے ایک مرشد برحق بنا کر اسے انسان کامل کی تمام صفات سے متصف کر کے اسے علم لدنی کا مرکز قرار دیا (۲) اور اس نے روحانی کمان سنبھال لی، درباری مورخ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ اکبر کی زیر نگرانی مخلصین قلیل مدت میں عرفان کی اس منزل تک پہنچ گئے جہاں روحانی مجاہدین چلیے کر کے بھی قدم نہیں رکھ سکتے (۳)، اکبر کا اپنا قول تھا کہ ہر آدمی خود اپنا مرید ہے اگر اس کے قلب میں صحیح روشنی موجود ہے تو وہ خود پیشوا ہے (۴)۔

عہد اکبری کی ایک غیر تاریخی کتاب باز نامہ (۵) ہے جس کے مولف شیر محمد نے اسے

---

(۱) اس طبقہ کا یہ نام معاصر ماخذ منتخب التواریخ (۲/ ۲۶۹) سے ماخوذ ہے۔

(۲) ابوالفضل: اکبر نامہ ۳/ ۲۵۲-۲۵۳

(۳) ابوالفضل: آئین اکبری ۱/ آئین ۷۴

(۴) ایضاً ۳/ ۱۷۹- اسی قسم کے اقوال دارا شکوہ سے متوسل صوفیہ کے بھی تھے جنہیں ہم دارا کے عقائد میں نقل کر چکے ہیں۔

(۵) باز نامہ اکبر کے حین حیات تالیف ہوئی اس کا خطی نسخہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی (لاہور) کے کتابخانے میں ہے۔

اکبر کے نام معنون کرتے ہوئے جہاں اسے بہت سے القاب وصفات سے متصف کیا ہے وہاں اس کے لئے ''قطب الاقطاب'' کا لقب بھی لکھا ہے جو اس امر کا مزید موید ہے کہ وہ صوفیۂ خام کے زیر اثر ایک صوفی کامل بن کر دین الٰہی کا پیشوا بن بیٹھا تھا۔

بالکل یہی روش داراشکوہ نے اختیار کی تھی فرق صرف یہ تھا کہ اکبر ایک ان پڑھ بادشاہ تھا اس کا پسندیدہ مذہب (دین الٰہی) اس کے حواریوں اور اسلام دشمن ملاؤں نے مرتب کیا تھا اور دارا ایک ذی علم شہزادہ تھا اس نے آزاد مشرب صوفیہ (مسلمانان ہندو مزاج) اور پنڈتوں، سنیاسیوں اور جوگیوں سے ملاقاتوں کے بعد جو کچھ سیکھا اسے خود مرتب کیا اور اپنے خود ساختہ عقائد اور صلح کل کی پالیسی مرتب کی، اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے مرتب کردہ دین کے اصول وضوابط خود کتابی صورت میں پیش کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کو اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت مقصود تھی اس لئے بروقت علمائے حق کو توفیق بخشی اور انہوں نے اپنی ذمہ داریاں محسوس کرتے ہوئے مردانہ وار اس کے باطل افکار کا مقابلہ کیا اور حق وصداقت کو فتح نصیب ہوئی۔

ان حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے عہد داراشکوہ کے سب سے بڑے مصلح حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی فرماتے ہیں:

عجب معاملہ ہے کہ جن لوگوں نے کم آزاری اور صلح کل کا مشرب اختیار کر لیا ہے ان میں سے ایک جماعت کافروں، یہودیوں، جوگیوں، برہمنوں، ملحدوں، زندیوں اور ارمنیوں وغیرہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ صلح، میل جول اور محبت رکھتے ہیں ...... لیکن مسلمانوں (اہل سنت) کے ساتھ یہ لوگ بغض وعداوت رکھتے ہیں، ان کی صلح غیروں کے ساتھ ہے اور مسلمانوں کی ایذا کے درپے ہیں اور ان کی بربادی چاہتے ہیں، یہ عجیب صلح کل ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ...... بغض وعداوت ہو اور غیر مسلموں کے ساتھ جن سے بغض رکھنا نصوص قرآنی سے ثابت ہے محبت ودوستی ہو(۱)

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/۲۹/۱۲۱ (دراصل یہ پورا مکتوب داراشکوہی مکتب فکر کے خلاف ہے جس میں حضرت خواجہ نے صلح کل کا پول کھول کر رکھ دیا ہے)

ایک اور مقام پر صلح کل کے نظریہ پر ضرب کاری لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس عہد کے اکثر صوفیۂ خام اور ملحدین کفار کے ساتھ دوستی کرنے سے پرہیز نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ فقیری کا طریقہ کسی شخص کے ساتھ برا سلوک کرنا نہیں ہے، سبحان اللہ سرور انبیاء سردار فقراء و اولیاء علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کو جنہوں نے ''الفقر الفخری'' فرمایا ہے حکم ہوتا ہے کہ کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو...... اس سے ضلالت و گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا...... (۱)

حضرت خواجہ محمد معصوم نے وحدت الوجود کو غلط رنگ دینے والے صوفیہ کی محبت کو سم قاتل قرار دیتے ہوئے انہیں لصوص دین کہا ہے، فرماتے ہیں:

(آپ نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے) اس قسم کے اعتقادات رکھنے والوں نے اپنے آپ کو مسند مشیخت پر فائز کر لیا ہے جو دراصل لصوص دین (دین کے چور) ہیں ان کی صحبت سے دور رہنا چاہئے اور یہ لوگ دین سے بیگانہ اور حلقۂ اسلام سے خارج ہیں، وہ خود بھی گمراہ ہیں اور گمراہی کی گہرائی میں غرق ہیں اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے سے ہٹاتے ہیں ان سے دور رہیں اور ان کی صحبت کو زہر قاتل سمجھیں جو کہ ابدی موت تک پہنچا دیتی ہے (۲)۔

اس ماحول میں جس میں آپ داراشکوہ کے عقائد اور اس کے مکتبہ فکر کا مطالعہ فرما چکے ہیں اب حضرات نقشبندیہ کی ان سرگرمیوں کا جائزہ لیجئے جن کے ذریعہ انہوں نے مسلمان اور اسلام کو عہد اکبری جیسے حالات سے دوچار ہونے سے بچانے کے لئے سعی کی

---

(۱) ایضاً ۳/۵۵/۸۹

(۲) ایضاً ۳/۱۶/۴۱

اورنگزیب اور نقشبندی مشائخ

نقشبندی مشائخ کے سب سے زیادہ خوشگوار تعلقات اورنگزیب عالمگیر کے ساتھ تھے اور حضرت مجدد الف ثانی جس قسم کے بادشاہ اسلام کو ہندوستان کے تخت پر دیکھنا چاہتے تھے وہ تمام اوصاف اورنگزیب میں موجود تھے گویا حضرات مجددیہ کی تحریک احیاء دین داراشکوہ کے مقابلہ میں اورنگزیب کی کامیابی کی صورت میں نمایاں ہوئی۔

اورنگزیب آغاز سے ہی حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات سے متاثر تھا، چنانچہ تخت نشینی (۱۰۶۸ھ/۱۶۵۹ء) سے بہت پہلے حدود (۱۰۴۸ھ/۱۶۳۸ء) کو وہ باقاعدہ بیعت ہونے کے لئے سرہند شریف حاضر ہوا جہاں اسے "سلطنت" کی خوشخبری دی گئی تھی (۱)۔

خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے جن کا صاحبزادگان مجددیہ میں اورنگزیب کے ساتھ سب سے زیادہ "ربط وضبط" تھا، اورنگزیب کے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہونے کا تذکرہ واضح الفاظ میں کیا ہے، لکھتے ہیں:

"مختفی نہ ماند کہ بادشاہ (اورنگزیب) بہ دخول طریقہ علیہ مشرف گشتہ بسیار متاثر گشت سہ صحبت با حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) داشت (۲)"

مقامات معصومی جیسی مستند کتاب میں بھی اورنگزیب کے حضرت خواجہ محمد معصوم سے بیعت ہونے کا تذکرہ خصوصیت سے کیا گیا ہے۔

شیخ آدم بنوڑی اور خواجہ محمد معصوم کے مرید شیخ محمد امین بدخشی نے بھی لکھا ہے کہ اورنگزیب حضرت خواجہ محمد معصوم کا مرید تھا اور اس نے آپ سے "دائمی صحبت" کے لئے کہا تھا جسے آپ نے قبول نہ کیا (۳)

اورنگزیب کے ساتھ مجددی حضرات کے تعلقات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

---

(۱) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/۳۸-۳۹

(۲) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۸۳/۱۲۳

(۳) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین ۱۷۸۹-الف

اول تخت نشینی سے پہلے یعنی اس کی شہزادگی کے زمانے کے مراسم اور دوسرے بادشاہ بننے کے بعد......

حضرت خواجہ محمد سعید کے اورنگزیب کے نام ۹ مکاتیب ہیں، جن میں سے پانچ خطوط اس کی شہزادگی کے زمانے میں لکھے گئے تھے(۱) ایک خط میں اسے شہزادہ دیندار لکھا ہے(۲)اور وضاحت کی ہے کہ اس زمانے میں ''ظلمات، محدثات اور بدعات'' کا ہر طرف دور دورہ ہے اور ان کا خاتمہ تمہاری ذات سے وابستہ ہے یہ مکتوب دراصل اورنگزیب کے ایک خط کے جواب میں لکھا گیا ہے جس میں اس نے ان بدلتے ہوئے حالات کو درست کرنے کے لئے دعا کی درخواست کی تھی، اس مکتوب کے آخر میں حضرت مجدد الف ثانی کے نواسے اور اپنے ہمشیرہ زادے خواجہ محی الدین کے لئے سفارش کی ہے کہ انہیں ''محرم بارگاہ سلطنت'' بنالیں (۳)۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ خواجہ محی الدین اس کی تخت نشینی سے پہلے ہی اس کے ساتھ رہتے تھے۔

ایک اور مکتوب میں اورنگزیب کو مرید اور مریدی کا مفہوم جس طریقے سے سمجھایا ہے وہ ایک مرید کو ہی سمجھایا جا سکتا ہے گویا اس مکتوب سے بھی اورنگزیب کے اس خانوادے سے بیعت ہونے کا مفہوم قیاس کیا جا سکتا ہے، اسے شہزادۂ دیندار لکھنے کے بعد حسب ذیل بامعنی القاب سے نوازا ہے:

ناصر الملة البيضاء و مروج الشريعة الغراء مويد الدين القيم مشيد احكام الصراط المستقيم......(۴)

اورنگزیب کی شہزادگی کے زمانے میں لکھے گئے تیسرے مکتوب میں اسے بتایا ہے کہ ان ایام میں اسلام کی غربت انتہا کو پہنچ گئی ہے اور تم سے امید وابستہ ہے کہ اس کی عظمت رفتہ کو بحال کرو گے:

ذات اشرف ایشاں محی قوائم دین قویم......

---

(۱) محمد سعید سرہندی، خواجہ: مکتوبات سعیدیہ، مکتوب نمبر ۴۵، ۴۶، ۶۵، ۸۲، ۸۴

(۲) ایضاً: مکتوب نمبر ۴۵ (۳) ایضاً نمبر ۴۵/۱۰۱ (۴) ایضاً ۴۶/۲۰۲

اسی مکتوب میں بتایا ہے کہ میرا بیٹا محمد لطف اللہ ان دنوں تمہارے پاس ہے اور ''محرم سدہ علیا'' (۱) ہے، گویا آپ کے بھانجے خواجہ محی الدین تو پہلے ہی اورنگزیب سے وابستہ تھے اب آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمد لطف اللہ بھی اورنگزیب کے ساتھ رہنے لگے تھے ظاہر ہے کہ ان صاحبزادگان کا اورنگزیب کے ساتھ رہنے کا مقصد ترویج شریعت میں اس کی مدد کرنا تھا۔

دکن کی شیعہ ریاستوں میں ایران کی دلچسپی شروع سے ہی تھی ایک تو مذہبی یگانگت کی وجہ سے دوسری وجہ اس وقت سنی ترکوں اور شیعہ ایرانیوں میں جنگ کا طویل سلسلہ جاری تھا، مغل سلاطین خود کو ترکی کے خلیفہ کے ماتحت سمجھتے تھے اور ایران کو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ اگر مغلوں نے خلیفہ کے حکم سے ہندوستان کی طرف سے ایران پر حملہ کر دیا تو ایران ان کے درمیان پس کر تباہ ہو جائے گا، اس لئے وہ یہ چاہتا تھا کہ مغل حکومت اور دکن کی ریاستیں آپس میں لڑتی رہیں اور انہیں ہماری طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہ مل سکے، ایران یہ بھی چاہتا تھا کہ ہندوستان کی مغل حکومت کو تباہ کر کے بنگال سے بغداد تک ایک وسیع شیعہ حکومت قائم کر لی جائے، منشآت طاہر وحید ایسے شواہد سے بھری پڑی ہے، مغلوں کو معلوم تھا کہ دکن میں جمعہ کے خطبات میں خلفائے ثلاثہ پر تبریٰ وسب وشتم کیا جاتا ہے، اس لئے شاہ جہان نے گولکنڈہ کے حکمران قطب الملک سے ۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۶ء کو ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے یہ طے پایا کہ قطب الملک اپنی حدود مملکت میں جمعہ کے خطبہ میں شاہ جہان کا نام (لے گا) اور خلفائے راشدین پر سب وشتم کا سلسلہ ختم کر دے گا، اس پر کم مدت تک عمل درآمد ہوا لیکن جلد ہی وہ اس معاہدہ سے پھر گیا تو شاہ جہان نے اسے لکھا کہ تم ان شیعہ خطیبوں کو سزا دو جو صحابہ کرام پر تبریٰ کرتے ہیں، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر مجھ پر یہ فرض ہے کہ میں تمہاری ریاست پر قبضہ کر لوں اور ایسی صورت میں میرے لئے تمہاری جائیدادیں ضبط کرنا اور تمہارا خون بہانا جائز ہوگا، شاہ جہان کا خط پڑھ کر اس نے سب صحابہ پر پابندی لگا دی جو زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور ۱۰۶۶ھ/ ۱۶۵۵ء کو پھر یہ سلسلہ شروع ہو گیا ان

(۱) ایضاً ۶۵/ ۱۲۱

حالات میں اورنگزیب نے گولکنڈہ کا محاصرہ کر لیا جو ان دنوں شاہ جہان کی طرف سے "نظامت دکن" پر مامور تھا(۱)۔

حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کے جانشینوں کو ہندوستان میں شیعیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کا شدت سے احساس تھا ان حضرات نے اپنے مکاتیب میں عقائد شیعہ کے خلاف بھرپور طریقہ سے احتجاج کیا ہے، ان حالات میں حضرت خواجہ محمد سعید نے اس محاصرۂ گولکنڈہ کے دوران اورنگزیب کو جو خط لکھا تھا وہ اس کی پوری ترجمانی کرتا ہے(۲)۔

شاہزادگی کے زمانے کا آخری خط حضرت مجدد الف ثانی کے تینوں صاحبزادگان کی طرف سے مشترکہ طور پر لکھا گیا ہے(۳) اس میں اورنگزیب کو اپنے عزم سفر حرمین الشریفین کی اطلاع دی ہے اور یہ سفر عین اورنگ زیب کی اپنی بھائیوں کے ساتھ جنگ تخت نشینی کے دوران اختیار کیا گیا تھا ان حضرات نے حرمین الشریفین جا کر ہندوستان میں اسلام کے نفاذ اور دفع بدعات کے لئے دعا کرنے کا بھی ذکر کیا ہے(۴)۔

اورنگزیب جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں طریقہ نقشبندیہ میں بیعت تھا، اس کی یہ بیعت بقول خواجہ سیف الدین سرہندی حضرت خواجہ محمد معصوم سے تھی(۵)۔ حضرت خواجہ محمد معصوم نے بھی اس کی مختلف مہمات کو جہاد قرار دیا ہے، محاصرۂ گولکنڈہ کو آپ کے برادر بزرگ خواجہ محمد سعید جہاد قرار دے چکے تھے، خواجہ محمد معصوم نے بھی اسے یہی درجہ دیتے ہوئے اسے لکھا کہ میں اس قسم کے جہاد میں عملی حصہ لینے سے قاصر ہوں اگر فقراء سالہا سال تک ریاضت کریں تب بھی وہ اس جہاد میں شریک ہونے والوں کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے ہیں، فرماتے ہیں:

افسوس کہ ایں دوراز کار ازیں قسم نعمت خوشگوار بحسب ظاہر محروم است ...... اگر

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مقدمہ رقعات عالمگیر ۲۷۴-۳۰۷ (ملخصاً)

(۲) محمد سعید، خواجہ: مکتوبات ۸۲ / ۱۴۳ (۳) ایضا: ۸۴ / ۱۴۵

(۴) تفصیل کے لئے حسنات الحرمین پر ہمارا مقدمہ ملاحظہ کریں

(۵) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۸۳ / ۱۲۳

فقرائے اہل عزلت سالہا ریاضت کنند و اربعینات کشند بگرد ایں عمل نرسند......(۱)

جیسا کہ داراشکوہ کے معتقدات کی روشنی میں ہم اس عہد کے مذہبی ماحول کی عکاسی کر چکے ہیں جس میں شاہ جہان کے بیٹوں کے مابین تخت نشینی کی جنگ ہوئی تھی اس میں اورنگزیب کو سیاسی، سماجی اور مذہبی اعتبار سے راسخ العقیدہ مسلمان طبقات کی حمایت حاصل تھی اس لئے دارا نے اس کے مقابلہ میں آزاد خیال گروہوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے جانشینی کی یہ جنگ نظریاتی جنگ بن گئی ہندو اور آزاد خیال طبقہ ہندوستان کے تخت پر اکبر جیسا حکمران دیکھنا چاہتا تھا اور راسخ العقیدہ امراء اور علماء وصوفیہ دین دار اور دین پرور بادشاہ چاہتے تھے اول الذکر گروہ کو دارا کے روپ میں اکبر نظر آتا تھا تو ثانی الذکر گروپ اورنگزیب میں وہ تمام اوصاف پاتا تھا جن کا تذکرہ حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات میں ملتا ہے۔

جنگ تخت نشینی میں خانوادۂ مجددیہ کی ہمدردیاں واضح طور پر اورنگزیب کے ساتھ تھیں، عین انہی ایام میں جب حضرات سرہند نے سفر حج اختیار کیا تو اورنگزیب نے حضرت خواجہ محمد معصوم سے کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی، مقامات معصومی میں یہ روایت ملتی ہے کہ سفر پر روانگی سے قبل حضرت خواجہ نے اورنگزیب کو بادشاہت کی بشارت تحریری طور پر دی تھی (۲)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے نامور خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) جو جنگ تخت سے قبل فوت ہو چکے تھے کو عالم رویا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/ ۶۴/ ۱۸۰

ہم نے حسنات الحرمین کے مقدمہ (۱۱۲-۱۱۳) میں قیاس آرائی کی تھی کہ حضرت خواجہ کا یہ مکتوب اورنگزیب کی مہم قندھار سے متعلق ہے لیکن اب سیاق وسباق اور مکتوبات سعیدیہ کے منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوا ہے کہ اس کا تعلق مہم گولکنڈہ سے ہے۔

(۲) صفر احمد معصومی: مقامات معصومی

نے حکم دیا کہ وہ عالم مکاشفہ میں اپنے خلفاء سے کہیں کہ وہ اس جنگ میں اورنگزیب کے لشکر کے ساتھ شریک ہو جائیں (۱)۔ اسی طرح جنگ تخت نشینی کے ایام میں اورنگزیب کا ایک حامی امیر، نواب قطب الدین خان (۲) شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ شیخ عبدالخالق قصوری کی خدمت میں حاضر ہوا اور اورنگزیب کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے کامیابی کے لئے دعا کی، فتح مندی کے بعد نواب پھر آیا اور شیخ سے کہا کہ بطور مدد معاش ایک گاؤں آپ کی نذر ہے لیکن آپ نے یہ کہتے ہوئے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ میں نے یہ دعا محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کی تھی کسی لالچ کے لئے نہیں۔ گویا صوفیہ کرام اورنگزیب کی کامیابی کے لئے دعا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا تصور کرتے تھے، لکھا ہے:

قطب خان...... آمد و گفت کہ مراد ما حاصل شد یک دہ نذر شما کردہ ام ایشاں قبول نہ کردہ و گفتند ما برای خدای تعالیٰ مدد کردہ ایم نہ برای طمع دنیا (۳)

جب حضرات نقشبندیہ حج و زیارت حرمین الشریفین سے واپس ہندوستان آئے تو اورنگزیب کامیاب ہو کر ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک بن چکا تھا، اس موقع پر اس نظریاتی جنگ میں حضرت خواجہ محمد سعید نے اورنگزیب کو مبارکباد کا جو خط لکھا تھا اس کا تعلق اس عہد کے بدلتے ہوئے حالات سے ہے آپ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آفتاب ہدایت نمودار ہو گیا اور کفر و ضلالت کا خاتمہ ہوا اور الحاد و بدعت کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔ یہ واضح اشارہ داراشکوہ کی گرفتاری اور پھر اس کے قتل کی طرف ہے، فرماتے ہیں:

از متاعب سفر نجات یافتہ ...... الحمد للہ کہ بطلوع آفتاب ہدایت ظلمات کفر و ضلالت رو بانعدام آورد و بیخ الحاد و بدعت از پا افتاد و رایات عدل و انصاف بافق

---

(۱) محمد مراد بن شیخ حبیب پشاوری: رسالہ کلمہ چند در احوال علماء سو، قلمی ورق ۲۰۲-ح

(۲) نواب قطب الدین خان خویشگی بن نظر بہادر خویشگی قصوری نے اس جنگ میں اعلانیہ اورنگزیب کی حمایت کی تھی، حالات کے لئے دیکھئے:

شاہنواز خان، صمصام الدولہ: مآثر الامراء ۳/ ۸۷-۹۶

(۳) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین - خطی، ورق ۱۷۹

اعلیٰ رسید......(۱)

تعلقات کے دوسرے حصے کا تعلق اورنگزیب کی تخت نشینی کے بعد سے ہے، حضرات نقشبندیہ اورنگزیب کی کامیابی کے بعد پیچھے نہیں ہٹے بلکہ انہیں اب احساس ہوگیا تھا کہ یہی وقت ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں پر سابقہ دور میں ہونے والی زیادتیوں کا ازالہ اس طریقے سے کیا جائے کہ یہاں کی معاشرت میں اکبر اور اس کے دین الٰہی سے جو بدعات پھیلی تھیں اور داراشکوہ کے سہارے علماء سو نے جو لادینی (سیکولر) ریاست کے قیام کی کوشش کی تھی اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے تاکہ احیائے دین کی وہ تحریک جو حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شروع کی تھی اور جس اسلامی فلاحی مملکت کا خواب دیکھا تھا کی عملی تعبیر ہو سکے۔

اس سلسلے میں حضرات مجددیہ نے مندرجہ ذیل اقدامات کئے:

۱- اورنگزیب سے رابطۂ کلی قائم رکھا۔

۲- اورنگزیب کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے خاص اہتمام کیا۔

۳- اورنگزیب کے ساتھ دربار میں اور سفر و حضر میں بھی رہے۔

۴- حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے فرزندوں کو اورنگزیب کی تربیت کے لئے مقرر فرمایا

---

(۱) محمد سعید، خواجہ: مکتوبات ۳۸/ ۹۲ حضرات مخدوم زادگان بے چینی سے اورنگزیب کی کامیابی کی خبر سننے کے منتظر رہتے تھے اس لئے اورنگزیب نے دارا پر قابو پاتے ہی اس کا تعاقب شروع کیا تو اس کی اطلاع کے لئے اس نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ جو خط ان حضرات کو لکھا تھا وہ ہم نے دریافت کرلیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

فرمان عالی شان بادشاہ عالمگیر بعد از منہزم شدن داراشکوہ:

کہ بہ شیخ محمد سعید و شیخ محمد معصوم نوشتہ، نحمدہ و نصلی از جانب ایں نیاز مندترین خلائق بدرگاہ حضرت واہب العطیات بہ حقائق معارف آگاہ فضائل و کمالات دستگاہ شیخ محمد سعید سلام عافیت انجام برسد، آنچہ از مجد و نصرت یافتن آں لشکر اسلام بر اعداء دین بظہور آمدہ بہ سمع شریف رسیدہ باشد...... کہ چوں ظلمت شب بہ میان جان آں سیہ روی در آمد نیم جان بہ ہزار نکبت از معرکہ بیروں برد لشکر گرانی بہ تعاقب آں بے عاقبت تعین گشتہ امید از فضل بخشندہ...... کہ بزودی اسیر گردد توقع کہ ایں خیر خواہ عباد اللہ رابدعا سلامت دارین و خیریت نشاتین در مظان اجابت یاد می نمودہ باشند و اسلام بہ غضبت پناہ شیخ محمد معصوم و شیخ محمد یحیٰ سلام عافیت انجام رسد، والسلام والاکرام (مکتوبات حضرت مجدد خطی نسخہ نمبر ۱۴۲۹ کے آخری ورق پر یہ مکتوب منقول ہے۔ رک حسنات الحرمین، مقدمہ ۱۳۱-۱۳۳)

جو باری باری اس کے پاس جا کر یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔

۵- حضرت خواجہ نے اپنے بعض ذی علم خلفاء کو صرف اورنگزیب کی تربیت کے لئے خلافت دے کر اس کے ساتھ منسلک کر دیا، جو مرکز میں اس کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت کے لئے احکام جاری کرواتے اور اس کی باطنی تربیت بھی کرتے تھے۔

خواجہ سیف الدین نے اورنگزیب کے نام کئی خطوط لکھے تھے ایک مکتوب میں اسے واضح الفاظ میں اس کلیہ سے آگاہ کرتے ہیں کہ دین کی تقویت اور ملت اسلامیہ کی نصرت سلاطین سے وابستہ ہے، فرماتے ہیں:

تقویت دین متین ونصرت ملت مبین وابستہ بہ سلاطین عظام است......(۱)

حضرت خواجہ محمد سعید نے اورنگزیب کو ۹ خطوط لکھے جن میں اسے اس کی ذمہ داریوں، ہندوستان میں اسلام کی زبوں حالی اور ترویج شریعت کے لئے ہدایات درج فرمائی ہیں۔ ایک مکتوب جو سفر حج کے فوراً بعد اسے لکھا ہے وہ اس وقت تک جنگ تخت نشینی میں کامیاب ہو کر تاج و تخت کا مالک بن چکا تھا، اسے شایان شان القاب سے نوازنے کے بعد لکھا ہے کہ تمہاری کامیابی دراصل ہندوستان میں اسلام کی تقویت کا باعث ہوگی، لکھتے ہیں:

حضرت امیر المؤمنین ظل اللہ فی الارضین، رافع اعلام الشریعة الغراء قامع بنیان البدعة الغبراء ...... کا سر اعناق الکفرة الا کاسرة محی السنة والاسلام...... راہ عنایت و دین پروری در باب رفع ماتقی من الفواحش والمنکرات ومنع برخی از منہیات ومسکرات بمقتدایان خدمات اسلام تاکیدا ہتمام رود......(۲)

ایک اور مکتوب میں اورنگزیب کو ایک فتح پر مبارک دیتے ہوئے اسے الحاد و زندقہ کے خاتمہ کے لئے کہا ہے، اور مزید کوشش کرنے کے لئے بھی زور دیا ہے کہ ملک کے اطراف و اکناف میں ترویج شریعت کے لئے فرامین جاری کریں، لکھتے ہیں:

---

(۱) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۵۷/۸۰

(۲) محمد سعید، خواجہ: مکتوبات ۳۷/۹۱-۹۲

رفع وہدم ارکان کفر و بدعت وقمع رسوم الحاد و زندقہ نمود...... ایں ہوا خواہ حقیقی (خواجہ محمد سعید) امیدوار است کہ ہمت علیا مصروف تائید ارکان شریعت غرا فرمودہ فرمان اہتمام بحکام ومتصدیان اطراف واکناف صادر شود تا سعی بلیغ و اجتہاد تام دریں باب مصروف دارند......(۱)

ایک مکتوب میں جب کہ وہ کفار ہند اور اہل بدعت کے خلاف برسر پیکار تھا تو اس کی ان مہمات کو جہاد قرار دیتے ہوئے جہاد کے فضائل پر احادیث نقل کر کے بھیجی ہیں، یقیناً ان مہمات کا تعلق دکن کی شیعہ ریاستوں سے تھا آپ نے صحابہ کرام کے فضائل پر حدیثیں بھی اس خط میں نقل کرتے ہوئے صحابہ پر طعن کرنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے:

چوں حرف جہاد باہل بدعت و ضلال درمیان است، احادیث چند در فضائل صحابہ، (اہل بدعت) از جرگہ اسلام خارج اند...... (۲)

اورنگزیب کو بھی ان حضرات سے خصوصی انس تھا اس نے جنگ تخت نشینی کے دوران شہزادہ شجاع کو شکست دینے کے بعد دارا شکوہ کی طرف متوجہ ہونے سے قبل خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم دونوں کو اپنے پاس بلایا تو جاتے ہوئے اس نے ان حضرات کو تین سو اشرفیاں بطور انعام پیش کیں (۳)۔ اسی طرح اورنگزیب نے اپنے تیسرے سال جلوس (۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) میں حضرت خواجہ محمد سعید کو دہلی بلایا آپ ان دنوں مختلف امراض میں مبتلا تھے لیکن اس کے باوجود بادشاہ سے تعلق خاطر کی بناء پر آپ تشریف لے گئے تو اورنگزیب نے آپ کو ''خلعت اور دو ہزار روپے'' انعام کے طور پر دیے (۴)۔ اگلے سال ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۱ء کو اورنگزیب نے خواجہ محمد سعید کو پھر دہلی بلایا اس مرتبہ تو آپ انتہائی علیل تھے، لیکن آپ دہلی تشریف لے گئے بادشاہ بہت ہی تعظیم واحترام سے پیش آیا (۵)۔ اس کی

(۱) محمد سعید، خواجہ: مکتوبات ۴۰/ ۹۵ (۲) ایضاً ۶۶/ ۱۲۲-۱۲۶

(۳) محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ ۲۹۳ (۴) ایضاً ۵۹۵

(۵) بختاور خان: مراۃ العالم ۲/ ۴۱۳

اطلاع دیتے ہوئے خواجہ محمد سعید اپنے برادر گرامی خواجہ محمد معصوم کو لکھتے ہیں کہ سرہند سے دور دہلی جا کر آپ سے دوری کا جو احساس مجھے ہو رہا ہے وہ بیان سے باہر ہے اورنگزیب کے اظہار عقیدت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ گزشتہ چار روز سے بادشاہ بڑے اہتمام سے کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کر کے میرے لئے بھیج رہا ہے (۱) یہ اورنگزیب کے ساتھ خواجہ محمد سعید کی آخری ملاقات تھی کیوں کہ اسی سفر دہلی سے واپس سرہند جاتے ہوئے سنبھالکہ کے مقام پر آپ کا ۱۰۷۰ھ کو وصال ہو گیا (۲)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کی تحریرات سے تو واضح الفاظ میں یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ باقاعدہ ایک جامع پروگرام کے تحت اورنگزیب کو ملک میں ترویج شریعت اور احکام اسلامی کے نفاذ کے لئے تیار کر رہے تھے، اپنے فرزندان گرامی کو جو ظاہری و باطنی تعلیم سے آراستہ تھے باری باری اورنگزیب کے پاس جاتے اور اسے اسلامی احکام اور شرعی امور سے آگاہ کرتے رہتے تھے، اس کے علاوہ آپ نے اپنے بعض ذی علم خلفاء کو خلافت صرف اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے لئے ہی دی تھی جو سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت کے لئے راستہ ہموار کرتے رہے۔

اورنگزیب کی کفار ہند کے خلاف مہمات کو انہوں نے کئی مرتبہ جہاد کا درجہ دے کر اس کی حوصلہ افزائی کی، تخت نشینی کے بعد اسے جہاں بہت سے سیاسی خطرات سے نپٹنا تھا وہاں اسے بدعتیوں اور بدعقیدہ فرقوں سے بھی مقابلہ درپیش تھا اسی عہد کی یادگار حضرت خواجہ محمد معصوم کا ایک مکتوب ہے جس میں آپ نے اسے فنای قلب کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ان دنوں جس ''امر خطیر اور جہاد کبیر'' میں مصروف ہے، اس میں بظاہر وہ اس کے ساتھ شریک نہیں ہیں لیکن باطنی طور پر تم مجھے اپنے ساتھ تصور کرو، فرماتے ہیں:

ایں دعا گو ہر چند بحسب صورت از دریافت دولت ملازمت دور و مہجور است و دریں قسم امر خطیر و جہاد کبیر کہ دریں ایام عنان توجہ واقبال باں مصروف است داخل نہ لیکن از روی معنی و باطن در ملازمت وحضور است ...... در ہیچ موطن و

(۱) محمد سعید، خواجہ: مکتوبات ۹۹/ ۲۱۵ (۲) صفر احمد: مقامات معصومی ۰۷ ۳

معرکہ از خدمت عالی جدا نیست وہمہ جامعیت معنوی دارد......(۱)

اورنگزیب نے حضرت خواجہ محمد معصوم سے دائمی صحبت کی درخواست کی جسے آپ نے اپنے والد گرامی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی وصیت کے مطابق قبول نہ فرمایا لیکن کبھی کبھی اس کے انتہائی اشتیاق کے باعث اور ترویج شریعت کی تاکید کے لئے آپ اس کے پاس تشریف لے جاتے تھے، معاصر مولف کا بیان ہے:

(حضرت مجدد الف ثانی) دعا کردہ اند کہ شما (خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم) مصاحب سلطان نہ شوید الحمدللہ ہم چناں بوقوع پیوست کہ سلطان شاہ جہان پادشاہ علیہ الرحمتہ بسیار مصاحبت ایشاں می خواست میسر نہ شد الا نادرًا و صلاح آثار......اورنگزیب سلمہٗ مرید ایشاں (خواجہ محمد معصوم) گردید دوام صحبت ایشاں می خواست قبول نہ کردند......(۲)

اس قسم کی وصیت حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے فرزند بزرگ شیخ محمد صبغۃ اللہ کو بھی کی تھی کہ ''ضرورت کلی'' کے بغیر سلاطین کی صحبت اختیار نہ کرنا:

صحبت سلاطین بے ضرورت کلی اختیار نخواہد نمود......(۳)

لیکن داراشکوہ کے سہارے سرگرم عمل آزاد خیالی اور بے دینی کی تحریکوں کے معاشرت پر اثرات کو ختم کرنے کے لئے اس وقت اورنگزیب کی مصاحبت اختیار کرنا عین ضرورت کلی بن چکی تھی (۴)، معاصر مورخ کا بیان ہے:

''بنا بر استدعای بادشاہ دین پناہ چند بار بباء گاہ عظمت وجاہ رسیدہ، باقسام تجلیل و تکریم مخصوص گشت'' (۵)

آپ کے صاحبزادے خواجہ سیف الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اورنگزیب محبت سے آپ کو سفر خرچ بھیج کر دہلی آنے کے لئے کہا کرتا تھا (۶)۔

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۲/۵/۲۹

(۲) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین ۱۷۸-الف (۳) صفر احمد: مقامات معصوی/۴۲۶

(۴) تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذا کا عنوان ''داراشکوہ کے عقائد و مصاحبین دارا''

(۵) بختاور خان: مرأۃ العالم ۲/۴۱۳ (۶) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱۲۸/۱۵۶

فرزندان خواجہ محمد معصوم اورنگزیب کی مصاحبت میں

حضرت خواجہ محمد معصوم کے چھ فرزندان گرامی تھے یہ سب اورنگزیب کے نزدیک ''بغایت معزز'' تھے، معاصر مورخ کا بیان ہے:

از جملہ پسران آں مرحوم شش مخدوم زادہ بفضائل وکمالات صوری ومعنوی اشتہار دارند ونزد حضرت ظل الٰہی بغایت معزز اند......(۱)

یہ صاحبزادگان آپ کے حین حیات اور وصال کے بعد بھی اورنگزیب سے منسلک رہے تھے ان میں سب سے زیادہ ''ربط وضبط'' خواجہ سیف الدین کا اورنگزیب کے ساتھ تھا، خاندانی تذکرہ نویس نے لکھا ہے کہ اورنگزیب کی مکرر استدعا پر اور الہامی طور پر حضرت خواجہ نے خواجہ سیف الدین کو اورنگزیب کے ''ارشاد'' کے لئے بھیجا:

حضرت ایشاں بعد الحاح وطلب بادشاہ خلد مکان بلکہ بموجب الہام رحمٰن آں مخدوم زادہ را رخصت واجازت حضور لازم السرور برای ارشاد خلیفۂ وقت ودیگر طالبان فرمودند(۲)

جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حضرات مجددیہ کا اورنگزیب کے منسلک رہنے کا مقصد ترویج شریعت کے لئے اس سے احکام صادر کروانا اور اس کی باطنی تربیت تھا، حضرت خواجہ سیف الدین دربار دہلی سے حضرت خواجہ محمد معصوم کو اورنگزیب کی تعلیم سلوک میں روز بروز ترقی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اورنگزیب کہتا ہے کہ تعلیم سلوک سے پہلے ہجوم خواطر سے میرا دل تنگ تھا لیکن منازل سلوک طے کرنے کے دوران مجھے حظ وافر نصیب ہو رہا ہے اور امور دینی سے متعلق اس سے جو کچھ کہا جاتا ہے بلا تکلف قبول کر لیتا ہے، لکھتے ہیں:

بادشاہ دین پناہ را در خدمت حضرت اخلاص بنوع دیگر است از ذکر لطائف و ذکر سلطانی گزشتہ بہ ذکر نفی واثبات مقید است ...... ازیں راہ خیلے محفوظ است

---

(۱) بختاور خان: مرآۃ العالم ۲/ ۴۱۴ (۲) صفر احمد: مقامات معصومی ۳۳۶

دلی گوید کہ پیش ازیں من از ہجوم خواطر دل تنگ بودم...... بہ رخصت کردن فقیر راضی نمی شود بالجملہ امیدوار توجہ غائبانہ حضرت است...... درامور دینی آنچہ گفتہ می شود بے تکلف قبول می نماید......(۱)

حضرت خواجہ محمد معصوم نے اورنگزیب کو ایک خط لکھا جس میں اس کی باطنی کیفیت پر اطمینان کا اظہار فرماتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ میرا یہ فرزند جو اس وقت تمہارے پاس مرکز میں تمہارا منظور نظر ہے، امر معروف و نہی منکر اس کی زندگی کا مقصد وحید ہے، میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تم نے اس "طمطراق بادشاہت و دبدبہ سلطنت" کے باوجود اس کے کہے ہوئے کلمات حق کو قبول کرلیا، لکھتے ہیں:

فقیرزادہ منظور نظر قبول گشتہ واثر صحبت بحصول انجامیدہ واز امر معروف و نہی منکر کہ شیوہ فقیرزادہ است اظہار شکرو رضامندی نمودہ است شکر خداوندی جل شانہ برین عطیہ بجا آوردو سبب از دیاد دعا گوئی گردید چہ نعمتی است کہ بایں ہمہ طمطراق بادشاہت و دبدبہ سلطنت کلمہ حق بسمع قبول افتد و گفتہ نامرادی موثر شود(۲)

شان فقر دیکھئے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے فرزند کی سعی برائے ترویج شریعت کے سلسلہ میں اورنگزیب کے سامنے کہے گئے جملوں کو درخواست نہیں کہا بلکہ کلمہ حق کہہ کر فقر کی شان استغنا کو قائم رکھا اور بادشاہ کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم، خواجہ سیف الدین کے نام اپنے ایک مکتوب میں اورنگزیب کی باطنی ترقی اور عروج کا حال سن کر اس پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ عنقریب بادشاہ کو فنائی قلب حاصل ہو جائے گی جو درجات ولایت میں سے ایک اعلیٰ مقام ہے، فرماتے ہیں:

آنچہ دراحوال پادشاہ دین پناہ سلمہ ربہ مرقوم نمودہ بودند از سریان ذکر در لطائف و

---

(۱) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۲/۱۱

(۲) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/۲۲۱/۲۶۷-۲۶۸

حصول سلطان ذکر و رابطہ وقلت خطرات وقبول کلمۂ حق و رفع بعضی منکرات و ظہور لوازم طلب ہمہ بوضوح پیوست، شکر خداوندی جل شانہ بجا آورد در طبقۂ سلاطین ایں نوع امور حکم عنقای مغرب دارد...... ایں درویش از انچہ وظیفۂ فقیر ست از دعا و توجہ فارغ نیست وصلاح ظاہر و باطن شاں دریوزہ گر باطن ایشاں را بہ نسبت اکابر معموری یابد و امید وار ست کہ دریں نزدیکی بفنای قلب مشرف شوند کہ درجۂ اولیٰ ست از درجات ولایت و ایں معنی را در حق ایشاں قریب الحصول می یابد......(۱)

حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک مکتوب بنام خواجہ سیف الدین کا تو موضوع ہی ''شرح احوال سلطان وقت ہے۔'' لکھا ہے کہ بادشاہ پر اس وقت جس قسم کے باطنی احوال کا انکشاف ہو رہا ہے۔ طبقۂ سلاطین میں یہ امور غرائب روزگار میں سے ہیں، بادشاہ کے جو احوال خواجہ سیف الدین نے درج کئے تھے آپ نے باقاعدہ ان کی تحقیق کے بعد ان پر نہ صرف اطمینان کا اظہار کیا ہے بلکہ فرحت وانبساط کے ساتھ لکھا ہے کہ اس حال میں قریب ہے کہ میں خود رقص کرنے لگوں، فرماتے ہیں:

مکتوب مرغوب رسیدہ خوش وقت ساخت آنچہ از احوال پادشاہ دین پناہ مرقوم نمودہ بودند ہمہ بوضوح انجامید در طبقۂ سلاطین ظہور ایں نوع امور از غرائب روزگار است...... ایں حالت مبر ابفنای نفس ست...... از مطالعۂ آں خطہا نمود نزدیک بود کہ رقص کند......(۲)

خواجہ سیف الدین کی خدمت میں اورنگزیب نے منازل سلوک اس سرعت اور کامیابی کے ساتھ طے کرلیں کہ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ جب خواجہ سیف الدین نے بادشاہ کی مجالس کا تذکرہ اپنے عریضہ میں کیا تو آپ نے جواباً لکھا کہ اب اس قسم کے اسرار کا ظہور ہو تو ان کو پوشیدہ رکھنا لازم ہے، فرماتے ہیں:

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوب ۳/۲۲۰/۲۶۶ (۲) ایضاً ۳/۲۴۲/۲۸۷

نوشتہ بودند کہ درمجالس سلطانی طرفۂ اسرار لازم الاستتار جلوہ میدہند وبجرد دخول بآں محافل بعروج و نزول خاص ممتاز می سازند...... احوال بندگان حضرت (اورنگزیب) برنگاشتہ بودند کہ از وسعت لطیفہ اخفی ومناسبت تام بآں خبر میدہند از دلی مطالعہ آن ذوقہا کرد لطیفہ اخفی اعلای لطائف است وولایت آں فوق سائر ولایت ست و ایں لطیفہ را خصوصیتی ست خاص بسرور کائنات و مفخر موجودات......(۱)

خواجہ سیف الدین اورنگزیب کی باطنی کیفیات سے حضرت خواجہ محمد معصوم کو باقاعدہ آگاہ کرتے رہتے تھے، اس کے لئے سلوک کا سبق جاری رہا اور وہ مسلسل اس کی مشق بھی کرتا رہا اس نے خواجہ سیف الدین سے کہا کہ وہ حضرت خواجہ سے درخواست کریں کہ مجھ پر غائبانہ توجہ فرمائیں اس کے جواب میں آپ نے براہ راست اورنگزیب کو جو مکتوب ارسال کیا اس کے چند جملے بہت ہی بے ساختہ ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

کیفیت سبق باطن را در کتابت فقیر زادہ پیش نوشتہ است بنظر عالی در آمدہ باشد استمداد توجہ غائبانہ ازیں شکستہ فرمودہ اند ہر چند از راہ دعا گوئی قدیمی سابقاً ہم اکثری بدعا وتوجہ آنحضرت مشغول بودہ......ادای خدمات ولوازم خیر خواہی فقیر زادہ (خواجہ سیف الدین) منظور نظر عالی شدہ موجب سعادت و باعث امتیاز گردیدہ...... وبعزلت وعدم اختلاط خو کردہ و بصحبت چندانی سری نداشت لیکن محض خیر خواہی اورا بریں معنی آوردہ است......(۲)

خواجہ سیف الدین اور اورنگزیب کے تعلقات تعلیم سلوک سے بڑھ کر محبت، شفقت اور الفت میں بدل چکے تھے ایک خط میں حضرت خواجہ محمد معصوم کو لکھتے ہیں کہ مجھے آنجناب سے ملاقات کا اشتیاق اس وقت حد سے زیادہ ہے لیکن بادشاہ جانے کی اجازت نہیں دیتا (۳)۔

---

(۱) ایضاً ۳/۲۳۲/۲۸۰ (۲) ایضاً ۳/۲۲۷/۲۷۳-۲۷۴

(۳) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۳ ۱۴

ایک مکتوب میں خواجہ سیف الدین نے اسے واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ تیرے ساتھ آشنائی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد معاشرے میں سے ظلم کو ختم کروانا ہے(۱)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کی کوششوں سے اورنگزیب روز بروز احکام اسلام کے اجراء، ترویج شریعت اور اسلام کی سربلندی کے لئے اہتمام کرتا رہا جس کے مثبت نتائج برآمد ہونے لگے تو آپ نے اسے خط لکھتے ہوئے ملک میں امن وامان، رونق اسلام اور شعائر اسلام میں قوت آنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے لکھا:

حضرت سلطان اسلام ظل اللہ تعالیٰ علی الانام باسط مہاد العدل والانصاف ہادم اساس الجور والاعتساف...... حضرت امیر المومنین انار اللہ برہانہ میرساند واظہار نیازمندی وخاکساری وادای شکر وثناء نعمت امن وامان ورونق اسلام وقوت شعائر آں می نماید و بوظیفہ دعای ازدیاد عمر وابہت وظفر ونصرت کہ از مدت مدید باآں انس و الفت یافتہ است ...... آفتاب دولت و سلطنت برافق مجد وعلی تابان باد......(۲)

اورنگزیب کی تخت نشینی (۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم صرف دس سال بقید حیات رہے اور ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۹ء کو آپ کا وصال ہوگیا اس مختصر مدت میں آپ نے جسمانی ضعف وناتوانی کے باوجود جس جامع پروگرام کے تحت اورنگزیب کی ظاہری و باطنی تربیت کی اس کی مختصری روداد آپ ملاحظہ کرچکے ہیں۔

اورنگزیب کو حضرت خواجہ محمد معصوم سے انتہائی الفت تھی آپ کو گھٹنوں میں درد رہتا تھا جس کے باعث آپ چل پھر نہیں سکتے تھے اورنگزیب نے آپ کے علاج کے لئے ایک

---

(۱) ایضاً ۴/ ۱۴ (حال ہی میں ہمیں مکتوبات حضرت مجدد کا ایک ایسا خطی نسخہ ملا ہے۔جس کے آخری ورق پر اورنگزیب کا ایک مکتوب خواجہ محمد سعید کے نام نقل ہوا ہے، یہ قلمی نسخہ کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نمبر ۱۴۲۹ میں محفوظ ہے۔جس کا متن ہم اسی مقدمہ کے گزشتہ باب میں نقل کرچکے ہیں۔

(۲) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/ ۶/ ۲۴

فرنگی ڈاکٹر سکندر کو آپریشن کے لئے سرہند بھیجا(۱) علاج سے افاقہ کی بجائے مرض میں شدت آ گئی۔ اس سرجن کا پورا نام سکندر بگ (Sikandar Beg) تھا جو آرمینیا (Armenia) کا باشندہ تھا اور سلیمان شکوہ بن داراشکوہ کا ۱۶۵۸ء میں سرجن تھا(۲) ظاہر ہے یہی سرجن داراشکوہ کی گرفتاری کے بعد اورنگ کے شاہی طبیبوں میں شامل ہو گیا ہوگا جسے اس نے پہلے حضرت خواجہ کے آپریشن کے لئے بھیجا پھر آپ کے خلیفہ خواجہ محمد حنیف کابلی کے علاج کے لئے کابل روانہ کیا۔

خواجہ محمد سعید کے صاحبزادگان میں سے دو کے ساتھ اورنگزیب کے تعلقات کا پتا چلتا ہے اول آپ کے فرزند گرامی علامہ محمد فرخ (۱۰۳۸-۱۱۲۲ھ/ ۱۶۲۸-۱۷۱۰ء) نے بھی کئی بار اورنگزیب سے ملاقات کی تھی حضرات مجددیہ میں سے علامہ محمد فرخ سب سے بڑے عالم تھے اور درس و تدریس آپ کا شغل عزیز تھا، ظاہری علوم میں ''پایۂ مولویت'' میں بلند مرتبہ رکھتے تھے اورنگزیب نے صحیح بخاری آپ سے پڑھی تھی، معاصر مولف شیخ محمد مراد تنگ کشمیری نے لکھا ہے:

علامہ عصر عارف وحید مولانا محمد فرخ شاہ...... جامع بود در علوم ظاہر و باطن لیکن پایۂ مولویت را ساتر مرتبہ ارشاد فرمودہ اکثر عمر مبارک را بہ تدریس و تدقیق گزرا نیدند جم غفیر از علماء و مشائخ عصر راشرف شاگردی حاصل شدہ و سلطان عالمگیر ہم بہ تقریب ایں توفیق مصدر خدمتہای بلیغہ گردیدہ...... (۳)

مقامات معصومی میں بھی ہے کہ اورنگزیب نے صحیح بخاری آپ کی خدمت میں پڑھی تھی:

---

(۱) صفا احمد: مقامات معصومی ص ۴۳۱،۴۴۰ (یہی جراح خواجہ محمد حنیف کابلی کے علاج کے لئے کابل بھیجا گیا تھا)

(2) An Armenian Called Sikander Beg, was surgeon to Suleiman Shikoh, oldest son of Dara, in 1658. (Crawford, p. e . History of the Indian Mdeical Service, Vol.I p. 9, London 1914.)
Manucci, N: Storia Do Mogor Vol I p. 286

(۳) محمد مراد تنگ کشمیری: تحفۃ الفقراء باب

بادشاہ خلد مکان صحیح بخاری را در خدمت آں مولوی معنوی خواندہ اند (۱)

اسی طرح خواجہ محمد سعید کے دوسرے صاحبزادے شیخ عبدالاحد وحدت (ف ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء) کے ساتھ بھی اورنگزیب کو موانست خصوصی تھی ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۷ء کو آپ نے حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ثانی کے ہمراہ حج کیا، سفر سے واپس آئے تو انہیں اورنگزیب نے بلا لیا اور آپ تقریباً دو سال تک اس کے ساتھ رہے اور اس کی ملکی مہمات کے دوران لشکر میں قیام کا ذکر بھی ملتا ہے (۲)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال (۱۰۷۹ھ) پر خود اورنگزیب نے قطعہ تاریخ کہا تھا جس کے مصراع

''رفتہ ز جہاں امام معصوم''

سے سال وصال برآمد ہوتا ہے (۳)۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزندان گرامی اور خلفائے کرام نے اس مشن کو جاری رکھا اور اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھائیں۔

ہندوستان کی سیاست اور معاشرت کو ہندوؤں اور شیعوں نے مکدر کر دیا تھا سلاطین مغلیہ نے ان کو بڑے بڑے مناصب دے کر مسلمانوں کے برابر لا کھڑا کیا جو بالآخر ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے لئے خطرے کا باعث بنے اکبر کے عہد سے لے کر جہانگیر کے زمانے تک یہ سیاست پر پوری طرح چھائے رہے جس سے ہندوستان کے مسلمان بے حال ہو گئے اور اسلام کو ضعف آ گیا حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کے جانشینوں نے سلاطین کو ان کی اس حرکت پر بڑے سخت الفاظ میں تنبیہ کی خواجہ سیف الدین نے بھی

---

(۱) مقامات معصومی ۴۰۶ شیخ محمد فرخ کے حالات، علمی تبحر اور تالیفات کی تفصیل کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۴۰۷/ ۱۴-۱۵

(۲) وحدت سرہندی: گلشن وحدت ۶۵/ ۱۱۶، ۷۵/ ۱۲۶ اورنگزیب کی بیٹی زیب النساء حضرت وحدت کے ساتھ عقیدت رکھتی تھی اس کے نام آپ کے تین مکاتیب موجود ہیں (گلشن وحدت، مکتوب نمبر ۴۴، ۴۷، ۵۶)

(۳) مقامات معصومی ۲۵۱ معاصر مورخ بختاور خان نے بھی یہی مصراع نقل کیا ہے (مراۃ العالم ۲ ۴۱۳) لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ اورنگزیب کا ہے۔ صاحب عمدۃ المقامات (۳۳۶) نے پورا قطعہ تاریخ نقل کیا ہے۔

اورنگزیب کو اس سلسلے میں کئی خطوط لکھے کہ ہنود اور روافض کو اعزاز (مناصب) نہ دو بلکہ ان کو ذلیل کرو (۱)، ایک خط میں اسے صاف الفاظ میں بتایا ہے کہ دین کی تقویت اور ملت اسلامیہ کی نصرت صرف اور صرف سلاطین سے وابستہ ہے:

تقویت دین متین ونصرت ملت مبین وابستہ بہ سلاطین عظام است (۲)

خواجہ سیف الدین نے ایک اور خط میں اورنگزیب کو لکھا ہے کہ تمہارے ساتھ آشنائی کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ترویج سنت و توہین اہل بدعت ہے اور یہ کام اس زمانے میں سلاطین کی معاونت کے بغیر محال ہے (۳)۔

مسلمانوں کی حدود مملکت میں آباد غیر مسلم رعایا سے مسلم حکومت ایک ٹیکس لیتی تھی جسے جزیہ کہا جاتا ہے، یہ تقریباً ہر مسلم حکومت کے زمانے میں ذمیوں سے لیا جاتا تھا ہندوستان میں اکبر نے اسے موقوف کر دیا اور اس میں عرصہ تک تبدیلی نہ آئی شاہ جہاں نے اس طرف کما حقہ توجہ نہ کی، اورنگزیب نے جب راجپوتوں پر فتح حاصل کی تو ۱۰۹۰ھ/ ۱۶۷۹ء (۴) کو جزیہ نافذ کر دیا، حضرت خواجہ سیف الدین نے مسلمانوں کی راجپوتوں پر فتح اور ان سے جزیہ وصول کرنے پر نہایت خوشی کا اظہار کیا کہ اس پر مسلمان جس قدر خوشی منائیں کم ہے، اسے اسلام کے لئے اعزاز قرار دیا اور لکھا کہ اس سے قبل ہندوستان میں کفار کے ساتھ اس سے بڑی جنگ ہوئی اور کسی بادشاہ کو ان پر اس سے زیادہ غلبہ حاصل نہیں ہوا اس قسم کی کامیابی کو اگر امام مہدی کے ظہور کا پیش خیمہ کہا جائے تو بھی درست ہے، فرماتے ہیں:

استماع خبر از لال رانا کہ راس کفرہ فجرہ است ایں دعا گوی صمیمی وجمیع مسلمین شاد یہا نمودہ اند...... وشک نیست کہ از لال رانا بایں ہمہ غلبہ واخذ جزیہ بہ انواع تحفہ وہدیہ از کمال اعزاز دین متین است معلوم نیست کہ در ملک ہند از مبداء ظہور اسلام تا ایں زمان رانا کہ مرکز کفر ہندوستان بود ہیچ یکی از بادشاہان اسلام بریں

---

(۱) سیف الدین خواجہ: مکتوبات ۵۶/ ۷۰، ۷۲، ۱۰۶ (۲) ایضاً۔ ۵/ ۸۰

(۳) ایضاً ۶۱/ ۱۸۸ (۴) یہ سنہ ظہیر الدین فاروقی نے متعین کیا ہے:

Aurangzeb and his times p. 163

غلبہ حکمرانی کردہ باشد تا بہ اخذ جزیہ چہ رسد کہ آں در دیگر ممالک ہند ہم پیش ازیں کمتر بہ وقوع آمدہ مثل ایں فتوح را اگر از مقدمات ظہور امام مہدی موعود شمردہ شود بعید نیست......(۱)

اس مکتوب میں خواجہ سیف الدین نے اورنگزیب کی مہم دکن کو جہاد اعظم قرار دیا ہے کہ فتح دکن کے فوائد میں سے یہ فائدہ ہوگا کہ مسافران حرمین الشریفین کے لئے راستہ پرامن ہو جائے گا وہ خود بھی اورنگزیب کے ساتھ اس جہاد میں شرکت کے متمنی نظر آتے ہیں لیکن "عوائق وموانع" ایسے درپیش ہیں کہ سفر کرنے سے معذور ہیں لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ وہ از روی باطن تمہارے ساتھ ہیں۔ اس جہاد کی اتنی فضیلت ہے کہ اگر عزلت نشین فقراء سالہا سال ریاضت کریں تو اس جہاد کے عمل کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے (۲)۔

اورنگزیب نے جزیہ کا نفاذ علماء اور فقہا کے باقاعدہ اصرار پر کیا، قریب العہد ماخذ مرأۃ احمدی (جو معاصرانہ دستاویزات کی روشنی میں لکھی گئی تھی) میں ہے:

چوں ہمگی ہمت والانہمت حضرت اقدس اعلیٰ (اورنگزیب) بر تقویت دین متین و رواج شرع متین معروف وجمیع امور سلطنت و معاملات مالی وملکی را در قالب شرعیہ در آوردہ رائج می گردانیدند، ایں آوان میمنت اقتران علماء وفضلاء وفقہاء نظر بر دین پروری آنحضرت داشتہ در باب اخذ جزیہ از ذمیان ممالک محروسہ کہ بر طریق شریعت غراو منہاج ملت بیضا لازم و واجب بود بعرض رسانید وحقدار و روش اخذ آں از کتب فقہ نوشتہ از نظر مبارک گذرانیدند (۳)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:

---

(۱) ایضاً ۶۷ / ۱۱۲

یہاں لال رانا سہو کتابت ہے اس نام کا کوئی راجپوت رانا نہیں تھا دراصل مکتوبات سیفیہ کا یہ مطبوعہ نسخہ اغلاط سے اس قدر پر ہے کہ پورے متن میں جابجا خلا ہیں اور شکوک وشبہات پیدا کر رہا ہے۔

(۲) ایضاً ۶۷ / ۱۱۲-۱۱۳ (ملخصاً)

(۳) علی محمد خان: مرأۃ احمدی ۱ / ۲۱۳ مطبوعہ مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۳۰۷ھ

۱- اورنگزیب دین اسلام کوتقویت دینے اور ترویج شرع میں مصروف ہے۔
۲- وہ تمام مالی اور ملکی معاملات کو قالب شرعیہ میں ڈھال رہا ہے۔
۳- ان دنوں ملک کے علماء وفقہاء نے جب دیکھا کہ بادشاہ دین پروری کی طرف مائل ہے تو انہوں نے ممالک محروسہ کے ذمیوں سے جزیہ لینے کے لئے کہا جو شریعت کے مطابق لازم وواجب تھا۔

مرأۃ احمدی کے منقولہ بالا بیان پر غور کیجئے جس کا مولف نہ اورنگزیب کا ملازم تھا اور نہ ہی درباری مورخ بلکہ وہ آزاد تھا اور مرکز سے دور بیٹھا گجرات میں ۱۱۷۵ھ/ ۱۷۶۱ء کو اورنگزیب کی وفات (۱۷۰۷ء) سے ۵۴ سال بعد یہ سب کچھ لکھ رہا تھا جس نے ملکی معاملات میں اس پر قانون شریعت کی پاسداری کی مکمل طور پر وضاحت کردی ہے اور یہ کہ نفاذ شریعت کے لئے اورنگزیب کے اقدام میں حضرات مجدیہ کے ساتھ ساتھ دیگر راسخ العقیدہ علماء بھی شریک کار تھے۔

خواجہ سیف الدین کے قیام دہلی کے دوران شہزادہ محمد اعظم بن اورنگزیب بھی آپ سے بیعت ہوا وہ آپ کا اتنا احترام کرتا تھا کہ کھانے کے وقت آپ کے ہاتھ خود دھلواتا تھا(۱)

حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے قریب خواجہ سیف الدین واپس سرہند آ گئے تھے لیکن جلد ہی اورنگزیب نے پھر دہلی بلا لیا(۲) اس کی تصدیق کتب تاریخ سے بھی ہوتی ہے، وصال کے اگلے ہی برس ۱۰۸۰ھ/ ۱۶۶۹ء کو خواجہ سیف الدین اورنگزیب کی تربیت میں مصروف نظر آتے ہیں، شان فقر دیکھئے کہ آپ نے اورنگزیب جیسے درویش صفت بادشاہ کے محل میں رہنا پسند نہیں فرمایا بلکہ محل کے محافظ کا گھر آپ کے قیام کے لئے مقرر کر دیا گیا تھا، مآثر عالمگیری میں ہے:

سیزدہم محرم (۱۰۸۰ھ) بعد مرور یکپاس شب ازراہ باغ حیات بخش یاتش خانہ

---

(۲) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۲۴۲/ ۱۶۹ صفر احمد: مقامات معصومی ۳۳۶-۳۳۷

(۱) ایضاً

که مسکن حقائق ومعرفت آگاه شیخ سیف الدین سہرندی مقرر بود نزول فیض شمول بادشاہ غربا نواز فقیر دوست منظر انوار برکات گردید ساعتی بتذکار کلمات افادت آثار صحبت داشتہ وشیخ مذکور را در اقرانش باکرام برداشتہ بدولت خانہ تشریف آوروند(۱)

یہی چوکیدار کی جھونپڑی تھی جہاں اورنگزیب منازل سلوک طے کرتا تھا ایک بار اس نے یہیں طعام ما حاضر کھایا اور مجلس سکوت میں شریک رہا:

بادشاہ دین پناہ شب شنبہ کہ شب سوم ایں ماہ باشد بہ منزل فقراء آمدہ از قسم اطعمہ بے تکلف از آنچہ حاضر بود تناول فرمودند وصحبت طولانی گشت ومجلس سکوت نیز درمیان آمد معاملۂ بقارا بہ وضوح تام می فرمایند کہ مدرک می گردد......(۲)

حضرت خواجہ محمد معصوم کے دوسرے صاحبزادے حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (۱۰۳۴-۱۱۱۵ھ/ ۱۶۳۵-۱۷۰۳ء) بھی اورنگزیب کے ساتھ منسلک رہے اور موانست کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ کے لئے آپ کو جدا کرنا مشکل ہوگیا۔

خواجہ محمد نقشبند ثانی نے ایک ''رسالہ در تحقیق معنی توبہ ومراتب آں'' تالیف کیا اور دوسرا رسالہ ''درشرح اسمای حسنہ و بیان فضیلت واجر قاری'' بھی مرتب کیا اور اورنگزیب کے مطالعہ کے لئے بھیجنے کا وعدہ کیا(۳)۔ اور ان کے بعض اقتباسات بھی ایک خط میں نقل کئے(۴)۔ خواجہ نقشبند نے اپنا ایک اور رسالہ ''در ضبط گناہان صغیرہ وکبیرہ ونصائح'' بھی تالیف کیا اور اسے اورنگزیب کی خدمت میں ارسال کرنے کا وعدہ کیا ہے(۵)۔

خواجہ محمد نقشبند ثانی نے پہلا حج اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہمراہ ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء کو کیا تھا اس کے بعد دو مرتبہ پھر حرمین الشریفین کی حاضری نصیب ہوئی آپ نے دوسرا حج ۱۰۸۹ھ/ ۱۶۷۸ء کو کیا اور اورنگزیب کے کہنے پر آپ نے اس مبارک

---

(۱) مستعد خان ساقی: مآثر عالمگیری ۸۴ (۲) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱۴۲/ ۱۶۸

(۳) محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول ۱/ ۱۹/ ۲۵

(۴) ایضاً ۲۵-۲۷ (۵) ایضاً ۳۸/ ۵۱

سفر کے لئے براستہ دکن جانے کا ارادہ کیا اس سفر میں حضرت وحدت، شیخ خلیل اللہ اور شیخ محمد پارسا بن خواجہ محمد نقشبند ثانی بھی ہمراہ تھے۔ اورنگزیب ان دنوں خود دکنی مہمات کے سلسلے میں دکن میں سرگرم عمل تھا اور آپ کو عرصہ تک تعلیم سلوک کے لئے دکن میں روکے رکھا(۱)۔

ایک مکتوب میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے اثنای راہ روک لیا اور اس نے دست خاص سے مکتوب لکھ کر مجھے بلالیا، اس نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد کام بخش کو میرے سپرد کرتے ہوئے اسے تعلیم سلوک کے کہا تو ہم نے اسے اپنے حلقہ میں شامل کر لیا، لکھتے ہیں:

دراثنای راہ فرمان بادشاہ دین پناہ بہ دستخط خاص مشتمل برکمال اشتیاق واختصاص رسید، بہ موجب مہربانیہای آنحضرت خودرا بہ خدمت ایشاں رسانید عنایات بے غایات فرمودند و دریں موسم رخصت نہ نمودند و بادشاہزادہ محمد کام بخش را در حضور خود طلبیدہ بہ ایں فقیر سپردند کہ من ہم درصحبت بزرگان ایناں ایں طریقہ علیہ حظہا یافتہ ام شما ہم از ایشاں استفادہ نمائید و بخدمت ایشاں مشغول شوید حسب الامر فقیر بادشاہ زادہ را مشغول ساخت محظوظ گشتند......(۲)

خواجہ محمد نقشبند ثانی نے ایک مکتوب میں اورنگزیب کو "امام اکبر بادشاہ دین پرور وارث سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام" جیسے بامعنی لقب سے مخاطب کیا ہے(۳)

خواجہ محمد نقشبند نے اورنگزیب سے جانے کے لئے اجازت مانگی تو اس نے آپ کو مزید رکنے کے لئے کہا اور بتایا کہ وہ اس وقت بادشاہ کی مرضی کے بغیر نہیں جاسکتے، لکھتے ہیں:

چو مرضی آنحضرت ظل الٰہی مدظلہ العالی دراقامت ایں ناقابل ودوراز کار امسال دریں دیار (دکن) ست آں راسعادت خود دیدہ ومسلوب الاختیار گردیدہ (۴)

---

(۱) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/۳۲-۳۴

(۲) محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول ۱/۵۶/۶۸ (۳) ایضاً ۱/۵۸/۷۱،۱/۷۱/۸۸

(۴) ایضاً / ۱۱۰/۱۱۸

ایک اور مکتوب میں بادشاہ کو "مقتدای جرگۂ اسلام و کافہ مسلمین" لکھا ہے(۱)۔

اورنگزیب کے تائید دین اسلام، اتباع سید المرسلین اور ترویج طریقۂ نقشبندیہ پر اطمینان کا اظہار بھی کیا ہے(۲)۔

خواجہ محمد نقشبند ثانی اورنگزیب کی دکنی مہمات کے دوران عرصہ دراز تک اس کے ہمراہ رہے، اسے کئی مقامات پر فتح کی بشارت بھی دی چنانچہ حیدرآباد اور بیجاپور کی فتح کے سلسلہ میں اسے خوشخبری دینے کا ذکر تو مقامات معصومی میں بھی آیا ہے(۳) چھ سال تک قیام دکن کا ذکر ملتا ہے(۴) چند ماہ لشکر کے ساتھ بھی رہے(۵)۔

۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۶ء کو اورنگزیب کے ساتھ شولا پور (از شہر ہای دکن) میں قیام رہا(۶) پھر دکن ہی میں تسخیر بیجاپور کے بعد ۱۰۹۹ھ/ ۱۶۸۷ء کو والئی بیجاپور ابوالحسن کی دختر ثانی کے ساتھ خواجہ محمد نقشبند کے صاحبزادے شیخ محمد عمر کا نکاح خود اورنگ کے کہنے پر کیا گیا(۷)۔

ان امور سے فارغ ہو کر خواجہ محمد نقشبند ثانی پیرانہ سالی کے باوجود تیسری مرتبہ سفر حج اختیار کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں ادھر حال یہ ہے اورنگزیب کو آپ کی جدائی کسی طرح بھی قبول نہیں آپ نے کئی احباب کو اس سلسلے میں خطوط لکھے ہیں کہ اورنگزیب جانے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔

باوجودی کہ بادشاہ دین پناہ از کمال اخلاص از خود جدائی فرمودند......(۸)

آپ بصد کوشش اجازت لیتے ہیں لیکن بحری راستے سے نہیں جا سکتے کہ اس راہ میں

---

(۱) ایضاً ۲/ ۲۱/ ۴۳ (۲) ایضاً ۲/ ۳۹/ ۷۸

(۳) صفر احمد: مقامات معصومی ۲ ۵۳ (۴) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/ ۱۱۱

(۵) ایضاً ۳/ ۱۱۵ (۶) محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول ۱/ ۹۵/ ۱۰۴

(۷) مستعد خان ساقی: مآثر عالمگیری ۳۱۲، وسیلۃ القبول ۲/ ۵۲/ ۹۳ (اس سے قبل شیخ محمد عمر کی پہلی بیوی کا جو خواجہ سیف الدین کی صاحبزادی تھیں انتقال ہو گیا تھا۔ ایضاً)

نیز ملاحظہ ہو شجرۂ اولاد خواجہ نقشبند ثانی در تعلیقات کتاب حاضر

(۸) محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول ۱/ ۱۲۴/ ۱۳۹،

یورپی تاجر اپنے جہاز لئے کھڑے ہیں اور ہندوستانی مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں (۱)۔ اس لئے آپ خشکی کے راستے سفر کرنے کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں سفر کے دوران مع اہل و عیال کابل، بلخ، بخارا، عراق، بغداد اور شام سے ہوتا ہوا حرمین الشریفین پہنچوں گا (۲)۔

خواجہ محمد نقشبند ثانی نے یہ تیسرا سفر حج ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء کو اختیار کیا، عقیدت مندوں نے کئی مقامات پر قیام کرنے کیلئے مجبور کیا، آخر ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۷ء کو حرمین الشریفین پہنچے (۳)۔ آپ نے اس سفر پر جاتے ہوئے کابل سے بادشاہ کو جو خط لکھا ہے اس سے آپ کے اس مبارک سفر کے اختیار کرنے کے انتہائی ذوق اور مقامات مقدسہ سے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے (۴)۔

حضرات مجددیہ نے اورنگزیب کی مہمات دکن کو مذہبی بنیادوں پر جہاد کا درجہ دیا تھا اور اس میں خود اپنی شمولیت کو سعادت قرار دے کر اس کی حوصلہ افزائی کی تھی جس طرح اورنگزیب کی دوسری ملکی پالیسیوں میں ان حضرات سرہند (اولاد حضرت مجدد) کو خاص عمل دخل حاصل تھا اسی طرح ''دکن پالیسی'' میں بھی یہی حضرات کارفرما نظر آتے ہیں حتیٰ کہ سقوط گولکنڈہ کے بعد والی گولکنڈہ کی بیٹی سے حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے فرزند شیخ محمد عمر کی شادی اور عرصہ دراز تک دکن میں علالت کے باوجود خواجہ محمد نقشبند ثانی کا اورنگزیب کے ساتھ قیام اس کی نشاندہی کے لئے کافی ہے۔

اورنگزیب کے مخالف اور مشہور شیعی مورخ نعمت خان عالی نے اورنگزیب کے محاصرۂ گولکنڈہ کے واقعات کے تحت اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد کو ہدف تنقید بنایا

---

(۱) ایضاً: ۲/ ۴۸/ ۸۷

اس سلسلے میں پروفیسر چودھری نے بحر ہند کے راستہ تمام تجارتی روٹ واضح کر دیے ہیں، ملاحظہ ہو:

Trade and Civilisation in Indian Occan by K.N. Chaudhuri, Dehli, 1985.

(۲) وسیلۃ القبول ۲/ ۵۰/ ۹۰

(۳) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/ ۱۰۱، ۱۱۹

(۴) وسیلۃ القبول ۲/ ۵۶/ ۹۸

ہے۔

افتراء و زور و بہتان فال و خواب خواجگان
شید و خدعہ دعوت شیخان سرہندی وطن(۱)

حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزندان گرامی باری باری اورنگزیب کے پاس جاتے تھے بعض اوقات صاحبزادگان بیک وقت بھی موجود رہتے تھے (۲) حضرت خواجہ کے فرزند خواجہ عبید اللہ ملقب بہ مروج الشریعت (۱۰۳۸-۱۰۸۳ھ/ ۱۶۲۸-۱۶۷۲ء) نے بھی اورنگزیب کی تعلیم وتربیت اور نفاذ شریعت کے لئے احکام کے اجراء میں اہم خدمات انجام دیں، آپ کے مکتوبات میں سے چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

بادشاہ نے آپ سے خط کے ذریعہ مفارقت کا تذکرہ کیا تو اس کا جواب آپ نے لکھا کہ اگرچہ بظاہر طور پر ''بُعد ابدان'' ہے لیکن ملاقات کے لئے کثرت آرزومندی کے باعث میں تمہارے پاس ہی ہوں:

احقر فقرا بعرض ملازمان حضور پرنوری رساند مخلصان ایں جای باوجود ایں ہمہ بُعد ابدان از کثرت آرزومندی در عداد حاضران محسوب اند و از فرط دعاہا و خیرخواہی دربار یافتگان حضور پرنور معدود (۳)

حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ محمد معصوم دونوں سلاطین وامراء مغلیہ کو کفار ہند کو بڑے بڑے مناصب دینے پر تنبیہ کرتے رہتے تھے اورنگزیب کے عہد میں بھی یہ مسئلہ درپیش تھا، اورنگزیب نے اس مسئلہ میں ان حضرات سے استفسار کیا تو اس موضوع پر خواجہ عبید اللہ نے پورا رسالہ ''در عدم تعمیل کفار'' لکھ کر بادشاہ کو ارسال کیا، فرماتے ہیں:

رسالہ در عدم تعمیل کفار نوشتہ بطریق تحفہ بحضور عالی فرستاد، امید کہ بہ تمام نظر مبارک درآید...... (۴)

---

(۱) عالی، نعمت خان: وقائع، طبع نولکشور، ۱۹۲۸ء، ۱۶

(۲) رک مقدمہ کا عنوان ''نبائر حضرت مجدد اورنگزیب کی مصاحبت میں''

(۳) محمد عبید اللہ، خواجہ: خزینۃ المعارف ۹۴/۱۲۱ (۴) ایضاً ۹۵/۱۲۲

خواجہ عبیداللہ بھی اورنگزیب کی باطنی تعلیم کے لئے مقرر تھے ایک خط کے ذریعہ اس نے اس سلسلے کا کوئی سبق دریافت کیا تو آپ نے اسے لکھا کہ روحانی تعلیم کے لئے جو مشق و سبق حضرت خواجہ محمد معصوم نے بتایا تھا اس پر کاربند رہیں اور اس معاملہ میں جو بشارت دی گئی ہے وہی کافی ہے، لکھتے ہیں:

دعا گو پیوستہ بہ دعا و نصرت واُبہت ظاہر مقید است و مبشرات می بیند،...... وہماں بشارت کافی است ان شاء اللہ تعالیٰ وسبق باطن کہ از پیر دستگیر (خواجہ محمد معصوم) بہ آنحضرت (اورنگزیب) رسیدہ است چوں حصول آں بہ سعی ایں حقیر رسیدہ بود دردعای ترقی باطن نیز بجان می کوشد (۱)

ایک خط میں لکھتے ہیں کہ چونکہ اورنگزیب اس وقت ''ترویج اسلام'' میں مصروف ہے اس لئے ہم شب وروز اس کے لئے استقامت، ترقی درجات اور عمر میں برکت کے لئے دعا جو ہیں اور اس وقت صلحاء وعلماء کی ایک کثیر تعداد اس کار خیر میں ہمارے ساتھ شریک ہے (۲)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال کے بعد اورنگزیب کو جو خط لکھا ہے اس میں اسے بتایا ہے کہ آپ کے وصال سے یہ خیال نہ کرنا کہ ہمارا مشن یعنی ترویج شریعت کے لئے سعیہای بلیغ میں فرق پڑ جائے گا بلکہ ہم یہاں سرہند میں تمہاری استقامت اور ترقی درجات کے لئے دعا میں مصروف ہیں (۳)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال کے بعد خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعت بہت غمگین رہتے تھے (۴)، بادشاہ نے آپ کو دہلی طلب کیا تو بیمار ہونے کے باوجود وہاں تشریف لے گئے آپ کو تپ دق کا عارضہ تھا (۵)۔

اس بیماری، ضعف و ناتوانی کے باوجود آپ نے دعوت و ارشاد اور ترویج شریعت کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں، مقامات معصومی کے مولف نے ان الفاظ میں منظر کشی کی ہے:

---

(۱) ایضاً ۹۶ / ۱۲۳ (۲) ایضاً ۱۲۳ / ۱۴۱ (۳) ایضاً ۱۲ / ۱۳۸

(۴) ایضاً ۸۷ / ۱۱۲ (۵) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲ / ۱۹۸

عالمی را از ملوک وصعلوک سبب ہدایت گشتہ وسلطان وقت را نوعی بہ توجہ منقاد ومسخر گردانیدہ ...... یک قسم مراقبہ بہ بادشاہ مذکور از توجہات خاص ذہن نشین فرمودہ بودند کہ تا دورۂ اخیر لذت آں تمام بدن را سرپا نہ داشتہ ...... و درآں تشریف تصرف شریف کہ بہ باشاہ و بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ واہلیہ آں بادشاہ ہردو نمودند و جاں بخش شاہزادہ محمد بیدار بخت فرمودند ......(۱)

ان امور کی توضیحات آپ نے اپنے ایک مکتوب بنام خواجہ محمد نقشبند ثانی میں کی ہیں فرماتے ہیں کہ اورنگزیب میرے علاج کے لئے بہت ہی کوشش کر رہا ہے اس کا شاہی طبیب بھی ہر طرح کے علاج میں مصروف ہے، ایک روز مجھے بادشاہ نے ملاقات کے لئے دربار میں بلایا تو بہت تواضع کی مسند کو چھوڑ کر میرے ساتھ نیچے بیٹھا اور بہت ہی تعظیم کی، حضرت خواجہ محمد معصوم اور امام غزالی کا بہت ذکر ہوا اور اس قدر مہربانی کی کہ شاید اس سے قبل کسی کے ساتھ ایسی ''رعایت'' نہیں کی ہوگی دوسو اشرفیاں اور ہزار روپیہ دوسرے روز مجھے بھیجا لیکن میں نے قبول نہ کیا اور واپس کر دیا، بادشاہ کے ساتھ طویل صحبتیں رہتی ہیں زیادہ تر دینی امور زیر بحث آتے ہیں، چونکہ اس مکتوب گرامی کے الفاظ اس قدر موثر اور اس کا ایک ایک لفظ تاریخی نوعیت کا ہے اس لئے ہم اس کے بعض جملے یہاں نقل کر رہے ہیں:

بادشاہ جیو آں قدر مقید اند دریں معالجۂ فقیر کہ چہ عرض نماید ...... روزی کہ بملاقات طلبیدند تواضع بسیار نمودند، تمام مسند گزاشتہ پائین نشستند و تعظیم نمودند وحرفہای حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) وامام غزالی بسیار مذکور شد ...... بعد از یک چند فتاویٰ عالمگیری طلبیدہ دادند کہ مطالعہ بکنند چہ قسم نوشتہ اند، مہربانیہای فراوان کہ بادشاہ جیو نمودند شاید بہ کم کسی ایں قسم رعایت کردہ باشند ...... دوصد اشرفی وہزار روپیہ روز دیگر فرستادند فقیر نہ گرفت وواپس فرستاد ودر ملاقات ثالث سلطانی حرف بزرگیہائی حضرت (خواجہ محمد نقشبند ثانی) بسیار مذکور شد ......بعض از مقربان خاصۂ بادشاہی مرید شدہ اند وعجب اخلاص بہم رسانیدہ ......(۲)

---

(۱) صفر احمد: مقامات معصومی ۳۱۸ (۲) محمد عبید اللہ، خواجہ: خزینۃ المعارف ۱۲۸ / ۱۴۴-۱۴۵

حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزند چہارم خواجہ محمد اشرف (۱۰۴۳-۱۱۱۸ھ/ ۱۶۳۳-۱۷۰۷ء) کی بھی اورنگزیب کے ساتھ کئی مرتبہ ملاقات کا تذکرہ ملتا ہے۔ ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء کو جب حضرت خواجہ مع خانوادۂ خود حج کے لئے جا رہے تھے کہ جب دکن پہنچے تو اورنگزیب آپ کی زیارت کے لئے گیا یہ وہ ایام تھے جب اورنگزیب کی اپنے بھائیوں کے ساتھ تخت نشینی کے لئے جنگ کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ آپ نے اورنگزیب کو بادشاہت کی بشارت دی تو اس نے کہا کہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو میرے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیں تو آپ اپنے بھتیجے خواجہ سعد الدین بن خواجہ محمد سعید اور اپنے فرزند گرامی خواجہ محمد اشرف کو یہیں ہندوستان میں اورنگزیب کے ساتھ رہنے کی ہدایت فرما کر خود حرمین الشریفین کے لئے روانہ ہو گئے، وہ سفر و حضر میں اورنگزیب کے ساتھ رہنے لگے اور اس کے رفیق کار بن گئے (۱) جنگ تخت نشینی میں اورنگزیب کی کامیابی کے بعد تو صاحبزادگان اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے لئے دہلی جاتے ہی رہتے تھے خواجہ سیف الدین کے ساتھ ایک محفل میں خواجہ محمد اشرف کے قیام کا بھی ذکر ملتا ہے (۲)۔

ایک بار خواجہ محمد اشرف عرصہ تک اورنگزیب کے ساتھ رہنے کے بعد سرہند واپس آئے تو حضرت خواجہ محمد معصوم نے مجالس سلطانی کی روداد نہایت اشتیاق سے سنی اور ایک مجلس بادشاہ میں خواجہ محمد اشرف نے جس طرح ایک فلسفی کے شکوک و شبہات کا جواب دیا اس کی تفصیلات مقامات معصومی میں درج ہیں (۳)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے چھٹے فرزند خواجہ محمد صدیق بھی ایک ذی علم بزرگ تھے اور حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے بعد آپ مستقل طور پر دہلی میں ہی مقیم ہو گئے تھے۔ سفر حج سے واپس آ کر دہلی میں ہی طرح اقامت ڈال (۴) دی لیکن سرہند بھی جاتے رہتے تھے۔

---

(۱) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/ ۹۱

(۲) صفر احمد: مقامات معصومی ۳۳۷ (۳) ایضاً ۳۲۶-۳۲۷

(۴) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/ ۲۳۰

اورنگزیب کو ان سے بڑا انس تھا۔ ایک بار جب ۱۰۸۵-۱۰۸۶ھ/ ۱۶۷۴-۱۶۷۵ء کو اورنگزیب آفریدی سرداروں کی شورش رفع کرنے کے لئے حسن ابدال گیا(۱) تو اس کا گزر سرہند سے ہوا اس وقت خواجہ محمد صدیق وہیں تھے اس نے آپ کو دست خاص سے رقعہ لکھا کہ میں کھانا آپ کے ساتھ کھاؤں گا اور ملاقات کا شرف بھی بخشئے مولف مقامات معصومی جو اکثر سفر میں رہتے تھے دہلی آتے جاتے ہوئے خواجہ محمد صدیق کی خدمت میں حاضر ہونا ان کا معمول تھا انہوں نے اورنگزیب کا وہ شقہ (رقعہ) آپ سے لے کر اس میں نقل کیا ہے(۲)۔

شیخ محمد یحییٰ اور اورنگزیب

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے فرزند اصغر شیخ محمد یحییٰ ملقب بہ شاہ جیو(۳) (ف ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۴ء) ایک عالم اور صوفی باوقار تھے حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے وقت کم سن تھے اس لئے ان کی تمام تعلیم و تربیت شیخ آدم بنوڑی، خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم نے کی اور انہوں نے حدیث کی سند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے لی تھی، حضرت خواجہ محمد معصوم نے ہی انہیں اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے لئے دہلی بھیجا تھا، اورنگزیب کی ان کے ساتھ اکثر نشست و برخاست رہتی تھی اور بادشاہ انہیں انعامات دیا کرتا تھا، معاصر مورخ کا بیان ہے:

مکرر بدرگاہ سلاطین پناہ (اورنگزیب) رسیدہ، مورد مراحم و اعطاف شاہنشاہی شد(۴)

اورنگزیب نے مدد معاش کے طور پر بھی شاہ محمد یحییٰ کو بہت کچھ دیا تھا اور ان کی ثروت مندی کی شہرت تھی(۵)۔

---

(۱) صدیقی، منظور الحق: تاریخ حسن ابدال ۹۲

(۲) صفر احمد: مقامات معصومی ۳۵۵

(۳) شیخ محمد یحییٰ (شاہ جیو) کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقات کتاب حاضر ۳۶۱/ ۳-۶

(۴) بختاور خان: مرآۃ العالم ۲/ ۴۱۴ (۵) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۱۱

چونکہ شاہ محمد یحییٰ بھی حضرت خواجہ محمد معصوم کی طرف سے اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر تھے اور دہلی میں ہی قیام تھا اس لئے آپ بھی اورنگزیب کی باطنی ترقی کا حال حضرت خواجہ کو لکھتے رہتے تھے اسی طرح کے ایک خط کے جواب میں حضرت خواجہ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

صحیفہ گرامی ...... رسیدہ مسرت بخش گردید، حمد اللہ سبحانہ کہ معافیت اندواز خلیفۂ عہد مہربانی ہا دیدند باعث خوشحالی ہمہ دوستان شد......(۱)

اس مکتوب میں اورنگزیب کے ''محبت ذاتیہ'' کے درجہ تک ترقی کرنے پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے لکھا ہے:

حضرت امیر کہ بمحبت ذاتیہ رسید و مورد ممسوس فی ذات اللہ گردید اثر محبت حق بود جل و علا کہ او را بایں درجہ رسانید......(۲)

خلفائے خواجہ محمد معصوم اور اورنگزیب کی تربیت

حضرت خواجہ محمد معصوم نے ہندوستان کے مسلمانوں کی روحانی تعلیم و تربیت کرنے کے لئے باقاعدہ ایک جامع پروگرام مرتب کیا تھا، اس سلسلے میں آپ نے سارے ہندوستان، وسطی ایشیا، افغانستان اور عربستان میں اپنے مریدین کو تربیت دے کر بھیجا کہ اصلاح احوال کا بیڑا اٹھائیں، اس مرتبہ خاکہ کے مطابق آپ مریدین کو پہلے عمومی خلافت دیتے تھے پھر تکمیل و مشق کے بعد خلافت مطلقہ سے بھی نوازتے تھے۔

اس مشن کے تحت آپ نے جو اہم ترین قدم اٹھایا وہ ''خلافت مقید'' کا تھا ابتداء میں خلافت کی اس قسم کو مختلف علاقوں تک محدود کیا گیا یعنی کسی کو بخارا کے لئے خلافت دی گئی اور بعض کو ان کے آبائی و علاقائی حدود میں محدود کر دیا گیا کہ وہاں اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دیں اسی خلافت مقیدہ کے تحت آپ نے اپنے بعض خلفاء کو صرف اور صرف اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے لئے خلافت دی، اسے خلافت کے ساتھ ''سفارت'' کا درجہ

(۱+۲) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۲/۱۱۸...... ۲۰۲-۲۰۳

بھی دیا گیا (۱) اور پھر ان مخصوص خلفاء کے معاون حضرات بھی مقرر کئے گئے اور ان سب کی سعی و کوشش کی باقاعدہ رپورٹ آپ کو ملتی رہتی تھی اورنگزیب کی باطنی ترقی کا حال جاننے کے لئے آپ اکثر منتظر رہتے تھے۔

آخر کار ان حضرات کی سعی و کاوش مخلصانہ میں اللہ تعالیٰ نے برکت پیدا کی اور بادشاہ محی الدین، دین پرور اور محسن اسلام بن گیا، اور ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کے جانشینوں نے اسلام کی جس زبوں حالی، مسلمانوں کی بے بسی اور بے چارگی کا متعدد مرتبہ بڑے کرب کے ساتھ تذکرہ کیا تھا اس میں بتدریج تبدیلیاں آئیں اور ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کو اس ''بادشاہ دین پرور'' کی ''حمایت و اعانت'' سے استحکام نصیب ہوا، ان امور کی تفصیل اس طرح سے ہے:

مفتی محمد باقر لاہوری

اورنگزیب کی تربیت کے لئے حضرت خواجہ نے جن اصحاب کو دہلی بھیجا ان میں سب سے نمایاں نام آپ کے خلیفہ مفتی محمد باقر لاہوری کا ہے، یہ ایک عالم، صوفی باکمال، مفسر اور مولف بھی تھے۔ اورنگزیب نے انہیں لاہور کا مفتی مقرر کیا تھا (۲)۔ ان کے ایک معاصر عالم، صوفی اور مصنف شیخ محمد مراد کشمیری نے جو ان سے ملے بھی تھے ان کے متعلق لکھا ہے کہ خود اورنگزیب نے حضرت خواجہ سے استدعا کی تھی کہ اپنا کوئی خلیفہ میری تربیت کے لئے مامور کریں تو آپ نے مفتی محمد باقر لاہوری کو اس کا حکم دیا:

بامر حضرت عروۃ الوثقیٰ مدتی در حضور ظل سبحانی عالمگیر بادشاہ کہ استدعاء رفاقت یکی از خلفاء کردہ بودہ گزرانیدہ (۳)

حضرت خواجہ شیخ محمد باقر لاہوری کو اپنے فرزندوں کی طرح چاہتے تھے (۴)، مقامات

---

(۱) صفر احمد: مقامات معصومی ۵۱۸

(۲) شیخ محمد باقر لاہوری کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقات کتاب حاضر ۴۵۲-۴۵۵

(۳) محمد مراد کشمیری: تحفۃ الفقراء- قلمی ورق ۴۷-الف

(۴) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/ ۲۴۴/ ۲۸۸

معصومی میں لکھا کہ انہیں صرف اور صرف بادشاہ کی تربیت کے لئے خلافت دے کر مرکز میں بھیجا گیا تھا، جہاں اہل لشکر نے بھی ان سے باطنی استفادہ کیا جس کا مطلب ہے کہ اورنگزیب کی ملکی مہمات کے دوران بھی مفتی باقر فوج کے ساتھ رہتے تھے، فرماتے ہیں:

خلافت بر بادشاہ خلد مکان ہم از حضرت ایشاں یافتہ اکثری از اہل عسکر را مسخر ساختہ (۱)

خواجہ سیف الدین جو بادشاہ کی تعلیم وتربیت کے لئے مامور کئے گئے تھے اپنے ایک مکتوب میں مفتی محمد باقر لاہوری کو لکھتے ہیں کہ اورنگزیب نے محفل میں کئی بار تمہارا ذکر کیا اور تمہاری صحبت کو نفع بخش تسلیم کرتے ہوئے تم سے فیضیاب ہونے کا متمنی ہے، لکھتے ہیں:

چند بار ذکر خیر شما بادشاہ دیں پناہ نمودہ روزی فرمودند کہ بہ شیخ محمد باقر عجب سکری دارد وانتفاعی درصحبت او متحقق است کتابت شمارا بہ شوق تمام مطالعہ نمودند وگفتند کہ برصحبت بسیار ترغیب نمودہ اند فقیر برای جواب بجد است وعدہ کردہ اند امید ست کہ عنقریب بحصول انجامد (۲)

حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزندوں میں سے خواجہ سیف الدین نے اورنگزیب کی باطنی تربیت اور مرکز میں اورنگزیب کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت کے سلسلہ میں سب سے نمایاں خدمات انجام دی تھیں ان کی غیر موجودگی میں یہی فریضہ مفتی محمد باقر ادا کرتے تھے، خواجہ سیف الدین نے اپنے ایک مکتوب بنام مفتی محمد باقر میں ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے (۳)۔

خواجہ سیف الدین ایک اور مکتوب میں مفتی محمد باقر کو بادشاہ کی ان کے ساتھ والہانہ محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ بادشاہ تمہارے حقوق کا معترف ہے، اس نے خوشگوار لمحات کے دوران تمہارا ذکر کیا ہے اور اظہار محبت کے طور پر تین تولے عطر تمہارے لئے بھیجا ہے، لکھتے ہیں:

(۱) صفر احمد: مقامات معصومی ۵۲ ۴ (۲) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱۴۲/ ۱۶۹

(۳) ایضاً ۱۴۱/ ۱۶۸

بادشاہ دیں پناہ بحقوق شما معترف اند بہ خوش وقتی مذکور شما می نمایند و اظہار اخلاص می کنند، چنانچہ سہ تولہ عطر اظہار اًللمحبۃ بجناب شما ہدیہ فرستادہ اند......(۱)

مفتی محمد باقر لاہوری نے دہلی سے حضرت خواجہ محمد معصوم کو اورنگزیب کی باطنی تعلیم و تربیت سلوک کی اطلاع دی تو اس پر حضرت خواجہ نے نہایت خوشی و اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بادشاہ کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا کی:

مکتوب شریف رسیدہ مسرت بخش گردید از ملاقات خلیفۂ عہد کہ برنگاشتہ بودند مفصلاً بوضوح پیوست حق سبحانہ عواقب امور بخیر کناد و خلیفۂ وقت را توفیق و استقامت بخشاد و از برکات ونسبت ایں اکابر نصیب کامل دہاد(۲)

مفتی محمد باقر جتنا عرصہ اورنگزیب کے دربار میں رہے تو بڑے احترام سے ان کو رکھا جاتا تھا وہاں ان کی دعوت وارشاد کا یہ عالم تھا کہ:

وقت غلبۂ ارشاد وطنطنہ مشیخت معاملہ بہ نوعی دیگر بودہ......(۳)

جیسا کہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ مفتی محمد باقر کو خلافت ہی اورنگزیب، شہزادوں اور اہل لشکر کی باطنی تربیت کے لئے دے کر دربار شاہی میں بھیجا گیا تھا وہاں ان کے ارشاد و مشیخت کا نقشہ معاصر تذکرہ نویس شیخ محمد مراد کشمیری نے کھینچا ہے جو ملاحظہ کرنے کے قابل ہے:

روزی در مراقبہ بودند کہ پادشاہ روی ایشاں گزشت باوجود تکلیف مقربان اصلاً از جای نہ رفتہ وخلل در نسبت خود نینداختہ از راہ کمال استغناء و استغراق پروای تعظیم و پاس پادشاہی نہ نمودہ(۴)

معاصر مولف کا بیان ہے کہ وہ بدعات جن کو جاری کرنے میں خود سلاطین سابقہ نے کوشش کی تھی ان کو ختم کرنا بظاہر ناممکن تھا لیکن مفتی محمد باقر کے کہنے پر اورنگزیب نے انہیں رفع کردیا(۵)۔

---

(۱) ایضاً ۱۴۸/۳/۱۷۳ (۲) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/۱۹۴/۲۴۲

(۳) صفر احمد: مقامات معصومی ۴۵۴ (۴) محمد مراد ننگ کشمیری: تحفۃ الفقراء ۴۷

(۵) ایضاً ۲۵۲ (رک ترویج شریعت اور نقشبندی مشائخ درہمیں مقدمہ)

مفتی محمد باقر تا حیات اورنگزیب کے ساتھ نہیں رہے بلکہ ان کی علم فقہ میں مہارت اور ترویج شریعت کے لئے ان کی کوششیں اورنگزیب کو قائل کرنے کے لئے کافی تھیں کہ انہیں کسی صوبے کا مفتی بنادیا جائے چنانچہ ان کو لاہور کا مفتی مقرر کیا گیا (۱)۔ خود حضرت خواجہ کو اس امر سے بھی خصوصی دلچسپی تھی کہ ہمارے اس مرید مخلص کے ذریعہ لاہور میں اسلام کو تقویت ملے، لاہور میں مفتی محمد باقر کا فتوی قابل قبول تھا ان کا ایک استفتاء دستیاب ہوا ہے جس پر ان کی مہریں بھی ثبت ہیں (۲)۔

۱۱۰۶ھ/ ۱۶۹۴ء کو شہزادہ معزالدین بہادر شاہ بن اورنگزیب کا لاہور سے گزر ہوا تو مفتی محمد باقر نے مفتی لاہور ہونے کی حیثیت سے شہزادے کا استقبال کیا (۳)۔

مفتی محمد باقر لاہوری کو حضرات مجددیہ کے سفر حرمین الشریفین میں ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ (لطائف المدینہ، خطی، ورق ۱۴۔الف)

شیخ محمد علیم جلال آبادی

حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے ایک اور خلیفہ شیخ محمد علیم جلال آبادی (۴) کو بھی اورنگزیب کی تربیت کے لئے خلافت دے کر مرکز میں بھیجا تھا جہاں انہوں نے اورنگزیب کی مشق سلوک میں رہنمائی کے علاوہ فوجیوں کی بھی روحانی تربیت کی، مقامات معصومی میں ہے:

در اواخر خلافت بر بادشاہ خلد مکان ہم از حضرت ایشاں حاصل نمودہ عالمی را از اہل عسکر بہ ہدایت رسانیدہ (۵)

گویا صاحبزادگان کی مرکز سے غیر حاضری کے دوران شیخ محمد علیم یہ فریضہ انجام دیتے تھے اور موصوف اپنی کارکردگی کی رپورٹ حضرت خواجہ کو باقاعدہ دیا کرتے تھے جب انہوں نے اپنے ایک عریضہ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں اورنگزیب کی روز افزوں ترقی کا

---

(۱) صفر احمد: مقامات معصومی ۴۵۲ (۲) رک تعلیقات کتاب حاضر ۲۵۲/ ۲۰-۲۲

(۳) ایضاً ۴۵۴/ ۱۵-۱۷ تعیین سنین اور بعض دیگر تاملات کے لئے محولہ تعلیقات ملاحظہ کریں

(۴) شیخ محمد علیم جلال آبادی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو مقامات معصومی ۴۵۰ مع تعلیقات

(۵) ایضاً ۴۵۰

حال لکھا تو آپ نے اورنگزیب کو براہ راست مکتوب لکھتے ہوئے اس پر اطمینان کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، فرماتے ہیں:

کمترین دعا گویان بعرض خادمان عتبہ...... حضرت ناصر الملت والدین مرجع الاسلام و موید المسلمین ...... (اورنگزیب) برادر دینی شیخ عبدالعلیم کتابتی باین فقیر نوشتہ بودند و از جمعیت باطنی آنحضرت (اورنگزیب) و اشتغال و تقید باین امر جلیل القدر مندرج ساختہ، شکر خداوندی جل سلطانہ بجا آوردہ (۱)

ہمارا خیال ہے کہ مفتی محمد باقر لاہوری کے مفتی لاہور بننے کے بعد (حدود قبل ۱۱۰۶ھ/ ۱۶۹۴ء) بادشاہ کی تربیت کی ذمہ داری شیخ محمد علیم کو سونپی گئی ہو گی۔ جہاں موصوف اپنی وفات (۲) (قبل ۱۱۱۵ھ/ ۱۷۰۳ء) تک یہ فرائض انجام دیتے رہے اور اس سے قبل بھی وہ اورنگزیب کے احوال کی نگرانی کے لئے مقرر تھے۔

شیخ محمد علیم نے اپنے ایک اور عریضہ میں اورنگزیب کی باطنی ترقی کا حال تفصیل سے لکھا تو اس کے جواب میں حضرت خواجہ نے بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا، لکھتے ہیں:

انچہ از کیفیت مشغولی بندگان حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ علیٰ رؤس العالمین نوشتہ بودند کہ بدولت فرمودند کہ ما محظوظ ایم و روز بروز باطن خود جمعیت بیشتر می یابیم و گاہ گاہ رفتگی و غیبتی روی می دہد و گاہ گاہ عنایت حق تعالیٰ را در بارۂ خود بسیار می یابیم از مطالعہ آں بسیار خوشحالی رو نمود اللہ تعالیٰ ایں معاملہ را ہر روز بہ سازد...... (۳)

خواجہ محمد نقشبند ثانی کے مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ محمد علیم کی وفات (قبل ۱۱۱۵ھ) کے بعد ان کے بیٹے شیخ عبدالعلیم پشاوری کو اورنگزیب کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا (۴)۔

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/ ۱۲۲/ ۱۶۷

(۲) رک تعلیقات کتاب حاضر ۴۵۱/ ۱۷-۱۸

(۳) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/ ۱۲۱/ ۱۶۳-۱۶۴

(۴) محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول ۱/ ۱۱۵/ ۱۲۳

مولانا محمد جان ورسکی

حضرت خواجہ نے اپنے ایک اور خلیفہ مولانا محمد جان ورسکی (۱) کو جب وہ کمال و تکمیل کے درجہ پر پہنچ گئے تو اورنگزیب کی دینی وروحانی راہنمائی کے لئے مرکز میں بھیجا جہاں وہ ''بے نفسی تمام'' زندگی گزارتے رہے یعنی حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ کی تربیت کے لئے صرف اور صرف ایک بے ریا اور نفسانی و دنیاوی طلب کی بجائے جس طالب خدا اور بے نفس عالم کے تقرر کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا (۲) موصوف اسی سے متصف تھے اور بادشاہ کی تربیت کیلئے مقرر کئے گئے تھے، مقامات معصومی کے الفاظ ہیں:

بعد از وصول بہ درجۂ کمال و تکمیل بر بادشاہ خلد مکان خلافت معصومی یافتہ بہ بی نفسی تمام زندگانی نمودہ......ودیگر باریابان محفل سلطانی رسانیدہ...... (۳)

معلوم ہوتا ہے کہ جن ایام میں حضرت خواجہ سیف الدین کو حضرت خواجہ نے اورنگزیب کی تربیت کے لئے بھیجا تھا انہیں دنوں مولانا محمد جان ورسکی کو بھی وہیں متعین کیا گیا تھا، خواجہ سیف الدین نے بادشاہ کی مصاحبت کے دوران جو عریضے حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھے ہیں ان میں برابر اخوند ورسکی کا ذکر ملتا ہے (۴)۔ خواجہ سیف الدین نے اپنے ایک مکتوب بنام اورنگزیب میں مولانا ورسکی کی بہت تعریف کی ہے (۵)۔

اورنگزیب کو مولانا محمد جان ورسکی سے بہت عقیدت تھی وہ اکثر سفر و حضر میں انہیں ساتھ رکھتا تھا وہ ان کی راہنمائی میں منازل سلوک بڑی کامیابی سے طے کر رہا تھا، انہیں اپنے اہل وعیال کے پاس جانے کی اجازت بھی بمشکل ملتی تھی، ایک مکتوب میں خواجہ سیف الدین مولانا ورسکی کو لکھتے ہیں کہ تمہیں بادشاہ رخصت دے تو میں بھی جانے کی اجازت دے سکتا ہوں:

---

(۱) مولانا محمد جان ورسکی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۴۹۰

(۲) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۵۳/ ۱۳۱-۱۳۲

(۳) صفر احمد: مقامات معصومی ۴۹۹ (۴) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱/ ۲،۹/ ۱۰

(۵) ایضاً ۱۶۱/ ۱۸۸ (تعلیقات ۴۹۹/ ۱۵-۱۸)

بہ خدمت بادشاہ دیں پناہ بموجب و شاور ھُم فی الامر نیز عرض نمایند اگر ایشاں رخصت دادند ما ہم رخصت نمودیم (۱)

حافظ محمد صادق کابلی

حضرت خواجہ نے اپنے ایک بہت ہی عزیز خلیفہ حافظ محمد صادق کابلی (۲) کو بھی اورنگزیب کی تربیت کے لئے خلافت سے نوازا تھا اور وہ بادشاہ اور اہل لشکر کی اصلاح پر مامور تھے، مقامات معصومی میں ہے:

برمغلیہ بادشاہی در بلدۂ دارالخلافہ بارشاد تمام نشستہ بود (۳)

اورنگزیب نے حضرت خواجہ سے باقاعدہ استدعا کی تھی کہ اپنا کوئی خلیفہ میرے پاس بھیجیں تو آپ نے حافظ محمد صادق کابلی کو اس کار خیر کے لئے منتخب کیا جن سے بادشاہ نے بہت استفادہ کیا اور بہت سے فوجی بھی ان کے حلقہ میں داخل ہوئے، وہ اصلاح احوال کے لئے لشکر کے ہمراہ بھی رہے تھے، روضۃ القیومیہ میں ہے:

حافظ محمد صادق از اکمل خلفای حضرت امام معصوم است وقتیکہ سلطان عالمگیر از آنحضرت طلب خلیفہ کرد با وصحبت دارد و آنجناب حافظ صادق را ہمراہ او کردند سلطان ازصحبت او بسیار استفادہ گرفت و اکثر مردم لشکر پیش او مرید شدند...... (۴)

اس امر کی تصدیق حضرت خواجہ کے مکتوبات بنام حافظ محمد صادق سے بھی ہوتی ہے کہ وہ لشکر کے ہمراہ رہتے تھے اور خود حضرت خواجہ نے انہیں اہل سپاہ کو اجازت تلقین وارشاد کی بھی ''اجازت مقیدہ'' دی تھی (۵)۔

حضرت خواجہ نے اپنے مکاتیب میں ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کے روحانی احوال پر اطمینان کا اظہار کیا ہے اور انہیں اپنے فرزند معنوی کا درجہ دیا ہے۔

---

(۱) ایضاً ۵۴ / ۷۸، ۱۶۱ / ۱۸۸

(۲) حافظ محمد صادق کابلی کے حالات مقامات معصومی ۲۸۴، ۹۸ مع تعلیقات ملاحظہ کریں

(۳) صفر احمد: مقامات معصومی ۲۸۴ (۴) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲ / ۴۳۶

(۵) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳ / ۲۴۰ / ۲۸۶

از راہ ولادت معنوی داخل فرزندان ماست......(۱)

خواجہ عبیداللہ مروج الشریعت نے حافظ محمد صادق کابلی کی باطنی استعداد کی بہت تعریف کی ہے(۲)۔

نبائرحضرت مجدد الف ثانی اورنگ کی مصاحبت میں

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی صاحبزادیوں میں سے صرف خدیجہ بقید حیات رہیں ان کا نکاح آپ کے برادرزادہ قاضی شیخ عبدالقادر(۳) سے ہوا، انہی بی بی خدیجہ کے بطن سے تین صاحبزادے متولد ہوئے خواجہ محی الدین، میر محمد فضل اللہ اور شیخ عبداللطیف حضرت مجدد الف ثانی کے یہ تینوں نواسے علم وعمل اورتقوی میں ضرب المثل تھے، اورخوش نصیبی سے ان تینوں نے اورنگزیب کی ملازمت ومصاحبت اختیار کرلی، ان کے والدگرامی شیخ عبدالقادر سرہند کے قاضی تھےاورنہایت عدل وانصاف کے ساتھ عدالتی فیصلے صادر کرتے تھے، ان کا ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء کوانتقال ہوگیا تو اورنگزیب نے ان کے صاحبزادے شیخ محمد فضل اللہ کو جوحضرات مجددیہ کے ہمراہ حج کر کے واپس آئے تو اکبرآباد میں ان بزرگوں سے ملاقات کے دوران بادشاہ نے انہیں کو'' بمنت تمام'' سرہند کی قضا پیش کی جسے انہوں نے قبول کرلیا(۴)

قیاس ہے کہ شیخ محمد فضل اللہ اپنی وفات ۱۱۱۷ھ تک سرہند کے قاضی رہے ہوں گے یہی شیخ محمد فضل اللہ مقامات معصومی کے مولف کے والد تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے نواسۂ بزرگ خواجہ محی الدین جو عالم ہونے کے علاوہ ''صوری ومعنوی'' خصائص سے متصف تھےاورحضرت مجدد الف ثانی کے فرزندان گرامی کے تربیت یافتہ بھی تھے، ان کوخود حضرت محمد سعید نے سفارشی مکتوب دے کراورنگزیب کے

---

(۱) ایضاً

(۲) عبیداللہ، خواجہ: خزینۃ المعارف ۱۱۸/ ۵ ۱۳، ۲۴/ ۲ ۴۲-۴۳، ۸۴/ ۱۰۹-۱۱۰

(۳) قاضی شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد امین بن شیخ عبدالرزاق بن مخدوم عبدالاحد (رک شجرہ خانوادۂ مولف درہمیں مقدمہ)

(۴) صفر احمد: مقامات معصومی ۳۶۹

پاس بھیجا، فرماتے ہیں:

ہمشیرہ زادۂ فقیر خواجہ محی الدین چو بارادۂ ملازمت عالیہ کہ متضمن تربیت صوری و معنوی ست و مثمر ثمرات دارین، محرم بارگاہ سلطنت گردید......(۱)

حضرت خواجہ محمد سعید کا یہ مکتوب اورنگزیب کے زمانۂ شہزادگی میں اسے لکھا گیا ہے۔ گویا خواجہ محی الدین اورنگزیب کے زمانۂ شہزادگی سے ہی اس کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے، یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ خواجہ محی الدین کو اورنگزیب کی صرف تربیت کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ لکھا ہے کہ انہیں ''محرم بارگاہ سلطنت'' بنالو۔ یہ صاحبزادے بادشاہ بننے کے بعد بھی سفر و حضر میں اورنگزیب کے ساتھ رہتے تھے بظاہر ان اصحاب کا کوئی منصب نہیں تھا اور نہ ہی یہ بزرگ زادے کسی منصب کے حصول کے لئے بادشاہ سے منسلک ہوئے تھے بلکہ ان کا مقصد حیات تو صرف اور صرف احیاء دین اور ترویج شریعت میں بادشاہ کی حمایت حاصل کرنا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے نواسۂ اصغر میاں شیخ عبداللطیف (۲)، (۱۰۵۵-۱۱۱۱ھ/ ۱۶۴۵-۱۶۹۹ء) بھی اورنگزیب کی مصاحبت میں رہتے تھے، مقامات معصومی میں ہے:

مصاحبت بادشاہ خلد مکان نیز چنانچہ باید داشت (۳)

شیخ عبداللطیف دیگر اصحاب علم کو بھی اورنگزیب کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے، انہوں نے حضرات مجددیہ سے وابستہ ایک فرد اخوند شاہ مراد کے بارے میں متعدد مرتبہ خواجہ سیف الدین کو لکھا کہ میں نے ان کا نام کئی مرتبہ بادشاہ کے سامنے لیا ہے لیکن وہ نہیں آئے، اس پر خواجہ سیف الدین انہیں متنبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ارتفاع بدعت و ترویج سنت'' کی نیت سے بادشاہ سے ملاقات کرو (۴) شیخ عبداللطیف دہلی سے سرہند جاتے ہوئے کئی بار اورنگزیب کے خطوط بھی ہمراہ لاتے تھے جن کے جواب خواجہ

---

(۱) محمد سعید، خواجہ: مکتوبات ۴۵/۱۰۱

(۲) شیخ عبداللطیف کے حالات مقامات معصومی میں درج ہیں ۴۰۱-۴۰۴

(۳) صفر احمد: مقامات معصومی ۴۰۳ (۴) سیف الدین خواجہ: مکتوبات ۱۲۶/۱۸۹

سیف الدین نے تحریر کرتے وقت ان کا نام اور صفات بھی تحریر کی ہیں (۱)۔

حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی جن کے اورنگزیب کے ساتھ تعلقات کی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں کے دو فرزند شیخ ابوالاعلیٰ اور شیخ محمد عمر بھی اورنگزیب کی دکنی مہمات کے دوران اس کے ساتھ تھے، ایک مہم کے دوران نواح بیجاپور میں شیخ ابوالاعلیٰ کے لشکر میں موجود ہونے کا ذکر ملتا ہے (۲) اسی طرح دوسرے فرزند شیخ محمد عمر کی شادی والی گولکنڈہ کی بیٹی کے ساتھ اورنگزیب کے ایما پر کئے جانے کی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت مروج الشریعت کے فرزند شیخ محمد پارسا کا بھی یہی معاملہ تھا وہ بھی مختلف مہمات کے دوران اورنگ زیب کے ہمرکاب رہتے تھے، ایک مکتوب بنام اورنگزیب میں لکھتے ہیں:

قبلہ گاہا فرزندی محمد پارسا در رکاب سعادت است...... (۳)

مقامات معصومی میں ہی ان کے ساتھ اورنگزیب کے والہانہ مراسم کی تفصیلات ملتی ہیں (۴) مولف مقامات معصومی کے بھائی شیخ عزالدین احمد (۵) بھی نواح بیجاپور میں اورنگزیب کے لشکر میں موجود تھے (۶)۔

---

(۱) ایضاً ۲۲/ ۸،۳۸،۲۶/ ۴۷ (۲) صفر احمد: مقامات معصومی ۳۰۶

(۳) محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول ۱/ ۱۰۴...... ۱۱۳

کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/ ۱۰۸

(۴) صفر احمد: مقامات معصومی ص ۳۱۸-۳۲۰

(۵) شیخ عزالدین احمد کے حالات مقامات معصومی میں ملاحظہ کریں ۳۸۶-۳۹۱ (۶) ایضاً ۳۰۶

دیگر سلاطین وامراء اور نقشبندی مشائخ

اورنگزیب عالمگیر کے ساتھ حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرات مجددیہ کے مراسم کی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں، مقامات معصومی کے مولف نے کتاب کے آخری باب میں مستقل عنوان کے تحت سلاطین وامراء کی حضرات مجددیہ کے ساتھ ارادت کا تذکرہ کیا ہے، لیکن وہ محض اشارات ہیں ان کا مختصر سا خاکہ مرتب کیا جارہا ہے۔

اورنگزیب کے فرزندوں میں سے اعظم شاہ، کام بخش اور شاہ عالم تینوں کی حضرات مجددیہ سے ارادت کے ثبوت ملتے ہیں۔

شہزادہ اعظم شاہ خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم سے بیعت تھا (۱) اس کی عقیدت اور انس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، شہزادہ کام بخش خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی سے بیعت تھا (۲) اسی طرح شہزادہ محمد بیدار بخت بن اعظم شاہ مذکور بھی خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت سے بیعت ارادت رکھتا تھا (۳)۔

اورنگزیب کی (وفات ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے بعد اس کا بیٹا محمد معظم بہادر شاہ عالم تخت نشین ہوا اور جنگ تخت نشینی میں باقی بھائی قتل کر دیے گئے اورنگزیب نے اپنے بیٹوں کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے کروائی تھی، بہادر شاہ قرآن مجید کا حافظ تھا علم حدیث پر بڑا عبور تھا، علم فقہ سے بھی خاص دلچسپی تھی، وہ ابتداء میں بہت ہی راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھا لیکن اپنے آخری دور حکومت (۱۱۱۸-۱۱۲۴ھ) وہ ایک متشدد شیعہ ہو گیا تھا، جس کے حقیقی اسباب معلوم نہیں ہو سکے۔

ہمیں تعجب ہے کہ اورنگزیب جیسے متصلب سنی کا بیٹا و جانشین کیسے شیعہ ہو گیا؟ یقیناً اورنگزیب کی وفات کے بعد اس کے عقائد میں تبدیلی ہونا شروع ہوئی ہو گی، خواجہ محمد زبیر نے اسے سلطنت کی بشارت دی تھی اور خواجہ محمد معصوم کے فرزند بزرگ شیخ صبغۃ اللہ نے

---

(۱) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۲۴۲/ ۱۶۹، صفر احمد: مقامات معصومی ۳۳۶-۳۳۷

(۲) ایضاً ۵۰۷، کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/ ۱۲۲ (۳) مقامات معصومی

حضرت خواجہ کی دستار اس کے سر پر باندھی تھی اور خواجہ محمد زبیر نے تاج شاہی اس کے سر پر رکھا تھا (۱)۔ اورنگزیب کے حین حیات جب وہ لاہور سے گذرا تو مفتی محمد باقر لاہوری (خلیفۂ حضرت خواجہ) نے مفتی لاہور ہونے کی حیثیت سے اس کا استقبال کیا تھا (۲)۔

اگر وہ ابتداء سے ہی رافضی ہوتا تو ہمارے حضرات اس کے ساتھ اس قسم کا سلوک کبھی نہ کرتے یقیناً بعض اہم منصب داروں کی صحبت کی وجہ سے اس نے شیعہ مذہب اختیار کیا۔ اس نے پہلے تو اپنی والدہ کے سیدہ ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ لفظ سید کا اضافہ کیا لیکن جب ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۹ء کو اس نے سارے ہندوستان کے علماء کو حکم دیا کہ جمعہ کے خطبے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام کے ساتھ ''وصی'' کا اضافہ کریں (۳) تو اس سے پورے ملک میں بے چینی پھیل گئی احمد آباد (گجرات) میں ایک خطیب قتل ہو گیا (۴)۔

اس نئے خطبے کے حکم سے سب سے زیادہ لاہور میں انتشار پھیلا معاصر مورخ خافی خان نے اس کی تفصیل دی ہے کہ بہادر شاہ (معظم شاہ) خود لاہور آیا اور علمائے لاہور سے اس سلسلے میں مناظرہ کیا وہ اپنے ساتھ فقہ کی کتابیں بھی لے کر آیا تھا، لاہور کے مقتدر علماء میں سے حاجی یار محمد دو اور بڑے عالموں مولانا جان محمد لاہوری اور مفتی محمد مراد لاہوری کو ہمراہ لے کر بادشاہ کے پاس گئے، سخت مناظرہ ہوا بادشاہ خود شریک مباحثہ تھا، حاجی یار محمد نے نہایت بے باکی سے کلمہ حق کہا جب بادشاہ نے آداب شاہی کی رعایت کا سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے چار قسم کی آرزوئیں رکھتا تھا اول تحصیل علم، دوم حفظ قرآن مجید سوم حج اور چہارم شہادت - اللہ تعالیٰ کے فضل سے تین نعمتیں مجھے مل چکی ہیں چوتھی آرزو یعنی شہادت باقی ہے امیدوار ہوں کہ وہ بادشاہ کی توجہ سے حاصل ہو جائے گی،

---

(۱) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۴/ ۳۳-۴۱

(۲) تفصیل سے قبل آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ تذکرہ نویس اعظم شاہ اور معظم شاہ عالم کے درمیان فرق نہیں کر سکے اور شاہ عالم کی بجائے اعظم شاہ کے شیعہ ہونے کا تذکرہ کرنے لگتے ہیں جو کتب تاریخ کے مندرجات کے خلاف ہے۔ اعظم شاہ تو اورنگزیب کے فوراً بعد ۱۱۱۹ھ کو ہی جنگ تخت نشینی میں شاہ عالم کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا۔

(۳) خافی خان: منتخب اللباب ۲/ ۶۶۱ (۴) ایضاً ۲/ ۶۶۴

لاہور کے عوام اور تقریباً ایک لاکھ افغان جو حاجی یار محمد کے حامی تھے اس تنازعہ میں شریک ہوئے قریب تھا کہ بہت قتل و غارت ہوتا بادشاہ کا بیٹا عظیم الشان بھی سنیوں کا ہم نوا تھا، ناچار بادشاہ نے حکم دیا کہ خطبہ بدستور سابق ہی پڑھا جائے، لیکن بادشاہ ان تینوں علماء حاجی یار محمد، مولانا جان محمد اور مولانا محمد مراد سے کبیدۂ خاطر تھا اس لئے انہیں قید کرلیا گیا(۱)۔

ایک شیعہ مورخ غلام حسین طباطبائی نے بڑی دلچسپی سے اس واقعہ کو لکھا ہے:

(بادشاہ) در تبحر فنون علوم خصوص فقہ و حدیث از جمیع سلاطین تیموریہ فائق بود باارباب علم صحبت می داشت و علم مناظرہ برمی افراشت دچوں بتحقیق خود مذہب شیعہ امامیہ راحق می دانست ہمیں مسلک اختیار نمودہ ھنگامیکہ وارد دارالسلطنت لاہور بود علمای آنجا راکہ اکثری ناصبی مذہب (اہل سنت) بودہ اند جمع نمودہ برحقیقت و وصایت جناب ولایت مآب حضرت امیرالمومنین علی ...... حجت برآنہا تمام نمودہ...... خواست کہ کلمۂ علی ولی اللہ وصیٔ رسول اللہ درخطبہ اجرانماید

(۱) ایضاً ۲/۶۸۱-۶۸۳ (اس کتاب میں ان علماء کے نام مختلف مقامات پر آئے ہیں۔ حاجی یار محمد کے ساتھ مولانا جان محمد کا نام (۲/۶۶۳) اور مولانا محمد مراد کا نام (۲/۶۸۱) پر آیا ہے) یہ تینوں لاہور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ میاں حاجی یار محمد بیگ کا تعلق حضرت شیخ محمد اسماعیل لاہوری (درس میاں وڈا) سے تھا ان کے شاگردوں میں سے میاں حامد قاری لاہوری اور میاں تیمور لاہوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (محمد عاقل لاہوری: تحفۃ المسلمین خطی ورق ۲۸-۱) مولانا جان محمد لاہوری بھی لاہور کے بڑے علماء میں سے تھے آپ میاں عبدالحمید لاہوری کے شاگرد تھے جو حافظ محمد اسماعیل لاہوری مذکور کے معروف تلامذہ میں شمار ہوتے تھے، مولانا جان محمد نے سلوک کی تعلیم جوانی میں حافظ محمد اسماعیل لاہوری سہروردی سے حاصل کی تھی، علم حدیث اور فقہ پر کامل عبور تھا ان کا قیام لاہور میں محلہ پرویز آباد میں تھا۔ (ایضاً ورق ۴۱-۴۲) معروف عالم و صوفی شاہ محمد غوث لاہوری نے حدیث کی اجازت انہیں سے لی تھی آپ ان کے تبحر حدیث کا تذکرہ عمدہ الفاظ میں کرتے ہیں (رسالہ درکسب سلوک)، متاخرین نے مولانا جان محمد کا سال وفات ۱۱۲۰ھ درج کیا ہے (خزینۃ الاصفیاء ۲/۱۱۴، حدائق الحنفیہ ۴۳۳ وغیرہ) جو درست نہیں ہے یقیناً آپ مذکورہ واقعہ جس کا معاصر مورخ خافی خان نے ۱۱۲۲ھ کے واقعات میں درج کیا ہے کے بعد قلعہ میں قید ہی کی حالت میں انتقال ہوا ہوگا۔ مولانا محمد مراد لاہوری، لاہور کے مشہور عالم مفتی عبدالسلام حنفی کے صاحبزادے تھے والد سے تحصیل علم کے بعد ملا شاہ بدخشی سے سلوک کی تعلیم حاصل کی تھی (نزہۃ الخواطر ۶/۳۴۹)

چوں ایں کار نفاذ بسیار در اوامر و نواہی می خواہد...... و دو پسر او یکی عظیم الشان و دیگری خجتہ اختر جہاں شاہ (۱) کہ مقتدر و دلاور بودند در تسنن و اشعریت نہایت عصبیت داشتند و بلوای عام آندیار کہ اکثر ناصبی شعارند مانع گشتہ ...... یکبار برای اظہار این کلمہ (وصی رسول اللہ) خطیبی را در مسجد جامع ہمراہ عظیم الشان فرستاد...... بتحریک و اشارہ باطنی او (شہزادہ عظیم الشان) خطیب بے چارہ قبل ازیں کہ تلفظ بایں کلمہ نماید بی تقصیر طعمہ شمشیر مردم گردید اعاظم مذہب حنفی دعوتہا و ختمہا برای دفع بہادر شاہ واستمداد از ہر برو فاجر و مسلم و کافر می نمودند و بہادر شاہ بدستور اصرار برایں کار داشت در ترویج و تقویت مذہب شیعہ می کوشید و مدتہای دراز مباحثہ با علما باز بود اما فائدہ براں مترتب نمی شد...... (۲)

اس اقتباس سے مندرجہ ذل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

۱- بہادر شاہ علم فقہ وحدیث کا خوب ماہر تھا اور مناظرہ کے فن کو بھی بخوبی جانتا تھا۔

۲- اس نے تحقیق کے بعد اپنے لئے شیعہ امامیہ کا مسلک اختیار کر لیا۔

۳- لاہور کے اکثر علماء اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے۔

۴- بہادر شاہ کے فرزندوں میں سے عظیم الشان اور جہاں شاہ متصلب سنی تھے۔

۵- بہادر شاہ نے اس مباحثہ کے دوران ایک بار ایک خطیب کو عظیم الشان کے ہمراہ جامع مسجد بھیجا کہ وہاں جا کر خطبہ میں ''علی وصی رسول اللہ'' کے الفاظ کہے لیکن عظیم الشان چونکہ خود سنی تھا اور پس پردہ اہل تسنن کا اس مسئلہ میں حامی تھا اس لئے اس کے خفیہ اشارے سے اس خطیب کو یہ جملہ ادا کرنے سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا۔

(۱) یہ دونوں ذی علم بھائی عظیم الشان اور جہاں شاہ جنگ تخت نشینی کے دوران (۱۱۲۴ھ) کو اپنے بھائی جہاندار شاہ کے ہاتھوں قتل ہو گئے (تاریخ محمدی ۲۹) شہزادہ محمد خجستہ اختر ملقب بہ جہاں شاہ عالم ہونے کے ساتھ ایک صوفی منش بھی تھا ورد و وظائف اس کی زندگی کا خاص امتیاز تھا اس نے اس موضوع پر ایک کتاب سراج العالمین کے نام سے لکھی تھی جس کا خطی نسخہ شاہی ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (لاہور) کے ذاتی کتابخانے میں تھا (فہرست مخطوطات شفیع، ۳۱۲)

(۲) طباطبائی، غلام حسین: سیر المتاخرین، مطبوعہ کلکتہ، ۱۲۴۸ھ، ۷

(۶) لاہور کے اکابر حنفی علماء نے اب بہادر شاہ کے خاتمہ کے لئے دعائیں اور ختم پڑھنے شروع کر دیے تھے۔

(۷) لیکن بہادر شاہ بدستور اپنے عقیدہ پر قائم رہا اور مذہب شیعہ کی ترویج وتقویت کے لئے کوشش کرتا رہا۔

(۸) اس نے مدت دراز تک (تا حین حیات) علماء سے اس موضوع پر مباحثہ جاری رکھا لیکن اس کے مثبت نتائج برآمد نہ ہوئے۔

اب حالات اس قدر نازک ہو گئے تھے کہ شاہی فوج نے توپوں کے ساتھ لاہور کی جامع مسجد (موجود بادشاہی مسجد) کو گھیر لیا تھا، بادشاہ نے حکم دیا کہ باغیوں پر حملہ کر کے انہیں نیست و نابود کر دیا جائے لیکن اس کے بیٹے عظیم الشان نے سمجھایا کہ آپ اس وقت ''دین پناہ'' کے لقب سے ملقب ہیں اگر مسجد مسمار کی گئی اور علماء کو مار دیا گیا تو عوام کی رائے اس کے خلاف ہو جائے گی، بہادر شاہ نے اس مسئلہ میں اتنا غلو کیا کہ اس نے اصفہان اور شیراز سے شیعہ علماء کو بلایا اور قندھار و کابل سے سنی علماء کو دعوت دی کہ وہ آ کر اس مسئلہ کا حل تلاش کریں ان علماء کے بیانات کو فقہ کے ماخذ اصیل کے ساتھ مطابقت کی بھی کوشش کی گئی بادشاہ نے خود جج کے فرائض انجام دیے لیکن اس کی موت (۱۱۲۴ھ) کے باعث یہ مسئلہ بغیر کسی فیصلہ کے ختم ہو گیا (۱) اور ہندوستان میں بدستور سابق اہل سنت کا مروجہ خطبہ جمعہ ہی جاری رہا۔

سیاسی حالات اتنے ابتر ہو گئے تھے کہ شاہ عالم بہادر شاہ کا جانشین جہاندار شاہ صرف ایک سال (۱۱۲۴-۱۱۲۵ھ/ ۱۷۱۲-۱۷۱۳ء) تخت پر بیٹھ سکا کہ قتل کر دیا گیا پھر عظیم الشان بن بہادر شاہ کے فرزند فرخ سیر نے حکومت سنبھالی اور وہ بھی مختصر سی بادشاہت (۱۱۲۵-۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۳-۱۷۱۹ء) کے بعد قتل ہو گیا، فرخ سیر ایک نیک نفس اور صوفی

---

(1) Rizvi, S.A.A : Socio - Intellectual History of Isna, Ashari Shi'is in India, Vol.II. pp. 40-41

منش بادشاہ تھا وہ خواجہ محمد صدیق بن حضرت خواجہ محمد معصوم کا مرید تھا(۱) صاحب مقامات معصومی جواس کے لشکر میں ملازم بھی رہے تھے آغاز کتاب میں اس کی تعریف کی ہے اسے خواجہ محمد زبیر سرہندی سے بڑی عقیدت تھی اس کے قتل پر ہمارے حضرات نے اسے شہید قرار دیا تھا(۲)۔ حضرت خواجہ محمد سعید کے فرزند گرامی اور معروف شاعر شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی نے اسے ایک خط لکھا تھا جس میں اسے ''دین پرور'' سے مخاطب کیا ہے اور آفتاب'' سلطنت ہموارہ تابان باد(۳)'' کے دعائیہ جملوں سے نوازا۔

ہندوستان کے مغل سلاطین کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک کے بادشاہوں نے بھی بذریعہ مراسلت حضرات مجددیہ کے ساتھ عقیدت واحترام کا اظہار کیا تھا۔

یمن کے والی امام اسماعیل المتوکل(۴)، (۱۰۵۴-۱۰۸۷ھ/ ۱۶۵۴-۱۶۷۶ء) کو حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی نے عربی میں ایک مکتوب لکھا جس میں فضائل اعمال ومناقب اہل بیت بیان فرمائے، ہمیں اس بادشاہ کے ساتھ مزید تعلقات کی تفصیل معلوم نہیں ہے غالب گمان ہے کہ حضرات مجددیہ سفر حرمین الشریفین پر جاتے ہوئے ۱۰۶۷ھ کو یمن میں اس سے ملے ہوں گے۔

سبحان قلی خان کی ارادت کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، عبداللہ خان اوزبک(۵)، (۹۹۱-۱۰۰۶ھ/ ۱۵۸۳-۱۵۹۸ء) کی حضرت مجدد الف ثانی سے ارادت بہت مشہور ہے آپ کے رسالہ رد روافض کے پس منظر میں اس بادشاہ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے یہ اہل تشیع کے دشمن کی حیثیت سے مشہور تھا والی ایران شاہ عباس اول صفوی(۶) (۹۹۶-۱۰۳۸ھ/ ۱۶۲۹-۱۶۴۲ء) کے خلاف اس کی جنگوں کے واقعات سے کتب تاریخ پر ہیں کہ اس نے

---

(۱) صفر احمد: مقامات معصومی ۵۰۸

(۲) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۴/ ۹۴، ۹۶، ۴، ۷۴، ۵۹

(۳) وحدت، عبدالاحد: گلشن وحدت ۱۰۶/ ۱۵۵

(۴) زامباور: معجم الانساب ۱۸۹ (۵) ایضاً ۴۰۳

(۶) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱/ ۱۳۰-۱۳۴

کس طرح روافض کا قتل عام کیا۔

بخارا کا حاکم عبدالعزیز بن نادر(۱)، (۱۰۵۷-۱۰۹۱ھ/ ۱۶۴۷-۱۶۸۰ء) حضرت خواجہ محمد معصوم کا عقیدت مند تھا(۲)، یہ غالباً اس بادشاہ کے عہد کا واقعہ ہے کہ بادشاہ نے چند فقہی مسائل بطور امتحان وہاں کے فضلاء سے دریافت کئے جنہیں وہ حل نہ کر سکے اور چھ ماہ کی مہلت مانگی تو حاکم نے وہی مسائل شیخ خلیل اللہ (مجددی سرہندی) کے پاس بھیجے جنہوں نے وہ مسائل نور فراست سے بہت جلد حل کر دیے(۳)۔

سبحان قلی مذکور کا فرزند و جانشین ابوالفیض (۱۱۱۷-۱۱۶۰ھ/ ۱۷۰۵-۱۷۴۷ء) خواجہ محمد زبیر سرہندی سے ارادت رکھتا تھا(۴)۔

ہندوستان اور عالم اسلام کے سلاطین کی حضرات مجددیہ کے ساتھ ارادت کا یہ حال ہے تو ہندوستانی امراء کی عقیدت مندی کیا اور کس درجے کی ہوگی، ظاہر ہے کہ ارادت مند امراء کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کے ساتھ تعلقات کی تفصیلات کا یہ مقدمہ متحمل نہیں ہو سکتا، ان کی عقیدت مندی کی نوعیت بھی مختلف تھی ان میں سے بعض امراء تو حضرات مجددیہ کے مکتوب الیہم ہیں یہ لازم نہیں کہ وہ آپ سے بیعت بھی ہوئے ہوں، دوسری قسم بعض ایسے امراء کی ہے جو باقاعدہ حلقۂ مریدین میں شامل تھے، تیسری قسم ایسے امراء کی ہے جنہوں نے ان حضرات سے دعا و استمداد کی غرض سے تعلق رکھا، ان میں سے بعض امراء کے ساتھ تعلقات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

اکبر کے اکابر منصب داروں میں سے مرزا عبدالرحیم خان خانان (۹۶۴-۱۰۳۶ھ/ ۱۵۵۶-۱۶۲۷ء) ایک معارف پرور امیر تھا علماء و مشائخ کی بہت قدر کرتا تھا خانقاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مصارف کے لئے اس نے سالانہ مدد معاش مقرر کر رکھی تھی جس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب اس کے نام

---

(۱) زامباور: معجم

(۲) روضۃ القیومیہ ۲/ ۱۵۲ (۳) عبداللہ مروجہ الشریعت: خزینۃ المعارف ۸۹/ ۱۱۴

(۴) روضۃ القیومیہ ۴/ ۳۱۰

ہیں (۱)۔ ایک مکتوب کا موضوع ہے:

در منع نمودن از اخذ طریق از پیر ناقص و در بیان مضرت او و زجر کردن از القابیکہ شبہہ اند باہل کفر...... (۲)

یہ وہی مکتوب ہے جس میں خان خانان کو اس کے ایک متوسل شاعر میر حسین کفری کے تخلص کفری اختیار کرنے پر اسے تنبیہ کی گئی ہے ایک اور معاصر مولف محمد صادق ہمدانی کشمیری نے بھی اس افسوسناک تخلص پر تعجب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض بزرگوں نے خط لکھ کر منع بھی کیا تھا:

بعض بزرگان بوی کتابت نوشتند کہ باوجود سیادت ونجابت عجیب است کہ کفری تخلص اختیار افتادہ در جواب تعللی کردی گویند کہ متنبہ گشت لیکن اجل فرصت نداد کہ تغیر تخلص دہد در سال ہزار وہفدہ در دکن وفات یافت (۳)

حضرت خواجہ محمد سعید کا بھی ایک مکتوب اسی خان خانان کے نام ہے جس میں ایک حدیث کی تشریح کی گئی ہے اور صاحب زبدۃ المقامات خواجہ محمد ہاشم کشمی کی سفارش کی گئی ہے کہ ان کے لئے وظیفہ مقرر کر دیں (۴)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے بہت سے مکاتیب مختلف امراء کے نام ہیں جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی لیکن موضوع کی مناسبت سے ہم صرف حضرت خواجہ محمد معصوم اور آپ کے صاحبزادگان وخلفاء کے ساتھ امراء کے روابط بیان کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں۔

طبقۂ امراء میں سے نواب مکرم خان اور اس کا پورا خانوادہ حضرات مجددیہ سے منسلک تھا، اولیاء کے تذکروں میں اس کا ذکر ایک ولی کامل کی حیثیت سے کیا گیا ہے (۵)۔

میر اسحٰق مخاطب بہ مکرم خان خوافی، شیخ میر کا دوسرا فرزند تھا، اورنگزیب شیخ میر کی

---

(۱) رک فہارس تحلیلی مکتوبات مرتبہ بیولر (۲) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/ ۲۳/ ۶۲

(۳) محمد صادق کشمیری: طبقات شاہ جہانی (طبقہ تاسعہ) ص ۸۵، مآثر رحیمی ۳/ ۸۰۷-۱۱۱۸ اسی شاعر کفری کے حالات وکلام درج ہے۔

(۴) محمد سعید، خواجہ: مکتوبات ۹۲/ ۱۵۴ (۵) غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۶۶۵

خدمات کے عوض اس کو نوازتا رہا، اس نے میر اسحٰق کو بھی عمدہ منصب اور مکرم خان کا خطاب دیا، اسے افغانوں کی بغاوت ختم کرنے کے لئے بھیجا گیا وہ لاہور اور ملتان کا گورنر بھی رہا، مقامات معصومی کے مولف اس کی گورنری ملتان (۱۰۹۹ھ/ ۱۶۸۸ء) کے دوران اس سے ملے بھی تھے (۱) آخری عمر میں مکرم خان خود استعفاد دے کر دہلی میں گوشہ نشین ہو گیا تھا (۲) ۱۹ محرم ۱۱۲۹ھ/ ۱۷۱۶ء کو اس کا انتقال ہوا (۳)۔

نواب مکرم خان کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم کے پانچ مکاتیب ہیں، جن میں سے ایک مکتوب میں اسے ترک ملازمت پر مبارک باد دی ہے اور لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت کے ساتھ یاد الٰہی کی توفیق دے (۴)۔ دوسرے مکتوب میں اس کے احوال پر تحسین کی گئی ہے (۵)۔ ایک مکتوب میں اسے ہدایت کی ہے کہ میرے فرزند خواجہ عبید اللہ میاں حضرت سے رجوع کرو (۶)۔

نواب مکرم خان پر کئی مرتبہ عتاب شاہی بھی نازل ہوا، ایک مکتوب بنام بی بی عرب خانم بنت تربیت خان میں حضرت خواجہ محمد سعید لکھتے ہیں:

چہ نویسد کہ از استماع خبر وحشت اثر اختلال حال برخورداری میر محمد اسحٰق چہ قدر کلفت حاصل شد (۷)

خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت کے دو مکاتیب نواب مکرم خان کے نام ہیں (۸) اسی طرح خواجہ سیف الدین کے بھی دو خطوط اس کے نام ہیں (۹) جن میں اس کی بلند ہمتی اور اس کے باطنی احوال کے عروج کا ذکر ہے، خواجہ محمد نقشبند ثانی کے ساتھ بھی مکرم خان کے

---

(۱) مقامات معصومی ۳۷۴

(۲) شاہنواز خان: مآثر الامراء ۳/ ۵۷۵-۵۷۹ (۳) حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی ۳۶

(۴) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۲/ ۱۵۲/ ۲۵۱-۲۵۳ (۵) ایضاً ۳/ ۱۵۹

(۶) ایضاً ۳/ ۲۲۶/ ۲۷۲ (مکاتیب کے بعض اقتباسات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۵۱۰/ ۷)

(۷) محمد سعید، خواجہ: مکتوبات ۷۷/ ۱۳۶

(۸) عبید اللہ، خواجہ: خزینۃ المعارف ۷۴/ ۶۹، ۷۳/ ۱۰۲

(۹) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱۷/ ۳۱، ۲۱/ ۳۷

روابط تھے(۱)۔

شعراء اور صوفیہ کے تذکروں میں اس کی علم پروری اور اہل علم وفقراء نوازی کے واقعات درج ہیں، اس کے دربار میں مشہور شعراء غنیمت کنجاہی، میر راسخ سرہندی اور محمد سعید اعجاز رہتے تھے(۲)۔

حضرت میرزا مظہر جان جانان شہید (۱۱۱۱-۱۱۹۵ھ/ ۱۷۰۰-۱۷۸۱ء) نے نواب مکرم خان کی حضرت خواجہ محمد معصوم کے ساتھ عقیدت کو سب سے زیادہ عمدہ پرایۂ بیان میں واضح کیا ہے، فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ اورنگزیب نے نواب سے دریافت کیا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ نواب نے جواب دیا چار سال یعنی وہ عرصہ جو میں نے اپنے پیر بزرگوار (حضرت خواجہ محمد معصوم) کی خدمت میں گزارا حضرت خواجہ اس کے ہاں کھانا تناول فرما لیتے تھے اور اس کے کھانے کو نورخیال فرماتے تھے (۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب مکرم خان مسلسل چار سال تک حضرت خواجہ کی خدمت میں رہا، مکرم خان لاولد تھا اس نے عبیداللہ خان کو اپنا متبنیٰ بنالیا تھا (۴)۔

نواب مکرم خان کے خاندان کے سارے افراد دین دار اور سلاطین مغلیہ کے ہاں مختلف مناصب پر خدمات انجام دیتے رہے تھے اس کا والد شیخ میر خوافی اورنگزیب کا نہایت قابل اعتماد ملازم تھا وہ مختلف مہمات میں اورنگزیب کے ساتھ رہا جنگ تخت نشینی میں وہ اورنگزیب کا حامی اور اس کے ہراول دستے کا سردار تھا اسی لڑائی میں ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷ء میں جان دی (۵)۔ شیخ میر کے نام حضرت خواجہ کے چار مکاتیب ہیں (۶)۔

---

(۱) محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول ۱/ ۲۵ (۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: انصاری، نورالحسن: فارسی ادب بعہد اورنگزیب ۱۱، ۵۶، ۵۷، ۷۳، ۳۰۳، ۴۰۸

(۳) غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات مظہری ۲۵۲-۲۵۳

(۴) شاہنواز خان: مآثر الامراء ۳/ ۵۷۷

(۵) ایضاً ۲/ ۶۶۷-۶۶۸ (۶) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/ ۴۸، ۴۹، ۱۴۷، ۲۱۱

نواب مکرم خان کا چچا سید میر خوافی مخاطب بہ امیر خان بھی اورنگزیب کے منصب داروں میں شامل تھا میر خوافی مذکور جب مارا گیا تو اس کی جگہ اس کو چار ہزار ذات اور تین سو سوار کا منصب ملا، وہ کابل کا صوبہ دار بھی رہا پھر استعفاد ے کر دہلی میں مقیم ہو گیا، ۱۰۸۰ھ/ ۱۶۷۰ء کو انتقال ہوا (۱)۔

حضرت خواجہ کا ایک مکتوب اسی سیادت پناہ امیر خان کے نام ہے جو حدود ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء کو لکھا گیا (۲)۔ حضرت خواجہ کے ایک خلیفہ صوفی پائندہ محمد کابلی کے ساتھ بھی امیر خان کے روابط تھے (۳) حضرت خواجہ سیف الدین نے سید امیر خان کی وفات پر بی بی عرب خانم کے نام تعزیت نامہ بھی لکھا تھا (۴) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی بیگم بی بی عرب خانم بھی ہمارے حضرات سے ارادت رکھتی تھیں (۵)۔

نواب مکرم خان کا بڑا بھائی سید میر ابراہیم مخاطب بہ محتشم خان اورنگزیب کے منصب داروں میں سے تھا اس کو ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب ملا، وہ مختلف مہمات میں اہم کردار ادا کرتا رہا اس پر پریشانیاں بھی بہت آئیں، اس کے باپ شیخ میر خوافی کی خدمات کے عوض اورنگزیب نے اسے بہت نوازا (۶)، ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۸ء کو اس کا انتقال ہو گیا (۷)۔

میر ابراہیم کے فرزندوں میں میر جان مخاطب بہ محتشم خان بھی بہت قابل تھا وہ دکن میں بخشی کے عہدے پر فائز رہا (۸) اس کا شمار علماء میں بھی ہوتا تھا (۹)۔

---

(۱) مآثر الامراء ۲/ ۴۷۹-۴۸۰، حبیبی، عبدالحی: تاریخ افغانستان ۱۲۳-۱۲۴

(۲) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۲/ ۱۰۰/ ۱۵۷ (۳) ایضاً ۳/ ۲۱۲/ ۲۵۷

(۴) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۴۷/ ۶۶

(۵) خواجہ سیف الدین کے مندرجہ ذیل مکاتیب بی بی عرب خانم کے نام ہیں:
۴۷/ ۶۶، ۷۳/ ۷۹،۱۰۷/ ۱۱۸، ۱۵۵/ ۱۷۶

(۶) مآثر الامراء ۳/ ۵۳۶-۵۳۹ (۷) حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی ۳۲

(۸) مآثر الامراء ۳/ ۶۵۲ (۹) عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۶/ ۲۹۳

حضرت خواجہ کے چھ مکاتیب میر ابراہیم محتشم خان کے نام ہیں (۱)۔ اسی طرح خواجہ سیف الدین کے بھی چھ ہی مکتوبات اس کے نام ہیں، جن میں اسے ''خان سعادت نشان محتشم خان'' لکھا گیا ہے (۲)۔

حضرت خواجہ اور خواجہ سیف الدین دونوں بزرگوں نے اسے قیمتی نصائح سے نوازا ہے اور اسے ذکر و فکر میں مصروف رہنے کی تلقین کی ہے۔

نواب مکرم خان کا چھوٹا بھائی میر یعقوب مخاطب بہ شمشیر خان بھائیوں میں سب سے بہادر تھا، نواب مکرم خان کے ساتھ ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۴ء کو افغانوں کی تنبیہ کے لئے درۂ جانوس کی طرف روانہ ہوا، اور سخت معرکے میں مارا گیا (۳)، حضرت خواجہ کے دو مکاتیب اس کے نام ہیں، ایک میں مخالفت نفس امارہ اور تصحیح عقائد کا بیان ہے جبکہ دوسرے میں ذکر و طاعات کا تذکرہ ہے (۴)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے عقیدت مندوں میں ایک نمایاں نام بختاور خان (۵) کا ہے، اس نے اپنی دو تالیفات ریاض الاولیاء اور مرأۃ العالم میں حضرات مجددیہ کے ساتھ اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔

حضرت خواجہ کے متوسلین میں سے کئی اصحاب کو اورنگزیب کا قرب اسی بختاور خان کی سفارش سے میسر آیا تھا مفتی محمد باقر لاہوری جنہیں حضرت خواجہ نے خلافت ہی صرف اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے لئے دی تھی کے متعلق بختاور خان کو لکھا ہے کہ وہ میرے فرزند

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۲/ ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۳/ ۱۷۳، ۱۹۲، ۲۲۵

(۲) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱۹/ ۳۴، ۱۰۸/ ۱۳۸، ۱۵۷/ ۱۷۷، ۱۵۸/ ۱۸۰، ۱۶۷/ ۱۹۱، ۱۸۴/ ۲۰۳-۲۰۵ (۳) مآثر الامراء ۲/ ۲۶۸، ۴۸۲

(۴) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۲/ ۱۱/ ۳۶-۳۹، ۳/ ۱۹۳/ ۲۴۱

ہم نے مقامات معصومی کے تعلیقات (۵۱۰/ ۷) میں اس خاندان کے اسماء بصورت شجرہ درج کر دیے ہیں۔ ان کے وطن اصلی خواف کے محل وقوع کے لئے بھی یہی تعلیقہ ملاحظہ کریں۔

(۵) بختاور خان (۱۰۳۰-۱۰۹۶ھ/ ۱۶۲۰-۱۶۸۵ء) کے حالات کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذا کا عنوان ''حیات خواجہ محمد معصوم کے مآخذ'' تحت ریاض الاولیا و مرأۃ العالم

معنوی ہیں، ان کی اعانت درویشوں کی دعا لینے کے مترادف ہے(۱)۔

اورنگزیب مفتی محمد باقر لاہوری کے والد گرامی مفتی شرف الدین عباسی لاہوری سے بخوبی واقف تھا اس کی خواہش تھی کہ وہ بھی طریقۂ نقشبند میں داخل ہو جائیں اس کار خیر میں بختاور خان نے بھرپور حصہ لیا کہ مفتی باقر کے والد بھی حضرات مجددیہ سے منسلک ہو جائیں(۲)

مندرجہ ذیل مریدین حضرات مجددیہ بختاور خان سے متوسل تھے

حافظ مقصود علی، ملا عبدالحق، زین العابدین، قاضی فضل اللہ تو خواجہ سیف الدین کی سفارش پر اس سے واصل ہوئے تھے(۳)۔ میر عطاء اللہ بن میر ضیاء اللہ نواسۂ میر محمد نعمان بدخشی (خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی)، میر جلال الدین خویش حامد خان (منصب دو صدی)، میر عزت اللہ (منصب چار بیتی)(۴)، شیخ محمد ہادی بن خواجہ عبیداللہ مروج الشریعت، خواجہ محمد پارسا بن خواجہ مروج الشریعت(۵) حاجی ولی محمد (مرید خواجہ محمد نقشبند ثانی)(۶)۔

اورنگزیب کو خواجہ محمد نقشبند ثانی کے ساتھ کمال درجہ کی الفت وعقیدت تھی انہیں اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا اور نہ ہی واپس سرہند جانے کی اجازت دیتا تھا، انہوں نے کئی بار بادشاہ سے حج کے لئے جانے کی اجازت چاہی تو اس نے پس وپیش سے کام لیا، آخر انہوں نے بختاور خان سے کہا کہ تم ہی مجھے بادشاہ سے سفر حرمین الشریفین کی اجازت لے دو(۷)۔

۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء کو شہزادہ مراد بخش بن شاہ جہان نے بلخ فتح کر لیا تو ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء کو اورنگزیب کو بلخ کا صوبہ دار بنا کر بھیجا گیا اس نے وہاں کے سارے باغیوں کو مطیع بنا لیا تو نذر محمد خان والی بلخ کے فرزندوں کو شاہ جہان کی خدمت میں بھیج دیا گیا جہاں ان کو

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/۲۴۴/۲۸۸

(۲) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱۴۲/۱۶۹ (۳) ایضاً ۶۶/۹۴-۹۵

(۴) محمد نقشبند ثانی: وسیلۃ القبول ۱/۶۹/۸۵ (۵) ایضاً ۸۵/۸۶،۹۶/۹۷

(۶) ایضاً ۱۰۰/۱۰۸

(۷) ایضاً ۲/۵۰/۹۰ (تفصیلات اس سے قبل بیان کی جا چکی ہیں)

بہت عزت کے ساتھ رکھا گیا(۱) ان میں اس کے فرزند اصغر سلطان عبدالرحمٰن خان کے ساتھ حضرات مجددیہ کے بہت اچھے تعلقات قائم ہوگئے، بلخ اس کے سابق حکمران نذر محمد خان کو واپس کر دیا گیا تو سلطان عبدالرحمٰن بلخ چلا گیا لیکن جلد ہی واپس ہندوستان آ گیا، اسے منصب دے کر بنگال میں متعین کر دیا گیا، شاہ جہان کے بیٹوں کے مابین جنگ تخت نشینی کے بعد وہ اورنگزیب کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدتوں پنج ہزاری منصب پر خدمات انجام دیتا رہا(۲)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے تین مکاتیب سلطان عبدالرحمٰن کے نام ہیں، ایک مکتوب کسب مراضی حق جل وعلا کے موضوع پر ہے(۳)۔ دوسرا کمالات قلب انسانی(۴) اور تیسرا افضیلت ذکر کے بیان پر مشتمل ہے(۵) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان عبدالرحمٰن باقاعدہ حضرت خواجہ سے بیعت ہونے کے بعد مشق سلوک میں مصروف تھا، اس نے آپ کو خط لکھ کر اپنی باطنی کیفیات کی تعبیر معلوم کی کہ میں کبھی کبھی اپنے آپ کو بالیدہ دیکھتا ہوں اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ یہ تمہاری باطنی استعداد کی جامعیت کی دلیل ہے، پھر دریافت کیا کہ میں اپنے آپ کو ایک سبز لباس میں زیورات سے مزین دیکھتا ہوں تو جواب ارشاد فرمایا:

مطالعہ ایں معنی خوش وقت ساخت ایں دید از نسبت بلند خبری دہد(۶)۔

اس کے اسی تقویٰ کی بدولت خواجہ سیف الدین بھی اس کے گھر تشریف لے جاتے تھے ایک بار وہ خود اپنے گھر لے گیا بہت خدمت کی، فرماتے ہیں:

فقیر در خانۂ عبدالرحمٰن سلطان سکونت دارد از غائت اخلاص بجد شدہ بخانۂ خود

---

(۱) نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعات عالمگیر ۱۶۴-۱۶۹

(2) Athar Ali : Mughal Nobility under Aurangzeb, pp. 132, 179

(۳) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/۴۱/۴۷ (۴) ایضاً ۳/۱۳۹/۱۹۲

(۵) ایضاً ۳/۱۴۵/۲۰۰ (۶) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/۱۴۵/۲۰۰

آوردہ بسیار خدمت گاری می نماید......(۱)

سلطان عبدالرحمٰن نے خواجہ سیف الدین کو خط لکھ کر اپنے معمولات سے مطلع کیا کہ میں ذکر، مراقبہ اور صحبت سکوت میں مصروف رہتا ہوں تو اس پر خواجہ صاحب نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا(۲)۔ ایک بار معروف عالم دین اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ مفتی محمد باقر لاہوری سلطان عبدالرحمٰن کے علاقے میں گئے تو خواجہ سیف الدین نے اسے خط لکھا کہ مفتی صاحب کی صحبت کو غنیمت جانیں (۳) سلطان نے آپ سے کہا کہ آپ کوئی تربیت یافتہ مرید جو ظاہری و باطنی علوم کا عالم ہو میرے پاس بھیجیں تو آپ نے ملا شاہ محمد متوطن پٹنہ کو اس کام پر مامور کیا(۴)۔ خواجہ سیف الدین کے صاحبزادگان بھی کئی بار سلطان کے پاس جاتے تھے تو سلطان ان کی بہت تعظیم وتکریم کرتا تھا (۵)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے عقیدت مندوں میں ایک امیر جملۃ الملکی جعفر خان بھی تھا، وہ صادق خان میر بخشی بن طاہر وصلی بن محمد شریف ہروی کا بیٹا اور یمین الدولہ آصف خان کا بھانجا و داماد تھا، شاہ جہان اور اورنگزیب کے عہد میں مختلف عہدوں پر فائز رہا پھر اورنگزیب نے ۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۳ء کو اسے وزیر بنا دیا اور وہ اپنی وفات ۱۰۸۱ھ/ ۱۶۷۰ء تک اسی منصب پر کام کرتا رہا(۶)۔

حضرت خواجہ کے چار مکاتیب جعفر خان کے نام ہیں جو اس کے خطوط کے جواب کے طور پر لکھے گئے ہیں، ایک مکتوب میں فرماتے ہیں جادۂ سنت پر مستقیم رہیے، ہمارے تعلقات کا صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے کہ اس دنیائے فانی میں عبادت و بندگی کریں

---

(۱) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۸۳/ ۱۲۳ (۲) ایضاً ۴۲/ ۶۱

(۳) ایضاً ۱۸۵/ ۲۰۵ (۴) ایضاً ۳۱/ ۵۲

(۵) ایضاً ۳۲/ ۵۳ (مکتوبات سیفیہ میں ایسے اور اشارات بھی ملتے ہیں جن سے شہزادہ سلطان عبدالرحمٰن اور حضرات مجددیہ کے خوش گوار تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے)۔

(۶) شاہنواز خان: مآثر الامراء ۱/ ۵۲۸-۵۳۱، نیز ملاحظہ ہو:

Athar Ali : Apparatus of Empire (بامداد اشاریہ)

Ibid : Mughal Nebility under Aurangzeb. (بامداد اشاریہ)

اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں، حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ محمد علیم جلال آبادی جنہیں خلافت ہی اورنگزیب کی تربیت کے لئے دی گئی تھی جملۃ الملکی جعفر خان سے ملتے رہتے تھے (۱)۔ دوسرے مکتوب کا موضوع ہی ''ترغیب بر تحصیل نیستی و تعمیر وقت'' ہے (۲) تیسرے مکتوب کا تعلق ''اسرار محبت وفضائل احسان باخلق'' ہے جس میں اسے بتایا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے خدمت خلق کا عملی مفہوم کیا ہے (۳)؟ چوتھا مکتوب قلب عارف کی جامعیت پر ہے (۴)۔

خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت کے تین مکاتیب جملۃ الملکی جعفر خان کے نام ہیں، پہلا مکتوب اس کے بعض شبہات کے بیان میں ہے (۵)۔ دوسرا مکتوب ایک صوفی کی طے منازل سلوک کے سلسلہ میں اس کے عجز اور بے چارگی کے ذکر پر مشتمل ہے (۶) تیسرا حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال (۱۰۷۹ھ) اور آپ کے فراق پر ہے (۷) جعفر خان بھی آپ کے وصال کے صرف تین سال بعد ۱۰۸۱ھ میں انتقال کر گیا۔

جعفر خان کی بیوی بھی حضرت خواجہ کی عقیدت مند تھیں، وہ ایک بار شدید بیمار ہوئیں تو آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اسے صحت عطا کی (۸) جعفر خان کی زوجہ فرزانہ بیگم، یمین الدولہ آصف خان کی بیٹی، ممتاز محل (ملکہ شاہ جہان) کی بہن تھی ''بی بی جیو'' عرف تھا۔ شہزادہ محمد اعظم اور محمد اکبر (پسران اورنگزیب) جعفر خان کی وفات (۱۰۸۱ھ) پر تعزیت کرنے کے لئے بی بی جیو فرزانہ بیگم کے گھر گئے تھے (۹)۔

حضرت خواجہ نے اپنے ایک مکتوب میں فرزانہ بیگم کے مرض سے شفایاب ہونے پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے (۱۰) جعفر خان کا فرزند نامدار خان بھی حضرت خواجہ سے عقیدت

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/ ۹۴/ ۱۳۸
(۲) ایضاً ۳/ ۹۸/ ۱۴۱
(۳) ایضاً ۳/ ۱۱۱/ ۱۵۴
(۴) ایضاً ۳/ ۲۳/ ۱۶۹
(۵) عبید اللہ، خواجہ: خزینۃ المعارف ۳۲/ ۵۲
(۶) ایضاً ۸۸/ ۱۱۲
(۷) ایضاً ۱۳/ ۱۴۷
(۸) صفر احمد: مقامات معصومی ۲۱۰
(۹) شاہنواز خان: مآثر الامراء ۱/ ۵۲۹-۵۳۰
(۱۰) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳/ ۱۱۱/ ۱۵۴

رکھتا تھا(۱) وہ اہم ملکی مہمات میں شریک رہا اسے اعلیٰ مناصب عطا ہوئے اودھ کا صوبہ دار بھی رہا، اورنگزیب کی اس پر خصوصی عنایات تھیں (۲) اس کا بیٹا دیندار خان مخاطب بہ مرحمت خان بھی منصب دار تھا(۳)۔

اورنگزیب کا ایک قدیم ملازم اور شہزادگی کے زمانے کا ایک ساتھی ضیاء الدین حسین بدخشی مخاطب بہ اسلام خان بھی حضرت خواجہ سے خصوصی عقیدت رکھتا تھا، اورنگزیب نے اسے ترقی دی اور کشمیر کا صوبہ دار بنا دیا، ۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۳ء کو انتقال کیا، اسے میر محمد نعمان بدخشی (خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی) سے بڑی عقیدت تھی اور انہی کے مزار (اکبر آباد) کے جوار میں دفن ہوا۔ اس مزار کے نزدیک اس نے ایک مسجد بھی بنوائی تھی، اسلام خان کی ایک دختر میر محمد ابراہیم بن میر محمد نعمان بدخشی سے منسوب تھی (۴)۔

حضرت خواجہ کے چار مکاتیب اس کے نام ہیں جن میں اس کے صوفیانہ معارف کے جوابات دیے گئے ہیں (۵)۔

اسلام خان بدخشی کا بیٹا میر عیسیٰ مخاطب بہ ہمت خان بھی حضرت خواجہ کا ارادت مند تھا، ہمت خان کی تربیت خود اورنگزیب نے کی تھی ممتاز علماء اور شعراء کے علاوہ اہل ہنر و کمال اس کی محفل میں بارباب ہوتے تھے، وہ خود شاعر تھا، اس نے مختلف ملکی مہمات میں اہم کردار ادا کیا، اس کے بیٹے محمد مسیح مرید خان اور روح اللہ نیک نام خان بھی منصب دار تھے(۶)۔ ہمت خان (میر عیسیٰ) سے مولف مقامات معصومی نے ایک روایت بھی بیان کی ہے(۷)۔ معروف شاعر میر محمد افضل ثابت ہمت خان ہی کا قابل فرزند تھا (۸)۔

حضرت خواجہ کے دو مکاتیب ہمت خان کے نام ہیں جن سے اس کی تصوف شناسی کا

---

(۱) مقامات معصومی ۵۱۰

(۲) مآثر الامراء ۳/ ۶۸۲-۶۸۴، اطہر علی: ۱۰۲، ۱۸۱، ۲۲۵

(۳) حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی ۸ (۴) مآثر الامراء ۱/ ۲۱۶-۲۱۹

(۵) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/ ۱۵، ۱۲۹، ۳/ ۱۴، ۱۵

(۶) مآثر الامراء ۳/ ۷۷۴-۷۷۶ (۷) مقامات معصومی ۴۴۸

(۸) ثابت کے حالات کے مآخذ کے لئے دیکھئے: تاریخ محمدی ۱۰۷ (مع تعلیقات عرشی ۲۱۵-۲۱۶)

اندازہ ہوتا ہے(۱)۔

حضرت میر محمد نعمان بدخشی (خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی) کے صاحبزادے میر محمد ابراہیم اورنگزیب کی شہزادگی کے زمانے ہی سے اس سے وابستہ تھے وہ نہایت نیک و صالح تھے، ۱۰۶۷ھ کو جب صاحبزادگان سرہند حج کے لئے روانہ ہوئے تو میر محمد ابراہیم ان کے ساتھ بندرگاہ سورت تک آئے وہاں ان پر حرمین الشریفین کی محبت نے غلبہ کیا تو وہ بادشاہ اور اپنے خاندان سے اجازت لئے بغیر ہی حضرات کے ساتھ روانہ ہو گئے وہاں جا کر انہوں نے اورنگزیب کی حصول سلطنت کے لئے دعا کی اور حضرات کے ساتھ واپس ہندوستان آ گئے اس وقت اورنگزیب جنگ تخت نشینی میں کامیاب ہو کر تخت پر جلوہ افروز تھا وہ مبارکباد دینے کے لئے بادشاہ کے پاس گئے تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ تم اہل حرمین سے واقف ہو میں اپنی کامیابی کی خوشی میں کچھ نذر و نیاز اہل حرمین کے لئے تمہیں دے رہا ہوں تم وہاں جاؤ اور ان کے حوالے کر دو وہ شاہ یمن امام اسماعیل سے بھی ملے تھے یمن میں ہی ۱۰۷۰ھ کو انتقال کیا وہیں مدفون ہیں (۲) مآثر عالمگیری میں ہے کہ بادشاہ نے اسی سال چھ لاکھ تیس ہزار روپے کی اجناس اہل حرمین کے لئے میر محمد ابراہیم کو دے کر روانہ کیا (۳)۔

میر محمد نعمان بدخشی کے ایک اور صاحبزادے میر محمد اسحٰق آغاز جوانی میں منصب دار تھے لیکن نوکری ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے ۱۰۸۱ھ کو وفات ہوئی (۴)۔

محمد میرک بیگ بدخشی گرزدار بھی حضرت خواجہ سے ارادت رکھتے تھے، حضرت خواجہ کے چار مکاتیب اس کے نام ہیں (۵) محمد میرک نے استدعا کی تھی کہ حضرت خواجہ اپنا کوئی خلیفہ ہماری تربیت کے لئے بھیجیں تو آپ نے حافظ محمد صادق کابلی (۶) کو اس مقصد کے

---

(۱) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۱/۲۱۸/۹۵، ۲،۳/۱۲۴

(۲) عبدالفتاح: مفتاح العارفین ۲۵۱-الف (۳) مستعد خان محمد ساقی: مآثر عالمگیری ۲۸

(۴) مفتاح العارفین: ۲۵۶-الف

(۵) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۲/۱۱۲/۱۹۲، ۳/۴۹/۸۰، ۳/۶۰/۹۹، ۳/۲۴۰/۲۸۶

(۶) مقامات معصومی ۴۹۸

لئے روانہ فرمایا، لکھتے ہیں:

حقائق و معارف آگاہ اخوی اعزی شیخ محمد صادق از اخص و خلص احباب ایں جانب ست بلکہ از راہ ولادت معنوی داخل فرزندان ماست بالتماس شما روانہ آں حدود نمودہ شدہ است (۱)

حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعت نے بھی اس کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ خواجہ محمد صادق کی صحبت کو غنیمت جانو (۲) خواجہ سیف الدین کا ایک مکتوب محمد میرک کے نام ہے جس میں اس کے ایک خواب کی تعبیر بیان کی گئی ہے (۳)۔

قصور کے افغان امراء میں سے شمس خان خویشگی، الہ داد خان خویشگی اور قطب الدین خان خویشگی (۴) بھی حضرت خواجہ کے حلقۂ مریدین میں شامل تھے، ان میں قطب الدین خان خویشگی (ف ۱۰۸۸ھ/ ۱۶۷۷ء) بہادر افغان تھا جس نے جنگ تخت نشینی میں اعلانیہ اورنگزیب کی حمایت کی تھی اس نے اس جنگ کے دوران شیخ آدم بنوڑی کے مشہور خلیفہ شیخ عبد الخالق قصوری کی خدمت میں حاضر ہو کر اورنگزیب کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی تھی (۵)۔

ان امراء کے علاوہ طاہر خان، قباد خان، ترکتاز خان، سرانداز خان، تیرانداز خان، شمشیر خان، الہ داد خان، شرزہ خان (قلعدار کابل) میر یعقوب خان (دیوان کابل)، ارشد خان، امانت خان (میرک معین الدین احمد خوافی) مترجم شرعۃ الاسلام، میر عبد القادر مخاطب بہ دیانت خان، سید عبد الرحیم بن اسلام خان مشہدی، مرزا ابو المعالی مخاطب بہ مرزا خان، میاں معقول، محمد مراد خان بن مرشد قلی خان بھی حضرت خواجہ سے عقیدت رکھتے

---

(۱) مکتوبات معصومیہ: ۳/ ۲۴۰/ ۲۸۶

(۲) عبید اللہ، خواجہ: خزینۃ المعارف ۱۱۸/ ۱۳۵ اس کے نام خواجہ عبید اللہ کے ۹ مکاتیب ہیں (رک تعلیقات مقامات معصومی ۵۱۰/ ۱۲)

(۳) سیف الدین خواجہ: مکتوبات ۱۸/ ۳۳

(۴) ان افغان امراء کے مختصر حالات کتاب حاضر کے تعلیقات میں ملاحظہ کریں ۵۱۰/ ۱۴

(۵) اس واقعہ کی تفصیل مقدمہ ہذا میں بیان کی جا چکی ہے۔

تھے(۱)۔

شیخ محمد یار مخاطب بہ خدا پرست خان (ف ۱۱۲۳ھ) کو تو مقامات معصومی میں آپ کے خلفاء میں تحریر کیا گیا ہے(۲) وہ چودہ سال تک حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے تھے(۳)۔

ازواج امراء اور نقشبندی مشائخ

امراء کی عقیدت مندی کا حال تو آپ پڑھ چکے اس عہد کے امراء کی ازواج بھی ارادت وموانست میں امراء سے کسی طرح پیچھے نہیں تھیں، نہایت اختصار کے ساتھ بعض خواتین کے حضرات مجددیہ کے حلقہ میں داخل ہونے کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

بیگمات کے ساتھ تعلق کا ایک کلیہ حضرت خواجہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ان کے مزاج کو نیک خیال کرتے ہوئے ان کی تربیت کرنی چاہئے(۴)۔

میرزا عبدالرحیم خان خانان کی بیٹی جان جانان بیگم حضرت خواجہ محمد سعید سے بیعت تھیں اور اپنے مکاشفات آپ کی خدمت میں لکھ کر ان کی تعبیر وحقیقت معلوم کرتی رہتی تھیں ایک عریضہ کے ذریعہ اس نے چند مکاشفات لکھے جن کے جواب میں آپ نے کئی تجاویز پیش کیں اور فرمایا ان تشریحات کے سمجھنے میں دشواری ہو تو میر محمد نعمان بدخشی سے رجوع کریں، اسی مکتوب میں آپ نے اسے لکھا ہے کہ اس زمانے میں بدعات اتنی کثرت سے رواج پا گئی ہیں کہ ان سے بچنا از بس لازم ہے، اس زمانے میں کوئی ایک متروکہ سنت کو رواج دے تو اسے سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا(۵)

---

(۱) ان امراء کے مختصر حالات ہم نے تعلیقات کتاب حاضر ۵۱۰ / ۱۲-۱۹ میں لکھے ہیں۔

(۲) مقامات معصومی ۵۰۵ (۳) ایضاً ۳۲۷

(۴) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۳ / ۷۲ / ۱۱۵

(۵) محمد سعید، خواجہ: مکتوبات ۵۶ / ۱۱۲-۱۱۵ جانان بیگم حج سے مشرف ہوئی تھی اور قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی سعادت حاصل کی اور شاعرہ بھی تھی (صباح الدین عبدالرحمٰن: بزم تیموریہ ۳ / ۲۴۳) نیز ملاحظہ ہو: آئین اکبری ۱ / ۳۲۳ (تعلیقات بلوخمان)

اورنگزیب کی دو بہنیں سیاسی کردار کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں اول جہاں آرا بیگم جو شاہ جہاں کے ایام بیماری میں دربار کی سیاست پر چھائی ہوئی تھی اور داراشکوہ کی حامی تھی اس کا رجحان بھی داراشکوہی مکتب فکر کی طرف تھا وہ دارا کے مرشد ملا شاہ بدخشی کی مرید اور ان کے حالات وافکار پر ایک رسالہ صاحبیہ کی مولفہ تھی اس کے مقابلہ میں اورنگزیب کی چھوٹی بہن روشن آرا بیگم اورنگزیب کی طرف دار تھی اور اورنگزیب کے شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد معصوم کی مرید تھی، اس نے جنگ تخت نشینی کے دوران دربار بادشاہی میں اورنگزیب کے خلاف ہونے والی سازشوں سے بھی اسے آگاہ رکھا تھا(۱)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادی بیعت تو حضرت خواجہ محمد معصوم سے تھی لیکن اس کی باطنی تربیت آپ کے فرزند خواجہ سیف الدین کے سپرد کی گئی تھی، اسی تربیت کے سلسلے میں اس کے نام ان کے کئی مکاتیب ہیں جن میں سے بعض کے مندرجات کی روشنی میں اس خاتون عفت نشان کی روحانی سرگرمیوں کی تفصیل بیان کی جارہی ہے۔

پہلے مکتوب میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے اشغال کی حقیقت اس پر واضح کی ہے(۲)

دوسرے مکتوب میں فنای قلب کی ماہیت کا بیان ہے(۳) ایک مکتوب شہزادی کے خط کے جواب میں لکھا ہے جس میں اس نے اتحاد صفات خود باصفات حق نوشتہ بود...... (۴) کے معنی دریافت کیے ہیں۔

ایک اور مکتوب میں فنا و بقاء کے بیان کے بعد کلمۂ طیبہ کا تکرار کرنے کی تاکید کی ہے(۵)۔ ایک مکتوب میں شہزادی نے اپنا مکاشفہ لکھا تو اس پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے(۶)۔

حضرت خواجہ سیف الدین کے ایک مکتوب سے تو یہ امر بالکل واضح ہے کہ شہزادی روشن آراء کو خواتین کی روحانی تربیت کرنے کی اجازت دی گئی تھی یعنی اسے آپ نے خلافت بھی دی تھی اس مکتوب میں ان خواتین کے اسماء بھی لکھے ہیں جو باقاعدہ شہزادی کی

---

(۱) نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعات عالمگیر ۳۸۷، ۳۹۲-۳۹۴

(۲) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۷/۱۷-۲۰ (۳) ایضاً ۸/۲۰-۲۱

(۴) ایضاً ۹/۲۱-۲۲ (۵) ایضاً ۱۰/۲۲ (۶) ۱۱/۲۳

نگرانی میں مشق سلوک میں مصروف تھیں ان میں عصمت مآب خانم جیو، بی بی حافظہ اور خیر النساء قابل ذکر ہیں جن کے روحانی معاملات و مکاشفات پر آپ نے بزرگانہ نظر ڈال کر اطمینان کا اظہار کیا ہے کہ ان کو ذکر سلطانی میں مشغول کریں (۱)۔

ایک مکتوب میں شہزادی کے مکاشفات پڑھ کر اسے شرح صدر کی بشارت دی ہے (۲)۔

ایک اور خط میں اس کے مکاشفات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اسے لکھا ہے کہ تمہارا معاملہ فنا کے درجے کو پہنچ چکا ہے اور وضاحت کی ہے کہ:

''قائلان وحدت وجود تفرقہ درمیان ظل واصل نمی کنند'' (۳)

ایک عریضہ میں اس نے اپنے چند مکاشفات لکھے تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا تزکیہ وتصفیہ حد کمال تک پہنچ جائے گا (۴) روشن آرا بیگم نے اپنی نو تعمیر شدہ حویلی میں جا کر مشق سلوک کی تو وہاں کی واردات و مکاشفات بھی آپ کو لکھے جس پر آپ نے بتایا کہ ہر جگہ اور مقام کے مکاشفات جداگانہ ہوتے ہیں (۵)۔

خواجہ سیف الدین نے روشن آرا کی وفات (۱۰۸۲ھ/ ۱۶۷۱ء) پر اس کے بھائی اورنگزیب کو تعزیت کا خط لکھا، فرماتے ہیں:

از استماع ایں واقعہ ہائلہ آں قدر بہ ایں عاصی و دیگر فقرای طریقہ علیہ غم و اندوہ رو آورد کہ چگونہ معروض وارد...... (۶)

مولف نے اپنی والدہ محترمہ سے جو کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کی صاحبزادی تھیں روایت کی ہے کہ ایک بار شہزادی نے حضرت خواجہ کو ایک خط لکھا جس میں نہایت عقیدت و موانست کا اظہار کیا، یہ خط پڑھ کر آپ نے فرمایا کہ طبقۂ سلاطین خصوصاً مستورات میں مشائخ سے اس قسم کی محبت ''عنقا مغرب'' ہے، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس عہد میں

---

(۱) ایضاً ۲۴/ ۴۱-۴۴ (۲) ایضاً ۳۴/ ۵۴ (۳) ایضاً ۴۶/ ۶۴
(۴) ایضاً ۶۲/ ۸۸ (۵) ایضاً ۷۷/ ۱۱۵-۱۱۶ (۶) ایضاً ۳۵/ ۵۵

میری وساطت سے شاہ وگدا کو محبت لافانی سے حصہ وافر مل رہا ہے(۱)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے روضۂ مبارک کی تعمیر کی سعادت بھی اسی شہزادی روشن آراء کو نصیب ہوئی (۲) اس نے اس نیک مقصد کے لئے بڑا اہتمام کیا اعلیٰ درجے کے معمار ایران سے بلائے جس مقام پر آپ کا مزار تعمیر کیا گیا تھا وہ قطعہ اراضی خواجہ سیف الدین کی ملکیت تھا (۳) اس روضہ کی تعمیر پر ایک لاکھ روپے صرف ہوئے پانچ ہزار اشرفیاں گنبدوں پر اور چالیس ہزار روپے میں روضہ سے ملحقہ مسجد تعمیر ہوئی (۴)۔

زیب النساء (ف ۱۱۱۴ھ) بنت اورنگزیب شیخ عبدالاحد وحدت (بن خواجہ محمد سعید) سے عقیدت رکھتی تھی شیخ وحدت کے چند مکاتیب بھی اس شہزادی کے نام ہیں جن میں اسے پندونصائح اور بعض مسائل عرفانی سے آگاہ فرمایا ہے (۵)۔

خواجہ محمد نقشبند ثانی کے کئی مکاتیب امراء کی ازواج کے نام ہیں، لیکن جامع مکتوبات نے ان خواتین کے نام نہیں لکھے، ان مکاتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خواتین آپ سے بڑی عقیدت رکھتی تھیں اور خانوادۂ مجددیہ اور مریدین کی خواتین کی مالی امداد بھی کرتی رہتی تھیں، شیخ محمد اشرف کے صاحبزادے کی شادی شیخ محمد یحییٰ (بن حضرت مجدد الف ثانی) سے قرار پائی تو اس کار خیر کے لئے دو سو روپے کی رقم ایک خاتون محترمہ نے ادا کی (۶)۔

اسی طرح خواجہ سیف الدین کے بھی چند مکاتیب امراء کی ازواج کے نام ہیں، ایک

---

(۱) صفر احمد: مقامات معصومی ۲۴۴

(۲) ایضاً ۲۵۷، عبدالفتاح: مفتاح العارفین، خطی، ورق ۲۵۶-الف

(۳) مقامات معصومی ۲۵۷ (مولف روضۃ القیومیہ نے لکھا ہے کہ وہ زمین خواجہ عبیداللہ مروج الشریعت کی تھی جو درست نہیں ہے ۳/ ۱۷۲)

(۴) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/ ۱۷۱، ۱۷۴ تفصیلات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۲۵۷/ ۱-۲، ۲-۳

(۵) وحدت، عبدالاحد: گلشن وحدت ۴۴/ ۵۱، ۴۷/ ۵۵، ۵۶/ ۸۵ ان مکاتیب کو حضرت وحدت نے اشعار سے بھی مزین کیا ہے۔

(۶) محمد نقشبند ثانی، خواجہ: وسیلۃ القبول ۲/ ۸/ ۲۳ اس خاتون کے نام خواجہ نقشبند کے کئی مکاتیب موجود ہیں۔

خط بی بی عرب خانم کے نام ہے جس میں اس کے شوہر سید امیر خان کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا گیا (۱)۔

اس قسم کے دیگر مکاتیب بھی ہیں جن میں سے صرف چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

دیگر سلاسل کے مشائخ اور اورنگزیب

سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں کے علاوہ دیگر سلاسل کے صوفیہ کرام و علماء عظام کے ساتھ اورنگزیب اور اس سے پہلے کے سلاطین کے ساتھ تعلقات کے ثبوت کتب تاریخ میں ملتے ہیں، ایسے راسخ العقیدہ بزرگوں کی خاصی تعداد ہے جن سے سلاطین مغلیہ ربط و ضبط رکھتے تھے، ان میں سے چند معروف شخصیات کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

شیخ عبداللطیف برہانپوری امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں نہایت متشدد تھے، ان کی یہی صفت اورنگزیب جیسے متشرع بادشاہ کو پسند تھی جس کی وجہ سے وہ ان کا معتقد تھا (۲) شہزادگی کے زمانے سے ہی اس کے شیخ کے ساتھ عقیدمندانہ مراسم تھے اس نے چند گاؤں ان کی خانقاہ کے لئے پیش کئے تو قبول نہ کئے، اس نے اس کی وضاحت کرنا چاہی تو فرمایا کہ خیر و برکت حاصل کرنا چاہتے ہو تو گوشہ نشین اور فقراء کے لئے وظائف مقرر کرو، مظلوموں کو ظالموں سے بچاؤ اور دیگر نصیحتیں کیں۔

اورنگزیب جنگ تخت نشینی کے لئے برہان پور سے تیاری کر کے نکلنے سے پہلے شیخ برہان شطاری (ف ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) سے ملنے کے لئے گیا، شیخ برہان بادشاہوں اور امراء سے ملنا اپنے صوفیانہ مسلک کے خلاف سمجھتے تھے، اس لئے اورنگزیب بھیس بدل کر ان کی مجلس میں گیا، ایک نو وارد کو دیکھ کر شیخ برہان نے نام پوچھا تو اورنگزیب نے اپنا نام بتایا، شیخ اس کی طرف مخاطب نہیں ہوئے اور نہ ہی اسے کوئی تبرک دیا، اورنگزیب دوسرے روز پھر خانقاہ میں گیا، شیخ نے آزردگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم کو یہ جگہ پسند ہے تو لے لو ہم

---

(۱) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۷۴/۶۶، ۷۳/۱۰۷

(۲) شیخ عبداللطیف (ف ۱۰۶۶ھ/ ۱۶۵۵ء) کے حالات کے مآخذ کیلئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۵۰۷/۴

کہیں اور چلے جائیں گے لیکن تیسرے روز اورنگزیب پھر حاضر ہوا وہ نماز کے لئے خانقاہ سے باہر نکل رہے تھے اورنگزیب ان کے سامنے مودبانہ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ داراشکوہ نے شریعت کے خلاف کئی اقدام کئے ہیں اگر مجھے حکومت ملی تو اسلامی احکام جاری کر دوں گا، آپ باطنی توجہ فرمائیں، شیخ برہان نے کہا کہ ہم جیسے کم اعتبار فقیروں کی دعا سے کیا ہوتا ہے تم بادشاہ ہونیکی، عدل پروری اور رعیت نوازی کی نیت کے ساتھ دعا کرو ہم بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں، اس وقت اورنگزیب کے ساتھ شیخ نظام تھے انہوں نے اورنگزیب سے کہا بادشاہی مبارک ہو (۱)۔

سید شیر محمد قادری برہانپوری (ف ۱۱۰۲ھ/ ۱۶۹۰ء) کے ساتھ اورنگزیب کی ارادت شہزادگی کے زمانے سے ہی تھی اور وہ خلوت میں بھی اس کے ساتھ رہے تھے بعض سفروں میں اس کے ہمرکاب بھی رہے (۲)۔

اورنگ آباد کے قیام کے دوران اورنگزیب نے سید فیروز نامی ایک صوفی کے ساتھ کئی مرتبہ شب جمعہ گزاریں اور وہ بادشاہ بننے کے بعد بھی ان سے ملتا رہا (۳)۔

اورنگزیب کے معاصر ایک اور بزرگ میر سید محمد قنوجی بھی بلند پایہ عالم اور چشتی سلسلہ کے صوفی تھے، اورنگزیب نے ان کو اکبرآباد بلالیا، اور بہت ہی توقیر واحترام سے اپنے پاس رکھا، وہ ان سے امام غزالی کی تصانیف خصوصاً احیاء العلوم اور دوسری کتب سلوک پڑھوا کر سنتا اور ہفتہ میں تین روز سید صاحب کے ساتھ مذاکرہ کرتا تھا (۴)۔

ایک بار میر سید محمد قنوجی اورنگزیب سے ملے تو اس نے ایک ہزار روپے اور دوخوان میوہ بطور نذر پیش کئے (۵)۔

میر سید قنوجی فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں بھی شریک رہے (۶)۔

---

(۱) خافی خان: منتخب اللباب ۲/ ۵۵۴ (۲) بختاور خان: مراۃ العالم ۲/ ۴۰۹
(۳) ایضاً ۲/ ۴۰۹ (۴) ایضاً ۲/ ۴۰۹
(۵) ساقی مستعد خان: مآثر عالمگیری
(۶) مجیب اللہ ندوی: فتاویٰ عالمگیری کے مولفین ۲۸-۲۹

چشتی صابری سلسلہ کے معروف بزرگ شیخ داؤد گنگوہی (ف ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۳ء) کئی مرتبہ شاہ جہان و اورنگزیب سے ملے اور شاہی عنایات سے بہرہ ور ہوئے (۱)۔

مخدوم جہانیاں جہان گشت بخاری کی اولاد میں سے ایک صاحب علم وتقوٰی سید جعفر احمد آبادی (ف ۱۰۸۵ھ/ ۱۶۷۵ء) اورنگزیب سے ملے تھے اس نے بڑی عقیدت کے ساتھ نقد انعام، خلعت اور ہاتھی سے سرفراز کیا، شاعر بھی تھے صفا تخلص کرتے تھے۔ ان کے بھائی رضوی خان صدر الصدور تھے (۲)

سلسلۂ شطاریہ کے صوفیہ جن کے ساتھ نقشبندی مشائخ کے تعلقات کبھی خوشگوار نہیں رہے اورنگزیب سے ملتے رہتے تھے اس نے ان کو بھی انعامات سے نوازا تھا، ان میں سے شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری اس عہد کے نامور صوفی تھے وہ کئی بار بادشاہ سے ملے اور انعامات سے نوازے گئے، ۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۳ء کو ایک ملاقات میں اورنگزیب نے انہیں ایک ہزار روپے نذر کیے، اگلے سال وہ دربار میں آئے تو انہیں تین ہزار روپے انعام دیا گیا، شیخ محمد اشرف کچھ عرصہ دہلی میں اورنگزیب کے پاس بھی مقیم رہے جب واپس آئے تو بادشاہ کی پیش کردہ رقم اسی ہزار روپے تھی انہوں نے اس رقم سے لاہور میں ایک مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کروائی (۳)۔

شیخ محمد اشرف لاہوری کے شیخ زادے شیخ عبدالملک بھی کئی بار شیخ اشرف کے ساتھ اورنگزیب سے ملے تھے (۴)۔

اورنگزیب سے ملاقات کرنے والے مشائخ میں سے سید نعمت اللہ، شیخ عبدالرحمٰن

---

(۱) شیخ د گوہی کے حالات پر حدائق داؤدی ایک اہم تذکرہ ہے جس پر رسالہ برہان، دہلی، (مئی ۱۹۷۰ء) میں ہمارا ایک ں تعارفی مقالہ چھپ چکا ہے۔

(۲) بختاور خان: مرآۃ العالم ۲/ ۴۱۵-۴۱۶

(۳) شیخ محمد اشرف لاہوری کے ملفوظات ان کے ایک ارادت مند سلیمان بن شیخ سعد اللہ نے احوال مشائخ کبار کے نام سے جمع کیے تھے جسے ہم نے ایک مختصر مقدمہ کے ساتھ مرتب کر کے شائع کر دیا ہے جس میں ان کے حالات ملاحظہ کریں۔

۴۔ بختاور خان: مرآۃ العالم ۲/ ۴۱۸

(مولف مرأۃ الاسرار)، شیخ پیر محمد سلونی، سید فاضل گجراتی، شیخ بایزید قصوری کے نام بھی کتب تاریخ میں درج ہیں (۱)۔

اورنگزیب کے عہد میں درجہ اول کے علماء بھی موجود تھے، اس نے فتاویٰ عالمگیری مرتب کروانے کے لئے ملک کے طول وعرض سے اکابر علماء کو جمع کیا، مولانا مجیب اللہ ندوی نے فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین کے حالات یک جا کر کے ایک کتاب مرتب کی ہے جو اس امر کی بین شہادت ہے کہ اس کے عہد میں راسخ العقیدہ علماء کی کمی نہیں تھی اور وہ بخوشی اس کی متقیانہ زندگی کی بدولت اس کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔

مولفین فتاویٰ عالمگیری کے علاوہ ملا محمد یعقوب، شیخ سلیمان منیری، شیخ عبدالعزیز اکبرآبادی، ملا قطب ہانسوی، شیخ قطب برہان پوری، ملا عوض وجیہ، قاضی عبدالوہاب، مولانا سید محمد بیجاپوری، حاجی احمد سعید بہاری، قاضی خلیل الرحمٰن، سید علی اکبر سعد اللہ خانی، ملا محمد اکرم لاہوری، ملا عبدالباقی جون پوری، قاضی عنایت اللہ مونگیری، قاضی محبّ اللہ بہاری (مخاطب بہ فاضل خان)، شیخ نصیر الدین ہروی، مولانا عبداللہ بن مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور میر مرتضیٰ واعظ ملتانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں (۲) جن کے ساتھ اورنگزیب کے مراسم صرف اس لئے تھے کہ یہ حضرات حق گو اور راسخ العقیدہ علماء تھے۔

اورنگزیب کے لئے احترام والقاب صرف مجددی حضرات نے ہی نہیں لکھے بلکہ دیگر سلاسل کے صوفیہ نے جو القاب اس کے لئے لکھے ہیں وہ بھی ملاحظہ کرنے کے قابل ہیں۔ اورنگزیب کے نام معنون ہونے والی کتب کثیر تعداد میں ہیں، ان سب کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔

قادری سلسلہ کے ایک عالم شیخ محمد اشرف بن محمد مرید شاہدری لاہوری نے تحفۃ الحسینی کے نام سے فقہی مسائل پر ایک کتاب تالیف کی تو اورنگزیب کے نام معنون کرتے ہوئے اس کے لئے شاندار اور طویل القاب لکھے، اسی طرح ان کے ہم نام شیخ محمد اشرف شطاری

(۱) بختاور خان: مرأۃ العالم ۲/۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۹، ۴۲۰

(۲) ایضاً ۲/ ۴۵۲-۴۵۸ وصباح الدین عبدالرحمٰن: بزم تیموریہ ۳/ ۳۰-۴۲

لاہوری جن کا ذکر کیا جا چکا ہے کے ملفوظات جمع کئے گئے تو جامع نے اورنگزیب کے لئے جو القاب درج کئے ہیں وہ کسی طرح بھی حضرات مجددیہ سے کم نہیں ہیں، لکھتے ہیں:

کاسر اعناق ارباب کفر و زندقہ، ہادم اساس نخوت رفضہ و ملاحدہ...... محی مراسم دین وملت......(۱)

مشہور عالم دین اور شیخ طریقت خواجہ خاوند محمود لاہوری جو بظاہر حضرات مجددیہ کے حامی نہیں تھے، کے فرزند خواجہ معین الدین کشمیری جو بیس سال سے ہندوستان میں دارا شکوہ کے زیر اثر الحاد و زندقہ کی فضا اور بدعات کی وجہ سے پریشان تھے جب اورنگزیب کا دور آیا تو انہوں نے شکر خداوندی کے اظہار کے طور پر کلام پاک کی ایک تفسیر لکھی اور اسے اورنگزیب کے حضور پیش کیا "شاہ اورنگزیب عادلے عالمگیر" اس کی تاریخ تالیف ہے (۲) خواجہ معین الدین کشمیری کی یہ تفسیر زبدۃ التفاسیر کے نام سے مشہور ہے ہمیں خلیل الرحمٰن داؤدی مرحوم کے ذخیرہ کتب میں سے اس تفسیر کا وہ خطی نسخہ ملا گیا ہے جو مصنف نے ۱۰۷۱ھ کو اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کیا تھا، اس کے چند اوراق کا عکس یہاں دیا جا رہا ہے، اسی طرح خواجہ خاوند محمود لاہوری کے ایک اور فرزند خواجہ احمد نے سنٹرل ایشیاء سے اورنگزیب کو اس کی تخت نشینی پر مبارک باد کا خط لکھا (۳)۔

حضرات مجددیہ کا سفر حرمین الشریفین

صوفیہ کرام، خصوصاً مشائخ نقشبندیہ کی تحریرات میں اس پاک سرزمین پر حاضر ہونے کی خواہش اور بسا اوقات نہایت اضطراب کے ساتھ حرمین الشریفین کے بارے میں "مکاشفات، غیبانہ" کا ذکر ملتا ہے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اسی مقدس سرزمین پر

---

(۱) سلیمان بن سعد اللہ: احوال مشائخ کبار (متن ۱)

(۲) محمد عمران ٹونکی، قاضی: معین بن محمود کشمیری اور ان کی تصانیف - مقالہ مشمولہ معارف اعظم گڑھ مارچ ۱۹۷۷ء، جنوری ۱۹۸۴ء - نیز انہوں نے اپنی ایک اور اہم علمی کاوش فتاویٰ نقشبندیہ بھی اورنگزیب کے نام معنون کی (ایضاً: مئی ۱۹۸۴ء)

(۳) محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ ۶۲۹

حاضری کے ارادہ سے نکلے تھے لیکن کعبۂ مقصود دہلی ہی میں مل گیا، پھر سرہند شریف میں ''نزول کعبہ'' کا واقعہ اور مکاشفہ اس ذوق وشوق کی نشاندہی کرتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء کو حج کے لئے ہندوستان سے روانہ ہوئے لیکن آپ کے ایک مکتوب محررہ ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء سے آپ کے اس مبارک سفر کے اختیار کرنے کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے(۱)۔

حضرت خواجہ اپنے ایک خلیفہ شیخ بایزید بن شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو اپنے ارادۂ سفر کی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

امید واریم کہ اواخر ایں ماہ کہ ذی الحج باشد از بست و دوم تا بست ونہم انتقال از سرہند واقع شود واز راہ بندر سورت بہ کعبہ مقصود ووصول میسر آید...... ہرچند عقل عقیل نظر بہ عالم اسباب پابند می شود لیکن در راہ عشق پارہ از بند عقل باید برآمد(۲)

مکتوب کے اس اقتباس سے مفصلہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

حضرت خواجہ حج کے ارادے سے ۲۲ ذی الحج کو سرہند سے روانہ ہوئے اور حدود ۲۹ ذی الحج کو بندر سورت سے گزرنے کی قیاسی تاریخ بتائی۔

حضرت خواجہ جب روانہ ہوئے تو یقیناً اس وقت سال روانگی ۱۰۶۷ھ تھا جیسا کہ حسنات الحرمین کے ابتدائیہ میں مترجم نے وضاحت کی ہے، اس لئے اس مکتوب کا سال تحریر ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

حضرات صاحبزادگان ہندوستان کے مختلف شہروں کے طویل سفر اور سلسلۂ مجدیہ کے بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے سورت پہنچے تھے۔

حضرات جب سرہند شریف سے روانہ ہوئے تو پہلا قیام پانی پت کی بڑی مسجد میں ہوا تھا(۳) بہت سے مزارات کی زیارت کے لئے بھی گئے سب سے پہلے اپنے جد بزرگوار شیخ

---

(۱) مکتوبات معصومیہ: ۲/ ۷۰ (۲) ایضاً ۲/ ۷۴

(۳) مقامات معصومی ۶۸۴ (نسخۂ م)

عبدالاحد، پھر امام رفیع الدین (۱) اور حضرت مجدد الف ثانی اور پھر پانی پت میں مزار شیخ شرف الدین بوعلی قلندر اور شیخ احمد ترک، دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی اور امیر خسرو وغیرہ (۲)۔

دہلی کے علاوہ برہانپور کے کئی مزارات پر بھی گئے ان میں حضرت خواجہ محمد نعمان بدخشی خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت مجدد الف ثانی کے شہرۂ آفاق سوانح نگار مولانا محمد ہاشم کشمی کے مزار پر خصوصیت سے جانے کا ذکر ملتا ہے، حضرت وحدت لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد سعید قدس سرہ نے جب برہانپور کے قیام کے دوران خواجہ کشمی کے مزار پر جانے کا قصد کیا تو عالم مثال میں وہ ہمارے استقبال کے لئے آتے ہوئے معلوم ہوئے، جس کا انہوں نے دور سے ہی ادراک کرلیا:

قال سيدنا الشيخ (محمد سعيد) في برهانفور لما اردت زيارة قبر خليفه مجدد الالف الثانى خواجه هاشم البدخشى استقبلنى من مقامه فادركنى على مسافة...... (۳) الخ

مقامات معصومی کے مختلف مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً تمام صاحبزادگان اس سفر میں شریک ہوئے تھے اگر روضۃ القیومیہ کے اس بیان پر اعتماد کیا جائے تو یہ اہل اللہ کا ایک بہت بڑا لشکر تصور کیا جائے گا (۴)۔

مقامات معصومی کے مولف نے اس سفر کی روداد آپ کے صاحبزادہ مروج الشریعۃ محمد عبید اللہ کے جمع کردہ ان ملفوظات سے نقل کی ہے جو اس مبارک سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ اور انہوں نے یواقیت الحرمین کے نام سے عربی میں آپ کے حرمین الشریفین کے دوران سفر اور وہاں قیام کے دوران آپ کے ملفوظات اور مکاشفات مرتب کئے تھے بعد میں آپ کے حین حیات ہی صاحب حضرات القدس ملا بدرالدین سرہندی کے صاحبزادہ

(۱) وحدت، عبدالاحد سرہندی: لطائف المدینہ ۱۲-۱ (۲) ایضاً ورق ۱۲-ب-۱۳-۱

(۳) ایضاً ورق ۱۳ ب (۴) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/ ۸۹

شیخ محمد شاکر نے انہیں فارسی میں منتقل کیا تھا، مولف مقامات کے پیش نظر یہی ترجمہ تھا جس سے انہوں نے نقل واقتباس کیا ہے(۱)۔

حضرت خواجہ کے خلفاء ساکن حرمین الشریفین

حضرت خواجہ محمد معصوم کے کئی خلفاء حرمین الشریفین میں مقیم اور ارشاد وتبلیغ اور درس و تدریس میں مصروف تھے ان سب کے حالات وکمالات کا احاطہ اس مقدمہ میں مشکل ہے چند شخصیات کا مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے۔

سید زین العابدین یمنی محدث مدنی

حضرت خواجہ کے عرب خلفاء میں ان کا نام سرفہرست ہے، روضۃ القیومیہ کے ایک بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید زین العابدین عرب سے سرہند آکر فیضیاب ہوئے تھے(۲) حضرت خواجہ نے اپنے قیام حرمین الشریفین کے دوران ان سے اجازت حدیث لی تھی (۳) حضرت خواجہ کا ایک عربی مکتوب بھی ان کے نام ہے (۴)۔

دیگر خلفاء عرب

شیخ عمر شافعی یمنی نے بھی آپ سے خلافت پائی (۵) اور آپ کے اتباع میں حنفی مسلک اختیار کرنا چاہا لیکن حضرت خواجہ نے منع کیا، یمن میں سلسلۂ نقشبندیہ کو ان سے فروغ ہوا، خواجہ محمد صادق بخاری بھی حضرت خواجہ کی طرف سے عرب میں مصروف کار تھے(۶) مولانا عبداللہ حجازی بھی آپ کے خلیفہ اور شیخ مراد شامی کے ساتھ حضرت خواجہ کی حرمین الشریفین سے واپسی کے وقت مکہ میں حاضر تھے(۷) ان کے علاوہ حسب ذیل اصحاب حرمین الشریفین اور دیگر عرب ممالک میں حضرت خواجہ سے خلافت یاب ہو کر دعوت و

---

(۱) حسنات الحرمین ہمارے مقدمہ، حواشی اور اردو ترجمہ سمیت طبع ہو چکی ہے

(۲) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/۲۴۴ (۳) مقامات معصومی ۴۸

(۴) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات ۲/۴۱ (ان کی نسبت یمنی روضۃ القیومیہ سے اور محدث مدنی کا لقب مقامات معصومی سے ماخوذ ہے) (۵) عبدالمجید خانی خالدی: الحدائق الوردیہ /۱۹۷

(۶) روضۃ القیومیہ ۲/۲۴۴ (۷) ایضاً ۲/۱۱۴

ارشاد میں مصروف تھے۔

مولانا شیخ عبدالرحمٰن القراسمانی، مولانا شیخ علی یمنی، مولانا شیخ ابوتراب، شیخ عبداللہ مغربی صوفی (۱)۔

شیخ مراد شامی

اگرچہ شیخ مراد کا قیام شام میں تھا لیکن اکثر حرمین الشریفین میں بھی مقیم رہتے تھے، عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے ماہر تھے (۲) مولف روضۃ القیومیہ کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ حج کے لئے حجاز مقدس میں حاضر ہوئے تو شیخ مراد بھی کئی ہزار شامیوں کے ہمراہ آپ کے استقبال کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے تھے (۳) یہ امر مسلمہ ہے کہ ان کی وجہ سے شام اور ترکی میں سلسلہ نقشبندیہ کو بڑا فروغ ہوا شیخ مراد نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کے بعض حصوں کا عربی میں ترجمہ کیا تھا (۴) اور ایک رسالہ فی آداب الطریقۃ النقشبندیہ (۵) اور نقشبندی سلسلہ کے ضوابط پر کئی رسائل بھی تالیف کئے تھے (۶)۔

شیخ مراد کے دونوں صاحبزادے شیخ محمد دمشقی (ف ۱۱۶۹ھ/ ۱۷۵۵ء) اور شیخ مصطفیٰ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی کے خلیفہ تھے (۷)۔

شیخ مراد حضرت خواجہ کے فرزندوں کا بھی اسی طرح احترام کرتے تھے جب حضرت خواجہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ محمد صبغۃ اللہ حج کے لئے گئے تو شیخ مراد نے حاضر خدمت ہوکر ایک لاکھ روپے بطور نذر پیش کئے تھے (۸)۔

---

(۱) عبدالمجید خانی: الحدائق الوردیہ ۱۹۷، یٰسین بن ابراہیم سنہوتی: الانوار القدسیہ ۱۹۸

(۲) شیخ مراد شامی کے حالات مقامات معصومی میں درج ہیں ہم نے تعلیقات میں بعض مستند مآخذ سے ان کے احوال وکمالات وتصانیف کا تذکرہ کیا ہے ۴۶۹-۴۷۰

(۳) روضہ ۲/ ۹۳ (۴) مقامات معصومی ۴۷۰

(۵) بغدادی، اسماعیل: ہدیۃ العارفین ۲/ ۳۱۶

(۶) مرادی: سلک الدرر ۴/ ۱۳۰ کحالہ، عمر رضا: معجم المولفین ۱۲/ ۱۱

(۷) سلک الدرر ۴/ ۱۱۴-۱۱۶، روضۃ القیومیہ ۴/ ۲۹۷

(۸) مقامات معصومی ۸۴۲ (نسخہ م)

حضرت خواجہ کے قیام حرمین کے اثرات

حضرت خواجہ محمد معصوم کے سفر حرمین کے بڑے مثبت اثرات مرتب ہوئے تھے اور ان اثرات کے بہت سے پہلو ہیں، ہم صرف دو نکات پیش کر رہے ہیں:

اول اس سفر کے دوران تالیف ہونے والی کتب سلسلۂ نقشبندیہ۔

دوم اس سلسلہ کی نشر و اشاعت عربستان میں۔

قیام حرمین کے دوران تالیف ہونے والی کتب سلسلہ

ان سنین (۱۰۶۷-۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷-۱۶۵۸ء) میں سلسلۂ مجددیہ پر ہندوستان اور عرب میں کئی اہم کتابیں مرتب ہوئیں جن میں اول کتب مناقب و احوال، دوم حضرت خواجہ اور اعیان سلسلہ کی تائید میں موثر کتب اور سوم حقیقت کعبہ کے مسئلہ پر کئی رسائل اس دوران تالیف ہوئے جن کا مختصر تعارف یہ ہے:

۱- لطائف المدینہ

حضرت شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی نے اپنے والد حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ کے احوال، ملفوظات اور سفر حرمین کے دوران آپ کے مکاشفات فصیح عربی زبان میں ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء کو ہی مرتب کر لئے تھے، مولانا محمد امین بدخشی نے نتائج الحرمین میں حضرت خواجہ محمد سعید کے جن مکاشفات کو حضرت وحدت کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں (۱)۔

۲- مولانا بدخشی نے لکھا ہے کہ مخدوم زادوں نے اپنے قیام حرمین کے دوران اپنے مکاشفات پر کئی رسائل لکھے تھے ان میں حضرت وحدت کے نام کے ساتھ ان کے بھائی علامہ محمد فرخ مجددی کے رسالۂ مکاشفات کا بھی ذکر کیا ہے (۲)۔

۳- مولانا بدخشی نے ہی صراحت کی ہے کہ اس قیام کے دوران حضرت خواجہ سیف

---

(۱) ہم نے تحقیق و حواشی سے اس اہم رسالہ کو مرتب کر لیا ہے ان شاء اللہ جلد طبع ہو جائے گا۔

(۲) بدخشی، محمد امین: نتائج الحرمین ورق ۲۴۴ ب ۲۴۵-۱

الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے حضرت خواجہ کے مناقب لکھ کر مجھے دیے کہ میں انہیں نتائج الحرمین میں شامل کرلوں (۱)۔

۴۔ مولف حضرات القدس مولانا بدرالدین سرہندی کے فرزندوں نے حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کے حالات پر اس دوران کئی رسائل تالیف کیے، مولانا بدخشی لکھتے ہیں:

شیخ بدرالدین وفرزندان اور درمناقب ایشاں رسالہا ومکتوبہا وکرامتہا جمع کردہ اند (۲)

۵۔ تالیفات مولانا محمد امین بدخشی

حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ مولانا بدخشی نے بھی اس دوران (۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) کئی اہم کتابیں تالیف کیں، ان کی کتابوں کی خاصی تعداد ہے، ان میں سے ہم صرف متعلقہ کتابوں کا ذکر کررہے ہیں:

مقامات احمدیہ ومناقب حضرات المعصومیہ یہ کتاب مولف نے حضرت خواجہ کے حرمین الشریفین میں حاضر ہونے پر عربی زبان میں لکھی تھی اور نتائج الحرمین کی تکمیل (حدود ۱۰۹۳ھ/ ۱۶۸۲ء) کے بعد اس کا خلاصہ فارسی زبان میں بھی لکھا تھا، نیز انہوں نے وضاحت کی ہے کہ مجھے علوم ومعارف ومناقب حضرت خواجہ پر کئی رسائل لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی (۳)۔

مولانا بدخشی کی سب سے اہم کتاب نتائج الحرمین ہے جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اس کا بنیادی موضوع حضرت شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) کے احوال، مناقب اور افکار کا بیان ہے لیکن ضمناً اس میں سلسلۂ مجددیہ کے بارے میں ایسی معلومات درج ہوگئی ہیں جن سے دوسرے مآخذ یکسر خالی ہیں مثلاً اس کی تیسری جلد میں حضرت

---

(۱) بدخشی، محمد امین: مناقب احمدیہ ومقامات معصومیہ ۴۸

(۲) بدخشی: نتائج الحرمین، ورق ۲۹۳-اب (۳) ایضاً-ورق ۲۷۸-ب

مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اسرارہم کے حالات و کمالات کا بہترین طریقہ سے تذکرہ کیا گیا ہے خصوصاً حضرات کے سفر حج کی سب سے زیادہ تفصیلات اس میں درج ہوئی ہیں کیوں کہ اس کے مولف حضرت خواجہ کے قیام حرمین کے دوران ہمہ وقت حضرات کے ہمراہ رہتے تھے، نیز حضرت شیخ آدم بنوڑی کے ہجرت حرمین (۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۲ء) سے لے کر سال تکمیل (۱۰۹۳ھ/ ۱۶۸۲ء) تک حرمین الشریفین میں سلسلۂ نقشبندیہ کی نشر و اشاعت کے لئے جو سعی کی گئی اس کی سب سے زیادہ معلومات کی حامل یہی کتاب ہے۔

۶- مناقب کے ساتھ ساتھ اس قیام کے دوران بعض حاسدین نے حضرت خواجہ کی ''مذمت'' میں بھی رسائل لکھے تھے (۱)۔ جن کے جواب علماء نے موثر طور پر دیے تھے اور رد و قبول کا سلسلہ حضرت خواجہ کے ورود حرمین سے پہلے اور وصال کے بعد تک جاری رہا، کتاب ''مواہب القیوم فی تائید الاحمد والمعصوم'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

۷- حضرت خواجہ کے حرمین الشریفین پہنچنے سے پیشتر ہی وہاں حقیقت کعبہ کا مسئلہ علماء کے مابین زیر بحث تھا، نقشبندی حضرات کا خیال تھا کہ ''کعبہ سنگ و کلوخ کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقت کعبہ تمام حقائق سے افضل ہے، حتیٰ کہ حقیقت انبیاء کرام سے بھی''

یہ مسئلہ اس وقت شدت سے بحث کا موضوع بن جاتا ہے جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوڑی ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۲ء کو ہجرت کر کے حرمین الشریفین میں مقیم ہو جاتے ہیں اس وقت سے حضرات مخدوم زادگان کے حرمین پہنچنے تک (یعنی ۱۰۶۸ھ) اس موضوع پر کئی رسائل تائیدی و تردیدی وجود میں آ چکے تھے، خود حضرات سرہند نے ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء کو سرہند سے اس موضوع پر مفصل رسائل تالیف کر کے حرمین کے علماء کے پاس بھیجے تھے (۲)، جن میں انہوں نے اپنے مذکورہ بالا مسلک کی تائید میں پرزور دلائل بھی دیے، مولانا محمد امین بدخشی (خلیفہ شیخ آدم بنوڑی) نے اس موقع پر سب

(۱) بدخشی: مناقب احمدیہ ۴۰ (۲) بدخشی: الفاضلہ ورق ۱

سے اہم کردار ادا کیا اور اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ ''المفاضلہ بین الانسان والکعبہ'' کے نام سے لکھ کر اس قسم کے تمام تالیف شدہ رسائل کا جائزہ لیا ہے (۱)، انہوں نے عربی و فارسی میں اس موضوع پر کئی اہم رسائل تالیف کرنے کا بھی ذکر کیا ہے اور اپنی مشہور کتاب نتائج الحرمین میں اس مسئلہ کے لئے تقریباً چالیس صفحات وقف کئے ہیں (۲)، اگر معاملہ یہاں تک ہی رہتا تو زیادہ اختلاف پیدا نہ ہوتا لیکن جب حاسدین سے اس موضوع پر دلائل نہ بن سکے تو وہ سلسلہ مجددیہ کی مخالفت کے دوسرے ذرائع استعمال کرنے لگے (۳) اور اختلافات کا یہ سلسلہ عرصہ تک وہاں جاری رہا اور دونوں اطراف سے تائیدی و تردیدی رسائل لکھے جاتے رہے (۴)۔

عربستان میں سلسلۂ مجددیہ کی ترویج

جس طرح سلسلۂ علیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت ماوراء النہر، ایران، مغرب اور ہندوستان میں ہوئی اسی طرح عرب میں بھی یہ سلسلہ بڑی سرعت سے رائج ہوا، سلسلۂ نقشبندیہ کے فعال ترین بزرگ حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری (ف ۸۲۲ھ/ ۱۴۲۰ء) مدفون جنت البقیع (مدینہ منورہ)، حضرت خواجہ باقی باللہ کے نامور خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلی کا قیام حرمین اور اس سلسلہ کی معروف کتاب رشحات کا عربی ترجمہ، پھر مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے عربی تراجم نے مل کر اس سلسلہ کی ترویج کے لئے ایسا ماحول پیدا کر دیا جس سے اس میں روز بروز اتنی ترقی ہوئی کہ حضرت خواجہ محمد معصوم ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء کو جب حرمین الشریفین پہنچے تو ان کا جس طرح خیر مقدم کیا گیا اس کا مفصل تذکرہ

---

(۱) یہ رسالہ ابھی تک طبع نہیں ہوا اس کے بہت سے اقتباسات نتائج الحرمین میں پائے جاتے ہیں۔

(۲) بدخشی: نتائج الحرمین، ورق ۱۹۴-۲۱۶

(۳) بدخشی: المفاضلہ (اس رسالہ میں اس سلسلہ کی نشر و اشاعت کی راہ میں جو رکاوٹیں پیش آئیں، ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے)

(۴) ہم نے اس موضوع پر ایک مفصل مقالہ ''حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں'' لکھا ہے (مشمولہ معارف اعظم گڑھ، ۱۹۸۲ء)

اور آپ کے بہت سے عربی خلفاء میں سے چند ایک کا تعارف کروایا جا چکا ہے۔

مولانا محمد بن فضل اللہ محبی نے خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں، شیخ محمد خلیل مرادی نقشبندی (جن کے جد اعلیٰ شیخ مراد مذکور حضرت خواجہ کے خلیفہ تھے) نے سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر میں اور مولانا محمد امین بدخشی نے نتائج الحرمین میں ایسی تمام سرگرمیوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے جن کا تعلق اس سلسلہ کی ترویج سے ہے اور اس سلسلہ سے وابستہ بہت سے اصحاب کے بلند احوال و کمالات کا دلنشین پرایۂ بیان میں تذکرہ کیا ہے، جن کی روشنی میں ان اثرات کا جائزہ لینا بہت آسان ہو جاتا ہے جو ان نفوس قدسی کے دم قدم سے اس پاک سرزمین پر مرتب ہوئے۔

تعلقات حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت شیخ آدم بنوڑی

ایک غلط فہمی کا ازالہ

روضۃ القیومیہ کے ذریعہ عوام و خواص میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت خواجہ اور حضرت شیخ آدم بنوڑی کے تعلقات بہت کشیدہ تھے، بلکہ ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے تو ان سرہندی حضرات کی پارٹیاں بنانے کی کوشش کی ہے، تعجب ہے کہ ڈاکٹر اکرام صاحب روضۃ القیومیہ پر ہر قسم کی تنقید کرتے ہوئے اسے غیر محتاط، غالی معتقد، کم علم اور غیر ثقہ سب کچھ کہے جا رہے ہیں اور قارئین کو احتیاط کے ساتھ اس کے مطالعہ کی تلقین بھی مسلسل کرتے ہیں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جہاں مجددی سلسلہ کے خلاف کوئی روایت ملتی ہے جس سے ان کے موقف کو سہارا ملتا نظر آتا ہے تو روضۃ القیومیہ پر تبصرہ کئے بغیر قبول کر لیتے ہیں اور جہاں کہیں ان کے اپنے خیالات پر زد پڑتی ہے وہاں روضۃ القیومیہ انہیں رطب و یابس کا مجموعہ نظر آنے لگتا ہے۔

بالکل ایسا ہی معاملہ روضۃ القیومیہ کی ان متضاد روایات کے بارے میں ہے جو حضرت خواجہ اور شیخ آدم سے متعلق ہیں، اس لئے ہمارے نزدیک ان روایات کا بھی بڑی تنقیدی نظر سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

روضۃ القیومیہ میں ۲۶ سال قیومت (۱۰۵۱ھ) کے تحت لکھا ہے:

''جب شیخ صاحب (آدم بنوڑی) کے مرید تعداد میں زیادہ ہو گئے چنانچہ ہزارہا پٹھان آپ کے مرید ہو گئے تو آنحضرت (خواجہ محمد معصوم) کی اطاعت سے سر پھیر لیا اور علانیہ کہنے لگے کہ جو کچھ میرے نصیب میں تھا مجھے حضرت قیوم اول (مجدد الف ثانی) سے مل چکا ہے، مجھے اب کسی اور کی ضرورت نہیں، شیخ صاحب کے مرید بھی انہیں حضرت مجدد الف ثانی کا نائب خیال کرتے اور انہیں حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ (خواجہ محمد معصوم) سے افضل سمجھتے تھے...... آنحضرت کے ناراض ہونے کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ شاہ جیو شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی بنوڑ گئے تو انہوں نے شیخ آدم سے ایسی گفتگو سنی جس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت جیو مجھ سے فیض حاصل کریں...... اسی بات کو بہت لمبا چوڑا کر کے اور کچھ باتیں ملا کر لوگوں نے حضرت قیوم ثانی کو لکھیں......

صاحب روضۃ القیومیہ نے حضرت شیخ آدم کے متعلق خواجہ محمد معصوم کا ایک مکتوب بنام شیخ محمد یحییٰ بھی کہیں سے نکال لیا ہے، مکتوب یہ ہے:

بعض نامکمل اور ادھورے سالک اپنے خواب اور واقعات پر گمان کر کے اکابر دین کی برابری کرتے ہیں لیکن برابری کہاں ان سے برابری کی خواہش ایک خیال محال ہے جو محض نادانی اور خام خیالی ہے، بہت سے نادان از روی جہل مرکب اپنے واقعات پر بھروسا کر کے خیالات فاسدہ میں خود بھی مبتلا ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کیا ہے، ایسے لوگ گمراہ ہیں، انہوں نے ضائع کیا، کھویا اور گنوایا، اصل تو درکنار ابھی شاخ کے خیال تک کو نہیں پہنچے، محض خواب ہیں ان کی مثال چوہے کی سی ہے جو ہلدی کی گانٹھ پر پنساری بن بیٹھتا ہے (۱)

---

(۱) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲ / ۶۴

یہ دراصل حضرت خواجہ کا ایک مکتوب (۱ / ۱۸۰) بنام حضرت شیخ محمد یحییٰ کا آخری پیراگراف ہے جس سے مولف روضۃ القیومیہ کو غلط فہمی ہوئی ہے حضرت خواجہ نے تو اس افواہ کی تردید کرتے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صاحب روضۃ القیومیہ نے ۱۰۵۱ھ کے واقعات کے تحت یہ سب کچھ لکھا ہے، جیسا کہ مولانا بدخشی نے خود وضاحت کی ہے کہ وہ ان ایام میں خانقاہ سرہند میں مقیم تھے، اگر اس قسم کا کوئی واقعہ پیش آتا تو کہیں اشارتاً ہی اس کا ذکر کرتے، بلکہ نتائج الحرمین کے مطالعہ کے بعد تو یہ بات بہت واضح ہو جاتی ہے کہ صاحبزادگان سرہند اور حضرت شیخ آدم کے درمیان تعلقات میں کسی قسم کی کشیدگی نہیں تھی، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی جن کے نام حضرت خواجہ کا ایک وضعی مکتوب آپ پڑھ چکے ہیں کے متعلق شیخ محمد مراد ننگ کشمیری نے جو بارہا شیخ محمد یحییٰ سے ملے بھی تھے لکھا ہے حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے بعد شیخ محمد یحییٰ تعلیم سلوک کی غرض سے بنوڑ میں شیخ آدم کی خدمت میں رہے پھر اپنے برادر مکرم حضرت خواجہ محمد معصوم کی خدمت میں آکر سلوک کی تکمیل کی (۱)۔

اگر ان حضرات کے مابین کوئی رنجش ہوتی تو حضرت شیخ محمد یحییٰ کبھی ان کی خدمت میں نہ جاتے۔

شیخ آدم بنوڑی کے حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ بہت اچھے مراسم تھے، چنانچہ شیخ آدم نے اپنے مریدوں اور فرزندوں کو تعلیم و تربیت کے لئے حضرت خواجہ کے پاس بھیجا تھا اور شیخ آدم حضرت خواجہ کو حضرت مجدد الف ثانی کا قائم مقام جانتے اور تعظیم کرتے تھے، ان دنوں (۱۰۵۰ھ) مولانا بدخشی بھی خانقاہ سرہند میں مقیم تھے، فرماتے ہیں:

ایشاں (خواجہ محمد سعید) حضرت سیدی (شیخ آدم) را بسیار دوست می داشتند و

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہوئے اپنے بارے میں لکھا ہے کہ "یہ جو تم نے خیال ظاہر کیا ہے کہ میں اپنے مکاشفات کو حضرت مجدد الف ثانی کے معارف کے برابر سمجھتا ہوں دراصل تمہاری یا تمہارے ہم خیال لوگوں کی خام خیالی ہے" افسوس کہ مولف روضہ القیومیہ نے سیاق وسباق پر غور کئے بغیر ہی اس برابری کے تصور کو شیخ آدم نبوڑی سے منسوب کر کے اس پر اختلافات کی ایک عمارت کھڑی کر دی۔

(۱) محمد مراد ننگ کشمیری: تحفۃ الفقراء ورق ۴ ب

فرزندان وفقرائے ایشاں تربیت می کردند لہذا سیدی فرزندان خودرا بایشاں سپردہ بودند توجہ می خواستند وخود ہم تواضع نمودہ درحلقہ وخلوت ایشاں می نشستند وبجای پیر خود تعظیم می کردند ایں جامع علیہ الرحمتہ درسال ہزار و پنجاہ از ایشاں مہربانی بسیار دیدہ......(۱)

شیخ آدم بنوڑی نے اپنے فرزند خواجہ غلام محمد کو اپنے مخدوم زادوں (فرزندان حضرت مجدد) کی خدمت میں حصول علم ظاہر و باطن کے لئے سرہند بھیجا ہوا تھا، مولانا بدخشی ۱۰۵۰ھ کو سرہند میں شیخ غلام محمد کے درس ہدایہ ومطول میں خود شریک تھے، فرماتے ہیں:

مخدومی شیخ غلام محمد اکثر علوم را بخدمت حضرات پیرزادہ ہای خود بزرگوار یعنی مولانا خواجہ محمد سعید وسیدنا خواجہ محمد معصوم وسیدی شاہ محمد یحیٰ سلمہم اللہ تعالیٰ تحصیل علوم ظاہری و باطنی می کردم بخدمت ایشاں (شیخ غلام محمد) ہم آشنائی و خصوصیت داشتم و در درس ایشاں در ہدایہ ومطول شریک بودم از ایشاں بغایت مہربانی میدیدم ... چوں در سہرند ملازمت حضرات عزیزان می فرستادند سفارش تربیت باطنی ایشاں راہم می کردند......(۲)

شیخ ابونصر انبالی جنہوں نے باطنی تربیت حضرت مجدد الف ثانی سے پائی تھی، حضرت مجدد کے وصال کے بعد شیخ آدم کی خدمت میں مزید باطنی تربیت کے لئے حاضر ہوئے تو شیخ آدم نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ میرے پیر بزرگوار کے مخدوم زادگان کے پاس جاؤ، کیوں کہ وہی مریدوں کے مربی ہیں، بدخشی، شیخ ابونصر کی زبانی لکھتے ہیں:

بعد از وفات ایشاں قدس سرہ (حضرت مجدد الف ثانی) پیش حضرت خلیفہ الزمانی علیہ الرضوان (شیخ آدم) آمدم ایشاں را قبول نکروند و گفتند پیش حضرات مخدومزادہ ہای پیر بزرگوار ما بروید کہ ایشاں مربی مریدان اند وحضرت ایشاں لازم ترند (۳)

---

(۱) بدخشی: نتائج الحرمین ورق ۲۹۳-الف (۲) بدخشی: نتائج الحرمین، ورق ۱۳۲ب

(۳) ایضاً، ورق ۲۴۹ب، ۲۵۵-الف

حضرت خواجہ محمد معصوم اور شیخ آدم میں کوئی اختلاف نہیں تھا، حضرت خواجہ اپنے مریدوں کو شیخ آدم کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور شیخ آدم اپنے مریدوں کو حضرت خواجہ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی تلقین مکرر فرماتے تھے، لکھا ہے:

"درصحبت مخدومی وسیدی بودم امور مکروہہ واغراض نفسانیہ ہیچ ندیدم بلکہ ہریک مرید خود را بدیگری ترغیب می کردند چنانچہ بارہا شنیدہ ام کہ سیدی بمریدان می گفتہ اند کہ حضرت مخدومزادہای ما بکمالات صوری ومعنوی آراستہ اند ہرکہ را رغبت صحبت ایشاں باشد ہیچ مانعی نیست اگر خواہند من اورا بردہ سفارش کنم (۱)

روضۃ القیومیہ کے مصنف نے نتائج الحرمین کا ایک اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت شیخ آدم بنوڑی نے کہا کہ:

حضرت خواجہ محمد معصوم کی صحبت اختیار کرو اگر کوئی مجھ سے شرم کرتا ہے تو میں خود اس کی سفارش کرنے کو تیار ہوں، چنانچہ آپ نے بعض کی سفارش حضرت خواجہ سے کی لیکن جواب کا شرف حاصل نہ ہوا (۲)

نتائج الحرمین کے منقولہ بالا اقتباسات کی روشنی میں حضرت شیخ آدم پر یہ محض بہتان ہے، خود مولانا بدخشی نے حضرات مخدوم زادگان سرہند سے تین سال تک مسلسل سرہند میں رہ کر ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی تھی، ۱۰۵۱ھ کو حضرت خواجہ نے اپنی ایک مجلس خاص میں مولانا بدخشی سے کہا کہ میاں شیخ آدم بڑے بزرگ ہیں ان دنوں ان کی مجالس خوب گرم ہیں اور انہوں نے قادری سلوک بھی حاصل کیا ہے، اگر تمہیں ان کی صحبت اختیار کرنے کا اشتیاق ہے کوئی ممانعت نہیں، حضرت خواجہ نے بات یہیں پر ختم نہیں کر دی بلکہ صحبت شیخ آدم اختیار کرنے کے سلسلہ میں "ترغیب مکرر" سے کام لیتے ہوئے فرمایا:

چند سالی کہ در ملازمت حضرات مخدومزادہ ہای بزرگوار بودم وتحصیل ضروریات دین می کردم دریں مدت چند سال ہرگز چیزی نشنیدم کہ موجب استخلاف شد بلکہ

---

(۱) ایضاً - ورق ۲۴۹ ب

(۲) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲ / ۶۴

ہمیشہ تعظیم یک دیگر باشد، می کردند خصوصاً شیخ محمد معصوم جیو نشستہ بودم باوجود حظ و
افر در خاطر شوق بنوڑ خطوری می کرد بناگاہ ایشاں مطلع گردیدہ مرا مخاطب نمودند کہ یا
فلانی میاں شیخ آدم بسیار بزرگ اند مجلس ہای گرم دارند، اکنون شنیدہ می شود کہ
ایشاں می گویند کہ از حضرت میراں محی الدین ہم پیشتر گزشتہ ام اگر باشد ہیچ مانعی
نیست و دریں ترغیب تکراری می کروند ازیں سخن کمال انصاف و غایت نیک نفسیٔ
ایشاں معلوم می شود، آں را از طفیل آں خاطر رحمانی و اجازت آں ناصح ربانی
صحبت آں عارف ربانی در اشرف مکان بحصول پیوست (۱)

مولانا بدخشی نے حضرت شیخ آدم بنوڑی کے ہمراہ حرمین کا سفر اختیار کرنے کے لئے باقاعدہ حضرت خواجہ سے اجازت لی تھی، فرماتے ہیں:

مقصود آں است کہ در صحبت سیدی (شیخ آدم) و رضای مخدومی (خواجہ
محمد معصوم) آمدم شاہد آنکہ ہر دو عزیز را بہ خود مہربان دیدہ افادہ ہا یافتم در علوم و
معارف و مناقب ایشاں رسالہ ہا نوشتم (۲)

شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ حاجی اسد اللہ وزیر آبادی اور شیخ محمد اولیاء بن شیخ آدم نے باقاعدہ حضرت خواجہ کے فرزند گرامی شیخ سیف الدین سے بیعت کی تھی (۳) شیخ آدم کے بیٹوں نے مدتوں حضرت خواجہ محمد سعید و حضرت خواجہ محمد معصوم سے استفادہ کیا تھا (۴) حضرت خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادے شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعت نے لکھا ہے کہ شیخ آدم بنوڑی کے ایک مرید میاں شیخ ابراہیم روضۂ حضرت خواجہ محمد معصوم کے مجاور ہیں (۵)۔

روضۃ القیومیہ کے مولف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

شیخ آدم کے مرید بھی انہیں حضرت مجدد الف ثانی کا نائب خیال کرتے اور انہیں
حضرت قیوم ثانی رحمتہ اللہ سے افضل سمجھتے تھے (۶)

---

(۱) بدخشی: نتائج الحرمین، ورق ۱۸۷ ب ۱۸۸-۱
(۲) ایضاً ۲۷۸ ب
(۳) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۸۲ / ۱۲۳، ۵۱ / ۷۱
(۴) بدخشی: نتائج ۷۹-الف
(۵) محمد عبید اللہ: خزینۃ المعارف ۱۴۰
(۶) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲ / ۶۳

مندرجہ بالا مباحث کے بعد اس مہمل اقتباس پر تبصرہ کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ کہہ دینا لازم ہے کہ نتائج الحرمین میں شیخ آدم کے جتنے خلفاء کے حالات مندرج ہیں کسی نے ایسی کوئی بات نہیں کہی بلکہ شیخ کے خلفاء تو طالبوں کو خانقاہ سرہند میں استقامت کے ساتھ مقیم رہنے کی تلقین کرتے تھے، خود مولانا بدخشی کے ایک ہم سبق مولانا شیخ عثمان پشاوری جو شیخ آدم کے خلیفہ بھی تھے، مولانا بدخشی کو خانقاہ سرہند میں قیام پر مجبور اور مستقل مزاج رہنے کی تلقین کرتے رہے، لکھا ہے:

درخانقاہ سہرند پیش فقیر آمدند و باقامت و استقامت درہمیں خانقاہ ترغیب می کردند و می گفتند آنچہ ما از بنوڑ حاصل کردیم شما ہم داریم (۱)

نتائج الحرمین میں متعدد ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ان دونوں حضرات کے مخلصانہ تعلقات کا پتا چلتا ہے، ایک مثال ملاحظہ ہو:

چنانکہ مخدومی (خواجہ محمد معصوم) فقیر (مولف) رابسیار ترغیب کردند...... وسیدی ہم جمعی را بہ مخدومی ترغیب میکردند و می گفتند کہ حضرات مخدوم زادہ ہای بکمالات صوری و معنوی آراستہ اند ہر کرا رغبت بصحبت ایشاں باشد مبارک است اگر خواہد من او را بردہ سفارش کنم (۲)

صاحب روضۃ القیومیہ نے حضرت شیخ آدم بنوڑی کی اہانت کے سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد معصوم سے جو منقولہ بالا مکتوب منسوب کیا ہے اسے ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے بغیر کسی ردوقدح کے قبول کرلیا ہے، یہ تعجب کا مقام اس لئے نہیں ہے کہ مکتوب نقل کرنے سے پیشتر ڈاکٹر اکرام، مجددی حضرات کے سیر مقامات پر تنقید کرتے چلے آرہے تھے کہ اچانک انہیں شیخ آدم کے سیر مقامات کے خلاف ایک وضعی مکتوب ملا جسے انہوں نے یہ کہتے ہوئے اپنی کتاب میں جگہ دے دی:

مجددیوں نے اپنی طرف سے ایسے واقعات کا اشتہار دیا ہے کہ عقل حیران ہوتی

(۱) بدخشی: نتائج الحرمین، ورق ۲۳۰ ب (۲) ایضاً ورق ۲۷۹-ا

ہے اور خیال آتا ہے کہ اگر ان بزرگوں نے پرانے صوفیوں کی بعض غلطیوں کی اصلاح کی ہے تو کیا انہوں نے مبتدیوں اور خوش اعتقادوں کو الجھانے کا اس سے زیادہ سامان تو نہیں پیدا کر دیا! احوال و مقامات پر بھروسا رکھنے سے انسان جن خام خیالیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا اندازہ اس خط سے ہو سکتا ہے جو حضرت مجدد کے جانشین خواجہ محمد معصوم نے اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے والد کے ایک مشہور خلیفہ شیخ آدم بنوڑی کی نسبت لکھا ہے(۱)

معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر اکرام روضۃ القیومیہ سے خواجہ صاحب کا یہ مکتوب نقل کرتے وقت روضۃ القیومیہ کے غیر ثقہ اور غیر مستند ہونے کا اپنا سبق بھول گئے تھے اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو حضرت خواجہ کے مکتوبات کے مجموعہ میں یہ مکتوب سرے سے موجود ہی نہیں ہے، یہ حقیقت ہے کہ:

مخدوم زادہ سید محمد اولیاء بن حضرت شیخ آدم نے اپنے برادر بزرگ شیخ غلام محمد کی وفات (۱۰۶۵ھ) کے بعد سجادہ نشینی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس باب میں نہایت انکسار فرمایا تو والد بزرگوار کے خلفائے کبار نے جمع ہو کر منصب مشیخت قبول کرنے کی درخواست کی تو پھر بھی انکار کر دیا، آخر جب مخدوم زادگان سرہند نے سنا تو خود بنوڑ تشریف لائے اور انہیں مسند سجادگی پر بٹھا کر اپنی دستار عنایت کی اور خلافت دے کر عزت بخشی، لکھا ہے:

تا آنکہ حضرات عزیزان سہرند شنیدہ در بنوڑ تشریف آوردہ ایشا نرا سجادہ نشین ساختند و دستار خود را بر ایشاں نہادند خلافت دادند (۲)

اگر روضۃ القیومیہ میں منقول مکتوب (دربارہ شیخ آدم) صحیح ہوتا تو صاحبزادگان ایسا اقدام نہ کرتے اور نہ ہی اپنی دستار و خلافت سے نوازتے۔

اس لئے ہمارے نزدیک ایک یہ بالکل وضعی مکتوب ہے اور ان حضرات کے مابین کوئی نزاع نہیں تھی۔

---

(۱) اکرام، ایس، ایم: رود کوثر ۲۹۷ (۲) بدخشی: نتائج الحرمین، ورق ۱۳۶-۱

سلسلۂ شطاریہ اور نقشبندی مشائخ

وسطی ایشیا میں جو سلسلۂ نقشبندیہ کی تاسیس اور احیاء کی سرزمین ہے اباحتی درویشوں کی تعداد بھی وہاں کچھ کم نہیں تھی، قلندروں کی جماعت بھی تھی جو شریعت کی پابندی سے آزاد اور اپنی الگ دنیا بسائے ہوئے تھے، ان کے علاوہ دو سلاسل کے ایسے صوفیہ بھی تھے جن کے ساتھ نقشبندی حضرات کے واضح اختلافات معلوم ہوتے ہیں ایک صوفیۂ عشقیہ یعنی شطاریہ اور دوسرے صوفیہ نعمت اللہی۔

نقشبندیوں اور شطاریوں کے مابین سخت رقابت تھی شطاریوں کی اکثریت سمرقند میں تھی شیخ الیاس عشقی نے جو خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کے معاصر تھے ایک بار والیٔ بخارا امیر درویش محمد ترخان کو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے خلاف ایک خط بھی لکھا تھا (۱)۔

اسی طرح نقشبندی مشائخ شیخ نعمت اللہ ولی کرمانی (۷۳۱ - ۸۳۴ھ) اور ان کے جانشینوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور ان دونوں سلاسل کے درمیان نفرت پائی جاتی تھی جس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ فقرائے نعمت اللہی پابند شرع شریف نہیں تھے (۲)۔

پاکستان و ہند میں سلسلۂ شطاریہ کے مروج شاہ عبد اللہ (۳) (ف ۸۹۰ھ/ ۱۴۸۵ء) تھے جو ایران سے یہاں آئے تھے یہی پہلی شخصیت ہیں جن کے نام کے ساتھ نسبت شطاری لکھی گئی ان کے بعد اس سلسلے کی ترویج میں شیخ قاضن بنگالی، شیخ حافظ جونپوری، شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست اور شیخ حمید الدین حصور (ف ۹۳۰ھ/ ۱۵۲۳ء) نے حصہ لیا لیکن حاجی حصور کے خلیفۂ اعظم شاہ محمد غوث گوالیاری (ف ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۲ء) سے اس سلسلہ کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اور ہندوستان کے طول و عرض میں ان کے خلفاء مصروف کار نظر

---

(۱) کاشفی، فخر الدین علی: رشحات ۳۰۱-۳۰۲

(۲) مولانا جامی نے نفحات میں شیخ نعمت اللہ کرمانی اور ان کے خلفاء کا تذکرہ نہیں کیا گویا یہ سلسلہ ان کے نزدیک اولیاء میں سے نہیں تھا

(۳) حالات کے لئے ملاحظہ ہو گلزار ابرار ۱۶۱، لطائف اشرفی ۱/ ۳۸۹

آنے لگے، سلاطین و امراء بھی ان کے حلقہ بگوش تھے بابر، ہمایوں اور اکبر کو شاہ محمد غوث گوالیاری سے بڑی عقیدت تھی (۱)۔

شاہ محمد غوث گوالیاری کی جو تصویر زندگی ان کے معاصرین نے دکھائی ہے ان سے ان کی شریعت اسلامی سے آزادی و لاتعلقی کا اظہار ہوتا ہے، موصوف نے جس طریقے سے منازل سلوک طے کیں ان سے بھی ان کی اور جوگیوں و سنیاسیوں کی ریاضتوں میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا (۲)۔

شاہ محمد غوث نے ہندو جوگیوں اور سنیاسیوں کی ریاضتوں اور مشقوں کے متعلق سنسکرت میں لکھی گئی ایک کتاب امرت کنڈ (Amrit Kund) کا فارسی میں بحر الحیات (۳) کے نام سے ترجمہ کیا تھا، پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم جنہوں نے کتب تصوف کا بنظر غائر مطالعہ کر کے ان میں سے ایسے نکات اخذ کئے ہیں جو پاکستان و ہند کی معاشرتی تاریخ کے لئے خاصی اہمیت رکھتے ہیں کتاب بحر الحیات اور دارا شکوہ کی مجمع البحرین کا تقابلی و فکری جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بحر الحیات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہندوستان کے اسلامی تصوف پر ہندوؤں کے افکار کی کتنی چھاپ ہے اور یہ تو دارا شکوہ کے مجمع البحرین کی تمہید ہے اس سے عیاں ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوث کا ہندو یوگ ازم کا مطالعہ کتنا وسیع اور عمیق تھا، وہ کتنے غیر متعصب تھے اور ان کے افکار میں ہندومت کے ساتھ کتنی ہمدردانہ سوچ موجود تھی، فرماتے ہیں:

Bahr-ul-Hayat, discaussed the influence of Hindu

---

(۱) ان کے سلاطین و امراء سے تعلقات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

Nizami, K. A : The Shattari Saints and their attitude towards the State. (Medieval India. Aligarh, Vol.I. No.2. pp. 56-70

پاکستان و ہند میں سلسلہ شطاریہ کی تفصیلات کے لئے احوال مشائخ کبار پر ہمارا مقدمہ ملاحظہ کریں۔

(۲) عبدالقادر بدایونی نے وہ غار دیکھی تھی جس میں شاہ محمد غوث نے بارہ سال ریاضت کی تھی۔

(منتخب التواریخ ۲/ ۳۴، ۳/ ۴)

(۳) بحر الحیات کا یہ فارسی ترجمہ مطبع رضوی دہلی سے ۱۳۱۱ھ کو طبع ہوا تھا۔

ideas on Muslim mysticism. It was indeed a precursor of Majma-ul-Bahrain of Dara Shikoh. Sayyid Muhammad Ghous's knowledge of Hindu mystic thought was intimate and deep; his approach was sympathetic and unprejudiced(1)

پروفیسر نظامی اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شاہ محمد غوث کے صوفیانہ رجحانات اکبراور داراشکوہ کیلئے عملی نمونہ تھےاوران میں مماثلت کلی پائی جاتی تھی:

He is an exemplar of The same syncretic tendencies which later on found expression in the personalities of Akbar and Dara.(2)

شاہ محمد غوث کے معاصر معروف عالم و ناقد عصر مولانا عبدالقادر بدایونی نے شاہ محمد غوث سے ملاقات کاارادہ کیاجب انہیں یہ معلوم ہوا کہ شیخ تو ہندوؤں کی بہت تعظیم کرتے ہیں اوران کے استقبال واحترام میں کھڑے ہو جاتے ہیں توان کادل ان سے سرد ہو گیااور وہ نہ گئے، لکھتے ہیں:

خواست کہ رفتہ ملازمت نماید اماچوں شنید کہ بہ تعظیم ہندووان قیام میکند دل ازاں ہوس برخاست ومحروم ماند(۳)

غیر مسلم بھی ان کی بہت تعظیم کرتے تھے، بدایونی ہی کے الفاظ ہیں:

ہرکرامی دیدحتیٰ کفاررانیز تعظیم وقیام می نمود(۴)

جبکہ حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی اس قسم کا کردار رکھنے والے صوفیہ کے سخت خلاف تھے آپ نے اپنے بیسیوں مکاتیب میں ہندوؤں کے خلاف ایسے افکار کا اظہار کیا ہے جو

---

(1) Nizami, K. A : Shattari Saints and ..... Medieval India, Aligarh, Vol.I. No.2. p.59 (2) libd, foot note p. 59.

(۳) بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲/ ۴۴ (۴) ایضاً ۳/ ۵

ہندوستان کی ملت اسلامیہ کی بقاء کے لئے حکیمانہ رائے کا درجہ رکھتے ہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ہندو مسلم کا نظریاتی اتحاد تو ناممکنات میں سے ہے آپ نے اس وقت کے شرع اسلامی سے آزاد روش رکھنے والے صوفیہ کے خیالات پر ضرب لگاتے ہوئے کئی مقامات پر لکھا ہے کہ یہ خیال باطل ہے کہ تمام راستے ایک ہی خدا کی طرف جاتے ہیں۔

آپ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ جس نے کفار کو عزت دی اس نے اسلام کو ذلیل کیا، عزت دینے سے یہ مراد نہیں کہ ان کی خواہ مخواہ تعظیم ہی کی جائے اور انہیں اونچی جگہ بٹھایا جائے بلکہ انہیں اپنی مجالس میں جگہ دینا ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا ان سے گفتگو کرنا بھی ان کے اعزاز میں شامل ہے، انہیں (ہندوؤں) کتوں کی طرح دور رکھنا چاہئے ...... اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ دنیوی غرض کے لئے بھی ان سے رابطہ قائم نہ کیا جائے اور ان سے میل جول نہ رکھا جائے ...... ان دشمنوں کے ساتھ دوستی اور انس کا کم از کم ضرر و نقصان یہ ہے کہ احکام شرعی کے اجراء کی قدرت اور کفر کے نشانات مٹانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے (۱)۔

ایک اور مکتوب میں آپ نے لکھا ہے کہ اگر کسی مجبوری کے تحت ان سے ملاقات کرنا ہو تو اسے اس طرح کریں جیسے انسان قضائے حاجت کے لئے جاتا ہے، فرماتے ہیں:

(ہندوؤں) کو ذلیل و خوار رکھنے میں کوشش کرنی چاہئے اور کسی طرح بھی ان کو عزت کا مقام نہیں دینا چاہئے ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں جگہ نہیں دینا چاہئے ...... حتیٰ کہ کسی معاملے میں بھی ان کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہئے اور اگر ضرورت پڑ ہی جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح ناپسندیدگی اور مجبوری کی صورت میں ان سے حاجت برآری کرنی چاہئے (۲)

ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا ضروریات دین

---

(۱) مکتوبات امام ربانی ۱/ ۱۶۳ (۲) ایضاً / ۱۶۵

میں سے ہے، اسلام اور اہل اسلام کی عزت، کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے ان سے جزیہ لینا شعائر اسلام میں سے ہے(۱)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے ایک معاصر ہردے رام نے صوفیہ کے ساتھ عقیدت کا اظہار کیا اور آپ کی خدمت میں دو خطوط ارسال کئے اور ہندوؤں کے خداؤں کے متعلق استفسار کیا آپ نے یہاں کسی مصلحت سے کام نہیں لیا بلکہ واضح الفاظ میں اسے جواب دیا پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات، وحدانیت اور خالق ومخلوق کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے اس پر حقیقت حال واضح کی:

رام اور کرشن اور ان کی مانند جو ہندوؤں کے معبود ہیں سب ادنیٰ (کمینہ) مخلوق ہیں اور انہیں ماں باپ نے جنا ہے رام جسرت کا بیٹا اور لچھمن کا بھائی اور سیتا نام کی عورت کا شوہر ہے، جب رام اپنی بیوی کی حفاظت نہ کر سکا تو دوسرے کی کیا مدد کرے گا...... ہزاروں درجے شرم وعار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے ...... رام اور رحمٰن کو ایک سمجھنا نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے، خالق اور مخلوق ایک نہیں ہو سکتے اور بے مثل ذات ممکن کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتی، رام اور کرشن کی پیدائش سے قبل پروردگار عالم کو رام وکرشن نہیں کہتے تھے۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد ہندو رام اور کرشن کا نام اس ذات سبحانہ وتعالیٰ کے لئے بولتے ہیں اور ان کی یاد کو اللہ تعالیٰ کی یاد قرار دیتے ہیں۔ حاشا و کلا ثم حاشا و کلا......(۲)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہاں حضرت مجدد الف ثانی نے نہ تو شاہ محمد غوث گوالیاری کی طرح ہندو کی کوئی تعظیم کی نہ کسی مصلحت سے کام لیا اور نہ ہی شیخ عبد القدوس گنگوہی کی طرح یہ فرمایا کہ یہ مسلمان اور کافر کا کیا شور وغوغا ہے اور نہ ہی مجمع البحرین وسر اکبر کے مولف دارا شکوہ کی طرح ہندو مسلم کی تفریق ختم کرنے کی سعی کی بلکہ واضح الفاظ میں اعلان کیا کہ رام

---

(۱) ایضاً / ۱۹۳ (ہندوؤں کے خلاف اس قسم کے بہت سے جملے مکتوبات شریف میں سے بآسانی مل سکتے ہیں)

(۲) مکتوبات امام ربانی ۱/ ۱۶۷

اور رحمٰن کو ایک تصور کرنا نہایت بے عقلی ہے۔

شاہ محمد غوث گوالیاریؒ نے ایک ایسا رسالہ لکھا تھا جس میں حالت بیداری میں اپنی معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجالسہ و مکالمہ کا بھی تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس دوران انہیں (شاہ محمد غوث) کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت دی گئی، معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے:

رسالۂ شیخ محمد غوث را کہ در آنجا کیفیت معراج خود بیان کردہ گفتہ کہ در بیداری مرا مجالسہ و مکالمہ با حضرت رب العزۃ عز شانہ واقع شد و بر حضرت رسالۃ پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تقدیم کردند (۱)

اس عہد کے عقلیت کے دعوی دار ابوالفضل علامی نے بھی اس رسالہ میں درج عجائبات پر تعجب کا اظہار کیا ہے:

رسالۂ او را کہ در گجرات نوشتہ بود و برای خود معراجی نسبت دادہ بدعویہای غریب جذبات خواطر سادہ لوحان طلب را سرانجام می داد...... (۲)

اس اقتباس میں ابوالفضل کا بیان کہ رسالہ معراجیہ گجرات میں تالیف ہوا خاص اہمیت رکھتا ہے، شاہ محمد غوث ۹۴۷ تا ۹۶۶ھ گجرات میں رہے اور اس دوران یہ رسالہ لکھا تھا اور اس مقام پر اس رسالے کے خلاف علمائے عصر نے پہلا قدم اٹھایا تھا جن علماء نے اس رسالے کی بنیاد پر ان کے افکار پر گرفت کرتے ہوئے ان کے خلاف شرع ہونے کا اثبات کیا ان میں اس عہد کے سب سے نامور عالم اور شہرۂ آفاق محدث شیخ علی متقی کا نام سرفہرست ہے، انہوں نے شاہ محمد غوث کے خلاف فتویٰ دیتے ہوئے ان کو واجب القتل لکھا، حاکم گجرات سلطان محمود گجراتی نے اس فتویٰ کو شیخ وجیہ الدین علوی کی رائے پر موقوف کر دیا، عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں:

شیخ محمد غوث از ہندوستان بگجرات رفت شیخ علی متقی کہ از مشائخ کبار و مقتدیان

---

(۱) بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲/ ۳۴-۳۵، معتمد خان: اقبال نامۂ جہانگیری ۲/ ۱۴۹

(۲) ابوالفضل: اکبر نامہ ۲/ ۶۹ (طبع نولکشور، لکھنو)

صاحب اقتدار و علمای بزرگوار آں عصر بود فتوئ بر قتل شیخ محمد غوث نوشت و سلطان آں را موقوف بر امضای میاں وجیہ الدین داشت......(۱)

لیکن شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کی حمایت حاصل کرنے کے بعد شاہ محمد غوث محفوظ رہے، شیر شاہ سوری کی وفات اور ہندوستان میں دوبارہ مغلیہ سلطنت بحال ہوگئی تو اکبر کے زمانے میں شاہ محمد غوث گوالیار سے اکبر آباد آ گئے لیکن وہاں پھر اس رسالۂ معراجیہ کی وجہ سے شیخ کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا یہ ۹۶۶ھ/ ۱۵۵۸ء کا واقعہ ہے۔ وہاں صدر الصدور شیخ گدائی نے رسالہ معراجیہ کی عبارتیں مختلف مجالس میں پڑھ پڑھ کر سنائیں، اور بیرم خان کو اپنے ساتھ ملا کر شیخ گوالیاری کے خلاف اقدام کئے جس سے وہ کبیدہ خاطر ہو کر واپس گوالیار چلے گئے جہاں تا حیات مقیم رہے (۲)۔

حضرت مجدد الف ثانی نے بھی اسی رسالۂ معراجیہ کی بعض قابل اعتراض عبارتیں نقل کر کے انہیں خلاف شرع قرار دیتے ہوئے شاہ محمد غوث گوالیاری کی تکفیر کی ہے، کتاب حاضر یعنی مقامات معصومی کی بدولت علمی دنیا کو پہلی مرتبہ اس کا علم ہو رہا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے رسالہ معارف لدنیہ کے آخر میں جہاں ''شیخ و رئیس آں جماعت در کتاب خود می نویسد'' لکھا ہے اس سے مراد شاہ محمد غوث گوالیاری ہیں اور جماعت سے مراد ان کا سلسلۂ شطاریہ ہے اور کتاب خود سے مراد ان کا رسالۂ معراجیہ ہے (۳) کیوں کہ آپ نے معارف لدنیہ میں نہ تو شاہ محمد غوث کا نام لیا ہے اور نہ ہی ان کے رسالہ زیر بحث کا ذکر کیا ہے البتہ در پردہ و کنایتاً اس کا رد کیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے رسالہ معارف لدنیہ کے آخری عنوان ''خسران مخالفان'' کے تحت رسالہ معراجیہ کے کئی اقتباسات دے کر ان امور و مباحث کو صریحاً ''خلاف شرع، خلاف نص'' لکھا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

---

(۱) بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۳/ ۴۴، خاتمہ مراۃ احمدی (اردو ترجمہ از ابوظفر ندوی) ۸۳

(۲) بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲/ ۳۵

(۳) مقامات معصومی ۲۴۴

بعضی درویشان خام ناتمام کہ کشف خیالیٔ خود را اعتبار نمورہ بانکار و مخالفت ایں شریعت باہرہ اقدام می نمایند...... ایں فقیران بے سر و برگ را چہ رسد کہ مخالفت آں نمایند غیر از انکہ خود را خراب سازند و بداغ الحاد و زندقہ متسم گردند......

شیخ و رئیس آں جماعت در کتاب خود می نویسد کہ:

"روح انسانی بخصوص عین ذات است تعالیٰ و تقدس"۔

و ایں دو آیت کریمہ را بر آں استدلال می آرد **جاء ربك والملك صفا صفا۔** **یوم یقوم الروح والملئکته صفا** در یک آیت رب فرمود و دیگر روح پس رب و روح یکے باشند و ایں اتحاد نہ از قبیل توحید وجود است کہ آں مخصوص بروح نیست بلکہ تمام عالم دریں متساوی الاقدام اند۔

و جای دیگر در ہماں کتاب می گوید کہ:

"قومی از ابدال کہ در غاری باشند و آں ہفتا دتن اند تا قیام قیامت خواہند بود ایشاں را موت نمی باشد وجود طبائعی دارند"

حضرت مجدد الف ثانی نے اس بات کو مخالف نص قرار دیا ہے کہ یہ "**کل نفس ذائقة الموت**" کے منافی ہے۔

شاہ محمد غوث گوالیاری نے اس رسالہ میں ایک مقام پر دوزخ، بہشت اور عرش کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے حضرت مجدد الف ثانی نے اسے مخالف شریعت قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اہل سنت و جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ دوزخ اور جنت دونوں موجود ہیں اور انبیاء و اولیاء و تمام مومنین بہشت میں اپنے اپنے درجات کے تحت رہیں گے، اسی بحث کے تحت آپ نے لکھا ہے کہ شاہ محمد غوث نے بہشت میں رویت باری تعالیٰ سے بھی انکار کیا ہے:

"ایں از خیالات نہ بکنایت است و دریں سخنان انکار وجود رویت است در بہشت چہ گفتہ است کہ "فوق العرش رفتہ لقا خواہد بود" فوق العرش را جنت

دیدار ساخت کہ حوو قصور ندارد وپس کافہ مومنین از لقا بے نصیب باشند“

شاہ محمد غوث کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی اس قسم کے فاسد خیالات کے اظہار سے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں پناہ مانگتے ہیں:

اعاذ نا اللّٰہ سبحانہ عن امثال ھذہ التخیلات الفاسدہ

ایک مقام پر حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ شاہ محمد غوث کے رسالہ معراجیہ سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ کفار کو ابدی عذاب نہیں ہوگا آپ نے اس عقیدہ کو کفر صریح قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

از یں سخنان مذکورہ او مفہوم می شود کہ عذاب کفار را ہم ابدی نمی داند و ہم چنیں تنعمات بہشتی را وایں خود کفر صریح است......

حضرت مجدد الف ثانی نے شاہ محمد غوث کے رسالہ سے ”زوال بہشت و دوزخ بعد از دخول آنہا در آخرت“ کی بحث سے طویل اقتباس نقل کر کے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

ایں سخنان صریح از بزوال بہشت و دوزخ بعد از دخول آں ہا در آخرت تامل باید کرد کہ ایں سخن بکفر می کشد یا نہ؟ ظہوری کہ بعد از زوال ایں ہا حاصل می شود آں ظہور را ”بالوجوب“ می گوید وظہور دنیا را ”بالامکان“ باید اندیشید کہ اہل بہشت و دوزخ را واجب گفتن کفر است یا نیست؟ و ایضاً از یں عبارت مفہوم می شود کہ انبیاء و اولیاء ہمیشہ زائل و مضمحل در ذات خواہند بود در عدم، ایشاں را ہرگز وجود نخواہد بود وایں نیز کفر است صریح

حضرت مجدد الف ثانی نے رسالہ معراجیہ کی بعض اور عبارتیں بھی نقل کر کے شرع اسلامی کے ساتھ اس کا تفاوت بیان کرتے ہوئے انہیں ”سخن مخالف نص قطعی“، مخالف النص، ”اشد کفر“ جیسے الفاظ تحریر کئے ہیں اور آخر میں اس قسم کے کلمات کی ادائیگی سے بچنے کی دعا کرتے ہوئے لکھا ہے:

نعوذ باللّٰہ سبحانہ عن قُبح ھذہ الکلمۃ حق سبحانہ و تعالیٰ (۱)

---

(۱) مجدد الف ثانی: رسالہ معارف لدنیہ مشمولہ رسائل مجددیہ مرتبہ محبوب الٰہی - لاہور، ۱۹۶۵، ۲۱۰-۲۱۴

یقیناً یہ تمام اقتباسات رسالہ معراجیہ کے ہیں، معاصرین شاہ محمد غوث نے ان کے خلاف اعتراضات بیان کرتے ہوئے اس کے جو مندرجات بتائے ہیں وہ بھی اسی نوعیت کے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی نے ان کی تکفیر پہلی مرتبہ نہیں کی بلکہ آپ نے علمائے معاصرین شیخ گوالیاری کا اتباع کیا ہے، شاہ محمد غوث کے ایک مرید و معاصر نے لکھا ہے کہ اس رسالہ کی مخالفت کرنے والے علماء کی تعداد تقریباً ۲۷۰ تھی (۱) گویا شاہ محمد غوث کی مخالفت پہلی مرتبہ صرف حضرت مجدد الف ثانی نے ہی نہیں کی بلکہ آپ سے پہلے بھی دو مرتبہ گجرت اور پھر اکبر آباد (آگرہ) میں علماء یہ اقدام کر چکے تھے، فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے باقاعدہ اقتباسات دے کر ان نظریات کا رد کیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے جانشین حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کی سلسلۂ شطاریہ کے خلاف براہ راست تحریرات ہمارے علم میں نہیں ہیں البتہ مقامات معصومی میں ہے کہ سرہند میں شیخ گوالیاری کے ایک خلیفہ شیخ فرید ثانی ملقب بہ سلطان الموحدین بن شیخ بایزید ملقب بہ سلطان المحققین رہتے تھے اور حضرات مجددیہ کے ساتھ ہم وطنی کی وجہ سے تعلقات بھی تھے وہ علاقائی محافل میں شریک ہوتے تھے ان سے حضرت خواجہ نے ایک روز کہا کہ کیا تم نے اپنے اجداد کے فاسد عقائد سے توبہ کر لی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں نے ان عقائد میں استقامت اختیار کر لی ہے جس پر حضرت خواجہ نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور ان کو اپنی مجلس میں آنے سے منع کر دیا (۲) یہاں تک کہ حضرت خواجہ کے آخری ایام اور مرض موت کے زمانے میں بہت سے افراد عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو شیخ فرید ثانی شطاری کے بیٹے عبدالملک نے حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے منظور نہ فرمایا (۳)۔

---

(۱) فضل علی شاہ: کلیات گوالیاری، خطی (بحوالہ شاہ محمد غوث گوالیاری ۶۴)

(۲) مقامات معصومی ۱۹۱

(۳) ایضاً ۲۴۴ ان حضرات کے احوال کے لئے ملاحظہ ہو احوال مشائخ کبار پر ہمارا مقدمہ اور مقامات معصومی پر ہمارے تعلیقات

انہی شیخ فرید ثانی شطاری سرہندی کے ایک خلیفہ شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری تھے ان کے ملفوظات احوال مشائخ کبار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جوگیوں اور سنیاسیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور انہیں کے ساتھ مل کر جنگلوں میں ریاضتیں کی تھیں، اس کتاب کے مطالعہ سے اس عہد کے تصوف میں زوال وانحطاط کے آثار نمایاں معلوم ہوتے ہیں (۱)۔

باقی رہا یہ سوال کہ بعض نقشبندی مشائخ سلسلۂ شطاریہ میں بھی بیعت تھے ان میں سے سندھ کے معروف نقشبندی شیخ وعالم شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری (ف ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۰ء) نقشبندی سلسلہ میں خلافت کے ساتھ شطاری سلسلہ میں بھی بیعت تھے (۲) اور اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حج کے لئے جاتے ہوئے جب لاہور سے گزرے تو انہوں نے جواہر خمسہ (تالیف شاہ محمد غوث گوالیاری) کے اعمال کی حاجی محمد سعید لاہوری سے اجازت لی تھی (۳)۔

اس سے یہ قیاس کرنا کہ جب یہ اکابر سلسلۂ شطاریہ سے منسلک تھے تو پھر ان کے روحانی جد اعلیٰ شاہ محمد غوث کی تکفیر کے کیا معنی ہوئے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کو اس امر کا علم ہی نہیں تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی شاہ محمد غوث کی تکفیر کر چکے ہیں کیوں کہ حضرت مجدد الف ثانی نے رسالہ معارف لدنیہ میں جہاں ان کی تکفیر کی ہے وہاں شاہ محمد غوث کا نام ہی نہیں لکھا بلکہ کنایتۂ یہ سب کچھ کیا ہے اگر ان حضرات کو اس حقیقت کا علم ہو جاتا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے رسالہ معارف لدنیہ میں ''شیخ ورئیس'' سے کون مراد ہے تو یہ بزرگ افراد کبھی سلسلۂ شطاریہ کی طرف متوجہ نہ ہوتے یہ تو علمی وروحانی دنیا پر پہلی مرتبہ

(۱) احوال مشائخ کبار مولفہ سلیمان بن شیخ سعد اللہ، دراصل شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری، (ف ۱۱۰۴ھ/ ۹۲-۱۶۹۳ء) کے احوال وملفوظات کا مجموعہ ہے جو ان کے حین حیات مرتب کیا گیا تھا اس میں اور کتاب جامع الفوائد مولفہ شیخ محمد اشرف لاہوری میں ضمناً شطاری سلسلہ کے مذکورہ افراد کے حالات ملتے ہیں۔

(۲) شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری مرید مولانا محمد مسعود شطاری پشاوری وھو مرید حاجی محمد سعید لاہوری وھو مرید شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری وھو مرید شاہ فرید ثانی سرہندی (مذکور) (احوال مشائخ کبار، مقدمہ ۸)

(۳) شاہ ولی اللہ: الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ۱۰۷

مقامات معصومی جیسی مستند کتاب سے اس امر کا انکشاف ہوا ہے۔

اہل تشیع و نقشبندی مشائخ

ابتداء میں صوفیہ اور اہل تشیع کے مابین تنازعات رہے لیکن جلد ہی شیعوں نے صوفیہ کا لبادہ اوڑھ لیا جس سے لباس صوفیہ میں شیعیت کی تبلیغ ہونے لگی، دور وسطی کا ایرانی صوفی ادب اپنی آزاد خیالی کے باعث بہت سے غیر اسلامی عقائد کا علم بردار تھا، پاکستان و ہند میں جو صوفی خانوادے وارد ہوئے وہ زیادہ تر انہی عجمی علاقوں کے تھے جہاں مذہبی و فکری بے راہ روی عام تھی گیارہویں صدی ہجری میں جہاں بہت سے فرقوں نے ہندوستان کا رخ کیا وہاں ایران سے آنے والا فرقہ شیعہ خاص طور پر نمایاں ہے۔

شیر شاہ سوری کے ہاتھوں ہمایوں کی شکست اس کا ایران میں پناہ لینا اور پھر ہندوستان کی حکومت واپس لینے کے لئے شاہ ایران کی طرف سے شیعیت قبول کرنا اور تبلیغ شیعیت کے نام پر ایران سے امداد لینے کی شرط نے تو مغل حکمرانوں کی مذہبی سوچ اور پالیسی ہی بدل ڈالی حالانکہ یہ سلاطین جیسا کہ ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں خالصتاً سنی حنفی اور سنٹرل ایشیا کے نقشبندی بزرگوں کے حلقہ بگوش تھے۔

اکبر کی مذہبی پالیسی آزاد خیال فرقوں کو ہندوستان آنے کی کھلی دعوت دے رہی تھی ان حالات میں ایران سے جو فرقے ہندوستان آئے ان میں فرقہ شیعہ اور اس کے مبلغین کی خاصی تعداد تھی، انہوں نے ہندوستان کے بدلتے ہوئے حالات کا بغور جائزہ لیا اور سنی علماء جنہیں اکبر نے خاصا مقتدر بنا دیا تھا اور جو دنیا کی ہوس و لالچ میں مبتلا ہو کر نہ صرف سنیت کو نقصان پہنچا رہے تھے بلکہ دوسرے فرقوں خاص طور پر اہل تشیع کو دعوت فکر دے رہے تھے، چنانچہ مشہور شیعی خانوادۂ ملا مبارک ناگوری اور ان کے دونوں بیٹوں ابوالفضل اور فیضی نے حالات سے بھرپور فائدہ اٹھایا اس خانوادے کو صدر الصدور شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطانپوری کی طرف سے مدد معاش ملنے کی بجائے. جب ان علماء نے ان کی تحقیر و تذلیل کی تو اس موقع پر فیضی نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

اگر میں اپنی اصل سے ہوں اور اپنے اعتقاد (شیعیت) میں سچا ہوں تو تم سے

ایسا انتقام لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنی جائے گی (۱)۔

واقعی وہ گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی اور وہ اکبر کی تائید وحمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے سب سے پہلے انہوں نے سنی علماء کے اقتدار کو ختم کروایا اور اکبر بادشاہ کو امام عادل بنا کر اسے لامحدود مذہبی اختیارات کا مالک بنا دیا، اس طرح شیعہ ملک کی سیاست و معاشرت پر پوری طرح چھا گئے ان پڑھ اکبر سے انہوں نے جس طرح شعائر اسلام کی تضحیک کروائی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے چونکہ اکبر کے مصاحب اب شیعہ تھے انہوں نے کتب تاریخ سے مشاجرات صحابہ کے واقعات اکبر کو کچھ اس انداز سے سنائے کہ وہ خلفائے ثلاثہ سے بدظن ہو گیا، معاصر مورخ بدایونی کا بیان ہے کہ کتب سیرت پڑھتے وقت صحابۂ کرام کے حق میں جو کلمات بادشاہ کے منہ سے نکلتے تھے خاص طور پر حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کے بارے میں، فدک اور جنگ صفین وغیرہ کے سلسلے میں کان ان کے سننے سے خدا کرے بہرے ہو جائیں انہیں زبان پر لایا نہیں جا سکتا، مورخ کے اصل الفاظ کس قدر برجستہ ہیں، ملاحظہ کیجئے:

آنچہ در حق صحابہ رضی اللہ عنہم در وقت خواندن کتب سیر مذکور می ساختند خصوصاً در خلافت خلفائے ثلٰثہ وقصۂ فدک و جنگ صفین وغیرہ کہ گوش از استماع آں کر بادو بزبان نتواں آورد (۲)

اب عوام وخواص میں شیعہ سنی اختلافی امور زیر بحث رہنے لگے اور مسلمان الجھ کر رہ گئے، ان حالات میں مشہور شیعی عالم قاضی نور اللہ شوستری ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء کو مشہد سے ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے اور ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء کو فتح پور سیکری میں اکبر بادشاہ سے ملے، بادشاہ ان سے بہت متاثر ہوا انہیں لاہور کا قاضی مقرر کیا، اس طرح آتے ہی انہیں علامہ فتح اللہ شیرازی اور حکیم ابوالفتح گیلانی جیسے شیعہ علماء وامراء کی تائید وحمایت حاصل ہو گئی ابوالفضل اور فیضی تو پہلے ہی انہی عقائد کے علمبردار تھے مذہبی ہم آہنگی کے باعث جلد

(۱) فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ۱/ ۶۸-۶۹

(۲) بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲/ ۳۰۸

ہی ان اصحاب کے مابین دوستی کے ایسے رشتے استوار ہوئے جو مقصد حیات بن گئے یعنی ہندوستان میں شیعیت کے فروغ کے لئے سعی کرنا ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بن گیا، گویا اکبر کے نام سے جاری ہونے والا دین الٰہی انہی شیعہ علماء کا مرتب کردہ تھا(۱) ان کی جڑیں اتنی مضبوط تھیں کہ اکبر کا جانشین جہانگیر نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کے مرتے ہی پھر سے ان کے نرغے میں پھنس گیا، پھر نور جہاں سے جہانگیر کی شادی کیا تھی دراصل بادشاہ جہانگیر پر عقائد تشیع کا تسلط تھا، قاضی نوراللہ شوستری اپنے عقائد کے باعث(۲) عہد جہانگیر میں جب ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء کو قتل کر دیے گئے تو اہل تشیع پر اس کے بہت گہرے اثرات ہوئے انہوں نے انہیں ''شہید ثالث'' کا لقب دیا چونکہ جہانگیر اپنی شیعہ بیوی نور جہاں کے زیر اثر تھا اس لئے حکومت کے اہم ترین عہدوں پر یہی اصحاب فائز تھے(۳) اور اس قتل کے باعث بغاوت کا خطرہ محسوس ہونے لگا تھا اس لئے جہانگیر نے اہل سنت کے سب سے بڑے عالم اور مولف رد روافض حضرت مجدد الف ثانی کو گرفتار کر کے اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس فرقے کو اتنی فوقیت حاصل ہو چکی تھی کہ علمائے اہل سنت کو ان کے خلاف سخت اقدام کرنے پڑے اس موقع پر حضرت مجدد الف ثانی اس سے پہلے رد روافض کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھ چکے تھے جس میں اس فرقے کے عقائد کا محاکمہ کیا تھا اور مسلمانان ہند کو ان کے ارادوں سے آگاہ فرمایا تھا اور اپنے مکاتیب میں جو سنی امراء کے نام ہیں اہل تشیع کے معتقدات کے علاوہ ان کے کردار سے مسلم معاشرت پر جو منفی اثرات مرتب ہوئے تھے جائزہ لیا اور ان کی صحبت سے بچنے اور انہیں اپنی محفل میں جگہ نہ دینے کے

---

(۱) ان امور کی تفصیل مقدمۂ ہذا کے آغاز میں درج کی جا چکی ہے۔

(۲) ملا نوراللہ شوستری کے قتل کے اسباب کے بارے میں اختلاف ہے، شیعہ مورخین کا خیال ہے کہ اس کے پیچھے نقشبندی علماء کا ہاتھ تھا کیوں کہ ملا شوستری نے مجالس المومنین میں نقشبندیوں کو گمراہ قرار دیا ہے (۲۵۶) اور انہی حضرات نے ملا شوستری کی احقاق الحق کے ابتدائی ابواب جن میں خلفائے ثلاثہ پر سخت تنقید ہے فارسی میں ترجمہ کر کے جہانگیر کو سنائے......

(Rizvi, S.A.A: Socio-Intellectual History...Of...Shi'is, Vol.I.pp. 376-84)

(۳) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین - خطی ورق ۱۷۰ب-۱۷۱،ب

لئے بار بار لکھا(۱)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے ایک معاصر کا ایک رسالہ ردروافض (۲) دریافت ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر بادشاہ اسلام کو جہاد کی طاقت حاصل ہو اور وہ شیعوں کے خلاف جہاد کرنے میں سستی سے کام لے تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوگا، اس نادر رسالہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''بر بادشاہ اسلام بلکہ بر سائر انام بنا برامر حضرت ملک علام قلع وقمع آنہا (شیعہ) برای اعلاء الدین الحق واجب ولازم است...... واخذ اموال وامتعۂ ایشان جائز واگر بادشاہ زمان وخلیفۂ دوران خلد اللہ ظلالہ در جہاد کہ باتفاق واجماع علماء واجب وطریقہ حضرت رسالۃ پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ کرامت باوجود استطاعت وقدرت تساہل نمایند چگونہ از عہدہ سوال و جواب ملک متعال...... تواند بیرون آمد''

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱- بادشاہ اسلام اور تمام مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ دین حق کی سربلندی کے لئے شیعوں کا قلع قمع کریں۔

۲- ان کا مال واملاک مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔

۳- اگر بادشاہ استطاعت رکھتا ہو اور علمائے دین کا اتفاق واجماع بھی ہو کہ اہل تشیع کے خلاف جہاد کیا جائے اور وہ اس میں سستی سے کام لے تو قیامت کے روز وہ خدا کے

(۱) اہل تشیع کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب میں اشارات کے لئے دیکھئے پروفیسر بویلر کا مرتبہ انڈیکس مکتوبات

(۲) یہ اہم رسالہ اس وقت جناب خلیل الرحمٰن داؤدی (لاہور) کے کتب خانے میں ہے جن کی عنایت سے یہ اقتباس حاصل ہوا۔ جب عبداللہ ازبک دوم (۹۹۱-۱۰۰۶ھ/ رک معجم الانساب زمباور ۴۰۳) نے مشہد کا محاصرہ کیا تو علمائے ماوراء النہر نے اہل تشیع کی تکفیر میں ایک رسالہ لکھا جس کے جواب میں شیعوں نے بھی ایک رسالہ لکھا اس رسالے کے کئی جواب لکھے گئے ان میں ایک جواب حضرت مجدد الف ثانی کا رسالہ ردروافض ہے اور دوسرا جواب رسالۂ زیر بحث ہے۔

سامنے جواب دہ ہوگا۔

اگرچہ روافض کا تفوق سیاست اور معاشرت پر بڑھ گیا تھا تاہم سنی علماء ومشائخ ان کی بالادستی کے خلاف آواز بلند کرتے رہے اگر وہ ایسا نہ کرتے تو حکومت کے تمام تر انتظامی ادارے انہی کے زیر کنٹرول رہتے۔

شاہ جہاں کے دکن پر حملے کے اسباب میں سے ایک سبب وہاں ایران اور شیعوں کا عمل دخل تھا شاہ ایران نے وہاں جمعہ کے خطبے میں خلفائے ثلاثہ پر سب وشتم شروع کروادیا تھا شاہ جہاں نے پہلے تو حاکم دکن کو تنبیہ کی جب وہ باز نہ آیا تو اس نے باقاعدہ اس پر حملہ کر کے اسے شکست دی (۱) تخت نشینی کی جنگ میں جب شاہ ایران نے داراشکوہ کو شکست ہوتی محسوس کی تو اسے خط لکھا کہ تم اپنے پردادا ہمایوں کی طرح ایران چلے آؤ ہم تمہاری ویسے ہی مدد کریں گے جیسے ہمایوں کی کی تھی (۲) اگر خدانخواستہ ایسا ہو جاتا تو حالات ہمایوں کے عہد سے بھی بدتر ہو جاتے اور ہندوستان پر عملی طور پر شیعہ راج اسی وقت نافذ ہو جاتا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے اہل تشیع کے بارے میں وہی خیالات تھے جو حضرت مجدد الف ثانی کے تھے آپ نے انہیں فرقہ باطلہ قرار دیا ہے اور ان کی صحبت سے بچنے کی تاکید کی ہے (۳) حضرت خواجہ کے صاجزادگان بھی شیعوں کے سخت خلاف تھے آپ کے فرزند بزرگ شیخ صبغۃ اللہ نے ایک شیعی امیر کو صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے پر اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اورنگزیب کو اس واقعہ کی اطلاع دی تھی (۴)۔

اہل تشیع کے بارے میں اورنگزیب کی پالیسی بہت واضح ہے یعنی وہ ان کے خلاف تھا، ہاں اس کے منصب داروں میں بعض شیعہ بھی تھے لیکن یہ عہدہ دار جہانگیر وشاہ جہان کے عہد سے نسلاً بعد نسل مختلف عہدوں پر متمکن تھے ان کو یک قلم معزول کرنا حکومت وسیاست کے نقطہ نظر کے منافی تھا اورنگزیب اسی نقطۂ نظر سے انہیں برداشت بھی کرتا تھا۔ اگر وہ

---

(۱) تفصیل سے اس سے قبل آپ ملاحظہ کر چکے ہیں

(۲) نجیب اشرف ندوی: مقدمہ رقعات عالمگیر ۲۷۷

(۳) محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات (۴) مقامات معصومی ۴۸۴

جہانگیر کی طرح ان کے زیر اثر ہوتا تو اس کے عہد میں اس کی زیر نگرانی مرتب ہونے والی اسلامی قانون کی کتاب فتاوٰیٔ عالمگیری تمام تر فقۂ حنفی کی ترجمان نہ ہوتی بلکہ اس میں فقۂ شیعہ کی بھی نمائندگی کی جاتی۔

عہد اورنگزیب میں رد روافض کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی گئیں جن میں سے بعض تو اورنگزیب کے نام معنون بھی کی گئیں جو اس کے مذہبی رجحان کی غمازی کرتی ہیں۔

ان کتابوں میں سے سب سے اہم کتاب حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے خلیفہ شیخ محمد بایزید سہارنپوری کے فرزند شیخ حسام الدین کی ہے جو انہوں نے ۱۱۰۶ھ/ کو مرافض الروافض کے نام سے تالیف کی تھی، اس کے آغاز میں انہوں نے اورنگزیب کو شاندار القاب سے نوازا ہے۔ان میں سے بعض قابل توجہ ہیں، لکھا ہے:

بادشاہ دین پرور...... زینت سرای تاج ولایت وکشور کشای سامی شرع متین مروج احکام دین ماحی آثار بدع و ہوا محی سنن سرور انبیاء...... جامع میاں سلطنت وسلوک......

یہاں اورنگزیب کو زینت سرای تاج ولایت اور سلطنت وسلوک کا جامع بتایا گیا ہے اکبر بادشاہ کے حواریوں کی طرح اسے قطب الاقطاب نہیں بنادیا گیا (۱)

اس کتاب کے مولف شیخ حسام الدین حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ محمد بایزید کے فرزند گرامی تھے ان کے والد بزرگ شیخ بدیع الدین سہارنپوری حضرت مجدد الف ثانی کے معروف خلیفہ تھے (۲)۔

مرافض الروافض کے مولف نے حضرت مجدد الف ثانی کے رسالہ رد روافض سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اس کے مجمل مقامات کی خوب شرح کی ہے اور اہل تشیع کے رد میں لکھی جانے والی دیگر کتب کے حوالے بھی دیے ہیں (۳)۔

---

(۱) تفصیل مقدمہ کے آغاز میں ملاحظہ کریں۔

(۲) حالات کے لئے دیکھئے مقامات معصومی ۶۵ م-۶۶ م مع تعلیقات

(۳) مرافض الروافض کا خطی نسخہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی (لاہور) کے پاس دیکھا اور ان کی عنایت سے اس نادر مخطوطہ سے استفادہ کا موقع ملا

یہ اورنگزیب کی مذہبیت اور حمایت اہل سنت کا نتیجہ تھا کہ اس کے حین حیات اہل تشیع کو اپنے عقائد کی بھرپور تبلیغ کی جرات نہ ہوسکی جہاں جو شیعہ عالم آیا وہ خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرتا رہا لیکن اورنگزیب کی وفات (۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے بعد جونہی مغل سلطنت میں ضعف وانحطاط کے آثار نمایاں ہوئے روافض کا ہر طرف غلبہ ہونے لگا یہاں تک کہ اورنگزیب کا جانشین بہادر شاہ اول اپنے شیعہ وزیر منعم خان کے زیر اثر شیعہ ہوگیا اور شیعہ سنی اختلافات مذہبی اختلاف سے بڑھ کر خلاف کے درجے تک پہنچ گئے اور دربار مغلیہ سے وابستہ دو پارٹیاں ایرانی اور تورانی اقتدار کے لئے دست وگریبان رہنے لگیں متاخر سلاطین کے عہد میں سلاطین ان پارٹیوں کو ختم کرنے یا ان کے اقتدار میں کمی کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے ایرانی پارٹی (اہل تشیع) اقلیت میں ہونے کے باوجود تورانی پارٹی (سنی گروہ) پر حاوی رہی اسی کا نتیجہ تھا کہ مرکز سے نکل کر یہ گروہ صوبوں میں پہنچ گئے اور ہندوستان کی کئی ریاستوں میں ایسی خود مختار حکومتیں وجود میں آئیں جن کا سرکاری مذہب شیعیت تھا(۱) گویا یہ دونوں متحارب فرقے انتہا پسند ہوچکے تھے جن کی حرکات سے معاشرت پر بڑے منفی اثرات مرتب ہورہے تھے ان حالات میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے دو اہم کتابیں ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین لکھ کر اس فضا کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی لیکن اہل تشیع کا تفوق اتنا بڑھ گیا تھا کہ یہ کتابیں اس مکدر فضا کو بدلنے میں موثر کردار ادا نہ کرسکیں کتابیں تو بلاشبہ نہایت خلوص کے ساتھ اصلاح احوال کے لئے مرتب کی گئی تھیں لیکن شیعہ فرقے کو سیاسی تائید وحمایت حاصل ہوچکی تھی اس لئے ان کی مذموم کارروائیاں بغیر مزاحمت کے جاری رہیں، شجاع الدولہ کے عہد میں لکھنو شیعیت کا مرکز بن گیا وہاں سنی علماء کو خاصا تنگ کیا گیا ان میں معروف عالم دین ملا عبدالعلی بحرالعلوم (ف ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۲۰ء) اور ملا محمد حسین فرنگی محلی (ف ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء) اختلاف عقائد کے باعث خارج البلد کئے گئے اور ان نامور عالموں کو پھر کبھی اپنا وطن دیکھنا

(۱) ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے فضائل صحابہ واہل بیت کے مقدمہ میں ان ریاستوں میں مذہبی سرگرمیوں کی تفصیل درج کردی ہے

نصیب نہ ہوا (۱)۔

شاہ عالم ثانی کے عہد کا امیر الامراء نجف خان (ف ۱۱۹۶ھ/ ۱۷۸۲ء) مشہور شیعہ خانوادہ سے تعلق رکھتا تھا اور ایرانی پارٹی کا سربراہ تھا، اس نے سنی علماء کو بہت پریشان کیا معروف نقشبندی شیخ طریقت حضرت میرزا مظہر جان جاناں (ف ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کو اسی کے ایماء پر شہید کیا گیا، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نامور فرزند و مولف تحفہ اثناء عشریہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ رفیع الدین کو دہلی سے نکل جانے کا نجف خان نے حکم دیا یہ حضرات بڑے مصائب کا شکار ہوئے (۲) حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں بھی شیعیت کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو جن اصحاب نے روکنے کی کوشش کی وہ سب کے سب نقشبندی سلسلہ کے بزرگ ہی تھے ان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، میرزا مظہر جان جاناں، شاہ غلام علی دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے اسماء گرامی نمایاں ہیں ان میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کام سب سے زیادہ ہے، اس سلسلے میں ان کی معرکہ آراء کتاب تحفۂ اثناء عشریہ شیعوں کے رد میں قلمی جہاد ہے آپ نے یہ کتاب ۱۲۰۴ھ/ ۱۷۹۰ء کو تالیف کی۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت مدلل اور متوازن ہے، علمائے حق اس کی تعریف میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور مخالفین اس کے دلائل و براہین سے عاجز آ گئے ہیں۔

سرہند کی تباہی

مقامات معصومی میں سرہند کی تباہی کا جابجا تذکرہ ملتا ہے، جس کی توضیحات کے لئے ہم نے مستقل عنوان کے تحت ایسی تمام معلومات یکجا کر دی ہیں جن کا تعلق سرہند کی تباہی سے ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے سرہند میں قیام کے باعث نہ صرف اس کو دائمی شہرت نصیب ہوئی بلکہ آپ کی اولاد و خلفاء کی دینی و مذہبی خدمات نے اسے اسلامی علوم کا مرکز بنا دیا تھا اس لئے بجاطور پر مسلمان اسے اسلامی ہند کا دارالارشاد کہتے تھے۔

---

(۱) ایضا ۳۱-۳۲ (۲) مقامات مظہری، مقدمہ ۱۱۸-۱۱۹

وہاں کا درس و تدریس کا سلسلہ صرف رسمی درس گاہوں جیسا نہیں تھا، بلکہ پاک و ہند کے راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ ملک کی مذہبی پالیسی وضع کرنے کے لئے اس دارالارشاد کی طرف رجوع کرتے تھے۔

پنجاب میں جن غیر مسلم تحریکوں نے جنم لیا ان میں سکھوں کی مذہبی و سیاسی تحریک خاص طور پر قابل ذکر ہے جس نے نہ صرف مسلمانوں کے اس دارالارشاد کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ سارے ہندوستان پر سکھ راج کے عملی خواب بھی دیکھے۔

اس تحریک نے پہلے وحدت ادیان کے روپ میں سادہ لوح عوام کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کی پھر جب اقتدار میں آئے تو جو طبقہ سب سے پہلے ان کے ظلم کا نشانہ بنا وہ مسلمان ہی تھے، ان کے قوت پکڑنے سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی نے بے پناہ دینی و سیاسی بصیرت سے آنے والے حالات کو بھانپ لیا تھا اور جہانگیر کے ہاتھوں سکھوں کے پانچویں گرو ارجن کے قتل کو آپ نے اپنے ایک مکتوب بنام مرتضیٰ خان شیخ فرید بخاری میں اسے کفار کی ''شکست عظیم'' قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

دریں وقت کشتن کافر لعین گوبند وال بسیار خوب واقع شد و باعث شکست عظیم بر ہنود مردود گشت بہر نیت کہ کشتہ باشند و بہر غرض کہ ہلاک کردہ خواری کفار خود نقد وقت اہل اسلام است این فقیر پیش از آنکہ ایں کافر را بکشند در خواب دیدہ بود کہ بادشاہ وقت کلہ سر شرک را شکستہ است والحق کہ آں گبر رئیس اہل شرک بود و امام اہل کفر...... (۱)

عصر حاضر کے سکھ محققین نے اپنی جانبدار اور جذباتی تحریرات میں اعتراف کیا ہے کہ

---

(۱) مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱ / ۱۹۳ (مطبوعہ مطبع احمدی دہلی)

مکتوبات شریف کی سب سے صحیح اشاعت مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری میں یہ جملہ ''دریں وقت کشتن کافر لعین گوبند وآں او بسیار خوب واقع شد'' درج ہو گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے مصحح بزرگ مولانا امرتسری اس کی صحیح قرأت نہیں کر سکے بلکہ اس کی درست شکل مکتوبات مطبوعہ نولکشور اور مطبع احمد دہلی میں اس طرح ہے:

''دریں وقت کشتن کافر لعین گوبند وال بسیار خوب واقع شد'' (بقیہ صفحہ اگلے صفحہ پر)

سکھوں کے خلاف حکمران طبقہ کے ذہنوں کو جو لوگ مسموم کر رہے تھے وہ سرہند کے یہی نقشبندی تھے، بلکہ گرو ارجن کا قتل بھی اسی کا نتیجہ ہے، بقول ڈاکٹر گنڈا سنگھ:

The Naqshbandis of Sirhind had been poisoning the minds of the ruling Junto in their respective spheres ever since the beginning of the seventeenth centuary. It was a result of their conspiracies that Guru Arjun, The fifth Guru of the Sikhs, had been tortured to death under the orders of Emperor Jahangir(1).

ایک اور سکھ مورخ خوشونت سنگھ نے جو لقب ''مجدد الف ثانی'' کا مطلب نہیں سمجھ سکا اور اس واقع کو جذباتی رنگ میں بیان کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ حضرت مجدد نے نبوت کا دعوٰی کیا تھا:

Mujaddid Alif Sani, who claimed to be the second prophet of Islam after Muhammad felt Jeulous of Guru Arjun's influence, especially with Muslims, and wrote in strong terms to Jahangir against the Guru (2).

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مولانا امرتسری مرحوم نے اسے عربی و فارسی قاعدہ کے مطابق یوں پڑھ لیا'' کافر لعین گوبند و آل او......''یعنی گویندوال کو مرحوم نے گوبند و آل او سمجھ لیا جو سہو صریح ہے اس لئے کہ گرو گوبند کا زمانہ حیات حضرت مجدد کے وصال ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء کے بعد یعنی ۱۶۷۵-۱۷۰۸ء کا ہے۔ حضرت مجدد نے کسی سکھ گرو کا نام نہیں لکھا بلکہ سکھوں کے مذہبی مرکز گویندوال کو ہدف تنقید بنایا ہے کہ اس مرکز میں رہنے والے کافر کے قتل کا واقع بہت خوب ہے۔ گویندوال سکھوں کا مذہبی مرکز تھا اس لئے احمد شاہ درانی نے اسے جلا کر خاکستر کر دیا تھا (ہم نے مقامات مظہری کے مقدمہ حاشیہ نمبر ۹۶ میں اس کی تفصیلات دی ہیں طبع دوم)

(1) Ganda Singh : Sirhind in the Eighteenth Century (Sirhind through the Ages, ed. Fuja Singh, Patiala, 1972. p. 93.)

(2) Khushwant Singh : History of the Sikhs, Vol. I. p. 59. f.m.

حالانکہ نہ مجدد الف ثانی کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود کو نبی قرار دیا تھا اور نہ ہی آپ کا یہ مکتوب براہ راست جہانگیر کے نام ہے، بلکہ وہ تو مرتضٰی خان فرید بخاری کے نام ہے جو کہ جہانگیری امراء میں سے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سکھوں نے اپنی اس شکست عظیم کا اصل سبب سرہند کے اسی متبرک خانوادۂ نقشبندیہ کو قرار دے دیا تھا اور جونہی مسلمانان ہند کا سیاسی مرکز رو بہ زوال ہوا، انہوں نے دل کھول کر اس کا بدلہ لیا ان کے ظلم کا نشانہ نہ صرف اہل سرہند بنے بلکہ پاک و ہند میں جہاں کہیں بھی انہیں موقع ملا، نیست و نابود کرنے کی پوری کوشش کی۔

سکھ خاص طور پر اہل سرہند سے مشتعل تھے کیوں کہ سکھ روایات کے مطابق یہی وہ شہر تھا جہاں ان کے گرو گوبند سنگھ کے دو چھوٹے لڑکوں کو قتل کیا گیا تھا۔

چنانچہ ۱۷۶۴ء کو جب سکھوں کا سرہند پر مکمل قبضہ ہو گیا تو گرو گوبند سنگھ کی پیشین گوئی کو پورا کرنے کے لئے سکھ سرداروں نے گدھے منگوا کر اس سرزمین پر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا (۱) یہ اسی کا اثر تھا کہ ان کا ایک مذہبی فریضہ بن گیا کہ ہر آنے والا سکھ سرہند کی ایک ایک اینٹ دریا میں ڈال دے (۲)۔

گوبند سنگھ کے قتل (۱۷۰۸ء) کے بعد اس کے جانشین بندہ سنگھ نے اپنے ظلم وستم کا نشانہ مسلمانوں کو بنایا اس نے ۱۷۱۰ء کو سرہند پر قبضہ کر لیا، انسانیت سوز ظلم کے علاوہ اس نے اپنے پاؤں سرہند سے باہر نکالنے شروع کر دیے اور اپنے مقبوضات کو ستلج تک وسیع کر لیا، سکھوں کی ان کارروائیوں سے مجبور ہو کر لاہور کے گورنر سید اسلم خان نے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا (۳)۔

شیخ عبدالاحد وحدت معروف بہ شاہ گل نے سرہند سے محض اس لئے ہجرت کی تھی کہ

---

(۱) گنڈا سنگھ نے کئی فارسی کتب میں تاریخ کے حوالے سے اس کی تفصیل دی ہے، ملاحظہ ہو:
Ahmad Shah Durrani, p. 192.

(۲) نذیر نیازی، مکتوبات اقبال، تعلیقات ۱۶۴-۱۶۵

(3) Ganda Singh : Banda Singh Bahadur, pp. 102-3

انہیں بذریعہ کشف یہ معلوم ہوگیا تھا کہ کفار کا سرہند پر غلبہ ہونے والا ہے۔

۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء کو احمد شاہ درانی جب پہلی مرتبہ ہندوستان پہنچا تو اس نے پشاور سے اپنے لشکر کے معززین کو سرہند شریف بھیجا، ان دنوں حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے شاہ غلام محمد معصوم ثانی بقید حیات تھے، آپ سے التجا کی گئی کہ آپ افغانستان آجائیں لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔

جب ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء کو درانی کا سرہند پر قبضہ ہوا تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا، درانی عبداللہ خان عضد الدولہ کو سرہند کا ناظم مقرر کر کے خود افغانستان چلا گیا اور آپ کی اولاد میں سے تین افراد شیخ غلام محمد پشاوری، شیخ عزت اللہ اور شاہ صفی اللہ معصومی کو احتراما قندھار لے گیا، افغانستان میں اب تک حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد سے جتنے افراد ہیں وہ سب انہی تینوں حضرات کے اخلاف ہیں (۱) اس کے بعد وقتاً فوقتاً حضرات سرہند سکھوں کے غلبے کی وجہ سے سرہند سے ہجرت کرتے رہے، حضرت قاضی ادریس جو کہ درانی عہد میں افغانستان کے قاضی تھے اور جنہوں نے پاکستان و ہند پر اسلام دشمن طاقتوں کے غلبے کی وجہ سے کئی مرتبہ جہاد کا فتویٰ دیا تھا اور درانی کے لشکر کے ساتھ کئی مرتبہ ہندوستان بھی آئے تھے اسی خانوادۂ مجددیہ سے تعلق رکھتے تھے (۲)۔

حضرات سرہند نے بھی سکھوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لیا تھا، شیخ محمد جعفر بن خواجہ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم تو سرہند ہی میں سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے (۳)۔ اسی طرح شاہ عزت اللہ مجددی مذکور نے بھی عالمگیر ثانی کے عہد میں لودھیانہ میں سکھوں کے خلاف جو زبردست معرکہ ہوا تھا، میں شرکت کی تھی اور اپنے والد سے ''ناصرالدین'' کا لقب پایا تھا (۴) شمس خان افغان کے ہمراہ شیخ اہل اللہ بن شیخ

(۱) نوفلزئی، عزیز الدین وکیلی: تیمور شاہ درانی ۲/ ۶۷۸

(۲) یعنی قاضی ادریس بن شیخ غلام حسین بن غلام محمد پشاوری بن شیخ غلام محمد معصوم ثانی (ایضاً ۲/ ۶۸۰) انہی قاضی ادریس کے نام شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری کا ایک مکتوب (۱۹/ ۱۰۴) بھی ہے، قاضی صاحب کا تعلق شاہ فضل احمد پشاوری سے بھی تھا (تحفۃ المرشد ۱۵۶)

(۳) مقامات معصومی ۱۱/ ۳، روضۃ القیومیہ ۲...... ۳۲۳ (۴) نوفلزئی: تیمور شاہ ۲/ ۶۸۲

صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا(۱) سرہند کے فوجدار وزیر خان نے جب سکھوں کے خلاف معرکہ کا آغاز کیا تو حضرت خواجہ کے کئی مریدین اس جہاد میں شریک ہوئے تھے(۲) سکھ سرہند کے مسلمانوں پر دست درازی کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی کی حویلی خاص تک بھی پہنچ گئے تھے، ایک حملہ میں جب وہ حویلی میں داخل ہوئے تو مولف مقامات معصومی کی والدہ محترمہ یعنی حضرت خواجہ کی صاحبزادی اس وقت تلاوت میں مصروف تھیں انہوں نے بڑی استقامت کا مظاہرہ کیا(۳)۔

حضرت میرزا مظہر جان جانان شہید (ف ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت کی طرف سے سرہند کو سکھوں سے بچانے کیلئے جو لشکر جاتے تھے ان میں حضرات مجددیہ کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے، ملا رحیم داد روہیلہ کو مجد الدولہ نے سکھوں کی تنبیہ کیلئے بھیجا تو اس کے لشکر میں بقول حضرت مظہر حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد نے کثیر تعداد میں شرکت کی(۴) لیکن یہ مہمات خاطر خواہ کامیاب نہ ہوسکیں، حضرت مظہر ہی کے ایک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ روہیلوں کی ان حضرات مجددیہ کے ساتھ عقیدت تھی اس لئے وہ ہجرت کرکے بریلی میں مقیم ہوگئے تھے لیکن وہاں بھی ملکی حالات کی خرابی کے باعث انہیں سکون نہ مل سکا تو وہ غایت ''اضطرار'' میں بریلی سے نکلے اور دہلی میں حضرت مظہر کے ہاں قیام کرنے کی غرض سے آئے(۵)۔

شاہ عزت اللہ مجددی (نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی) کو حافظ الملک حافظ رحمت خان نے چھ ہزار روپے سفر خرچ بھیج کر سرہند سے بریلی بلا لیا تھا(۶)۔

سرہند پر سکھوں کے حملے مسلسل جاری رہے، حضرت مظہر کو مسلمانوں کے اس دارالارشاد کی تباہی سے جو قلق ہوا، اس کا اظہار انہوں نے جا بجا مکاتیب میں کیا ہے، فرماتے ہیں:

---

(۱) مقامات معصومی ۶-۵ (۲) ایضاً ۲۸۲

(۳) ایضاً ۱۸ (۴) مظہر جان جانان: مکاتیب مرتبہ عبدالرزاق قریشی ۸۲/ ۱۲۴

(۵) ایضاً ۸۰/ ۱۱۶ (۶) الطاف علی بریلوی: حیات حافظ رحمت خان ۳۴۳

کافران سکھ خدا انہیں ذلیل کرے کہ ان کے ظلم سے متبرک شہر سرہند ویران ہو گیا ہے اور بزرگوں کے مزارات شہید ہو گئے ہیں اور صاحبزادگان شہر بہ شہر آوارہ پھر رہے ہیں، ایک جماعت نے اس طرف (دہلی) کا قصد کیا ہے، خاص طور پر حضرت پیر اسد اللہ جو فقیر سے بہت محبت رکھتے ہیں تشریف لا رہے ہیں اگرچہ اس شہر (دہلی) کا حال بھی مخفی نہیں ہے (۱)۔

قاضی نور محمد (مولف جنگ نامہ) درانی کے ہمراہ اس کے ساتویں حملۂ ہند کے دوران (۶۵-۱۷۶۴ء) جب سرہند پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سرہند شریف کا پورا شہر کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے، وہ کافی دیر تک گھومتا رہا لیکن انسان تو درکنار اسے بجز الو کوئی پرندہ بھی وہاں نظر نہ آیا اور اس کے آس پاس کے دیہاتوں پر سکھ سردار قابض ہو چکے تھے (۲)۔

احمد شاہ درانی نے یکے بعد دیگرے پنجاب پر زبردست حملے کر کے نہ صرف سرہند بلکہ پنجاب سے سکھوں کو مار بھگایا تھا لیکن افسوس کہ نہ تو حاکمان پنجاب میں اتنی اہلیت تھی کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا کر امن و امان بحال رکھ سکیں اور نہ سیاسی جماعتوں کے ان مرکزی اکھاڑوں سے کسی کو عوام کے امن و امان کی فکر تھی، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جونہی درانی افغانستان واپس جاتا، سکھ بڑھ کر کمزور مسلمان صوبے داروں کو کچل ڈالتے اور پھر وہی حالات ہو جاتے۔

عصر حاضر کے بعض سکھ مورخین نے بھی سکھوں کی سرہند میں تباہ کاریوں کو تسلیم کیا ہے (۳)۔

---

(۱) مظہر: مکاتیب (مشمولہ کلمات طیبات ۵۰/۵۱)

(۲) نور محمد، قاضی: جنگ نامہ مرتبہ گنڈا سنگھ ۱۲۵-۱۲۸

(۳) سرہند شریف کے سکھوں کے ہاتھوں چار مرتبہ برباد ہونے کا اعتراف خود سکھ مورخین نے کیا ہے، پہلی مرتبہ ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء کو بندہ سنگھ کا حملہ، ۱۱۶۸ھ/۱۷۵۴ء کو سکھوں کا دوسرا حملہ، ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۸ء کو سکھوں اور مرہٹوں کا مشترکہ حملہ اور پھر ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء کو سکھوں نے سرہند پر ایسا حملہ کیا کہ اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا، آبادی کا نام و نشان تک مٹ گیا، بہت سے جان بچا کر پٹیالہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، پٹیالہ میں ان کی الگ بستی تھی جس کے مقیم سرہندی کہلاتے تھے، تفصیل کے لئے دیکھئے: (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت خواجہ محمد معصوم کی خودنوشت تحریریں

امتداد زمانہ سے حضرات مجددیہ کی خودنوشت تحریریں تباہی کا شکار ہوتی جارہی ہیں، چنانچہ آج تلاش بسیار کے باوجود حضرت مجدد الف ثانی کے دست مبارک کی لکھی ہوئی کسی مصدقہ تحریر کے وجود کا تاحال ہمیں علم نہیں ہے، خوش قسمتی سے حضرت خواجہ محمد معصوم کی مندرجہ ذیل دو تحریروں کے وجود سے ہم آگاہ ہیں:

۱- ڈاکٹر نثار احمد فاروقی صاحب (شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی، بھارت) کے ذاتی کتب خانہ میں کتاب جامع الصغیر (عربی) کا ایک ایسا خطی نسخہ موجود تھا جس پر حضرت خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کی تحریریں اور مہریں ثبت ہیں۔

یہ نادرالوجود قلمی نسخہ ڈاکٹر فاروقی صاحب کو امروہہ سے موروثی طور پر حاصل ہوا تھا، جہاں مجددی حضرات کا سلسلۂ دعوت وارشاد عرصہ تک جاری رہا، ڈاکٹر فاروقی نے مذکورہ خطی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک (بھارت) کو دے دیا ہے جسے انہوں نے اپنے شوکیس میں سجا کر رکھا ہوا ہے، راقم احقر کو ابھی تک اس متبرک نسخے کی زیارت نصیب نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کا عکس حاصل ہوسکا ہے۔

جناب ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے میری درخواست پر اس کا عکس حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن تاحال کامیابی نہیں ہوسکی ہے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) (1) Kirpal Singh : Life of Maharaja Ala Singh of Patiala, Amritsar, 1954, p. 115

(2) Ganda Singh : Ahmad Shah Durrani, pp. 302-3

(1) Khushwant Singh : History of the Sikhs, 2. Vol

(2) Ganda Singh : Banda Singh Bahadur,

مزید تفصیلات ہم نے مقامات مظہری کے مقدمہ کے عنوانات ''سکھ'' اور ''سرہند کی تباہی'' کے تحت یکجا کر دی ہیں۔

۲- آپ کی دوسری تحریر مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے اس خطی نسخہ مکتوبہ ۱۰۷۷ھ بخط شیخ روح اللہ سرہندی (۱) کی تصحیح ہے جس کے حواشی پر آپ نے جا بجا اپنے دست مبارک سے دیگر نسخوں سے مقابلہ کر کے صحت کا اہتمام فرمایا تھا۔

اس کی جلد ثانی کے خاتمہ پر حضرت خواجہ کے معروف خلیفہ حاجی محمد عاشور بخاری (۲) کی ایک تملیکی یہ تحریر ہے:

تمت مکتوبات جلد ثانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مما یتعلق بالفقیر الحقیر حاجی محمد عاشور بخاری عفی عنہ

اس متبرک نسخہ میں ایک ایسا ورق بھی موجود ہے جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے دست مبارک سے لکھا ہوا ہے جس کے حاشیہ پر منقولہ بالا تملیکی سواد خط میں انہی محرر (حاجی محمد عاشور بخاری) نے اس امر کی توضیح کی ہے کہ مکتوبات شریف کا یہ خطی نسخہ مقابلہ کے وقت حضرت خواجہ کے ہاتھ میں رہتا تھا اور آپ نے اس کے حواشی پر جا بجا تصحیح فرمائی ہے، حاجی محمد عاشور کے الفاظ یہ ہیں:

واز نوادرات عالم از حضور حضرت پیر دستگیر سلمہ، اللہ سبحانہ مقابلہ یافتہ است واین کتاب در وقت مقابلہ در دست آنحضرت بودہ ترکہ ہای این را بدست مبارک خود می نوشتند چنانچہ در حواشی ایں ظاہر و ہویدا است، مخفی نماند کہ مراد بحضرت پیر دستگیر قطب الاقطاب شیخنا و امامنا الشیخ محمد بن المعصوم لازال سمعون.....

انہی حاجی محمد عاشور بخاری کے ہاتھ کے لکھے ہوئے فصل الخطاب کے آخری ورق کا عکس یہاں دیا جا رہا ہے جس کا خط منقولہ بالا نوٹ کے خط سے مشابہہ ہے۔

مکتوبات شریف کا یہ متبرک نسخہ خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ قلعہ جواد کابل میں موروثی طور پر

---

(۱) شیخ روح اللہ بن خواجہ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم (رک تعلیقات کتاب حاضر ۳۳۲ / ۱۲-۱۸) جو اس نسخہ کی کتابت ۱۰۷۷ھ کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے۔

(۲) حاجی محمد عاشور بخاری حضرت خواجہ کے خلیفہ اور مکتوبات معصومیہ کی جلد سوم کے جامع تھے۔ (رک تعلیقات کتاب حاضر ۴۹۸)

محفوظ تھا ۱۹۷۶ء کے سفر افغانستان کے دوران حضرت مرشدی ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی شہید نے اس کی زیارت کروائی اور میری درخواست پر اس کے ان تین اوراق کا عکس عنایت فرمایا جو یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔

افسوس کہ یہ نسخہ مکتوبات حالیہ انقلاب افغانستان کے دوران خانقاہ کی بربادی کے ساتھ ضائع ہو گیا اب اس کے یہی تین اوراق یادگار رہ گئے ہیں۔

تالیفات حضرت خواجہ محمد معصوم

مولف مقامات معصومی نے وضاحت کی ہے کہ حضرت خواجہ نے حضرت مجدد الف ثانی کی طرح اپنے مکتوبات کی تین جلدیں تو مرتب کروائی ہیں لیکن ادباً حضرت مجدد الف ثانی کے رسائل کی تعداد سات کے برابر اپنے رسائل مرتب نہیں کئے:

> حضرت ایشاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سہ دفتر مکتوبات بہ حکم سنت والد بزرگوار خویش تصنیف فرمودہ اما ہفت رسائل نہ نوشتہ اند تا...... دریں جا ادب حضرت مجدد الف الثانی ملحوظ فرمودہ خود را از تصنیف رسائل سبعہ معاف داشتہ اند......(۱)

گویا مولف حضرت خواجہ کے رسائل کی صحیح تعداد متعین نہیں کر سکے بہر حال مکتوبات اور مقامات معصومی کی بنیاد پر ہمیں تا حال جن رسائل کا علم ہوا ہے ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

مکتوبات معصومیہ

مقامات معصومی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ مخلصین کے خطوط اپنی مجلس میں پڑھوا کر سنتے اور پھر اسی محفل میں ان کے جواب املا کرواتے تھے، یقیناً املا کے لئے مخصوص اصحاب ہوں گے لیکن بعض صاحب ذوق حاضرین کو بھی ان عریضوں کے جواب لکھ لینے کی اجازت تھی، مولف نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ پر تستر حال کا غلبہ تھا اس لئے انہوں نے حضرت خواجہ کے وہ مکاتیب جو ان کے نام

(۱) کتاب حاضر ۵۰/۲۰-۲۳

تھے پانی میں دھو کر صاف کر ڈالے اور پانی پی لیا ان کے نام صرف وہ مکاتیب مکتوبات معصومیہ کے مجموعوں میں شامل ہیں جو ان تک پہنچنے سے پہلے ہی ''مخلصان صادق'' نے نقل کر لئے تھے(۱) اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض خطوط کے جواب احباب کی محفل کے بغیر بھی حضرت خواجہ لکھواتے تھے، حضرت خواجہ سیف الدین نے مفتی محمد باقر لاہوری کو لکھا ہے کہ تمہارے خطوط حضرت خواجہ کی محفل میں پڑھ کر سنائے گئے اور تمہارے احوال پر حضرت خواجہ نے تحسین وآفرین کی ہے (۲)۔

مولف نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ حضرت خواجہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا درس اہتمام سے دیتے تھے (۳) اور اپنے مکتوبات کی پہلی جلد بھی اس درس میں پڑھوا کر سنتے تھے کیوں کہ یہ جلد ۱۰۶۴ھ میں مدون ہو کر رائج ہو چکی تھی لیکن جلد دوم وسوم آخری ایام حیات میں مرتب ہوئیں اور جامعین نے حاضر ہو کر پیش کیں اس لئے وہ شامل درس نہیں ہو سکیں (۴)۔

مکتوبات معصومیہ کی جلد اول حضرت خواجہ کے صاجزادے مروج الشریعت محمد عبید اللہ نے مدون کی ''جمع کمالات نبوت'' اور ''درۃ التاج جاوید (۵)'' سے اس جلد کا سال ترتیب ۱۰۶۳ھ برآمد ہوتا ہے(۶) اس جلد میں دوسو انتالیس مکتوبات ہیں یہ جلد مطبع نظامی کانپور سے ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں طبع ہوئی پھر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے اہتمام سے ۱۹۷۶ء میں کراچی سے شائع کی گئی۔

مکتوبات معصومیہ کی جلد دوم حضرت خواجہ کے خلیفہ میر شرف الدین حسین (۷) بن

(۱) کتاب حاضر ۲۶۷/۵-۸ (۲) مکتوبات سیفیہ ۱۴۳/۱۷۰،۱۷۲/۱۵۵

(۳) رک مقدمۂ ہذا'' درس مکتوبات حضرت مجدد کا اہتمام'' (۴) کتاب حاضر ۱۳۹/۱۱-۱۳

(۵) مکتوبات معصومیہ جلد اول کے فارسی متن کے دونوں مطبوعہ نسخوں (مطبع نظامی کانپور اور طبع ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان) کے دیباچے میں ''درۃ التاج'' ہے۔ جس سے سال ترتیب برآمد نہیں ہوتا۔ مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے اس مادے میں ''جاوید'' کا اضافہ کیا ہے (مقامات خیر/۶۳) یقیناً ان کے پیش نظر اس جلد کا کوئی قدیم خاندانی خطی نسخہ ہوگا۔ (۶) مکتوبات معصومیہ جلد اول/۵۶

(۷) میر شرف الدین حسین کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقات کتاب حاضر ۵۰۰/۵-۱۳

میر عماد الدین محمد حسینی ہروی نے مرتب کی انہوں نے حضرت خواجہ کے صاحبزادے خواجہ محمد سیف الدین کے حکم کی تعمیل میں یہ کام انجام دیا، یہ جلد ۱۰۷۲ھ/ ۱۶۶۲ء میں مکمل ہوئی ''وسیلۃ السعادۃ'' اس کا تاریخی نام ہے، جامع نے اس پر چار صفحات کے ابتدائیہ کا اضافہ کیا ہے جس میں یہ تمام امور درج کیئے ہیں جن کا یہاں ذکر ہوا ہے(۱)۔

اس جلد میں ایک سو اٹھاون مکاتیب ہیں یہ جلد پہلی مرتبہ ظہور پریس لدھیانہ سے ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں طبع ہوئی، دوسری مرتبہ اس کا متن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے تینوں جلدوں کے ساتھ شائع کیا۔

مکتوبات معصومیہ کی جلد سوم حضرت خواجہ کے خلیفہ حاجی محمد عاشور بخاری (۲) نے مدون کی انہوں نے حضرت خواجہ کے صاحبزادے حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے حسب ایما یہ اہم کام انجام دیا یہ جلد ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۳ء کو مکمل ہوئی اور ''مکاتبات قطب زمان'' سے سال تکمیل برآمد ہوتا ہے، جامع نے پہلی دونوں جلدوں کے تتبع میں اس جلد پر ایک دیباچے کا اضافہ کیا ہے(۳) جلد دوم میں حاجی محمد عاشور بخاری کے نام ایک مکتوب کے آغاز میں اس کے جامع نے لکھا ہے:

سیادت پناہ جامع جلد ثالث حاجی محمد عاشور بخاری......(۴)

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دوسری جلد کی تدوین کے دوران ہی حاجی محمد عاشور بخاری کو اس کی جلد سوم کی ترتیب کا حکم مل چکا تھا اور وہ اس کام میں مصروف تھے چنانچہ اگلے ہی سال یعنی ۱۰۷۳ھ میں انہوں نے یہ جلد مکمل کر لی یوں تو یہ جلد ۱۰۷۳ھ تک مدون ہو چکی تھی لیکن اس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جامع اس کے بعد بھی حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۷۹ھ) تک اس میں مکاتیب جدیدہ کا اضافہ کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت

---

(۱) تعلیقات مذکورہ میں اس ابتدائیہ کے بعض جملے اور اشعار نقل کیے جا چکے ہیں

(۲) حاجی محمد عاشور بخاری کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر ۹۸ ہو تعلیقات

(۳) دیباچے کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقات کتاب حاضر ۴۹۸/۵-۶

(۴) مکتوبات معصومیہ ۲/ ۳۴/ ۵۸

خواجہ نے اپنے خلیفہ اول خواجہ محمد حنیف کابلی کے وصال (۱) (۱۰۷۸ھ) پر ان کے فرزندوں کے نام جو تعزیت نامہ لکھا تھا وہ جلد سوم میں موجود ہے (۲)۔ گویا جامع اس جلد میں حضرت خواجہ کے وصال سے ایک سال پہلے تک اس میں اضافہ کرتے رہے۔ جلد ثالث کی تدوین کے علاوہ حاجی محمد عاشور بخاری نے حضرت خواجہ کے رسالہ ''احادیث دراز کاریومی ولیلی'' بھی مرتب کیا تھا اور اس پر ایک مختصر خطبے کا اضافہ بھی کیا (۳)۔

مکتوبات معصومیہ کی پہلی جلد تو آپ کے صاحبزادے حضرت مروج الشریعت نے سرہند میں ہی ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۳ء میں مرتب کر لی تھی لیکن آخری دونوں جلدیں جامعین نے سرہند سے دور جہاں جہاں وہ حضرات مصروف ارشاد تھے مرتب کر کے حضرت خواجہ کے آخری سنین حیات میں سرہند حاضر خدمت ہو کر پیش کیں مولف مقامات معصومی نے لکھا ہے:

ایں دو جلد ثانی و ثالث کہ در آخر عمر مبارک مرتب شدہ بود جامعان آنہا آمدہ می گذرانند ما تا بعد ترتیب بنظر انور در آیند...... (۴)

جلد سوم میں دو سو پچپن مکتوبات ہیں اس کا فارسی متن پہلی مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری کی تصحیح و اہتمام سے مطبع مجددی امرتسر سے طبع ہوا، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی تصحیح، تخریج و تحقیق کے اعلیٰ معیار کی طرح مولانا نور احمد مرحوم نے مکتوبات معصومیہ کی جلد سوم کا اہتمام کیا کاش مرحوم اس کی تینوں ہی جلدیں اسی طرح ایڈٹ کر دیتے۔

افسوس کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے مولانا نور احمد امرتسری کے نام کو مکتوبات معصومیہ کی جلد سوم کے سرورق سے اسے عکسی طور پر شائع کرتے ہوئے اڑا دیا ڈاکٹر صاحب نے اس سے بھی بڑا علمی ظلم یہ کیا ہے کہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے تینوں دفتروں کے سرورق سے بھی مولانا نور احمد مرحوم کا نام بہ حیثیت مصحح غائب کر دیا ہے ہمیں اس ناانصافی کا سبب معلوم نہیں ہو سکا کہ مولانا مرحوم کی ساری زندگی کی کاوش کے ساتھ انہوں نے یہ سلوک کیوں کیا؟

---

(۱) کتاب حاضر ۴۳۱ (۲) مکتوبات معصومیہ ۳/ ۱۵۴/ ۲۰۸

(۳) رک مقدمہ حاضر ذیل عنوان ''رسالہ...... از کاریومی ولیلی'' (۴) کتاب حاضر ۱۳۹

مکتوبات معصومیہ کے تینوں دفتروں کا اردو ترجمہ سید زوار حسین شاہ مرحوم نے کیا جو ادارۂ مجددیہ کراچی سے ۱۹۷۸-۱۹۸۰ء طبع ہوا۔

حضرت خواجہ چاہتے تھے کہ ان کے مکتوبات کا عربی زبان میں ترجمہ ہو جائے اور عرب معتقدین وخلفاء ان سے کما حقہ استفادہ کر سکیں خصوصاً آپ کے سفر حج ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۷ء کے بعد اس امر کی طرف توجہ مبذول کی ہوگی، ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

بعد تسوید هذه الرقیمه خطر بالبال ان اعراب مکتوب ما هجیو و اضیف الیه فواید اخری و اجعله متتمها لها لان المکتوب باللسان الفارسی و العرب بمعزل عن فهمه قلما ینتفعون لغیر العربی و لما طلبت المکتوب و جدته عربیا عربه بعض الاصحاب فکفونامونة تعریبه......(۱)

مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدوں کا ترکی زبان میں ترجمہ ۱۱۶۰-۱۱۶۵ھ/۱۷۴۷-۱۷۵۲ء کو ہوس کے مترجم مستقیم زادہ سلیمان سعد الدین آفندی خلیفۂ شیخ محمد امین تو قادی اور وہ خلیفہ شیخ احمد یک دست (۲) اور وہ خلیفہ تھے صاحب مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مترجم مستقیم زادہ معروف خطاط، تحفۃ خطاطین کے مولف اور سلسلہ نقشبندیہ پر کئی اہم کتابوں کے مولف تھے (۳) کتب خانہ حمیدیہ ترکی میں مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا خطی نسخہ محفوظ ہے، نیز ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں مکتوبات قدسیہ کے نام سے یہ ترجمہ استنبول سے طبع ہوا تھا (۴) صاحب انوار القدسیہ کے پیش نظر اس ترجمے کی تینوں جلدیں تھیں (۵)۔

متن مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدوں سے ایک انتخاب مولانا حسین حلمی ایشیق نے

---

(۱) مکتوبات معصومیہ ۲/۷۸/۱۲۶

(۲) شیخ احمد یک دست کے حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۵۰۵/۱۳-۱۵

(۳) رک ایضاً

(۴) تحفۂ خطاطین، مقدمہ ۴۵-۴۶ (۵) انوار القدسیہ ۱۹۲

استنبول ترکی منتخبات از مکتوبات معصومیہ کے نام سے ۱۹۷۹ء میں شایع کیا، اس سے پہلے اس کی تینوں جلدوں کا ملخص اردو ترجمہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی نے کیا جو مکتبہ الفرقان لکھنو سے کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

مکتوبات معصومیہ کے بہت سے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے معارف کی تشریحات بطریق احسن کی گئی ہیں اور شارحین مکتوبات امام ربانی ان سے بہرہ ور ہونے کے مدعی ہیں (۱)۔ دوسرے حضرت خواجہ کے سوانحی مواد کے سلسلے میں اسے اولین ماخذ کی حیثیت بھی حاصل ہے (۲)۔

مکاشفات غیبیہ

اس رسالے میں حضرت خواجہ نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکاشفات تحریر کیے ہیں خود لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے آخری ایام حیات میں قابل تحریر اسرار کے لکھنے کی مجھے وصیت فرمائی تھی چنانچہ آپ کی تعزیت کے ایام میں ہی اس حکم کی تعمیل میں نے حضرت مجدد کے روضۂ انور میں بیٹھ کر تکمیل کی، حضرت خواجہ لکھتے ہیں:

> درمرض آخر این درۂ حقیر را وصیت بنوشتن بعضی ازیں اسرار کہ قابل اظہار بودند نمودند چنانچہ ایں فقیر بہ مقتضای وصیت درایام عزای آنحضرت بہ حسب فہم قاصر خویش باچشم گریاں و دل ریش مواجہہ روضۂ منورہ نشستہ آں درہای ناسفتہ را در سلک نظم کشیدہ و داخل مکتوبات قدسی آیات آنحضرت گردانید چنانچہ ختم مکتوبات جلد ثالث بہماں مرقومات مقرر گشت...... (۳)

حضرت خواجہ کے نواسے یعنی مولف مقامات معصومی نے لکھا ہے:

مکاشفات غیبیہ را حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس و مبداء و معاد را خواجہ محمد صدیق بدخشی قدس سرہ جمع نمودہ اند یعنی خطبۂ آنہا از خود

---

(۱) نصر اللہ ہوتکی: توضیحات مکتوبات امام ربانی، کابل

(۲) ایسے تمام خودنوشت سوانحی اشارات سے ہم نے تعلیقات و مقدمہ کتاب حاضر میں جا بجا استنباط کیا ہے۔

(۳) مکتوبات معصومیہ ۱/ ۱۹۳/ ۷۰/ ۳

ساختہ ورسائل باقیہ من البدایت الی النہایت عبارت از حضرت مجدد الف الثانی است......(۱)

مکاشفات کے جامع لکھتے ہیں:

نمودہ می آید کہ در سال یک ہزار و پنجاہ و یک ورقی چند از مسودات قدسی آیات حضرت قدوۃ المحققین ...... الامام الربانی والخلیفۃ الرحمانی وامامنا وقبلتنا الشیخ احمد بن عبدالاحد الفاروقی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس از بعضی دوستان بدست افتاد کہ تا الحال منقول نگشتہ وآں اوراق جامع اسرار خفیہ ...... اندر ضمن الفاظ رنگین و عبارات دلکش بخاطر یکی از فدویان ایں درگاہ قرار یافت کہ نقل ازاں بردارد و آں لآلی منثورہ را در سلک جمع و ترتیب از وباید داشت ...... و رسالہ موسوم بہ مکاشفات غیبیہ (عینیہ دراصل) ترتیب داد......(۲)

خواجہ محمد ہاشم نے زبدۃ المقامات میں حضرت مجدد الف ثانی کی تصانیف کی فہرست میں مکاشفات غیبیہ کا نام بھی لکھا ہے (۳)۔

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے مکاشفات غیبیہ کے اپنے شائع کردہ متن میں اس کے مرتب کا نام غلط فہمی کی بناء پر خواجہ محمد ہاشم کشمی لکھ دیا ہے (۴)۔ حالانکہ اس کے مرتب تو حضرت خواجہ محمد معصوم ہیں جس کے حسب ذیل قرائن مندرجہ بالا اقتباسات پر مبنی ہیں:

۱۔ مکتوبات معصومیہ کی جلد اول کی منقولہ بالا عبارت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان مکاشفات کو خود حضرت خواجہ نے مرتب کیا اور مکتوبات معصومیہ کی جلد اول ترتیب ۱۰۶۳ھ سے پہلے اسے مرتب کیا جا چکا تھا۔

۲۔ خود حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کو مرتب کرنے کا امر فرمایا۔

۳۔ گویا مکتوبات میں حضرت خواجہ نے اسے خود اپنا مرتبہ مجموعہ قرار دیا ہے۔

۴۔ حضرت مجدد کے رسالہ مبداء و معاد کی طرح رسالہ مکاشفات بھی غیر مترتب شکل میں

---

(۱) کتاب حاضر ۴۸

(۲) مکاشفات ۵-۶ (۳) زبدۃ ۲۴۰ (۴) مکاشفات، مقدمہ ۳، ۴

تھا مبداء و معاد کے مسودے کو خواجہ محمد صدیق بدخشی نے ترتیب دے کر اس پر خطبے کا اضافہ کیا اور رسالہ مکاشفات کو خود حضرت خواجہ نے ترتیب دیا۔

۵- خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں حضرت مجدد کی تصانیف کی فہرست میں رسالہ مکاشفات غیبیہ کا نام بھی درج کیا ہے(۱) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ رسالہ اپنی ترتیب بدست حضرت خواجہ (۱۰۵۱ھ) سے بہت پہلے یعنی زبدۃ المقامات کی تالیف (۱۰۳۷-۱۰۴۰ھ) سے بھی قبل مخلصین کے پاس بصورت مسودہ موجود تھا اور انہیں اس میں سے نقل واقتباس کی اجازت تھی اور یہ کہ اس کی ترتیب سے قبل ہی اس کا نام مکاشفات غیبیہ ہی تھا، رسالے کے خطبے میں حضرت خواجہ کے الفاظ ''از بعضی دوستان بدست افتاد'' میں ''دوستان'' کی فہرست میں خواجہ کشمی بھی شامل ہیں۔

(۶) خواجہ کشمی نے جہاں اس رسالے کا ذکر کیا ہے وہاں اسے حسب معمول اپنی ترتیب نہیں بتایا اگر یہ ان کا مرتب کردہ رسالہ ہوتا تو جہاں انہوں نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے دفتر ثالث کو مرتب کرنے کی سعادت کا ذکر کیا ہے وہاں اس کا بھی تذکرہ کرتے کہ یہ رسالہ میرا مرتب کیا ہوا ہے۔

(۷) خواجہ کشمی کا سال وصال ان کے معاصر، حضرت مجدد الف ثانی کے معتقد اور معروف مورخ محمد صادق کشمیری نے ۱۰۴۱ھ لکھا ہے(۲) اور رسالہ مکاشفات غیبیہ خواجہ کشمی کی وفات کے دس سال بعد ۱۰۵۱ھ میں مرتب ہوا۔

(۸) حضرت خواجہ محمد معصوم کے نواسے اور مقامات معصومی کے مولف کا منقولہ بالا بیان کہ رسالہ مکاشفات حضرت خواجہ کا مرتب کیا ہوا ہے کے سامنے آجانے سے مندرجہ بالا قرائن کو مزید تقویت ملتی ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے مرتبہ رسالہ مکاشفات کے مختصر مقدمے کے بارے میں عرض ہے کہ اس میں انہوں نے جتنے نکات درج کئے ہیں وہ سب بلادلیل اور قیاسی ہیں۔

۱- مثلاً یہ کہ ''رسالے کے شروع میں انہوں (خواجہ کشمی) نے آغاز ترتیب کا سال

(۱) زبدۃ ۲۴۰ (۲) رک مقدمۂ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ'' تحت زبدۃ المقامات

۱۰۵۱ھ بھی دیا ہے اور ظاہر ہے کہ تکمیل میں وقت لگا ہوگا'' یہ سہو صریح ہے رسالے کے آغاز میں جو سال ترتیب دیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ سال آغاز ہے یا انجام بلکہ یہ بات عمومی فہم کی ہے کہ چند اوراق کے رسالے کی ترتیب میں سالوں کے حساب سے عرصہ نہیں لگتا بلکہ ایسے حضرات کم عرصہ میں کر لیتے ہیں۔

۲- ڈاکٹر صاحب نے دوسری قیاس آرائی اس رسالے کے جامع کے متعلق کی ہے کہ اس میں حضرت مجدد الف ثانی کی طرف سے خواجہ کشمی کیلئے ایک اجازت نامہ (صفحہ ۱۵ پر) درج ہے۔ اس اجازت نامے کے کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ یہ رسالہ ہی خواجہ کشمی کا مرتبہ ہے بلکہ دیگر حضرات کیلئے اجازت ناموں کے الفاظ بھی بالکل ایسے ہی ہیں، یہی معاملہ مکتوبات معصومیہ کی جلد اول کا ہے اس کے جامع حضرت خواجہ کے صاحبزادے مروج الشریعت محمد عبید اللہ ہیں لیکن انہوں نے اس جلد کے خطبے میں اپنا نام بحیثیت مرتب نہیں لکھا البتہ اپنے نام حضرت خواجہ کے مکاتیب نقل کرتے وقت اپنے نام کے ساتھ ''بکمینۂ خادمان محمد عبید اللہ'' (۱)، ''بکمینۂ خاک نشینان ایں درگاہ مقدس'' (۲) اور ''بہ فقیر حقیر محمد عبید اللہ'' (۳) لکھا ہے جو یہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہے یہ جلد انہی کی مرتب کردہ ہے۔

تعجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مکتوبات کے اشاریے میں پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ اور اس کی جلد اول کے جامع مروج الشریعت خواجہ محمد عبید اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم کو ایک شخصیت سمجھ کر دونوں پیرزادوں کے نام کے مکاتیب کو ایک ہی نام کے تحت درج کر دیا ہے۔ حالانکہ پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ تو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے صاحبزادے تھے (۴)۔

---

(۱) مکتوبات معصومیہ ۱/ ۶۸/ ۱۸۶ (۲) ایضاً/ ۱۸۳/ ۳۵۵

(۳) ایضاً/ ۱۱۰/ ۱۹۱،۲۵۴/ ۱۹۲،۳۶۷/ ۲۱۹،۳۶۸/ ۲۳۶،۳۹۶/ ۲۱۸

(۴) یہ اشاریہ بہت ناقص ہے کئی ہم نام اصحاب میں فرق معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ایسے تمام اسماء کی نشاندہی کو طوالت کے خیال سے نظر انداز کیا جارہا ہے۔

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی جلد ثالث مرتب کی تھی اس جلد میں ان کے نام کئی مکاتیب ہیں انہوں نے حسب دستور اپنے نام حضرت مجدد الف ثانی کے خطوط کو نقل کرتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ ''بفقیر محمد ہاشم کشمی ...... ورود یافتہ (۱) اور'' بایں حقیر محمد ہاشم کشمی (۲)'' لکھا ہے۔ اگر رسالہ مکاشفات غیبیہ انہی کا مرتبہ ہوتا تو وہاں بھی اسی دستور کے مطابق اپنے نام کا اجازت نامہ نقل کرنے سے پہلے ایسے ہی منکسرانہ الفاظ لکھتے۔

ڈاکٹر صاحب نے خواجہ کشمی پر اپنے ایک مقالہ میں جو ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا ہے مزید قیاس آرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنا رسالہ'' در بیان طریقت حضرات خواجگان'' کے مسودے کا ذکر اپنے عریضہ (۱/۵) بنام حضرت خواجہ باقی باللہ میں کیا ہے۔ ''ممکن ہے کہ یہ رسالہ مکاشفات عینیہ ہو...... میرا خیال تھا کہ یہ رسالہ خواجہ محمد ہاشم نے مرتب کیا ہوگا لیکن مولانا ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ نے اپنی کتاب'' حضرت مجدد اور ان کے ناقدین'' میں لکھا ہے کہ اسے خواجہ محمد معصوم نے مرتب فرمایا تھا (۳)''۔

دراصل مولانا زید فاروقی نے حضرت مجدد اور ان کے ناقدین اور مقامات خیر دونوں کتابوں میں مولف مقامات معصومی کے حوالے سے رسالہ مکاشفات کو حضرت خواجہ محمد معصوم کا مرتبہ رسالہ لکھا ہے (۴) گویا بحث کا حاصل یہ ہے کہ رسالہ مکاشفات کے جامع حضرت خواجہ محمد معصوم ہیں خواجہ کشمی نہیں۔

ہمیں رسالے کے مرتب کے نام کے سلسلے میں طویل بحث اس لئے کرنا پڑی کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے شائع کردہ رسالہ مکاشفات غیبیہ ۱۹۶۵ء کے بعد حضرت مجدد الف ثانی پر جتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کے مولفین نے ڈاکٹر صاحب کے اتباع

---

(۱) مکتوبات حضرت مجدد ۳/ ۵۲/ ۳۸۷، ۹۰/ ۴۷۹، ۹۲/ ۹۶، ۴۸۵/ ۴۹۷

(۲) ایضاً ۳/ ۵/ ۷۵/ ۴۳۶

(۳) غلام مصطفیٰ خان: '' خواجہ محمد ہاشم کشمی'' مقالہ شامل ارمغان فاروقی ۱۸۷

(۴) مقامات خیر ۵۳-۵۴، ناقدین ۴۶

میں اس رسالے کے مرتب کا نام خواجہ کشمی لکھ دیا ہے(۱)۔

رسالہ دراذکار یومی ولیلی

اذکار و معمولات کے موضوع پر حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے دو رسائل تالیف کیے تھے ایک کلاں اور دوسرا خرد، زیر نظر یعنی رسالہ کلاں میں اذکار یومی ولیلی، فضیلت درود اور ہر دعا کی فضیلت کے سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث مع فارسی ترجمہ اس میں شامل کیں، یہ رسالہ آپ مخلصین کی استدعا پر ارسال فرماتے رہے آپ کے وصال ۱۰۷۹ھ کے بعد آپ کے نامور خلیفہ اور مکتوبات معصومیہ کی جلد ثالث کے جامع حاجی محمد عاشور بخاری نے اس رسالے کو مرتب کر کے اس پر ایک مختصر خطبے کا اضافہ کیا اس خطبے میں حضرت خواجہ کے نام کے ساتھ دعائیہ الفاظ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھے ہیں جو متوفی حضرات کے لئے ہی استعمال کیے جاتے ہیں لہٰذا یہ رسالہ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد مرتب ہوا، خطبے کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

> الحمدللہ رب العالمین و صلی اللہ علی حبیبہٖ محمدٍ و آلہ و صحبہٖ و اتباعہٖ اجمعین اما بعد می گوید احقر مخلوقات حاجی محمد عاشور بخاری حسینی کہ رسالہٗ ایست سلطان الاولیاء برہان الاتقیاء شیخنا و امامنا الشیخ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ از کتب معتبرہٗ احادیث دراذکار یومی ولیلی وغیرہ و فضیلت درود جمع نمودہ بودند وفضیلت ہر دعا را کہ در حدیث وارد شدہ است بلسان فارسی دریں رسالہ ترجمہ کردہ اند تا ترغیب خواندہا گردد و مشتمل است بر چند فصل، فصل اول دراذکار و ادعیہ روز (و) شب در حدیث آمدہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ ہر کسی کہ بگوید ہر روز سہ بار......

---

(۱) اس سلسلے میں مولانا نازوار حسین کی کتاب حضرت مجدد الف ثانی ۶۶۶، ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی سیرت مجدد الف ثانی ۲۶۶ اور مولانا ابوالحسن علی ندوی نے تاریخ دعوت وعزیمت ۳۸۷ میں اسے خواجہ کشمی سے بلا تحقیق منسوب کر دیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے اس کے اصل وقدیم نام مکاشفات غیبیہ کی بجائے اسے تاریخی نام مکاشفات عینیہ مجددیہ ۱۰۵۳ھ کر دیا ہے جو درست نہیں ہے۔

ہماری محدود معلومات کے مطابق یہ رسالہ تا حال طبع نہیں ہوا ہمارے پاس اس کے ایک ایسے خطی نسخے کی نقل ہے جس کی کتابت حاجی ف مرید حضرت خواجہ سیف الدین نے ۱۰۹۳ھ میں کی ہے۔ اسی قدیم نسخے کی بناء پر ہم نے اس کا متن اشاعت کے لئے تیار کیا ہے۔

حضرت خواجہ نے رسالہ خرد کے دیباچے میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

مجموعۂ دیگر کہ ازیں رسالہ (خرد) منفصل ومطول ست، فضائل اعمال واذکار را بہ تفصیل نوشتہ، اگر شوق باشد باآں رجوع نمایند (۱)

حضرت خواجہ نے مخلصین کی استدعا پر یہ رسالہ انہیں ارسال فرمایا تھا اپنے مکتوبات میں کئی مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

ایں فقیر رسالۂ اذکار وادعیہ ماثورہ موقتہ وغیر موقتہ باذکر فضائل بعضی ازاں کتب احادیث معتبر نوشتہ است نقل آں رافرستادہ مطالعہ خواہند فرمود...... رسالہ کلانی است بزبان فارسی متضمن فوائد کثیر است اگر تمام رسالہ را مطالعہ فرمایند بہتر باشد...... (۲) فضائل ایں اذکار موقتہ بجہت اختصار دریں رسالہ (خرد) ذکر نیافتہ است رسالہ دیگر کہ بہ تفصیل فضائل اذکار موقتہ وغیر موقتہ درآنجا مذکور است اگر میسر شد نقل آں رانیز خواہند فرستاد فضائل اذکار غیر موقتہ دریں رسالہ مذکور است...... (۳) فقیر ہم ایں دعاہا در رسالہ از کتب احادیث جمع کردہ است اگر ازاں جایادبگیرند گنجائش دارد...... (۴)

اذکار معصومیہ

اذکار کے موضوع پر حضرت خواجہ کا یہ دوسرا رسالہ ہے، اس کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

امابعد ایں رسالہ مشتمل برمقدمہ وشش فصل است...... بدانکہ احادیثی کہ دریں رسالہ آوردہ است بعد تتبع بلیغ از کتب معتبرہ احادیث برآوردہ است مثل جامع

---

(۱) اذکار معصومیہ ۱ (۲) مکتوبات معصومیہ ۲/۱۰۱/۱۵۹

(۳) ایضاً ۲/۱۰۴/ ۱۶۳-۱۶۴ (۴) ایضاً ۲/۱۵۴/۲۵۲

الاصول ومشکوٰۃ وحصن حصین وغایۃ العمال وترغیب وترہیب وجمع الجوامع دریں احادیث سخن نہ کردہ اند......

حضرت خواجہ نے مکتوبات میں اس رسالے کا بھی کئی بار ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

بعضی ازیں قسم وظائف اوراد و اعمال را ایں فقیر جمع نمودہ است ......(۱) فقیر از کتب معتبرۂ احادیث تتبع بلیغ نمودہ اوراد و وظائف پیغمبر را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمع نمودہ است لیکن ہنوز مسودات بہ بیاض نہ رسیدہ است سالہاست کہ مسودات افتادہ است توفیق بہ بیاض آں نمی یابد اگر میسر پارۂ از آں نوشتہ فرستد......(۲)

لیکن مکتوبات کی جلد دوم میں حضرت خواجہ نے مرزا خان کے نام مکتوب میں انہیں یہ رسالہ ارسال کر کے اس کے مطابق عمل کرنے کی تاکید کی ہے:

رسالہ فرستادہ است از اول تا آخر اگر توانند مطالعہ فرمایند ومواعظ ونصائح آں را نیک تامل نماید......(۳)

ان اقتباسات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مکتوبات معصومیہ کی جلد اول کی تدوین ۱۰۶۳ھ تک یہ رسالہ مسودہ کی شکل میں تھا مرتب نہیں کیا گیا تھا لیکن جلد دوم کی ترتیب ۱۰۷۲ھ سے پہلے اسے ترتیب دیا جا چکا تھا لہٰذا یہ رسالہ ۱۰۶۳ تا ۱۰۷۲ھ کسی سال میں مدون ہوا۔

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے مکتوبات معصومیہ کے مقدمے میں (۴) جلد اول کے منقولہ بالا اقتباس (۵) سے سہواً اس رسالے کو حضرت خواجہ کے معروف خلیفہ مولانا محمد حنیف کا جمع کردہ رسالہ سمجھ لیا ہے حالانکہ حضرت خواجہ کا بیان بہت واضح ہے

اس رسالے کا متن اذکار معصومیہ کے نام سے حکیم عبدالمجید سیفی نے لاہور سے ۱۳۸۴ھ میں شائع کر دیا تھا اور رسالے کا اردو ترجمہ مولانا زوار حسین کی کتاب

(۱) مکتوبات معصومیہ ۱/ ۱۴/ ۷۹ (۲) ایضاً ۱/ ۱۸۲/ ۲۵۵ (۳) ایضاً ۲/ ۱۰۴/ ۱۶۳

(۴) مکتوبات معصومیہ، مقدمہ ۱۵ (۵) ایضاً ۱/ ۱۴/ ۷۹

انوار معصومیہ میں شامل ہے (۱)۔

مولف مقامات معصومی کا یہ بیان غیر واضح ہے کہ

دو رسالہ در فن حدیث نیز حضرت ایشاں جمع نمودہ اند (۲)

لیکن ہمارے نزدیک مولف کی ان دو رسائل سے مراد یہی اذکار وادعیہ پر مشتمل دو رسائل ہیں جن میں احادیث کی بنیاد پر اذکار جمع کیے گئے ہیں۔

رسالہ در اصطلاحات نقشبندیہ

حضرت خواجہ نے احباب کی درخواست پر سلسلۂ نقشبندیہ کی اصطلاحات پر مستقل رسالہ تالیف کیا تھا، لکھتے ہیں:

رسالہ ایست کہ ایں فقیر در شرح بعضی کلمات کہ در طریقۂ ما زبان زد و دائر اند بالتماس بعضی یاران نوشتہ است نقل آں رافرستادہ است مطالعہ خواہند کرد (۳)

حضرت خواجہ نے مخلصین کی استدعا پر اس سلسلے میں رائج اصطلاحات کی تفصیل اپنے کئی مکتوبات میں بیان کی ہے (۴)۔

اس رسالے کے کسی نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔

رسالہ در آداب صوفیہ

حضرت خواجہ نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کا آداب صوفیہ کے موضوع پر مستقل رسالہ موجود ہے، میں بھی ارادہ کر رہا ہوں کہ آداب صوفیہ کو جمع کروں، فرماتے ہیں:

بخاطر ہست کہ بعضی آداب ایں طائفہ علیہ در کاغذ علیحدہ ثبت نماید حضرت ایشان ماقدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس دریں باب رسالہ نوشتہ اند...... گر بہم برسد آں را

(۱) ۱۸۱-۲۲۶

(۲) کتاب حاضر ۵۰/۱۸ نیز انہوں نے ایک مقام پر رسالہ در ادعیۂ ماثورۂ موقتہ وغیر موقتہ لکھا ہے ۱۴۰ مولف روضۃ القیومیہ نے وظائف معصومی کے نام سے جس رسالے کا ذکر کیا ہے وہ ان دونوں مذکورہ رسائل اذکار میں سے ایک رسالہ مراد ہے (۲/۱۵۵)

(۳) مکتوبات معصومیہ ۳/۲۰۷...... ۲۵۳ (۴) ایضاً ۱۶۵/۳۲۵

مطالعہ نمایند......(۱)

حضرت خواجہ کے اس رسالے کے کسی نسخے کا ہمیں علم نہیں ہے۔

بیاض حضرت خواجہ محمد معصوم

اس بیاض میں حضرت خواجہ نے اپنے والد و مرشد بزرگوار حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وہ اسرار و مکاشفات تحریر کئے تھے جو آپ نے نہ تو خلفاء کے سامنے بیان کئے تھے اور نہ ہی عموماً ان اسرار کا اظہار کرتے تھے، بعد میں حضرت خواجہ اپنے مکاشفات بھی اسی بیاض میں تحریر کرتے رہے، حضرت خواجہ اپنے معروف خلیفہ مولانا محمد حنیف کابلی کو لکھتے ہیں:

طلب مسودات جدیدہ نمودہ بودند اگر توفیق یافت بیاری می گویم کہ اگر چیزی ازاں قابل نقل باشد گرفتہ بفرستد......(۲)

یہ بیاض خواجہ محمد ہاشم کشمی کی نظر سے بھی کئی مرتبہ گزری تھی، لکھتے ہیں:

ایں مخدوم زادہ (خواجہ محمد معصوم) راغایت اطلاع است بر اسرار و معارف پدر بزرگوار خود چہ آں معارف کہ داخل مکتوبات گردیدہ و چہ غیر آں از اسرار خاصہ کہ درخلوات از زبان مبارک آنحضرت شنودہ اند وبعضی راازانہا در بیاضۂ خاصۂ خود تسوید فرمودہ، چوں بایں بندہ نظر عنایتی داشتند ومحرم می دانستند باکثر آنہا اطلاع بخشیدہ بودند بہ نقل بعضی اجازت فرمودہ......(۳)

طاعون کی وبا کے دوران بھی یہ بیاض حضرت خواجہ کے پاس تھی اس دوران بھی اس میں مکاشفات کا اندراج ہوا تھا، خواجہ کشمی نے حضرت خواجہ سے ایک مکاشفہ نقل کیا ہے(۴)۔

اس بیاض سے مولانا بدرالدین سرہندی نے بھی حضرات القدس کی تالیف کے دوران استفادہ کیا تھا(۵)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اس بیاض کی نقلیں اس سلسلے کے بعض

---

(۱) ایضاً ۲/ ۱۱۰/ ۱۹۰ (۲) مکتوبات معصومیہ ۱/ ۱۲۰/ ۲۷۰

(۳) زبدۃ المقامات ۳۱۸ (۴) ایضاً ۲۷،۲۷۷، ۱۹۱-۱۹۲

(۵) حضرات القدس ۲/ ۱۰۸

حضرات نے حاصل کر لی تھیں مولف مقامات معصومی نے اس بیاض سے بکثرت اقتباسات دیے ہیں، اسی طرح روضۃ القیومیہ (حدود ۱۱۶۴ھ/ ۱۷۵۰ء) اور عمدۃ المقامات (۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) کے مولفین نے بھی اس بیاض کے اقتباسات دیے ہیں جو اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ بیاض حضرات کے درمیان ۱۸۱۸ء تک موجود تھی (۱)۔

حسنات الحرمین

ہمیں حضرت خواجہ کے ملفوظات کے صرف دو مجموعوں کا علم ہے، اول حسنات الحرمین دوم مقامات احمدیہ و مناقب حضرات المعصومیہ (تالیف مولانا محمد امین بدخشی) لطف یہ ہے کہ یہ دونوں مجموعے حرمین الشریفین میں مرتب ہوئے تھے، یقیناً ملفوظ نویسی کا کام اس سے زیادہ اس سلسلے کے مرکز سرہند میں آپ کے خلفاء نے کیا ہوگا لیکن افسوس کہ اس مرکز کی تباہی اور انتشار کے باعث ایسے تمام ذخائر ضائع ہو گئے۔

حسنات الحرمین حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے ان مکاشفات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے جو آغاز سفر حرمین الشریفین، قیام حجاز اور ہندوستان کی طرف واپسی کے دوران بیان کیے۔

حضرت خواجہ ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء میں حرمین الشریفین کی طرف بہ نیت حج روانہ ہوئے تو صاحبزادگان، اعزہ اور بعض خلفاء نے بھی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا، آپ کے صاحبزادے مروج الشریعت محمد عبیداللہ آپ کے فرمودات کو عین موقع پر ہی ''عربی فصیحہ'' میں قلم بند کرتے رہے اور سرہند پہنچ کر اس کی تکمیل کر کے حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت خواجہ اس کے مطالعہ کے بعد روضۂ منورۂ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پر حاضر ہوئے کہ ان تحریرات کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی کی مرضی معلوم کریں، تو بہت ہی عنایات کا کشف ہوا اور عالم مکاشفہ میں بطور انعام جواہر اور یواقیت سے بھرے ہوئے ''دو خوان'' ایک شخص جس کے سر پر جواہرات سے مرصع تاج تھا لے کر حاضر ہوا، اسی

---

(۱) بعض تاملات کیلئے دیکھئے حسنات الحرمین کا مقدمہ ۲۱-۲۲

مناسبت سے اس مجموعہ کا نام یواقیت الحرمین تجویز کیا گیا(۱)۔

حضرت خواجہ کے ایک مرید حافظ ابو اسحاق نے اس کا مطالعہ کیا اور ''شوق'' کا اس قدر غلبہ ہوا کہ حضرت خواجہ سے نوکری ترک کرنے کی اجازت چاہی، تو حضرت خواجہ نے جواباً لکھا ہے:

نوشتہ بودند کہ از خواندن رسالۂ یاقوتیہ چناں شوق در دل غالب آمدہ کہ ترک نوکری و خانماں نمودہ...... مکرما! ایں شوق نعمتی ست عظمیٰ مدار کار بر شوق و محبت ست...... مخدوما! چوں جمع کثیر بشما وابستہ اند و قرض بر ذمہ دارید در استعجال ترک توقف و تامل درکار ست......(۲)

گویا رسالہ یواقیت الحرمین (رسالہ یاقوتیہ) حضرت خواجہ کے حین حیات حضرات میں رائج اور ذوق وشوق سے مطالعہ کیا جاتا تھا۔

مخلصین کی اسی خواہش کے پیش نظر اس رسالے کے جامع حضرت مروج الشریعت نے شیخ محمد شاکر (۳) بن ملا بدرالدین سرہندی کو حکم دیا کہ اس کا فارسی میں ترجمہ کریں چنانچہ انہوں نے اس کا ''مشروح فارسی'' میں ترجمہ کیا ترجمے کا یہ کام ۱۰۷۱ھ/۶۱-۱۷۶۰ء میں مکمل ہوا، گویا حضرت خواجہ کے حین حیات اس کا ترجمہ بھی ہوگیا، مترجم نے وضاحت کی ہے کہ اگرچہ اس مجموعہ میں زیادہ تر حضرت مروج الشریعت کے بیان کردہ مکاشفات ہیں لیکن چند ایک بیانات دیگر صاحبزادوں کے بھی اس میں شامل ہیں جن کے نام ان مواقع پر لکھ دیے گئے ہیں (۴)۔

---

(۱) حسنات الحرمین، خاتمہ نیز روضۃ القیومیہ ۲/۱۱۶-۱۱۷ میں یہ حکایت مفصل طور پر بیان ہوئی ہے۔

(۲) مکتوبات معصومیہ ۳/۱۱۹/۱۶۱

(۳) ملا محمد شاکر، صاحب حضرات القدس ملا بدرالدین سرہندی کے فرزند تھے ان کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے وہ سفر حج میں حضرات کے ہمرکاب تھے، انہوں نے لکھا ہے کہ کمسنی سے ہی اس خاندان کیساتھ اخلاص و محبت کے مراسم تھے۔ روضۃ القیومیہ میں ہے کہ ملا محمد شاکر حضرت خواجہ کے خلیفہ اور صاحب فنا و بقا تھے (۲/۲۴۵) ملا بدرالدین سرہندی کے صاحبزادگان اور ان کے علمی سرمائے کی تفصیل کے لئے دیکھئے حسنات الحرمین پر ہمارا مقدمہ ۵۵-۶۳

(۴) حسنات الحرمین، ابتدائیہ از مترجم فارسی

حسنات الحرمین سال ترتیب ۱۰۶۷-۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷-۱۶۵۸ء سے لے کر آج تک بہت ہی مقبول اور اس حلقے میں متداول ہے، اس رسالے کے جامع حضرت مروج الشریعت اپنے ایک مکتوب میں اس رسالے کی مقبولیت اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے عالم مکاشفہ میں اس کے بارے میں جس رائے کا اظہار فرمایا تھا ان الفاظ میں خود آگاہ کرتے ہیں:

درشب جمعہ بزیارت حضرت پیر دستگیر رفتہ بودیم توجہی در باب رسالۂ حسنات الحرمین کہ چیزہای عجیب دراں مندرج شدہ است داشتیم کہ آیا ایں ہمہ اسرار و معاملات کہ مرقوم گشتہ است صحت دارد و اظہار آں مرضی است یا نہ؟ حضرت مجدد الف ثانی ظاہر شدہ آں قدر الطاف و عنایات نمودند کہ تا حال بہ ایں خصوصیت کم نمودار شدہ باشند ہر وقت در کنار گرفتند و بوسہ می دادند و از کمال شفقت گرد من می گشتند، راوی گوید ایں ہمہ اشارہ است بہ صحت آں حالات و رضا بہ اظہار آں......(۱)

حسنات الحرمین کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اس کی تبییض سے پہلے ہی اس کے اقتباسات لئے جانے لگے تھے سلسلہ مجددیہ کے ایک عظیم محقق وسوانح نگار مولانا محمد امین بدخشی (۲) جو اس رسالے کی تحریر کے زمانے (۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) میں حرمین الشریفین میں موجود تھے انہیں جب حضرات سرہند کی حرمین میں حاضری کا علم ہوا تو کشاں کشاں ان کی خدمت میں حاضر رہنے لگے، انہوں نے عربی زبان میں حضرت خواجہ اور دیگر حضرات سرہند کے حالات پر ایک مستقل کتاب لکھی اور پھر خود ہی اس کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا، انہوں نے اپنی ضخیم کتاب نتائج الحرمین میں حسنات الحرمین سے بکثرت اقتباسات دیے ہیں گویا حسنات سے استفادہ کا اولین شرف مولانا محمد امین بدخشی کو حاصل ہوا۔

مولانا بدخشی کے بعد سلسلۂ مجددیہ کے ایک اور نامور سوانح نگار شیخ محمد مراد ننگ کشمیری

---

(۱) خزینۃ المعارف ۱۳۶/ ۱۵۲-۱۵۳

(۲) رک ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ'' مقدمہ ہذا

(ف ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) نے اپنی تالیف حسنات المقربین (۱) (۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۲ء) میں حسنات الحرمین کے نصف حصے کو نقل کر کے محفوظ کرلیا۔

اسی طرح مولف مقامات معصومی نے حسنات میں سے سترہ یواقیت کو اس کتاب کی زینت بنایا، روضۃ القیومیہ کے مولف نے حسنات الحرمین سے بکثرت اقتباسات دیے ہیں اور کئی اہم مقامات پر اس کے براہ راست عربی متن سے استفادہ کرنے کا بھی دعویٰ کیا ہے (۲)۔

شاہ رؤف احمد رافت مجددی (ف ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء) نے بھی اپنی بعض تالیفات میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

حسنات الحرمین کے عربی متن کے کسی نسخے کے وجود کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے اس کا مذکورہ فارسی متن تحقیق و تعلیق اور اردو ترجمے سمیت مرتب کتاب حاضر نے شائع کروایا تھا (۳)

مقامات احمدیہ و مناقب حضرات المعصومیہ

یہ کتاب دراصل حضرت خواجہ کے ان مکاشفات، کرامات اور ملفوظات پر مشتمل ہے جو حضرت خواجہ کے قیام حرمین الشریفین کے دوران قلم بند کئے گئے، اس کتاب کے مولف مولانا محمد امین بدخشی ہیں، چونکہ اس کتاب میں حضرت خواجہ کے ملفوظات ضمناً درج ہیں اور اس کی حیثیت ایک تذکرے کی ہے اس لئے اس مقدمے میں متعلقہ مقام پر اس کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں (۴)۔

ملک شیر محمد اعوان مرحوم (آف کالا باغ ضلع میانوالی) کے کتب خانہ میں حضرت خواجہ کا ایک غیر مطبوعہ رسالہ موجود ہے، ملک صاحب کی وفات کے بعد متعدد مرتبہ اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔

---

(۱) رک مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ'' (۲) روضہ ۲/ ۱۱۷

(۳) مکتبہ سراجیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ۱۹۸۱ء

(۴) رک مقدمہ حاضر ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

حیات حضرت خواجہ کے مآخذ

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے احوال پر اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے، ان لکھنے والوں میں معاصرین، قریب العہد اور متاخرین بھی شامل ہیں، نہایت اختصار کے ساتھ ان مآخذ کا تجزیہ کیا جا رہا ہے تاکہ ان کی روشنی میں کتاب حاضر یعنی مقامات معصومی کے مندرجات کی اہمیت وحیثیت متعین کی جاسکے، یہ جائزہ سنین (۱) تصنیف کے اعتبار سے ملاحظہ فرمایئے۔

مکتوبات امام ربانی

یہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے والد گرامی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے اس کی تین جلدیں جو ۱۰۲۵ھ، ۱۰۲۸ھ اور ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۱۶ء، ۱۶۱۸ء، ۱۶۲۱ء میں مدون ہو کر حضرت مجدد الف ثانی کے حین حیات ہی اہل علم وعرفان میں مروج ہوگئی تھیں، مکتوبات کی تینوں جلدوں میں حضرت خواجہ محمد معصوم کے نام مکاتیب موجود ہیں (۲)۔ جن میں حضرت خواجہ کے باطنی احوال، عروج اور دیگر امور بیان کئے گئے ہیں، گویا حضرت خواجہ کے احوال کا اولین ماخذ یہی مکتوبات ہیں۔

مقامات معصومی کے تعلیقات میں ان مکاتیب گرامی سے استفادہ کیا گیا ہے۔

وصال احمدی

وصال احمدی ملا بدرالدین سرہندی صاحب حضرات القدس کا رسالہ ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ایام خلوت، مرض اور وصال کی روداد پر مشتمل ہے اس خلوت مبارک کا آغاز شعبان ۱۰۳۳ھ/ مئی ۱۶۲۴ء کو ہوا اور آپ کے وصال ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ/ ۲۶ نومبر ۱۶۲۴ء یعنی سات ماہ تک رہی۔

---

(۱) ان میں چند کتب ایسی بھی ہیں جن کے مولف ایک ہی ہیں لیکن وہ مختلف سنین میں تالیف ہوئیں اس کے باوجود انہیں ترتیب زمانی کا خیال کئے بغیر یکجا کر دیا ہے۔

(۲) ۱/ ۲۳۶، ۳۰۰، ۳۰۲، ۲/ ۶، ۱۱، ۷۲، ۹۸، ۳/ ۲، ۳۳، ۴۵، ۵۳، ۶۲، ۶۴، ۷۴، ۷۶، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۹۴، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۰،

اس خلوت میں صاحبزادگان اور چند مخصوص اصحاب کے سوا کسی کو باریاب ہونے کی اجازت نہیں تھی، وصال احمدی پہلا ماخذ ہے جس میں حضرت محمد معصوم اور حضرت خواجہ محمد سعید قدس اسرارہما کی بیان کردہ روایات درج ہوئی ہیں مولف وضاحت کرتے ہیں:

کمترین خاکساران آستانہ اولیاء...... فقیر بدرالدین بن شیخ ابراہیم النقشبندی الاحمدی مشتہر بالسہرندی موطناً می نماید کہ بعضی اعزہ اصحاب ایشاں از حقیر درخواست کردند کہ کلمہ چند در بیان بعضی خوارق و کرامات حضرت قطب الاقطاب...... مجدد الملۃ محدث الامۃ...... الشیخ احمد الفاروقی قدس اللہ سبحانہ سرہ الاقدس کہ قبیل وصال پیش از ارتحال از قبیل بارتحال خود تعین سال و ایام انتقال خود و مایقارنہ از آں حضرت بظہور رسیدہ اند درقید تحریر آرد و کراماتی کہ بعد وصال ایشاں ظاہر گشتہ بنویسد...... و ایں رسالہ را وصال احمدی نام نہاد...... (۱)

وصال احمدی اپنی معلومات کے اعتبار سے منفرد ہے صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلے میں مذکورہ سات ماہ کے واقعات اسی رسالے سے لئے ہیں کیونکہ وہ ان ایام میں حضرت مجدد سے اجازت لے کر اپنے مسکن دکن گئے ہوئے تھے:

دریں اثناء ایں بیچارہ را بسبب ہرج و مرج سلاطین کہ در صوبہ دکن بظہور پیوستہ بود براں آمد کہ اطفال را گرفتہ بہ تحت اقدام ہمایوں برسد ناچار رخصت فرمودند ...... او اخر ماہ رجب سنہ ہزار وسی وسہ بعد کہ بندہ مرخص گشت ازاں ایام تا زمان انتقال حضرت ایشاں کہ مدت ہفت ماہ باشد شیخ بدرالدین سرہندی از مقبولان حضرت ایشاں بتائید و تقریر حضرات مخدوم زادہ ہای عالی شان سلمہم اللہ سوانح ایں شہور سبعہ را رقم نمودہ از آں جا قضیہ ایام ارتحال و قبل و بعد آں بسبیل التقاط و انتخاب منقول می گردد...... (۲)

---

(۱) وصال احمدی ۴-۶ (۲) زبدۃ المقامات ۲۸۴-۲۸۵

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کو خواجہ کشمی کے مندرجہ بالا اقتباس سے غلط فہمی ہوئی ہے، موصوف یہ سمجھے ہیں کہ اس بیان میں ''مدت ہفت ماہ'' اور ''سوانح ایں شہور سبعہ'' سے مراد ملا بدرالدین سرہندی کی حضرات القدس ہے'' فرماتے ہیں:

''زبدۃ المقامات (فصل نہم) میں ہے کہ میں نے حضرت مجدد کے آخری ایام کے حالات حضرت بدرالدین سرہندی کی کتاب سے لئے ہیں (ملخصاً) حضرت بدرالدین کی یہ کتاب ۱۰۵۰ھ کے بعد تک لکھی جاتی رہی کیوں کہ انہوں نے اس میں شیخ حمید بنگالی کے انتقال کا یہی سال لکھا ہے(۱)''

دراصل ڈاکٹر صاحب محولہ مقالے میں خواجہ کشمی کے سنین عمر سے بحث کرتے ہوئے چلے آرہے تھے کہ یکا یک جب ان کی نظر زبدۃ المقامات کے اس اقتباس پڑی تو سمجھ لیا کہ یہاں سے مراد حضرات القدس ہے اور زبدۃ المقامات میں اس سے استفادہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خواجہ کشمی حضرات القدس کے سال تحریر ۱۰۵۰ھ میں فوت ہو چکے تھے(۲)۔

حقیقت یہ ہے کہ ملا بدرالدین سرہندی حضرات القدس کی تالیف سے پہلے ۱۰۳۴ھ میں ہی اپنا رسالہ وصال احمدی مکمل کر چکے تھے حضرات القدس میں خود لکھتے ہیں:

بعضی احوال واقوال وکرامات کہ قبل ارتحال و بعد آں بوقوع آمدہ در رسالہ جدا مسمیٰ بہ وصال احمدی نوشتہ ام فارجع الیھا (۳)

خواجہ کشمی نے زبدۃ المقامات میں مزید دو مقامات پر وصال احمدی کو ''رسالۂ احوال وفات ایشاں'' لکھ کر اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ منقولہ بالا اقتباس میں ''سوانح ایں شہور سبعہ'' سے مراد یہی رسالہ وصال احمدی ہے:

---

(۱) غلام مصطفیٰ خان: خواجہ محمد ہاشم کشمی، مقالہ شامل ارمغان فاروقی ۱۸۳ حاشیہ

(۲) رک مقدمہ ہذا'' زبدۃ المقامات''

(۳) حضرات ۲/۲۱۱ وصال احمدی کا متن مولانا اعزاز الدین احمد رام پوری کے اردو ترجمے کے ساتھ کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

دیگر ازاں خوارق آں ست کہ جامع رسالہ احوال وفات ایشاں مولانا بدرالدین سرہندی نوشتہ کہ...... (۱) مولانا بدرالدین مذکور درآں رسالہ مذبور نوشتہ کہ بعد از انتقال آنحضرت من ہم در واقعہ ایشاں را دیدم...... (۲)

زبدۃ المقامات

زبدۃ المقامات کے مولف خواجہ محمد ہاشم کشمی حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ اور سفر و حضر میں حضرت مجدد الف ثانی کے رفیق تھے انہوں نے یہ کتاب صاحبزادگان حضرت مجدد کے حکم پر حضرت مجدد الف ثانی، آپ کے مرشد گرامی حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ، آپ کے فرزندان اور خلفاء کے احوال پر لکھی (۳) یہ پہلی کتاب ہے جس میں مستقل عنوان سے حضرت خواجہ محمد معصوم کے حالات و معارف آپ کے حین حیات لکھے گئے مولف نے جا بجا حضرت خواجہ کی بیان کردہ روایات درج کی ہیں انہیں حضرت خواجہ سے خصوصی لگاؤ تھا حضرت خواجہ محمد معصوم ان پر نظر عنایت فرماتے اور انہیں اس خانوادے کے افکار کا ''محرم'' جانتے تھے، حضرت خواجہ کی بیاض خاصہ سے استفادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعضی را از انہا (معارف) در بیاضۂ خاصہ خود تسوید فرمودہ چوں بایں بندہ نظر عنایتی داشتند و محرم می دانستند باکثر آنہا اطلاع بخشیدہ بودند و بہ نقل بعضی اجازت فرمودہ (۴)

مولف زبدۃ المقامات حضرت میر محمد نعمان بدخشی (خلیفۂ اول حضرت مجدد الف ثانی) کے داماد اور تربیت یافتہ تھے مولف کی زوجۂ محترمہ یعنی میر محمد نعمان بدخشی کی صاحبزادی حضرت خواجہ باقی باللہ کی تربیت یافتہ تھیں (۵) مولف حضرت میر محمد نعمان بدخشی کے حکم پر ہی ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۱ء میں حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے (۶)۔

زبدۃ المقامات میں مولف نے اپنا پورا نام یوں لکھا ہے:

بایں راقم محمد الہاشم بن محمد القاسم النبغانی البدخشانی (۷)

---

(۱) زبدۃ ۴۹۶ (۲) ایضاً ۴۹۸ (۳) زبدۃ ۴
(۴) ایضاً ۳۱۸ (۵) ایضاً ۱۹ (۶) ایضاً ۳ (۷) ایضاً ۱۳۰

مولف کے نام میں ان کی نسبت ''نبغانی'' یقیناً سہو کتابت ہے یہ نسبت دراصل ان کے شیخ اول حضرت میر محمد نعمان بدخشی کے نام کی مناسبت سے نعمانی ہونی چاہئے۔ کتب انساب میں ''نبغانی'' کوئی نسبت درج نہیں ہے، مولف نے کئی مقامات پر میر محمد نعمان بدخشی کو ''سیدی و مرشدی'' لکھا ہے (۱) مولف کو حضرت مجدد الف ثانی و صاحبزادگان کی بارگاہ میں کامل اعتماد کا درجہ حاصل تھا، مولف اس سلسلے کی بہت سی روایات کے خود امین تھے۔

مولف دو سال تک مسلسل سفر و حضر میں حضرت مجدد کی خدمت میں حاضر رہے اور اس حاضری کے تمام تر ''فوائد'' کو اس کتاب کا جز بنایا (۲) حضرت مجدد کے آخری اسفار میں بھی ہمر کاب تھے (۳) حضرت مجدد کے آخری ایام خلوت میں صاحبزادگان کے ساتھ جن مخصوص اصحاب کو حاضری کی اجازت تھی ان میں مولف بھی شامل تھے (۴)۔ حضرت خواجہ محمد معصوم خواجہ محمد ہاشم کشمی پر ''نظر عنایت'' فرماتے اور اس خانوادے کا ''محرم'' جانتے تھے (۵) مولف کے پاس حضرت خواجہ عبیداللہ بن حضرت خواجہ باقی باللہ کے بہت سے خطوط تھے (۶) ان کے علاوہ مولف کے پاس حضرت مجدد کے وہ چھوٹے چھوٹے رقعات بھی تھے جو مکتوبات میں شامل نہیں ہیں لیکن مولف نے انہیں زبدۃ المقامات میں محفوظ کر لیا ہے (۷)۔

مولف نے زبدۃ المقامات کے سال تکمیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ''ھو زبدۃ المقامات'' اس کا مادہ ہے (۸) جس سے ۱۰۳۷ھ برآمد ہوتا ہے۔

لیکن مولف اپنے مسکن برہانپور میں بیٹھے اس میں اضافات کرتے رہے، مثلاً مولانا محمد صالح کولابی کا سال وصال ۱۰۳۸ھ درج کیا ہے (۹)، اسی طرح خواجہ حسام الدین احمد کے حالات لکھتے ہوئے بتایا ہے کہ اس وقت سنہ ۱۰۴۰ھ ہے اور ان کی عمر ساٹھ سال ہو چکی ہے (۱۰)۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولف ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء تک اس

---

(۱) زبدۃ ۱۵۳ (۲) ایضاً ۳ (۳) ایضاً ۱۵۹
(۴) ایضاً ۲۸۴ (۵) ایضاً ۳۱۸ (۶) ایضاً ۶۵ (۷) ایضاً
(۸) ایضاً ۳۹۹ (۹) ایضاً (۱۰) ایضاً ۸۶

کتاب میں اضافہ کرتے رہے۔

اس سے اگلے ہی سال خواجہ محمد ہاشم کشمی کا ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں وصال ہوگیا ان کے دو معاصرین نے ان کا یہی سال وفات لکھا ہے، ان میں ایک تو حضرت مجدد الف ثانی کے معتقد خاص خواجہ محمد صادق کشمیری ہیں (۱) دوسرے ان کے ہم وطن اور ان کے شیخ اول شیخ میر محمد نعمان بدخشی کے بیٹے میر عبدالفتاح ہیں (۲)۔

مولوی اختر محمد خان رام پوری نے بغیر کسی حوالے کے خواجہ کشمی کا سال وفات رجب ۱۰۴۵ھ لکھ دیا ہے (۳)۔ اس سلسلے میں وہ کوئی تحقیق نہیں کر سکے نہ ان کے پیش نظر کوئی عصری شہادت تھی، خواجہ کشمی کے مزار پر جو کتبہ ہے اس پر یہی سال وفات درج ہے، جو مذکورہ دونوں معاصر مآخذ کی موجودگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے زبدۃ المقامات میں سے خواجہ حسام الدین احمد کے حالات میں سے شہادت کے طور پر ایک اقتباس دیا ہے کہ اس وقت ۱۰۴۳ھ ہے اور ان کی عمر ساٹھ سال ہو چکی ہے ان کا سایہ دوستان حضرت خواجہ باقی باللہ پر باقی رہے (۴)۔

لیکن حقیقت حال اس کے بالکل خلاف ہے زبدۃ المقامات کے مذکورہ اقتباس میں چہل کے بعد ''سہ'' کا ہندسہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے:

امروز کہ سال ہزار و چہل ہجریست و عمر شریف ایشاں بہ شصت داند......(۵)

یقیناً یہ اقتباس نقل کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے سہواً چہل کے بعد ''سہ'' کا ہندسہ لکھا گیا اور انہوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ زبدۃ المقامات کا سلسلۂ تحریر ۱۰۴۳ھ تک جاری رہا۔

---

(۱) طبقات شاہجہانی، قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری، مطبوعہ ۹/۲۱

(۲) مفتاح العارفین، قلمی نسخۂ ذخیرہ شیرانی، ورق (میر عبدالفتاح کے حالات کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذا (فصل حاضر) میں ''مفتاح العارفین'') (۳) جواہر ہاشمیہ ۴۵

(۴) خواجہ محمد ہاشم کشمی، مقالہ شامل ارمغان فاروقی ۱۸۵ (۵) زبدۃ ۸۶

لطف یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب ۱۰۴۳ھ والے اقتباس میں خواجہ کشمی کا دعائیہ جملہ ''کہ خدا ان کا سایہ تا دیر قائم رکھے''، نقل کرنے کے چند صفحات بعد ہی خواجہ حسام الدین احمد کے وصال ۱۰۴۳ھ پر خواجہ کشمی کے دیوان سے خواجہ کشمی کا تصنیف شدہ قطعۂ سال وصال ۱۰۴۳ھ نقل کر دیتے ہیں کہ خواجہ کشمی یقیناً ۱۰۴۳ھ تک زندہ تھے (۱)۔

اول تو ڈاکٹر صاحب نے خواجہ کشمی کے دیوان کے کسی قلمی نسخے کا حوالہ نہیں دیا کہ انہوں نے یہ قطعہ تاریخ کہاں سے نقل کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے یہ قطعہ بغیر حوالے کے جواہر ہاشمیہ میں سے نقل کر لیا ہے (۲) حالانکہ دیوان خواجہ کشمی کے جتنے قلمی نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں ان میں سرے سے یہ قطعہ موجود ہی نہیں ہے (۳)۔

خواجہ کشمی کے سال وفات کے سلسلے میں دو معاصرین کے بیانات (۱۰۴۱ھ) سامنے آ جانے اور ان کے دیوان کے خطی نسخوں میں اس قطعے کی عدم موجودگی اس کے الحاقی ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔

بحث کا حاصل یہ ہے کہ تیسری عصری شہادت کے سامنے آنے تک خواجہ کشمی کا سال وفات ۱۰۴۱ھ ہی صحیح تصور کیا جانا چاہئے (۴)۔

حضرات القدس

یہ ملا بدر الدین سرہندی کی تالیف ہے۔ جس میں سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ کے حالات درج کئے گئے ہیں پہلی جلد میں امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مشائخ سلسلہ کے احوال اختصار کے ساتھ

---

(۱) مقالہ مذکورہ ۱۹۰ (۲) جواہر ہاشمیہ ۳۶

(۳) دیوان خواجہ کشمی خطی نسخے انڈیا آفس، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور لاہور میوزیم میں موجود ہیں۔

(۴) خواجہ کشمی کئی اہم کتابوں کے مولف تھے احوال و آثار کی تفصیل کے لئے خواجہ کی طرق الوصول اور زبدۃ المقامات پر احقر کے مقدمے ملاحظہ کریں۔ خواجہ کشمی نے رشحات پر تکملہ نسمات القدس کے نام سے لکھا ہے اس میں ۱۰۴۱ھ کو سال رواں کے طور پر بتایا ہے (ورق ۱۶۴) جس سے مترشح ہوتا ہے کہ مولف آخری سانس تک تصنیف و تالیف و مصروف رہے۔

تحریر کیے ہیں، دوسری جلد میں حضرت مجدد الف ثانی، آپ کے فرزندان گرامی اور خلفائے کرام کا تذکرہ ہے۔

ملا بدرالدین سرہندی، امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے ان کے والد شیخ ابراہیم مخزنی سرہندی (ف ۱۰۲۱ھ/ ۱۶۱۲ء) اپنے عہد کے محدث، مفسر اور متصوف تھے (۱) ملا بدرالدین کا سال ولادت حضرات القدس کی اندرونی شواہد کی بناء پر حدود ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء متعین کیا جا سکتا ہے (۲) پندرہ سال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانی سے منسلک ہوئے (۳) اور سترہ سال خدمت گرامی میں رہے (۴) ابتداً والد گرامی سے تحصیل کی (۵) (پھر مدرسہ مجددیہ سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے خواجہ محمد صادق (ف ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) اور پھر حضرت مجدد الف ثانی سے مروجہ کتب پڑھیں (۶)۔

ملا بدرالدین اسی مدرسہ مجددیہ میں تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے خانوادۂ مجددیہ اور حوزۂ مجددیہ کے بہت سے افراد نے ان سے تحصیل علم کا اعتراف کیا ہے، ۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۷ء کو داراشکوہ نے جب کہ وہ ایک صوفی مشرب شہزادہ تھا اور کتب تصوف سے ابھی بیزار نہیں ہوا تھا، ملا بدرالدین کو بعض کتب صوفیہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ آپ اس کام میں عرصہ تک مصروف رہے (۷)۔

ملا بدرالدین سرہندی کا سال وفات معلوم نہیں ہے لیکن حضرات القدس کی اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۰۶۴ھ/ ۱۶۵۳ء تک اس میں اضافہ کرتے رہے مذکورہ سنہ کے بعد اور ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷ء میں آپ دیگر اہم افراد حضرات سرہند کے ہمراہ حرمین الشریفین کے سفر میں ان کے شریک سفر نہیں تھے (۸)۔

---

(۱) بدرالدین سرہندی: سنوات الاتقیاء، قلمی، ورق ۳۲۱ب، ۳۲۲-ا

(۲) بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۲/ ۱۵۷، ۳۸۶ (۳) ایضاً: ۲/ ۳۸۶

(۴) ایضاً ۱۵۷ (۵) سنوات الاتقیاء: ۳۲۲-ا

(۶) حضرات القدس ۲/ ۳۲۳، ۸۹ (۷) ایضاً ۲/ ۱۵۹ (۸) حسنات الحرمین، مقدمہ ۶۰-۶۱

حضرات القدس کے علاوہ مولف کی حسب ذیل دیگر تالیفات کا بھی تذکرہ ملتا ہے:

سیر احمدی، وصال احمدی، سنوات الاتقیاء، مجمع الاولیاء، کرامات اولالیاء، فارسی ترجمہ فتوح الغیب، روائح، مقامات غوث الثقلین (ترجمہ بہجۃ الاسرار) روضۃ النواظر، عرائس البیان (تفسیر مولفہ شیخ روز بہان بقلی کا فارسی ترجمہ) معراج المومنین (شرح خلاصۂ کیدانی)

حضرات القدس کی دوسری جلد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ آپ کے صاحبزادگان اور خلفاء کے احوال کے لئے مختص ہے، زبدۃ المقامات کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم کے حالات وتعلیمات سب سے زیادہ اسی میں درج ہوئے ہیں جو حضرت خواجہ کے حین حیات لکھے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مکتوبات معصومیہ کی جلد اول (مرتبہ ۱۰۶۳ھ) مولف کے پیش نظر تھی جس میں سے انہوں نے آپ کے بعض مکاتیب نقل کئے ہیں (۱)۔ اس کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی سے متعلق بہت سی روایات مولف نے حضرت خواجہ محمد معصوم کی زبانی درج کی ہیں گویا حضرت خواجہ حضرات القدس کے راویوں میں سے ایک ہیں۔

حضرات القدس کا سال تکمیل مذکور نہیں ہے۔اس کی تالیف کا آغاز ۱۰۳۹ھ/ ۱۶۲۹ء کو ہوا (۲) اور پھر مولف اس میں تصحیح و اضافات کرتے رہے، اس میں حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری کا سال وصال ۱۰۴۰ھ درج ہے (۳)۔ مولف نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ) کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کے حالات پر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے صاحبزادے خواجہ عبیداللہ نے ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے (۴)، یہ کتاب دراصل زادالمعاد ہے جو ۱۰۴۴ھ کو تالیف ہوئی تھی (۵)۔اسی طرح مولف نے میر محمد نعمان بدخشی

---

(۱) حضرات القدس ۲/ ۴۷-۲۹۰ (۲) ایضاً ۲/ ۱۵۸

(۳) ایضاً ۲/ ۳۲۶ (۴) ایضاً ا/

(۵) زادالمعاد راقم احقر نے ایڈٹ کی ہے جو ان شاءاللہ مقامات معصومی کی اشاعت کے بعد طبع ہوگی۔

کے نام کے ساتھ ''قدس سرہ'' لکھا ہے(۱) جو مرحومین کے لئے لکھا جاتا ہے میر بدخشی کا وصال ۱۰۵۸ھ کو ہوا گویا مولف اس کتاب میں ان سنین میں اضافات کرنے میں مصروف تھے بلکہ اس کے بعد بھی انہوں نے اس میں اضافے کئے اس میں مکتوبات خواجہ محمد سعید (۲) اور مکتوبات خواجہ محمد معصوم کے اقتباسات ملتے ہیں (۳)۔ مکتوبات سعیدیہ کا سال ترتیب واضح نہیں ہے لیکن ایک مکتوب میں خواجہ محمد سعید نے اورنگزیب کو اپنے سفر حرمین کی اطلاع دی ہے۔ اور دوسرے میں داراشکوہ کی گرفتاری اور اورنگزیب کی کامیابی پر مبارکباد بھی پیش کی ہے جو ۱۰۶۷، ۱۰۶۸ھ کے واقعات ہیں۔ اسی طرح مکتوبات معصومیہ کے اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی جلد اول مولف کے پیش نظر تھی یہ پہلی جلد مسلمہ طور پر ۱۰۶۳ھ کو مرتب ہو کر عام ہو چکی تھی (۴)۔ گویا مولف حضرات القدس ۱۰۶۳ھ اور پھر اس کے بعد ۱۰۶۸ھ تک اس میں اضافات کرتے رہے گویا موصوف مذکورہ سنہ تک چھیاسٹھ سال کے ہو چکے تھے اور یہ طبعی عمر ہے جس میں تصنیف و تالیف کا کام ہمارے علماء بآسانی کرتے رہے ہیں، البتہ معمر ہونے کے باعث مولف حضرات سرہند کے ہمراہ سفر حرمین الشریفین میں ان کے ساتھ نہیں جا سکے لیکن ان کے صاحبزادگان ان کے ہمراہ گئے تھے (۵)۔

مجمع الاولیاء

یہ بھی شیخ بدرالدین سرہندی کی تالیف ہے جو صوفیۂ کرام کے متداول و معروف سلاسل کا ایک عمومی تذکرہ ہے۔ مولف کا تعلق سلسلۂ نقشبندیہ سے تھا اس لئے اس سلسلے کے مشائخ کے حالات قدرے تفصیل سے لکھے ہیں کتاب کی تالیف کے دوران حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے دونوں صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم بقید حیات

---

(۱) حضرات القدس ۲/ ۲۹۹ (۲) ایضاً ۲/ ۲۳۹ (۳) ایضاً ۲/ ۲۷۴-۲۹۰

(۴) تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ ہٰذا ''تالیفات خواجہ محمد معصوم''

(۵) حسنات الحرمین مقدمہ ۶۰-۶۱ ہم نے مولف حضرات القدس پر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے جو دانش نامہ جہان اسلام و ایران (تہران) میں شامل ہے۔

اور مصروف کار تھے اور ان اصحاب کا سلسلۂ دعوت وارشاد پورے عروج پر تھا اس لئے ان کا تذکرہ خصوصیت سے کیا گیا ہے اس میں تقریباً ایک ہزار پانچ سو صوفیہ کے حالات درج کئے گئے ہیں ۱۰۴۴ھ کو مکمل ہوا (۱) یہ کتاب انہوں نے سرہند کے کروڑی کی استدعا پر تالیف کی تھی جس نے اس میں تحریف کر کے اسے پایۂ اعتبار سے گرادیا، لکھتے ہیں:

سیدی از دوستانی کہ تادہ سال کروڑی سہرند بود، ازیں مسکین استدعا نمود کہ کتابی...... (۲)

یہاں اس کروڑی کا نام نہیں لکھا گیا لیکن انہوں نے اپنی دوسری تالیف سنوات الاتقیاء میں اس کا نام وضاحت کے ساتھ علی اکبر لکھا ہے کہ اس کروڑی نے مجھ سے یہ کتاب مستعار لی اس میں تحریف کر کے اپنے نام سے شہرت دی جو علمی اعتبار سے عامی تھا اس نے یہ کام دوسروں کی مدد سے کیا، لکھتے ہیں:

مجمع الاولیاء...... دراصل تالیف ایں فقیر بود علی اکبر کروڑی سہرند بمقابلہ احسانی ازمن گرفت باتفاق فضلاء احوال صحابہ باآں الحاق نمود وآں را بنام خود کرد واو عامی بود خط سواد کمتر داشت...... (۳)

خوش قسمتی سے مجمع الاولیاء کا یہ محرف نسخہ کتب خانہ انڈیا آفس لندن میں دریافت ہو گیا ہے (۴)۔ یہ نسخہ مولف کا خود نوشتہ ہے اس میں جا بجا کاٹ چھانٹ اور ردو بدل کیا گیا ہے۔ گویا یہ وہی محرف نسخہ ہے جس میں علی اکبر نے اپنی خواہش کے مطابق تبدیلیاں کروائی تھیں اور اس میں اپنا نام علی اکبر اردستانی بحیثیت مولف لکھ دیا تھا (۵)۔

---

(۱) بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۲/ ۱۵۸ (۲) ایضاً ۲/ ۱۵۸

(۳) بدرالدین سرہندی: سنوات الاتقیاء ورق ۲۰۷

(۴) مجمع الاولیاء خطی نسخہ کتابخانہ انڈیا آفس لندن (فہرست مرتبہ ایتھے ۶۴۵-۶۴۶) فہرست نگار نے اس کے مولف کا نام علی اکبر حسینی اردستانی ہی لکھا ہے۔

(۵) ایتھے کے اسی بیان پر بھروسا کرتے ہوئے اہل علم نے مجمع الاولیاء کو علی اکبر اردستانی کی تالیف تسلیم کرلیا ہے اور پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم نے بغیر تحقیق کے انگریزی میں انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا میں اس علی اکبر اردستانی پر مستقل مقالہ لکھ دیا ہے۔

سنوات الاتقیاء

یہ کتاب شیخ بدرالدین سرہندی (مولف حضرات القدس) کی تالیف ہے جس میں علماء ومشائخ اور دیگر اعیان کے مختصر حالات سنین وفات کے اعتبار سے یکجا کئے گئے ہیں، اس میں مولف کی معاصر صدی یعنی گیارہویں صدی ہجری کے اصحاب کے تراجم قابل درجہ ہیں، اس کتاب کے ذریعہ پہلی مرتبہ مولف کے خانوادہ کے حالات سامنے آئے ہیں اور خود مولف کی حیات وآثار کے متعلق اہم ترین معلومات حاصل ہوئی ہیں۔

اپنے والد ملا شیخ ابراہیم مخزنی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا شغل درس وتدریس تھا، موصوف محدث، مفسر اور متصوف تھے، سلسلۂ قادریہ میں شاہ قمیص قادری (ف ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء) کے مرید اور مولانا نظامی گنجوی کے دو واسطوں سے شاگرد تھے، ان کی کتاب مخزن اسرار کو سب سے پہلے ہندوستان میں انہوں نے ہی رائج کیا اور اس کتاب کا چونکہ کثرت سے درس دیتے تھے اس لئے ان کی نسبت ہی مخزنی مشہور ہوگئی، سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، ان کا انتقال بعمر ۷۳ سال ۲۹ شوال ۱۰۲۱ھ کو سرہند میں ہوا اور ملا بدرالدین کی والدہ ۱۰۲۴ھ کو فوت ہوئیں (۱)۔

سنوات الاتقیاء سے پہلی بار یہ بات تفصیل سے معلوم ہوئی ہے کہ کس طرح ان کی تالیف مجمع الاولیاء کا مسودہ سرہند کے کروڑی علی اکبر نے ان سے مستعار لیا اور پھر اس میں تحریف کرکے اسے اپنے نام سے شہرت دی (۲)۔

اس کتاب میں صوفیہ وعلماء کے شیخ سعید معمر حبشی سے مصافحہ کی تفصیلات بھی درج ہیں کہ کتنے اصحاب نے ان سے مصافحہ کیا، ان میں حاجی عبدالرحمن بدخشی کابلی مشہور بہ حاجی رمزی کے مصافحے کا بھی ذکر ہے کہ ان سے حضرت خواجہ باقی باللہ، شیخ تاج الدین سنبھلی اور میر محمد نعمان بدخشی نے مصافحہ کیا تھا اور خود مولف کو میر محمد نعمان سے اسی سلسلۂ مصافحہ کی

---

(۱) ہم نے حسنات الحرمین کے مقدمہ میں مع اقتباسات فارسی اس کی تفصیلات درج کی ہیں۔

(۲) رک بہ مقدمہ کتاب حاضر "حیات خواجہ محمد معصوم کے مآخذ مجمع الاولیاء"

سعادت حاصل ہے(۱)۔

گیارہویں صدی ہجری کی دیگر اہم شخصیات میں سے مولانا محمد صادق حلوائی، مولانا محمد باقر سلطانپوری، شیخ خلیل اللہ بدخشانی، بابا والی بدخشانی کشمیری، شیخ بہلول دہلوی، حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے احوال قابل توجہ ہیں اگرچہ ان میں وہی روایات درج ہیں جن کے مولف امین تھے اور اپنی دیگر معروف کتاب حضرات القدس میں درج کر چکے تھے لیکن اس میں بعض نئے نکات بھی شامل ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کے ضمن میں آپ کے فرزندوں خصوصاً حضرت خواجہ محمد معصوم کے سلسلے میں بھی بعض بیانات قابل توجہ ہیں جسے معاصر دستاویز کی حیثیت حاصل ہے، مولانا عبدالسلام لاہوری صاحب حاشیہ تفسیر بیضاوی کا سال وفات ۱۰۳۶ھ دیا ہے(۲)۔

سنوات الاتقیاء کا ایک خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہماری نظر سے گزرا ہے، جو ۱۰۸۵ھ کا مکتوبہ ہے۔

طبقات شاہجہانی

یہ خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری دہلوی کی تالیف ہے، اس کے مولف کا خانوادۂ نقشبندیہ سے قریبی تعلق تھا، حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی دو ازواج مطہرات تھیں، اول مولانا خواجہ محمد قلیج کی بہن جن کے بطن سے خواجہ عبیداللہ ملقب بہ خواجہ کلاں تولد ہوئے اور دوسری خواجہ محمد صادق ہمدانی کی ہمشیرہ تھیں جن کے بطن سے خواجہ عبداللہ ملقب بہ، خواجہ خرد متولد ہوئے تھے(۳) خواجہ محمد صادق حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید اور حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب الیہ بھی تھے(۴) خواجہ خرد نے لکھا ہے:

> ''خواجہ محمد صادق تغائی ایں فقیر بودند بعد از آں کہ ایں نسبت واقع شد بخدمت مشرف شدند با والدۂ خود ہمانگی آنحضرت جا گرفتند حضرت باایشاں بسیار التفات

---

(۱) بدرالدین سرہندی: سنوات الاتقیاء، خطی، ورق ۲۴۲-۱

(۲) ایضاً: ورق ۲۳۰-۱ (۳) خواجہ خرد، محمد عبیداللہ: شرح رباعیات، خطی ۱۲۵-۱۲۶

(۴) بیولر: فہارس تحلیلی..... مکتوبات احمد سرہندیؒ ۱۹۱

داشتند وتوجہات می فرمودند...... مخدومی را فضائل وکمالات بسیار بود تالیفات لطیفہ ازقلم ایشاں ظاہر شدہ مانند اسماء الرجال مشکوٰۃ وکلمات الصادقین وغیرآں در اوائل رمضان این سال کہ سال پنجاہ و دویم بعد الالف است بہوش تمام ذکر گویان از عالم رفتند (۱)''

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱- خواجہ محمد صادق کشمیری کی بہن حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی زوجۂ محترمہ تھیں۔

۲- شرح رباعیات کے مولف خواجہ خرد انہی کے بطن سے تھے۔

۳- خواجہ محمد صادق اس نسبت از دواجگی کے بعد حضرت خواجہ کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوئے۔

۴- خواجہ محمد صادق کتاب اسماء الرجال مشکوٰۃ اور کلمات الصادقین کے مولف تھے۔

۵- خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری کا سال وفات ۱۰۵۲ھ ہے۔

۶- یہی سال شرح رباعیات کا بھی سال تالیف ہے۔

خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری کی دوسری اہم تالیف کلمات الصادقین ہے جس میں ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء تک کے مدفونین دہلی کا تذکرہ ہے۔ ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے اس اہم کتاب کے فارسی متن کو ایڈٹ کیا ہے اور مولف کے حالات شرح وبسط کے ساتھ لکھے ہیں لیکن مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں سامنے آنے والی تمام تر معلومات پہلی مرتبہ منظر عام پر آئی ہیں۔

مولف نے طبقات شاہ جہانی میں طبقاتی اعتبار سے ہر عہد کے علماء، صوفیہ اور دانشوروں کا تذکرہ کیا ہے۔ مولف چونکہ خود نقشبندی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اس لئے اس خانوادے کے اصحاب کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے، اس میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے کئی ارادت مندوں اور خلفاء کا حال درج ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کے

(۱) شرح رباعیات ۱۲۶-۱۲۷

اصحاب کا تذکرہ بھی جا بجا ملتا ہے، اس کتاب کی تالیف (آغاز ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۶ء) کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے تینوں صاحبزادگان بقید حیات اور مصروف کار تھے جن کا ذکر بڑے دل نشین پرایۂ بیان میں کیا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کا ذکر اگرچہ چند سطور سے زیادہ نہیں ہے لیکن اسے عصری تحریر ہونے کی وجہ سے اہمیت حاصل ہے، لکھا ہے:

وی نیز از علم و عمل بہرہ وراست و بر مسند ارشاد متمکن و درمیان برادران اخلاص و ارتباط عظیم است ہر دو (خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم) در جوار مسجد خود بدرس طالب علمان و تلقین طالبان حق اشتغال دارند و تقوی و مروت و فتوت را بر پا می کنند......(۱)

مکتوبات معصومیہ

یہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے یہ جلدیں ۱۰۶۳ھ، ۱۰۷۲ھ اور ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۵۲، ۱۶۶۲ء، ۱۶۶۳ء میں یعنی حضرت خواجہ کے حین حیات ہی مرتب ہو کر مخلصین تک پہنچ چکی تھیں (۲) مکتوبات امام ربانی کی طرح یہ مجموعہ بھی حضرت خواجہ کے احوال کے سلسلے میں اولین ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

جہاں مکتوبات معصومیہ میں دینی و عرفانی مسائل زیر بحث آئے ہیں وہاں بہت سے ایسے اشارات ملتے ہیں جن کا تعلق صاحب مکتوبات کے ذاتی حالات سے ہے، ایسے اشارات کو ہم نے مقامات معصومی کے تعلقات میں تقاضوں کے مطابق نقل کیا ہے۔

مکتوبات سعیدیہ

یہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے برادر بزرگ حضرت خواجہ محمد سعید (ف ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۱ء) قدس سرہ کے ایک سو مکتوبات کا مجموعہ ہے، جسے صاحب مکتوبات کے صاحبزادے علامہ مولوی محمد فرخ (۳) نے مرتب کیا ہے، اس کے آغاز میں جامع نے ابتدائیہ نہیں

---

(۱) محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی (طبقہ عاشر) ۲۱

(۲) رک مقدمہ کتاب حاضر ''تالیفات حضرت خواجہ محمد معصوم''

(۳) علامہ محمد فرخ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۴۰۵-۴۰۷ مع تعلیقات

لکھا(۱)۔ ایک مکتوب کے آغاز میں مولانا فرخ کے نام کے ساتھ ''جامع ایں مکاتیب'' درج ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ اس مجموعے کے جامع یہی بزرگ تھے، سال ترتیب معلوم کرنے کا بھی کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

مکتوبات سعیدیہ میں دو آخری مکاتیب حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمتہ کے نام ہیں (۲) جن میں سے ایک مکتوب کا جواب مکتوبات معصومیہ میں بھی موجود ہے (۳) سفر حج کے متعلق اورنگزیب کے نام حضرت مجدد الف ثانی کے تینوں صاحبزادگان (خواجہ محمد سعید، خواجہ محمد معصوم، شاہ محمد یحییٰ قدس اسرارہم) کا ایک مشترکہ مکتوب بھی اس مجموعے میں شامل ہے (۴)۔

لطائف المدینۃ

یہ حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت سرہندی بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کی تالیف ہے، جو عربی نثر میں ہے۔ دراصل صاحبزادگان سرہند نے ۱۰۶۷-۱۰۶۸ھ کو جب حج کے لئے حرمین الشریفین کا سفر اختیار کیا تو دونوں بزرگ صاحبزادگان یعنی حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے احوال و مکاشفات حرمین پر ان کے صاحبزادوں نے عربی میں رسائل قلم بند کئے تھے، حضرت خواجہ محمد سعید کے احوال و مکاشفات ان کے بیٹے اور معروف فارسی شاعر شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (۵) (ف ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء) نے لطائف المدینۃ کے نام سے اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکاشفات وملفوظات ان کے فرزند شیخ عبیداللہ ملقب بہ مروج الشریعت نے یواقیت الحرمین کے نام سے جمع کئے تھے۔ جن میں سے موخرالذکر رسالہ کا فارسی ترجمہ حضرت خواجہ کے حین حیات ہی حسنات الحرمین کے نام سے ہو کر مریدوں میں متداول ہو گیا (۶) لیکن

(۱) یعنی مطبوعہ نسخہ لاہور ابتدائیہ سے خالی ہے (طبع حکیم سیفی ۱۳۸۵ھ)

(۲) مکتوبات سعیدیہ ۹۹-۱۰۰/ ۲۱۵-۲۱۷ (۳) مکتوبات معصومیہ ۳/ ۶۶

(۴) مکتوبات سعیدیہ ۸۴/ ۱۴۵

(۵) شیخ وحدت سرہندی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر پر ہمارے تعلیقات ۴۰۸ تا ۴۱۶

(۶) حسنات الحرمین ہمارے مفصل مقدمہ وحواشی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

لطائف المدینہ کا ترجمہ نہ ہوسکا لطائف المدینہ پانچ مقالات (ابواب) اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے چونکہ یہ دونوں برادران گرامی ایک ہی سال مذکور میں حرمین الشریفین حاضر ہوئے تھے اس لئے ان دونوں مجموعوں میں ان حضرات کی سعی ہای مشکور کا تذکرہ ملتا ہے۔ لطائف المدینہ میں کئی مقامات پر حضرت خواجہ محمد معصوم کا ذکر آیا ہے جس سے ان کے مجموعہ مکاشفات حسنات الحرمین کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے (۱)۔

مقامات احمدیہ و مناقب حضرات معصومیہ

یہ کتاب شیخ محمد امین بدخشی صاحب نتائج الحرمین کی تالیف ہے جو نتائج الحرمین کی تکمیل کے بعد عربی زبان میں لکھی گئی اور اس کے بعد اس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا ۱۰۶۸ھ کو جب خواجہ محمد معصوم دیگر خانوادۂ مجددیہ سمیت حرمین الشریفین حاضر ہوئے تو اہل عرب کے لئے عربی میں ان حضرات کے مناقب میں یہ رسالہ لکھا گیا (۲) مولف نے وضاحت کی ہے کہ وہ ۱۰۵۰ھ کو حضرت خواجہ سے منسلک ہوئے تھے اور آپ کی خدمت میں انہیں تین سال تک رہنے کا موقع ملا (۳) اس دوران مولف حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے (۴) اور خواجہ محمد سعید کے دو صاحبزادوں علامہ محمد فرخ اور شیخ عبدالاحد وحدت نے اپنے والد کے مکاشفات لکھ کر مولف کو دیے جن کے مولف نے اس کتاب میں اقتباسات دیے ہیں (۵)۔ اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم کے فرزندوں شیخ عبیداللہ اور شیخ سیف الدین نے بھی اپنے والد کے مناقب عربی میں لکھ کر مولف کو دیے کہ انہیں اس مجموعہ میں شامل کرلو چنانچہ انہوں نے انہیں شامل کتاب کرلئے (۶)۔

مقامات احمدیہ کا فارسی متن اب تک ہماری نظر سے نہیں گزرا فقط اس کا اردو ترجمہ ہی

---

(۱) لطائف المدینہ پر ہم نے ایک مفصل مقدمہ لکھا ہے جس میں اس کے جامع حضرت وحدت کے حالات وتصانیف کا تعارف کروایا ہے۔

(۲) بدخشی، محمد امین: مقامات احمدیہ ۱، ۷۸ (۳) ایضاً ۲۳، ۵۱

(۴) ایضاً ۴۲ (۵) ایضاً ۴۵ (۶) ایضاً ۴۸

پیش نظر ہے جو افسوسناک حد تک اغلاط سے پر اور محرف معلوم ہوتا ہے(۱)۔

ہماری رائے یہ ہے کہ یہ رسالہ مولف نے عربی میں نتائج الحرمین کی تالیف کے دوران مرتب کیا تھا۔

مولف نے لکھا ہے:

درمناقب ایشاں (خواجہ محمد معصوم سرہندی) رسالہ ہانوشتم (۲)

اس سے مراد اس کتاب کا عربی متن ہے۔ بعد میں اصحاب ہندوستان کے اصرار پر اس کا ملخص فارسی ترجمہ حدود ۱۱۰۳ھ کو کیا گیا۔

مولانا بدخشی نے لکھا ہے کہ حرمین الشریفین آنے سے قبل میں تین سال تک سرہند میں حضرات صاحبزادگان کی صحبت میں رہا اور جب یہ حضرات حرمین الشریفین آئے تو سات ماہ تک ان کے ہمراہ رہا اور حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی سے مصافحہ خاصہ کی سعادت حاصل کر کے ان کا ضمنی ہوا:

''ایں جامع علیہ الرحمتہ در سال ہزار و پنجاہ از ایشاں مہربانی بسیار دیدہ در سہرند کتاب ہدایہ پیش ایشاں (خواجہ محمد سعید) خواندہ درس تفسیر و حدیث و مکتوبات از ایشاں بسیار شنیدہ سہ سال در حلقہ ہای مراقبہ ومجلسہای مذاکرہ ایشاں نشستہ، ہفت ماہ حرمین ہمراہ بودہ آخر از ایشاں جذبہ ہای محبوبی دیدہ در مواجہہ روضۂ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بایشان مصافحۂ خاصہ کردم ضمنی شدم (۳)''

نتائج الحرمین

یہ شیخ محمد امین بدخشی بن شیخ علی الدین جہانگیر کی تالیف ہے، شیخ محمد امین بدخشی کی ولادت ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء کو ہوئی انہیں حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس

---

(۱) یہ اردو ترجمہ ملک فضل الدین نے نقشبندیہ منزل، کشمیری بازار لاہور سے شائع کیا۔

(۲) بدخشی، محمد امین: نتائج الحرمین ۲۷۸ ب

(۳) بدخشی، محمد امین: مجموعہ رسائل بدخشی، خطی، ورق ۷۸-ا

سرہما کے تقریباً چالیس خلفاء کی صحبت میسر رہی (۱) ان کا آبائی مسکن بلخ و بدخشان تھا، مغلوں اور ازبکوں کے حملوں میں اس کی تباہی کے بعد بہ نیت حج وہاں سے نکلے اور لاہور میں ایک ماہ کے قیام کے دوران خانوادۂ حضرات مجددیہ اور شیخ آدم بنوڑی کی بزرگی کا شہرہ سن کر ان سے منسلک ہو گئے (۲)۔

شیخ بدخشی ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۲ء کے اواخر میں شیخ آدم بنوڑی کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے اور شیخ کے وصال ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۴ء کے بعد حرمین الشریفین میں ہی مقیم ہو گئے (۳)۔ انہوں نے اس سے قبل حصول علم اور تکمیل سلوک کے لئے بہت طویل سفر کئے اپنے سترہ اساتذہ کے اسماء تحریر کئے ہیں (۴)۔

مولانا بدخشی شیخ آدم بنوڑی کے ہمراہ ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۳ء کے اواخر میں حرمین پہنچے اور وہاں ان کے ساتھ بیس ماہ ایک روز صحبت میسر آئی اور اس سے قبل تین سال تک سفر و حضر میں ہمراہ رہے (۵) خود وضاحت کی ہے کہ پچاس سال سے حرمین الشریفین میں مقیم ہوں (۶) اس طرح ۱۱۰۲ھ/ ۱۶۹۰ء (۱۰۵۲ + ۵۰ = ۱۱۰۲) تک ان کا قیام رہا، مکہ مکرمہ میں مولانا بدخشی کا قیام ''شبیکہ فی حوش امام طبری'' میں تھا (۷)۔

مولانا بدخشی کا سال وفات تو معلوم نہیں ہے البتہ اس قدر واضح ہے کہ وہ مکہ مکرمہ سے مصر گئے اور وہیں انتقال ہو گیا اور دفن بھی مصر میں ہی ہیں (۸) مولانا بدخشی کی اب تک ۲۴ تالیفات کے نام معلوم ہوئے ہیں جن میں سے صرف آٹھ کتابیں مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہیں (۹) ان میں سے نتائج الحرمین اور مقامات احمدیہ کا تعلق ہمارے موضوع سے ہے۔

---

(۱) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، خطی ورق ۱۰۹-ا

(۲) ایضاً ۱۰۹-ا (۳) ایضاً ۱۱۵-ا (۴) ایضاً ۱۱۵-ب

(۵) ایضاً ۴۹-ب (۶) ایضاً ۱۱۵-ا

(۷) خلاصۃ المعارف، خطی، برگ اولین

(۸) چمکنی، محمد عمر: ظواہر - خطی ورق ۱۰۳-ا

(۹) شیخ بدخشی پر ہمارا ایک مفصل مقالہ دانشنامۂ جہان اسلام وایران (تہران) میں شامل ہے۔

نتائج الحرمین حضرت شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) کے حالات، ملفوظات، مکتوبات اور مقامات پر مشتمل ہے اور ضمناً اس میں سلسلۂ مجددیہ کے بہت سے نکات درج ہیں جن سے دوسرے مآخذ خالی ہیں، ہمارے نزدیک زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کے بعد یہ سلسلۂ مجددیہ کی تاریخ کا مستند ترین ماخذ ہے، اس میں حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی سے متعلق درجہ اول کی معلومات موجود ہیں، حضرت خواجہ ۱۰۶۷-۱۰۶۸ھ کو جب حج کے لئے حرمین الشریفین پہنچے تو اس کے مولف ان کی خدمت کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے آپ کے قیام حرمین الشریفین کی تمام تر روایات اس میں درج ہیں، روضۃ القیومیہ کے ذریعہ عوام و خواص میں حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی اور حضرت شیخ آدم بنوڑی کے مابین جو اختلافات پھیلے تھے ان کی تردید کے لئے بھی اسے اہم ماخذ کا درجہ حاصل ہے(۱) اس میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی حرمین الشریفین و عربستان میں اشاعت کی تفصیلات بھی ملتی ہیں، خصوصاً حضرت خواجہ کے قیام حرمین کے دوران جو اصحاب آپ سے منسلک ہوئے ان کے احوال کا ضمنی بیان بھی قابل توجہ ہے، شاہ جہان کے بیٹوں کے درمیان جنگ تخت نشینی اور اس میں ہمارے حضرات نقشبندیہ کے کردار کی تمام تر تفصیلات اس کتاب میں درج ہیں۔

نتائج الحرمین تین جلدوں میں ہے، اول میں شیخ آدم بنوڑی کے نوشتہ رسائل تفسیر سورۂ فاتحہ اور مکتوبات وغیرہ شامل ہیں، دوم شیخ کے ایام وصال کے واقعات پر مشتمل ہے اور جلد سوم میں شیخ کے احوال، آپ کے فرزندوں اور خلفاء کے تراجم شامل کئے گئے (۲)۔

تحفۃ المعصوم

حضرت خواجہ کے احوال و ملفوظات پر ایک اور کتاب تحفۃ المعصوم بھی ہے جس کے

---

(۱) ہم نے حسنات الحرمین کے مقدمہ (۳۵-۴۲) میں ان روایات کا تنقیحی جائزہ لیا ہے

(۲) نتائج الحرمین کی جلد اول و سوم کے کئی خطی نسخے پاکستان کی مختلف لائبریریوں میں ملتے ہیں لیکن جلد دوم کے کسی نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔ یہاں تمام تر معلومات اس کی جلد سوم کے نسخۂ انڈیا آفس لندن سے ماخوذ ہیں۔

مولف شیخ غوث الدین بدخشی ہیں، جو ۲۳ سال حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے اور یہ احوال مرتب کئے، ضخامت تقریباً ایک سو ورق ہے، یہ خطی نسخہ ہم نے تا حال نہیں دیکھا، ہمارے مہربان جناب قاری احسان اللہ (تاجر مخطوطات، کوئٹہ) کے پاس ہے، انہوں نے ایک ملاقات میں یہ معلومات فراہم کی ہیں، تحفۃ المعصوم کا مروجہ کتب میں کہیں حوالہ نہیں ملتا۔

اسراریہ

یہ کتاب سید کمال محمد سنبھلی واسطی کی تالیف ہے، جسے انہوں نے اپنے شیخ خواجہ عبداللہ ملقب بہ خواجہ خرد بن حضرت خواجہ باقی باللہ کے ایماء پر ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء کو تالیف کرنا شروع کیا اور ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء کو اس کی تالیف سے فارغ ہوئے لیکن وہ اس میں مسلسل اضافات کرتے رہے، خواجہ کلمۃ اللہ بن خواجہ خرد ۱۷ رمضان ۱۰۷۱ھ کو کتاب کی تکمیل کے تین سال بعد فوت ہوئے (۱) جن کا سال وفات اس میں درج ہے۔

اسراریہ کے مولف ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء کو پیدا ہوئے (۲) اور خواجہ خرد مذکور سے وابستہ ہو کر دعوت و ارشاد میں مصروف ہو گئے اس انسلاک سے پہلے وہ امراء کے ہاں ملازمت کرتے رہے (۳) اور پھر ۱۰۳۵ھ کو ترک نوکری کے بعد خواجہ خرد سے بیعت ہوئے مولف بہت سی روایات کے امین تھے، اس میں زیادہ روایات اپنے شیخ سے منقول ہیں۔

اسراریہ کی تالیف کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے تینوں فرزندان گرامی زندہ اور مصروف کار تھے، خواجہ محمد معصوم کے خلفاء سے بھی ان کے مراسم تھے اور ان کی زبانی بعض روایتیں بھی نقل کی ہیں (۴)

---

(۱) کمال محمد سنبھلی: اسراریہ خطی نسخہ ندوۃ العلماء لکھنو ۷۵ اسراریہ کے سال تالیف میں متاخرین کو غلط فہمی ہوئی ہے رحیم بخش امروہوی نے ۱۰۵۹ھ (تواریخ واسطیہ ۵۳) اور عبدالحی حسنی نے خاتمہ اسراریہ سے ۱۰۶۹ھ دیا ہے (نزہۃ الخواطر ۳۱۸) ڈاکٹر محمد عزیز الدین حسین نے بھی یہی بات دہرائی ہے (تصوف برصغیر میں ۲۶۲) لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولف مذکورہ سال تکمیل کے بعد عرصہ تک اس میں اصلاح و اضافات کرتے رہے تھے۔

(۲) کمال محمد سنبھلی: اسراریہ ۴۶۶ (خاتمہ خود نوشت احوال مولف)

(۳) ایضاً ۴۶۸ (۴) ایضاً ۹۵-۹۶

تذکرہ اسراریہ کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ اور آپ کے خلفاء و متعلقین کے بارے میں بہت اہم روایات درج ہیں جن میں سے اکثر کے راوی ان کے شیخ خواجہ خرد ہیں، مولف ہر سال تین ماہ شیخ کی خدمت میں رہتے اور باقی نو ماہ اپنے مستقر سنبھل میں گزارتے تھے (۱) حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق کئی اہم روایات انہوں نے خواجہ خرد کی زبانی نقل کی ہیں (۲)۔

خانوادۂ مجددیہ کی ایک اور بڑی شخصیت خواجہ حسام الدین احمد دہلوی کی تھی جو حضرت باقی باللہ کے جانشین اور آپ کے دونوں کمسن صاجزادوں کے کفیل و مربی تھے (۳)۔ اس کتاب کے ذریعہ پہلی مرتبہ بہت سی ایسی روایات سامنے آئی ہیں جن کا تعلق حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے فوراً بعد سے ہے، حضرت مجدد الف ثانی نے بھی خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا ہے کہ وہ کام جو ہمارے کرنے کا تھا وہ آپ انجام دے رہے ہیں۔

اسراریہ میں نقشبندی سلسلہ کے علاوہ دیگر سلاسل کے صوفیہ کے حالات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہیں، اس میں تقریباً ۲۰۳ صوفیہ کے احوال درج ہوئے ہیں (۴)۔ مولف نے اپنے مستقر سنبھل کے تقریباً ۱۴ صوفیہ کے حالات شامل کتاب کئے ہیں۔

کنز الہدایات

یہ کتاب مفتی محمد باقر لاہوری (۵) (متوفی حدود ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۷ء) کی تالیف ہے۔ جس میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی اور رسالۂ

---

(۱) ایضاً ۴۶۸ (۲) ایضاً ۲۹-۳۳

(۳) جب حضرت خواجہ باقی باللہ کا وصال ہوا (۱۰۱۲ھ) تو خواجہ کلاں دو سال چار ماہ کے اور خواجہ خرد صرف دو سال کے تھے (اسراریہ ۴۴)

(۴) محمد عزیز الدین حسین : اسراریہ کشف صوفیہ (مقالہ مشمولہ تصوف برصغیر میں، خدا بخش لائبریری پٹنہ ۲۶۲-۲۶۵) اس مقالے میں اسراریہ میں شامل تمام تراجم کی فہرست دے دی گئی ہے۔

(۵) مفتی محمد باقر لاہوری کے احوال و آثار کی تفصیل کے لئے کتاب حاضر کے تعلیقات (۴۵۲-۴۵۵) ملاحظہ کریں۔

مبداء ومعاد (تالیف حضرت مجدد الف ثانی) کی عبارتوں کو "بلا تفاوت وتصرف" موضوعی ترتیب سے یکجا کر دیا ہے یہ کتاب ۱۰۸۰ھ/ ۱۶۷۰ء کو تالیف ہوئی، گویا حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے صرف دو سال بعد یہ کام مکمل ہوا، اس کے مولف حضرت خواجہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے اور انہیں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مطالب ومعانی پر مکمل عبور تھا، خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے شیخ محمد باقر کو لکھا ہے کہ تمہیں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی پر عبور کامل ہے اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ تم اس سلسلہ میں طالبوں کی رہنمائی کرو(۱)۔

ملا محمد باقر لاہوری کے خاندان میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی تفہیم کے لئے خاص توجہ مبذول کی گئی تھی ان کے بھائی ملا محمد امین حافظ آبادی مکتوبات حضرت مجدد کے اتنے ماہر تھے کہ انہوں نے خواجہ سیف الدین سے "مکتوبات خوان" کا خطاب پایا تھا(۲)۔

کنز الہدایات گویا مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم کی شرح وتوضیحات کی اولین کوشش ہے اسی طرح مکتوبات امام ربانی کے سلسلہ میں بھی اسے قدامت کا درجہ حاصل ہے، یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ اس کے عربی، ترکی اور اردو میں تراجم ہو چکے ہیں (۳) فارسی متن مولانا نور احمد امرتسری مرحوم کی سعی سے طبع ہو چکا ہے۔

ریاض الاولیاء

اس کا مولف بختاور خان (۱۰۳۰-۱۰۹۶ھ/ ۱۶۲۰-۱۶۸۵ء) ہے اور کار تالیف میں اس کی معاونت شیخ محمد بقا سہارنپوری (۱۰۳۷-۱۰۹۴ھ/ ۱۶۲۷-۱۶۸۳ء) نے کی اس کتاب کے دونوں مرتب حضرت خواجہ محمد معصوم اور آپ کے صاحبزادگان کے حلقۂ مریدین میں شامل تھے، بختاور خان مرآۃ العالم کا مولف اور صاحبزادگان سرہند کے ساتھ عقیدت مندانہ روابط رکھتا تھا(۴) اور اس کا معاون شیخ محمد بقا سہارنپوری (مولف

(۱) سیف الدین، خواجہ: مکتوبات سیفیہ ۱۴۱/ ۱۶۶-۱۶۷

(۲) مقامات معصومی (متن ۴۹۰) (۳) تعلیقات کتاب حاضر ۴۵۲/ ۲۴-۲۵

(۴) تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذا کا عنوان "نیاز حضرت مجدد الف ثانی اور امرائے عصر"

مراۃ جہاں نما) تو با قاعدہ اس سلسلے کے بزرگوں سے بیعت تھا، اس کے والد شیخ غلام محمد حضرت مجدد الف ثانی کے معروف خلیفہ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے خلیفہ تھے (۱) شیخ محمد بقاء نے با قاعدہ سرہند حاضر ہو کر شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعت معروف بہ میاں حضرت کی خدمت میں سلوک کی تعلیم حاصل کی تھی اور شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے حدیث شریف کی سند لی اور درس و تدریس کا شغل اختیار کیا، اپنے والد کی وفات ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۲ء کے بعد شیخ محمد بقا سہارنپوری نے حضرت خواجہ محمد معصوم کی صحبت اختیار کر لی (۲)، لیکن جلد ہی اورنگزیب کی ملازمت میں چلا گیا اور ایک عالمی تاریخ مرأۃ جہاں نما کے نام سے مرتب کی (۳)۔

ریاض الاولیاء صوفیۂ کرام کا ایک عمومی تذکرہ ہے جس کا سال تالیف ۱۰۹۰ھ ہے اس میں چار ابواب ہیں، پہلا خلفائے راشدین دوسرا ائمہ کرام، تیسرا صوفیۂ عظام اور چوتھا باب ہندوستانی صوفیہ کے حالات کے لئے مخصوص ہے، موخر الذکر دونوں ابواب میں شامل تراجم حروف تہجی کے اعتبار سے ہیں، آخری باب خاص اہمیت کا حامل ہے، اس میں شامل ان صوفیہ کے حالات ہیں جن کا تعلق عہد اورنگزیب سے ہے اور مولف کے معاصرین کے احوال پر مشتمل ہے، اس کتاب کے مرتب اور معاون دونوں کا سلسلۂ نقشبندیہ اور حضرات سرہند سے قریبی تعلق تھا جس کی وجہ سے اس میں اہم ترین روایات درج ہیں، مولف نے مرأۃ العالم کی تکمیل (۱۰۷۸ھ/ ۱۶۶۷ء و بہ بعد) کے بعد اسے ۱۰۹۰ھ میں تالیف کیا مرأۃ العالم میں علماء و مشائخ کے حالات بہت مختصر لکھے تھے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے ریاض الاولیاء کے نام سے الگ کتاب مرتب کی، ریاض الاولیاء تا حال طبع نہیں

---

(۱) نور الحسن انصاری: فارسی ادب بعہد اورنگزیب ۴۶۷

(2) Elliot : History of India, Vol. VII. p. 152-53

(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذا کا عنوان "مرأۃ جہاں نما"

ہوئی ہے، اس کا ایک خطی نسخہ برٹش میوزیم لندن میں ہے(۱)۔

مرأۃ جہاں نما

یہ کتاب شیخ محمد بقا سہارنپوری کی تالیف ہے، شیخ محمد بقاء (۱۰۳۷-۱۰۹۴ھ/ ۱۶۲۷-۱۶۸۳ء) خود ایک ذی علم اور صوفی بزرگ تھے، ان کے والد شیخ غلام محمد حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے خلیفہ تھے(۲) شیخ محمد بقاء نے باقاعدہ سرہند جا کر شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعت ملقب بہ میاں حضرت بن حضرت خواجہ محمد معصوم کی خدمت میں سلوک کی تعلیم حاصل کی تھی اور علم حدیث کی تحصیل شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے پاس جا کر کی اور اپنے والد کی وفات (۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۲ء) کے بعد پھر سرہند جا کر حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی سے منسلک ہو گئے (۳)۔

سلطان حسین بن اصالت خان ملقب بہ اختیار خان کی تجویز پر اورنگزیب عالمگیر کی ملازمت اختیار کر لی اور جلد ہی ترقی کر کے بخشی اور سہارنپور کے وقائع نگار کے عہدے پر متعین کر دیے گئے (۴)۔ فارسی زبان وادب سے گہرا لگاؤ تھا اور اس سلسلے کی کئی چھوٹی بڑی کتابوں کے مولف ہیں لیکن ان کی شہرت ایک عالمی اور عمومی تاریخ مرأۃ جہاں نما کی وجہ سے ہے، جس کا مواد انہوں نے اپنے عزیز دوست بختاور خان کی مرتبہ مرأۃ العالم کے لئے جمع کیا تھا اس کی ایک نقل ان کے مسودات ناتمام میں موجود تھی جسے ان کے بھانجے محمد شفیع نے ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۴ء کو مرتب کر کے مذکورہ نام دیا، اس کا یہی ناتمام مسودہ شیخ محمد بقاء کے چھوٹے بھائی محمد رضا کے پاس بھی تھا جسے اس نے ۱۱۱۱ھ/ ۱۶۹۹ء کو مرتب کیا(۵) اس میں

---

(1) Rieu. Ch : Cat. Persian MSS. Vol. III. p. 975-a (No. 1745)

دیگر خطی نسخوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

Storey C. A: Persian Literature. Vol. I, Part. II. p. 1012

(۲) رک مقدمہ ہذا العنوان ریاض الاولیاء

(3) Ricu, Ch : Cat. Persion MSS. Vol. III. p. 890

(۴-۵) ریو، جلد ۳، صفحہ ۸۹۰

Storey, C. A. Persion Literature, Vol. I. part. I. p. 131-32

تخلیق کائنات سے لے کر اورنگزیب کے ابتدائی سالوں تک کے واقعات درج ہیں۔

مرأۃ جہاں نما کے مولف مشائخ نقشبند سے قریبی تعلق رکھتے تھے ان کے والد شیخ بدیع الدین سہارنپوری (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی) کے خلیفہ تھے، خود شیخ محمد بقا نے سرہند میں رہ کر سلوک کی تعلیم حاصل کی اور پھر حضرت خواجہ سے منسلک ہو گئے تھے، اس لئے ان کے پاس اس خانوادۂ مجددیہ کی درجہ اول کی روایات تھیں جنہیں انہوں نے اپنی کتاب کے اس باب میں جن کا تعلق معاصر علماء ومشائخ کے احوال سے ہے جا بجا درج کیا ہے، اس کتاب کے پیرائش سوم کی نموداول علماء ومشائخ کے حالات کے لئے مخصوص ہے جو مرأۃ العالم سے مختلف اور جداگانہ معلومات کی حامل ہے(۱)۔اورنگزیب اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے تعلقات اور آپ کے صاحبزادگان کے ساتھ اس کے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کے کئی واقعات اس میں درج ہیں، اورنگزیب کی صرف نقشبندی سلسلہ کے بزرگوں سے ہی نہیں بلکہ ملا قطب ہانس برہانپوری کی جنگ تخت نشینی میں اورنگزیب کی حمایت اور جنگ کے بعد اورنگزیب کا انہیں ایک گاؤں بطور مدد معاش اور چار لاکھ روپے نقد دینے کا ذکر بھی شیخ محمد بقاء نے اسی کتاب میں کیا ہے(۲)۔

مرأۃ جہاں نما ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے ایک خطی نسخہ برٹش میوزیم لندن میں ہے(۳)

مفتاح العارفین

مفتاح العارفین میر عبدالفتاح بن حضرت میر محمد نعمان بدخشی کی تالیف ہے، اس تذکرے کی خوبی یہ ہے کہ عرفا کے سنین وفات کے اعتبار سے صوفیہ کے نہایت مختصر حالات

---

(1) Rieu, Ch : Cat. Persion MSS. Vol. III. p. 891

(۲) محمد بقا سہارنپوری: مراۃ جہاں نما، خطی نسخہ برٹش میوزیم - ورق ۲۴-الف

(3) Rieu, Ch : op. Cit.

دیگر خطی نسخوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے:

Storey, C. A. Persion Literature, Vol. I. part. I. p. K133.

لکھے گئے ہیں، چونکہ مولف خانوادۂ مجددیہ سے قرابت قریبہ رکھتے تھے اس لئے اس تذکرے میں اس سلسلے کے اصحاب کے حالات دوسرے سلاسل کے مقابلہ میں زیادہ درج ہوئے ہیں، مولف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خلیفہ اول حضرت میر محمد نعمان بدخشی کے صاحبزادے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مریدین میں سے تھے، ایک مقام پر آپ کو ان القاب سے یاد کیا ہے:

حضرت پیر دستگیر قطب الاقطاب غوث الشیخ الشاب محرم اسرار الٰہی مہبط انوار متنا ہی حاجی الحرمین شیخنا وامامنا وقبلتنا معصوم بن معصوم شیخ محمد معصوم......(۱)

ایک اور مقام پر حضرت خواجہ کی محفل میں خود کو حاضر بتایا ہے:

روزی یکی از مریدان ایشاں (خواجہ سیف الدین) کتابتی بخدمت والد بزرگوار ایشاں نوشتہ بود وفقیر کاتب حروف دراں مجلس حاضر بودہ کہ کتابت رسیدہ......(۲)

حضرت خواجہ کا ایک مکتوب بھی میر عبدالفتاح کے نام ہے جو ''در ادای لوازم طلبگاری'' کے موضوع پر لکھا گیا ہے (۳)۔

مفتاح العارفین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مولف کے خانوادے یعنی میر محمد نعمان بدخشی کے خاندان کے افراد کے حالات درج ہیں جن کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا خانوادہ حضرات مجددیہ کا حلقہ بگوش تھا۔

مفتاح العارفین میں سال تالیف درج نہیں ہے اس کے آخری اوراق میں ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء تک کے واقعات ملتے ہیں (۴) یہ کتاب تا حال شائع نہیں ہوئی ہے سادہ اور عام فہم طریقے سے فارسی نثر میں علماء ومشائخ کے سنین وفات یکجا کر دیے ہیں، اس کے دو خطی نسخے ہمارے علم میں ہیں (۵)۔

---

(۱) مفتاح، ورق ۲۵۴ ب-۲۵۶-ا (۲) ایضاً ورق ۲۶۰-ا

(۳) مکتوبات معصومیہ ۳/ ۲۵/ ۵۴-۵۵ (۴) عبدالفتاح: مفتاح العارفین ۲۵۹-ا

(۵) اول ذخیرۂ شیرانی پنجاب یونیورسٹی لاہور نمبر ۱۶۱۳/ ۶۳-۴۲ - دوسرا نسخہ کتابخانہ دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ہندوستان (فہرست مخطوطات دیوبند)

خزینۃ المعارف

یہ حضرت مروج الشریعت محمد عبیداللہ (ف ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۶۲ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جس میں ۱۵۶ مکتوبات ہیں اس مجموعے کے جامع صاحب مکتوبات کے فرزند شیخ محمد ہادی (۱) ہیں انہوں نے یہ مجموعہ اپنے والد کے وصال ۱۰۸۳ھ کے بعد اور حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے وصال ۱۱۱۵ھ سے قبل مرتب کیا (۲)۔

خزینۃ المعارف میں حضرت خواجہ کے جس قدر معارف کا اندراج ہوا ہے دوسرے مآخذ میں ان کا عشر عشیر بھی نہیں ہے صاحب مکتوبات حضرت خواجہ کے فرزند عزیز تھے، حضرت خواجہ کے معارف ومناقب کے علاوہ اس مجموعے میں حضرت خواجہ کے خلفاء کے احوال بھی بکثرت درج ہیں جن میں سے اکثر احوال خود حضرت خواجہ کی روایت سے بیان کئے گئے ہیں کاش مولف مقامات معصومی اس سے کماحقہ استفادہ کرتے انہوں نے صرف ایک جگہ اس مجموعے کا تذکرہ کیا ہے (۳)۔

یہ مجموعہ حضرت خواجہ کے سوانحی مواد میں درج اول کا ماخذ ہے (۴) ہم نے مقامات معصومی کے تعلیقات میں اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی تصحیح سے ۱۹۷۳ء میں کراچی سے طبع ہو چکا ہے۔

مکتوبات سیفیہ

یہ حضرت خواجہ محمد سیف الدین (۱۰۴۹-۱۰۹۶ھ/ ۱۶۳۹-۱۶۸۴ء) بن حضرت

(۱) شیخ محمد ہادی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر، تعلیقات ۳۲۲/ ۱۰-۱۳، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۳۲۲/ ۲۳، ۳۲۳/ ۱-۲-۳

(۲) کتاب حاضر، تعلیقات ۳۱۴/ ۵-۶ (۳) ایضاً

(۴) خزینۃ المعارف میں حضرت خواجہ کے بعض معارف کے لئے دیکھئے: ۱/ ۱۰، ۴/ ۱۵، ۱۵/ ۲۷، ۱۷/ ۳۱، ۱۹/ ۳۳، ۲۲/ ۳۶ (بعضی خصائص) ۳۶/ ۵۸، ۵۰/ ۷۳، ۵۳/ ۷۴، ۵۹/ ۸۰، ۶۴/ ۸۹، ۶۷/ ۹۴، ۷۶/ ۱۰۵، ۸۱/ ۱۰۸، ۸۴/ ۱۰۹، ۸۵/ ۱۱۰، ۸۷/ ۱۱۱، ۹۰/ ۱۱۴، ۹۶/ ۱۲۳، ۱۰۲/ ۱۲۵، ۱۰۷/ ۱۲۹، ۱۱۳/ ۱۳۳، ۱۲۰/ ۱۳۸، ۱۲۱/ ۱۳۹، ۱۲۲/ ۱۴۰، ۱۲۳/ ۱۴۱، ۱۲۶/ ۱۴۲، ۱۳۳/ ۱۵۱، ۱۳۴/ ۱۵۱، ۱۳۸/ ۱۵۳

خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کا مجموعہ ہے ان کے بیٹے خواجہ محمد اعظم نے مرتب کیا اس میں ۱۹۰ مکاتیب ہیں، مکتوبات سیفیہ ایسا مجموعہ ہے جس میں حضرت خواجہ محمد معصوم کے معارف اتنی کثرت سے درج ہوئے ہیں کہ اسے اگر مکتوبات معصومیہ کا ذیل قرار دیا جائے تو صحیح ہو گا(۱)۔

حضرت خواجہ کے اورنگزیب سے روابط اور صاحبزادگان و خلفاء کے امرائے عصر سے تعلقات سے واقفیت کا اہم ترین ماخذ یہی مجموعہ ہے(۲)۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی تصحیح سے حیدر آباد سندھ سے طبع ہو چکا ہے۔

وسیلۃ القبول

وسیلۃ القبول حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (۱۰۳۴-۱۱۱۵ھ/ ۱۶۲۵-۱۷۰۳ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جسے مولانا عماد الدین محمد نے وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تاریخی نام سے مرتب کیا یعنی اس نام کے اعداد سے اس کا سال تدوین ۱۱۱۵ھ/ ۱۷۰۳ء برآمد ہوتا ہے اور اسی سال حضرت حجۃ اللہ کا وصال ہوا۔

حضرت خواجہ کے احوال کے سلسلے میں وسیلۃ القبول ایسا ماخذ ہے جس میں حضرت خواجہ کے بارے میں کئی اہم امور کی عقدہ کشائی ہوتی ہے(۳) صاحبزادگان و خلفاء کے اورنگزیب اور امرائے وقت سے روابط کی بہت سی مثالیں اس مجموعے میں ملتی ہیں، کتاب

---

(۱) مکتوبات سیفیہ ۱، ۲، ۳، ۵/۱۳، ۱۰/۲۲، ۱۸/۳۳، ۲۱/۳۷، ۲۵/۴۴، ۴۳/۶۲، ۴۹/۶۸، ۸۳/۱۲۳، ۱۰۶/۱۳۷، ۱۱۶/۱۴۳، ۱۱۹/۱۴۸، ۱۲۱/۱۵۰، ۱۲۶/۱۵۴، ۱۲۷/۱۵۵، ۱۲۸/۱۵۶، ۱۴۱/۱۶۶، ۱۴۳/۱۷۰، ۱۶۹/۱۹۲، ۱۷۰/۱۹۵، ۱۷۱/۱۹۶، ۱۷۲/۱۹۶، ۱۸۶/۲۰۶، ۱۸۷/۲۰۶، ۱۹۰/۲۰۸

(۲) رک مقدمہ کتاب حاضر ''حضرت خواجہ اور اورنگزیب'' و ''بنائے حضرت مجدد الف ثانی اور اورنگزیب کی مصاحبت میں'' وغیرہ۔

(۳) وسیلہ ۱/۱-۶ (عریضے بنام حضرت خواجہ)، ۱۲۲/۱۳۷، ۲/۲۷۹، ۱۴/۳۱، ۳۹/۷۹

حاضر کے مقدمے اور تعلیقات میں ان امور کی تفصیلات درج کی گئی ہیں۔

وسیلۃ القبول دو حصوں میں ہے۔ پہلے میں ۱۲۸ مکاتیب اور دوسرے میں ۶۸ مکتوبات ہیں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی تصحیح سے سندھ یونیورسٹی سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا جس کی مولانا عبداللہ جان فاروقی نے دوبارہ تصحیح کی ان کا مرتبہ طویل صحت نامہ دوسری جلد کے آخر میں منسلک ہے۔

گلشن وحدت

یہ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ جس کے جامع شیخ محمد مراد تنگ کشمیری (۱) (۱۰۵۷-۱۱۳۱ھ/ ۱۶۴۶-۱۷۱۸ء) ہیں چونکہ حضرت وحدت اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد سعید کے وصال ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۰ء کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم سے منسلک ہو گئے تھے اس لئے اس مجموعہ میں حضرت خواجہ سے متعلق بھی اہم مواد موجود ہے (۲) گلشن وحدت مولانا عبداللہ جان فاروقی مدظلہ (از اولاد مولف مقامات معصومی) نے مرتب کیا اور ۱۹۶۶ء میں ادارۂ مجددیہ کراچی نے شائع کیا تھا، اس مجموعے میں حضرت وحدت کے وصال ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء کے بعد کے بعض مکاتیب صاحبزادگان بھی شامل ہیں ایک مکتوب از شیخ ابوحنیف بن حضرت وحدت پر سال تحریر ۱۱۲۸ھ درج ہے (۳)۔ جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جامع شیخ محمد مراد نے یہ مجموعہ حدود ۱۱۲۸ھ/ ۱۷۱۶ء میں مرتب کیا ہوگا۔

ظواہر السرائر

یہ میاں محمد عمر چمکنی پشاوری (ف ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء) کی تالیف ہے، جو حضرت شیخ

---

(۱) شیخ محمد مراد کشمیری کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ ہٰذا "تحفۃ الفقراء و حسنات المقربین" چونکہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب شیخ محمد مراد کے حالات سے واقف نہیں تھے لیکن نہ تو انہوں نے گلشن وحدت کے مقدمے میں جامع کے بارے میں کچھ لکھا اور نہ ہی تعلیقات میں۔

(۲) بعض اشارات و اقتباسات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۱۰م/۱۱-۱۴، ۱۰م/۱۸-۲۲، ۱۰م/۲۰-۲۲، ۱۱م/۱۹-۲۳

(۳) گلشن وحدت ۱۱۶/۱۶۸

سعدی لاہوری (۱۰۳۳-۱۱۰۸ھ/ ۱۶۲۴-۱۶۹۶ء) خلیفۂ حضرت شیخ آدم بنوڑی (۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) کے احوال و ملفوظات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں ضمناً سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی بہت سی روایات درج ہیں، جن کے راوی ثقہ حضرات تھے، ان روایات سے اس سلسلہ کی تاریخ اور تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے، اس میں کئی ایسے اصحاب کا تذکرہ ہے جو حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے حلقۂ احباب سے تعلق رکھتے تھے، صاحب مقامات معصومی نہ اس اہم کتاب سے واقف تھے اور نہ ہی اس میں مندرج روایات ان تک کسی اور ذریعہ سے پہنچی تھیں، اس میں ایک مولانا تلا کا ذکر مستقل عنوان کے تحت کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے مرید تھے اور سورۂ یوسف کی تفسیر فصیح پنجابی زبان میں لکھی (۱)، ظواہر پہلی کتاب ہے جس میں خواجہ محمد معصوم سرہندی اور شیخ آدم بنوڑی کے مرید و خلیفہ و سوانح نگار مولانا محمد امین بدخشی کے بارے میں یہ درج ہوا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ سے مصر گئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا تھا (۲) ظواہر کے مولف میاں محمد عمر چمکنی ایک ذی علم بزرگ تھے اور کئی اہم دینی و عرفانی کتب کے مولف تھے انہوں نے یہ کتاب ۱۱۱۲ھ/ ۱۷۰۰ھ میں تالیف کی (۳)

مواہب القیوم فی تائید الاحمد والمعصوم

یہ میاں شاہ فی الحال بن شیخ محمد اشرف بن خواجہ محمد معصوم سرہندی کی تالیف ہے حضرت مجدد الف ثانی کی تائید میں بہت سے رسائل لکھے گئے تھے ان میں سے مواہب القیوم ایسا رسالہ ہے جو حضرت مجدد الف ثانی پر اعتراضات کے ساتھ خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات و معارف پر اعتراضات کے جواب پر مشتمل ہے، مولف خود وضاحت کرتے ہیں:

---

(۱) ظواہر نسخہ کوہاٹ ۴۶۵

(۲) تفصیل کے لئے مقدمہ حاضر کا عنوان حیات خواجہ محمد معصوم کے مآخذ ''نتائج الحرمین'' ملاحظہ کریں۔

(۳) میاں محمد عمر چمکنی پر پروفیسر محمد حنیف نے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اس میں میاں صاحب کے احوال و آثار کو متعارف کرادیا ہے۔ میاں چمکنی کی دوسری اہم کتاب خزینۃ الاسرار بھی قابل توجہ ہے جو مولف کے روزنامچے کی مانند ہے۔ (فہرست مشترک ۱۱/ ۹۳۸)

نحمدک یا من جعل علماء هذ الامة المرحومة کا لانبیاء ...... اما بعد فیقول العبد المتقر الی اللّٰه الملک المتعال محمد یونس الشهنشاه فی الحال بن اعلم العلماء و اکمل الاولیاء الشیخ محمدن الاشرف سلمه اللّٰه سبحانه لمارایت مکتوبات الامام الهمام ...... عروة الوثقٰی ...... و فیها انوار حقیقة القرآن و الکعبة الحسناء و فیها بیان کمالات النبوة والرسالة و فیها ...... و وقعت فیها عبارته یفهم منه المساوات بمرتبة بعض الصحابة رضی اللّٰه عنهم لبعض الاشخاص هذالامة حیث قال رضی اللّٰه عنه فی مکتوباتة من کان له مقام السابقیة الینا بطریق التواتر ان المجدد و اولاده الکرام و خلفاء العظام کا نوا علٰی هذه العقیده ...... فاردت ان اکتب لقول المجدد شرحاً مختصراً ...... وسمیتها بمواهب القیوم فی تائید الاحمد و المعصوم......

اس اقتباس میں مولف نے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد اشرف (ف ۱۱۱۸ھ) کے نام کے ساتھ ''سلمہٗ اللہ سبحانہ'' لکھا ہے جس سے واضح ہے کہ انہوں نے یہ رسالہ اپنے والد بزرگوار کے وصال ۱۱۱۸ھ سے پہلے تالیف کیا تھا۔

مولف اپنے خال اکرم مولانا محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید کے شاگرد تھے (۱)۔ مولف اس سے قبل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ''مکتوب بر اعتراضات حضرت مجددؒ'' کے جواب میں ایک مستقل کتاب ''حجۃ الحق فی دفع اعتراضات شیخ عبدالحق'' کے نام لکھ چکے تھے، شیخ شاہ فی الحال کی یہ دونوں کتابیں بہت وقیع اور علمی تحقیقات کی حامل ہیں۔

مواہب القیوم عربی نثر میں ہے اور اس قابل ہے کہ اسے مرتب کر کے شائع کیا جائے (۲)۔

(۱) شاہ فی الحال: مواہب القیوم، خطی نسخہ قندھار ۱۷

(۲) شیخ شاہ فی الحال کے حالات اور تالیفات کے خطی نسخوں کی تفصیل کے لئے کتاب حاضر کے تعلیقات ۳۳۲/ ۱۹-۲۰ ملاحظہ کیجئے۔

مقامات حضرات خمسہ

یہ کتاب شیخ محمد ہادی (۱) بن حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم کی تالیف ہے، حضرت خواجہ محمد معصوم کے احوال کے سلسلے میں یہ بہت اہم ماخذ ہے، یہ ضخیم وجیم کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

جلد اول در حالات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

جلد دوم در احوال ومناقب حضرت خواجہ محمد سعید

جلد سوم در احوال حضرت خواجہ محمد معصوم

جلد چہارم در احوال ومقامات والد خود حضرت مروج الشریعت

جلد پنجم در حالات باقی اولاد حضرت مجدد الف ثانی (۲)

حضرت شیخ عبد الاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید کے حالات جلد دوم میں حضرت خواجہ محمد سعید کے ضمن میں لکھے ہیں لیکن وہ اتنے مفصل ہیں کہ وہ ستر اجزا کے مساوی ہیں جو ایک مستقل جلد سے کم نہیں ہیں اسی طرح شیخ بدیع الدین (نواسۂ حضرت خواجہ محمد سعید) کے حالات ۲۸ - اجزا میں مکمل کئے ہیں (۳)۔

مولف نے اپنی زندگی کے چالیس سال اس کتاب کی تالیف پر صرف کئے تھے (۴)۔ گویا حضرات مجددیہ کے احوال ومعارف پر یہ سب سے مفصل کام ہے لیکن افسوس کہ تا حال ہمیں اس کے کسی خطی نسخے کا علم نہیں ہے۔

مولف روضۃ القیومیہ نے اس کتاب کا نام کواکب دریہ لکھا ہے (۵) جبکہ صاحب

---

(۱) شیخ محمد ہادی (ف ۱۱۲۳ھ) کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر پر ہمارے تعلیقات ۳۲۲

(۲) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/۲۱ (۳) کتاب حاضر (مفتاح ثانی)

(۴) ایضاً (شیخ محمد ہادی کی مجددی حضرات کے حالات ومعارف پر حسب ذیل کتب بھی قابل توجہ ہیں:

حجۃ الاحوال، ترویجیہ (در حالات حضرت مروج الشریعت)، تجدید احوال (در اثبات تجدید)، رسالہ رد مخالفین حضرت مجدد اور خزینۃ المعارف (مکتوبات حضرت مروج الشریعت) (رک تعلیقات کتاب حاضر ۳۲۲/ ۱۹-۲۰)

(۵) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳/۲۱

مقامات معصومی نے بتایا ہے کہ اس کی ایک جلد کواکب دریہ ہے (۱)۔ ان دونوں مولفین نے اس اہم کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے، مقامات معصومی کے مقابلہ میں روضۃ القیومیہ میں اس کے زیادہ اقتباسات ملتے ہیں۔

تحفۃ الفقراء

یہ شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری کی تالیف ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ مولف نے اس میں صرف ایسے مشائخ کا تذکرہ کیا ہے جن سے مختلف اسفار کے دوران ملاقات ہوئی اور کشمیر کے قیام کے دوران جو اصحاب مولف سے ملے یا مولف ان حضرات سے ملاقات کے لئے خود گئے، مولف نے کئی اصحاب سے ان کے حالات ان کی اپنی زبانی درج کئے ہیں، پھر ان معاصرین کے بارے میں مولف کے مشاہدات و تاثرات بھی نہایت قابل توجہ ہیں ان میں علماء، صوفیہ، شعراء اور امراء وغیرہ سبھی شامل ہیں۔

حضرت شاہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی، حضرت وحدت اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے چھ کے چھ صاحبزادگان سے مولف کی ملاقات ان کے نہایت قابل توجہ حالات، حضرت خواجہ کے بعض اکابر خلفاء سے مولف کی ملاقاتوں کا ذکر اور ان کے احوال کے بارے میں نہایت اہم اور ایسی اطلاعات دی ہیں جن سے دیگر عصری مآخذ خالی ہیں، ہم نے کتاب حاضر کے مقدمے اور تعلیقات میں اس نادر ماخذ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

اس بیش قیمت تذکرۂ مردم دیدہ یعنی تحفۃ الفقراء کی تسوید کے بعد بھی مولف اس میں اضافے کرتے رہے، شیخ محمد مراد معروف بہ پوشہ تنکو کا سال وفات ۱۱۲۲ھ درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بعد تسوید ایں رسالہ...... از مردم چرا از ایزای کشیدہ اسی طرح میر محمد افضل کا سال وصال ۱۱۲۳ھ درج کرتے ہوئے لکھا ہے بعد تسوید ایں رسالہ ...... قضا نمود (۲) مولف کے سوانح نگار خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے لکھا ہے کہ مجھے حضرت مولف

---

(۱) کتاب حاضر (لیکن ص ۸۷ میں اس کا نام کواکب دریہ واضح طور پر لکھ دیا ہے)

(۲) تحفہ ۲۰۲ (تفصیل کے لئے دیکھئے تحفۃ الفقراء پر ہمارا مفصل مقدمہ)

نے حکم دیا تھا کہ اس کی ترتیب نو کرو چنانچہ میں نے ان کے وصال ۱۱۳۱ھ کے بعد یہ کام کیا:

ترتیب رسالہ مذکورہ را ایں راقم بامر آنحضرت بعد وصال ایشاں مجدد ساختہ (۱)

حسنات المقربین

یہ شیخ محمد مراد تنگ کشمیری (۱۰۵۷-۱۱۳۱ھ/ ۱۶۴۷-۱۷۱۸ء) بن مفتی محمد طاہر کشمیری کی تالیف ہے۔ مولف ذی علم بزرگ اور حضرت وحدت سرہندی کے خلیفہ اور ۳۸ کتابوں کے مولف تھے، جن میں کتاب تحقیقات، رسالہ اسرار وحدت، صلح الفریقین در منع تکفیر موحدین، تحفۃ الفقراء، فوائد رضائیہ (در احوال شاہ علی رضا فاروقی سرہندی)، شجرۂ پنج طریقہ، گلشن وحدت (مکتوبات حضرت وحدت)، رسالہ رد منکران حضرت مجدد الف ثانی اور رسالہ بیان طریقت کا موضوع سلسلۂ نقشبندیہ کی تاریخ وتعلیمات سے ہے (۲)۔

شیخ محمد مراد کشمیری کی تالیفات میں اہم ترین کتاب حسنات المقربین ہے جس میں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر مولف نے اپنے مرشد حضرت وحدت سرہندی تک بزرگان سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے احوال و افکار بیان کئے ہیں۔ مولف تحفۃ الفقراء کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ اس کی تکمیل (حدود ۱۱۲۰ھ) سے پندرہ سال قبل حسنات المقربین تالیف کی، لکھتے ہیں:

> پیش ازیں بمدت پانزدہ سال کتاب حسنات المقربین در تفصیل احوال حضرات عالی درجات نقشبندیہ احمدیہ از حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تا اسم سامی مرشد بزرگوار دامت برکاتہ تالیف یافتہ و حالات اولاد احفاد حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی سلطان شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہم بہ شرح و بسط مرقوم شدہ...... (۳)

---

(۱) فیض مراد-۴۸ قلمی (۲) شیخ محمد مراد کشمیری کے حالات کے لئے دیکھئے ہمارا مقالہ شیخ محمد مراد تنگ کشمیری (شامل رسالہ نور اسلام شرقپور، اولیائے نقشبند نمبر- نیز فیض مراد (در حالات شیخ محمد مراد) از خواجہ محمد اعظم دیدہ مری، قلمی، تاریخ کشمیر اعظمی)

(۳) تحفۃ الفقراء، قلمی ورق ۱-۲

مولف کے خلیفۂ نامدار خواجہ محمد اعظم دیدہ مری (مولف تاریخ کشمیر اعظمی) لکھتے ہیں:

حسنات المقربین در احوال مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ کہ دراصل شجرۂ ایں طریقہ است مع بیان ہفت پشت مشائخ حضرات احمدیۂ فاروقیۂ خود کہ علت غائی آں تالیف است، قریب پانزدہ ہزار بیت......(۱)

مولف نے مندرجہ بالا اقتباس میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے تحفۃ الفقراء کی تالیف سے پندرہ سال پہلے حسنات المقربین کی تکمیل کر لی تھی، تحفۃ الفقراء کا ہمارا مرتب کردہ متن ایسے خطی نسخے پر مبنی ہے جو ناقص الآخر ہے۔ مولف نے دو مقامات پر احوال اولیاء کے دوران لکھا ہے کہ بعد تسوید ایں رسالہ در ۱۱۲۲ھ و ۱۱۲۳ھ قضا نمود (۲) اگر قیاساً تحفۃ الفقراء کی تسوید ۱۱۲۰ھ میں ہوئی ہو تو اس سے پندرہ سال پہلے تالیف ہونے والی حسنات المقربین کا سال تالیف حدود ۱۱۰۵ھ/ ۱۶۹۳ء ہونا چاہئے لیکن یہ بات قرائن کے خلاف ہے۔

حسنات المقربین کا ایک خطی نسخہ لین گراڈ روس کے سرکاری کتابخانے میں ہے (۳) اس کتابخانے کے فہرست ساز نے اس کا سال تالیف ۱۱۲۵ھ درج کیا ہے جو مذکورہ بیانات مولف کی روشنی میں غلط محض ہے۔

مولف نے منقولہ بالا بیان میں وضاحت کی ہے کہ حسنات المقربین میں جن شخصیات کے حالات درج کئے گئے ہیں ان میں آخری بزرگ مولف کے مرشد حضرت وحدت ہیں مولف نے وہاں ان کے نام کے ساتھ ''دامت برکاتہ'' لکھا ہے جس سے واضح ہے کہ انہوں نے یہ کتاب حضرت وحدت کے حین حیات لکھنا شروع کی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مولف مدتوں اس کی تالیف میں مصروف رہے اور اس میں اضافات کرتے رہے۔ کیوں کہ دریافت شدہ ناقص نسخے میں حضرت وحدت کا سال وصال ۱۱۲۶ھ درج ہوا ہے اس سے

(۱) فیض مراد، قلمی ورق ۴۸

(۲) مقدمہ حاضر ہمیں فصل ''تحفۃ الفقراء''

(۳) فہرست لینن گراڈ - مخطوطہ نمبر ۲۰۰ ف ۱۴۸-۱۵۰

ظاہر ہے کہ مولف اس سنہ تک اس میں اضافہ کرتے رہے۔

حسنات المقربین کے مولف شیخ محمد مراد کشمیری سلسلۂ نقشبندیہ کے ذی علم مولفین میں سے تھے۔ کئی مرتبہ کشمیر سے سرہند حاضر ہوئے، لکھا ہے حضرت وحدت سے تقریباً پچاس سال کا تعلق خاطر (فراق وصحبت) رہا(۱) مولف اس خانوادے کی بہت سی روایات کے امین تھے، خواجہ محمد ہاشم کشمی اور ملا بدرالدین سرہندی کی کتابوں کی طرح شیخ محمد مراد کشمیری کی تالیفات کو بھی اعتماد کا درجہ کامل حاصل ہے۔

گلزار اسرار الصوفیہ

یہ کتاب آغرخان دیدۂ مغل کی تالیف ہے وہ کشمیر کا ناظم تھا ۱۱۳۹ھ/ ۱۷۲۶ء کو کشمیر میں داخل ہوا لیکن زیادہ عرصہ وہاں رہ نہ سکا، ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء کو انتقال کیا اور اس کا والد امام قلی آغر مخاطب بہ آغرخان (ف ۱۱۰۲ھ/ ۱۶۹۰ء بھی اورنگزیب کے اکابر امراء میں سے تھا، اس کا فرزند اور کتاب گلزار اسرار کا مولف فارسی کا شاعر بھی تھا اور دیدہ تخلص کرتا تھا، شعراء کے تذکرہ نویسوں نے اس کے کلام کی خوبیاں بیان کی ہیں (۲) صوفیہ کے تذکروں میں اسے عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبان کا بھی سخنور بتایا گیا ہے (۳)۔

دیدہ مغل حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی (ف ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) کا مرید تھا، اس نے مشائخ نقشبندیہ کے حالات پر ایک کتاب بھی تالیف کی تھی دراصل انڈیا آفس لائبریری لندن میں گلزار اسرار الصوفیہ کے نام سے جو مخطوطہ ہے (۴) وہ وہی کتاب ہے جس کا ذکر روضۃ القیومیہ میں ہے (۵) شیخ قطب الدین (۶) بن شیخ محمد باقر لاہوری نے اس کتاب

(۱) حسنات المقربین ۱۲۳-ب، ۱۲۴-ا (اس مخطوطے کے دریافت شدہ اوراق کو ہم نے تحفۃ الفقراء کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل کر دیا ہے) (۲) حسام الدین راشدی: تذکرہ شعرای کشمیر ۱/ ۲۴۳-۲۴۸

(۳) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۴/ ۴۵

(4) I. O. Ethe. No. 1901. (Cat. Persian Mss. India offic lib. pp. 1055-56)

(۵) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۴/ ۴۵

(۶) مقامات معصومی (تعلیقات ۴۵۵/ ۱۱-۱۲)

کے سال تکمیل ۱۱۲۴ھ پر کئی مادہ ہای تاریخ تجویز کئے تھے جو اس مخطوطہ میں موجود ہیں۔
اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

می گوید احقر جزوکل دیدۂ مغل ...... این رسالہ را گلزار اسرار الصوفیہ نام نہادہ ......
احوال باحال مظہر الجمال ...... پیر فقیر حضرت شاہ نظام الدین قدس اللہ سرہ
العزیز را آنچہ در حوصلۂ این ہیچو صلہ گنجد و دیدہ و دریافتہ نوشتہ و باعث تالیف و
تصنیف آرزوی این گلزار اسرار صوفیان کلمات و حالات ایشاں ست ...... این
رسالۂ مبارکہ را مشتمل بر چہار باب گردانیدم ......

اس کتاب کے پہلے تین ابواب میں تصوف وسلوک کی حقیقت و ماہیت بیان کی گئی ہے صوفیۂ کرام کے اقوال و معارف سے دلائل و براہین جمع کئے گئے ہیں، اس کے چوتھے باب میں مولف نے اپنے شجرۂ طریقت میں شامل مشائخ کے احوال لکھے ہیں، خصوصاً اپنے شیخ شاہ نظام الدین (خلیفۂ شیخ سعدی لاہوری خلیفۂ شیخ آدمی بنوڑی خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی) کے حالات تفصیل سے بیان کئے ہیں، آخر میں حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد اور آپ کے صاحبزادگان کے احوال اجمال سے تحریر کئے ہیں پھر ان کے خلفاء کے حالات کو بھی احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔

گلزار اسرار صوفیہ میں مولف نے حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے حالات بڑی محبت، اور عقیدت کے ساتھ لکھے ہیں اگرچہ نئے نکات بہت کم ہیں لیکن قریب العہد ہونے کی وجہ سے اس کے بیانات قابل توجہ ہیں اس کے مولف کے والد امام قلی آغر خان غالباً حضرت خواجہ محمد معصوم کے عقیدت مندوں میں سے ہوں گے مولف نے خواجہ محمد زبیر سرہندی کے حالات بھی تحریر کئے ہیں۔

ضرورت ہے کہ شیخ محمد ہادی (صاحب مقامات حضرات خمسہ) میر صفر احمد معصومی (مولف مقامات معصومی)، شیخ محمد مراد کشمیری، دیدہ مغل (مولف گلزار اسرار)، شیخ محمد عمر چمکنی (صاحب ظواہر) اور کمال الدین احمد احسان (مولف روضۃ القیومیہ) کی درج کردہ

روایات کو تقابل اور روایت و درایت کے اصولوں کے مطابق پرکھا جائے اور ان کی بنیاد پر جدید تحقیقی تقاضوں کے مطابق کام ہو۔

مقامات حضرت خواجہ محمد معصوم

یہ شیخ شاہ فی الحال (محمد یونس) بن خواجہ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم کی تالیف ہے، مقامات معصومی کے مولف نے وضاحت کی ہے کہ ہماری اس کتاب کی تالیف ۱۱۳۴ھ سے چند سال پہلے شیخ شاہ فی الحال نے حضرت خواجہ کے احوال و مناقب پر ایک کتاب لکھ کر مجھ سے پہلے یہ سعادت حاصل کر لی ہے قیاس ہے کہ حدود ۱۱۳۰ھ کو شاہ فی الحال نے یہ کتاب تالیف کی ہوگی، روضۃ القیومیہ میں ہے:

یک تاریخ در احوال حضرات احمدیہ معصومیہ تصنیف کردہ

ہمارا خیال ہے کہ اس کتاب سے صاحب روضۃ القیومیہ کی مراد یہی مقامات حضرت خواجہ ہے، اس کے شروع میں حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کی دیگر اولاد کے حالات ہوں گے اور باقی زیادہ تر مواد حضرت خواجہ کے متعلق ہوگا۔

ہمیں تا حال اس کتاب کے کسی خطی نسخے کے وجود کا علم نہیں ہے۔

مقامات خواجہ محمد معصوم، مقامات معصومی اور روضۃ القیومیہ چند سالوں کے فرق سے تالیف ہوئی ہیں، ان تینوں کی اہمیت مسلم ہے۔ شیخ شاہ فی الحال کی کتاب ضرور تلاش کرنی چاہئے۔

روضۃ القیومیہ

روضۃ القیومیہ کے مولف ابوالفیض کمال الدین محمد احسان حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما کی اولاد میں سے تھے (۱) قیوم رابع خواجہ محمد زبیر سرہندی ثم دہلوی کے خلیفہ اور سلسلہ مجددیہ سے متعلق کئی اہم کتابوں کے مولف تھے۔ جن میں

---

(۱) روضہ ۱/ ۲، ۱عنی محمد احسان بن شیخ حسن احمد بن شیخ محمد ہادی بن مروج الشریعت محمد عبیداللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم

روضۃ القیومیہ اہم ترین کتاب ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے، رکن اول میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رکن دوم میں حضرت خواجہ محمد معصوم رکن سوم میں حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی حجۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم اور رکن چہارم میں حضرت خواجہ محمد زبیر بن شیخ ابوالاعلیٰ بن حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے حالات ہیں۔

مولف کے والد ابوالعباس بدرالدین حسن احمد (۱۰۹۰-۱۱۴۹ھ/ ۱۶۷۹-۱۷۳۶ء) عالم و عارف بزرگ تھے روضۃ القیومیہ میں مولف نے کئی اہم روایات ان سے نقل کی ہیں (۱)۔

مولف کے دادا ابوالحسن شیخ محمد ہادی (ف ۱۱۲۳ھ) ذی علم بزرگ اور سلسلۂ نقشبندیہ کے بارے میں اہم ترین کتابوں کے مولف تھے جن میں پانچ جلدوں میں ضخیم و جسیم تذکرۂ حضرات مجددیہ بھی شامل ہے، یہ تذکرہ چالیس سال کی محنت سے تالیف ہوا جس کا نام کواکب دریہ ہے، اس کے علاوہ ان کی مندرجہ ذیل تالیفات کے نام ملتے ہیں:

۱- حجۃ الاحوال (درحالات مشائخ خود)

۲- ترویجیہ (احوال حضرت مروج الشریعت)

۳- تجدید احوال (در اثبات تجدید حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی)

۴- رسالہ رد مخالفین حضرت مجدد الف ثانی

۵- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر

۶- رسالہ در جواب شبہات دربارۂ تصوف

۷- نصوص الدقائق بجواب نصوص الحقائق

۸- خزینۃ المعارف (مکتوبات حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہ)

۹- رسالہ فی قرأت خلف الامام (۲)۔

روضۃ القیومیہ کے مولف زندگی بھر اپنے دادا کی طرح تصنیف و تالیف میں مصروف

---

(۱) روضہ ۲/ ۲۰۸-۲۱۰

(۲) مقامات معصومی، تعلیقات ۳۱۴/ ۱۷-۱۸، ۳۲۲/ ۱۹-۲۰

رہے ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء میں مولف اپنے والد کے ہمراہ دہلی جا کر حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ سے بیعت ہوئے (۱) اس سے پہلے مولف سرہند میں رہتے تھے ان کے جد اعلیٰ شیخ محمد ہادی سرہند سے تیس میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں رہائش رکھتے تھے (۲) مولف چودہ سال تک حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں رہے پھر انہوں نے مولف کو ۱۱۴۵ھ/ ۱۷۳۲ء میں خلافت دے کر نواب علی محمد خان کے علاقے (کٹھیر اور آنولہ) جانے کا حکم دیا، مولف نے خود لکھا ہے نواب علی محمد خان میرا نہایت مخلص دوست تھا، میری مجذوبیت کے زمانے میں اس سے ملاقات ہوئی تھی، حضرت خود اسے "برادر مہربان" لکھا کرتے تھے (۳) مولف نے وضاحت کی ہے کہ وہ اپنے والد کی وفات ۱۱۴۹ھ/ ۱۷۳۶ء کے وقت کوہ کمایوں کی تلہٹی میں تھے (۴)۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں نواب علی محمد خان کا ۱۷۴۴ء کے بعد قبضہ ہو گیا تھا (۵) لیکن مولف نے بتایا ہے کہ وہ وہاں محض سیر کے لئے گئے ہوئے تھے (۶)۔

۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۸-۱۷۳۷ء میں وزیر رعایت خان اور سادات بارہہ یعنی سیف الدین خان کے درمیان کشمکش میں جب علی محمد خان نے وزیر کی مدد کی اور وزیر کے بھائی ظہیر الدولہ عظیم اللہ خان (۷) کے ساتھ مل کر سیف الدین خان کی جنگ میں شکست کھائی اور قتل ہوا (۸) تو مولف روضۃ القیومیہ اس جنگ میں علی محمد خان کے متوسل کی حیثیت سے شریک تھے، جب فریقین میں جنگ کا آغاز ہوا تو مولف نے دونوں فریقوں پر توجہ کے بعد علی محمد خان کو خوشخبری دی کہ عالم کشف میں تمہاری فتح معلوم ہوئی ہے، مولف علی

---

(۱) روضہ ۴/ ۱۰۶-۱۰۸ (سال اول قومیت خواجہ محمد زبیر ۱۱۱۴ + ۱۷ = ۱۱۳۱ھ)

(۲) ایضاً ۳/ ۱۴۴ (۳) ایضاً ۴/ ۱۴۵-۱۴۹، ۲۵۹ (ملخصاً)

(۴) ایضاً ۲/ ۲۱۰ (۵) حیات حافظ رحمت خان ۶۰-۶۱ (۶) روضہ ۴/ ۱۷۱

(۷) ظہیر الدولہ عظیم خان بہادر مجاہد جنگ بن ظہیر الدولہ رعایت خان بن میر بہاء الدین بن عالم شیخ قرشی تمیمی صدیقی سمرقندی (ف ۱۱۵۷ھ/ ۱۷۴۴ء)، حالات کے لئے دیکھئے تاریخ محمدی ۱۲۵

(۸) اس جنگ کی تفصیل کے لئے دیکھئے: تاریخ محمدی ۹۹ مع تعلیقات عرشی ۲۱۰ اور ظہیر الدین ملک کی کتاب محمد شاہ کا عہد (انگریزی) ۲۷۷

محمد خان کے سپہ سالار اور اس عہد کے نامور روہیلہ سردار حافظ رحمت خان کے ساتھ اس جنگ ایک ہی مقام پر تھے مزید وضاحت کی ہے کہ میں اور حافظ رحمت خان ایک ہی شہر میں ایک ہی جگہ رہتے تھے (۱)۔ نواب علی محمد خان کی طرح حافظ رحمت خان بھی حضرات مجددیہ کا بہت معتقد تھا، جب سرہند پر سکھوں کے قبضے کے بعد حضرات کا سرہند میں رہنا دشوار ہو گیا تو حافظ رحمت خان نے حضرت شاہ عزت اللہ مجددی کو چھ ہزار روپے سفر کے خرچ کے لئے بھیج کر سرہند سے بریلی بلا لیا (۲)۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولف کو نواب علی محمد خان اور حافظ رحمت خان کی طرف سے کافی رقم بطور وظیفہ ملتی تھی اور موصوف ثروت مند تھے (۳) مولف کے حضرت خواجہ محمد زبیر کے وصال ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۳۹ء کے ایام تک علی محمد خان کے علاقے میں ہی مقیم رہنے کا ثبوت ان کے بیانات سے ملتا ہے (۴) قرب وصال کے آثار معلوم ہونے پر مولف اپنے شیخ کی خدمت میں دہلی حاضر ہو گئے تھے (۵) اور جب حضرت خواجہ محمد زبیر کو سرہند دفن کرنے کے لئے لے جایا گیا تو مولف بھی ہمراہ تھے وہ کچھ عرصہ ان کے مزار پر سرہند میں رہے پھر علی محمد خان کے علاقے میں چلے گئے (۶)۔

قیاس ہے کہ مولف علی محمد خان کی وفات ۱۱۶۴ھ/ ۱۷۴۹ء تک ان سے منسلک رہے ہوں گے۔

روضۃ القیومیہ کی تالیف سے پہلے مولف نے ۱۱۴۸ھ/ ۱۷۳۵ء میں حقائق قیومیت کے موضوع پر ایک کتاب ''کشف الحقائق مقامات قیومیت'' کے نام سے تالیف کی تھی، مولف نے وضاحت کی ہے کہ تالیف کے دو سال بعد ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء میں جب میں مذکورہ جنگ کے میدان سے حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں دہلی حاضر ہوا تو یہ کتاب پیش کی انہوں نے اس پر نظر ثانی کی خود نام تجویز کیا مولف نے بتایا ہے کہ ''مقامات قیومیت'' اور ''ظہور اول'' اس کی تاریخ تالیف کے دو مادے ہیں:

(۱) روضہ ۴/ ۱۷۳-۱۷۷ (مخلصاً)

(۲) رک مقامات مظہری، مقدمہ ۴۹-۵۰ و مقامات معصومی، مقدمہ ''سرہند کی تباہی''

(۳) روضہ ۴/ ۲۶۱ (۴) ایضاً ۴/ ۲۵۴ (۵) ایضاً ۴/ ۲۶۲ (۶) ایضاً ۲/ ۲۱۲

میں نے اپنی تصنیف کشف الحقائق مقامات قیومیت آنحضرت (خواجہ محمد زبیر) کی خدمت میں پیش کی قرآن شریف کی تلاوت کے بعد ہر روز چار ورق پر نظر ثانی کرتے تھے حضرت خلیفۃ اللہ (خواجہ محمد زبیر) نے اس کتاب کے حق میں فرمایا کہ اس کتاب کے علوم و معارف نہایت عجیب و غریب ہیں جنہیں اس سے پہلے کسی شیخ نے بیان نہیں کیا یہ حضرت مجدد الف ثانی کے خاصۂ علوم ہیں جو ابھی تک تحریر میں نہ آئے تھے، حق تعالیٰ نے تم پر ظاہر کئے اور ان کا تحریر کرنا تمہیں پر موقوف تھا، اس نعمت کا شکر بجالاؤ کہ پروردگار نے تمہیں ابنائے جنس سے ممتاز فرمایا ہے، چونکہ اس کتاب میں آپ نے متعلقہ حقائق و معارف ظاہر کئے ہیں اور قیومیت کے عجیب و غریب علوم کا ذکر کیا ہے ہم اس کتاب کا نام کشف الحقائق مقامات قیومیت مقرر کرتے ہیں اس نام پر دعا خیر کی، اس کی تاریخ ''مقامات قیومیت'' سے نکلتی ہے اس واسطے اس کا یہ نام بھی قرار پایا، نیز اس کی تاریخ ''ظہور اول'' سے برآمد ہوئی ہے اس کتاب کی تصنیف سے پہلے آنحضرت کی توجہ سے یہ اسرار مجھ پر ظاہر ہوئے تھے جنہیں میں نے آنحضرت سے بیان کیا تھا اور آنجناب نے فرمایا تھا کہ یہ مقطعات قرآنی کے اسرار ہیں حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تم پر ظاہر کئے ہیں بہتر ہے کہ انہیں کتاب کی صورت میں لکھو میں نے حسب الارشاد کشف الحقائق مقامات قیومیت تصنیف کرکے آنحضرت کی خدمت میں پیش کی (۱) جب میں نے کشف الحقائق مقامات قیومیت آنحضرت کی خدمت میں پیش کی تو بہت بہت پسند کرکے فرمایا کہ یہ علوم و معارف ہزارہا کرامتوں سے بہتر ہیں اور اس کتاب کے حق میں فرمایا کہ اس سے پہلے کسی ولی اللہ نے ان علوم و معارف کو جو اسرار مقطعات قرآنی ہیں بیان نہیں کیا، واقعی یہ علوم و معارف آنحضرت کے ہیں جو بذریعہ باطنی توجہ اس مسکین کو القا فرمائے اور انہیں میں نے لکھ دیا...... (۲)

---

(۱) روضہ ۴/۱۷۸-۱۸۰ (۲) روضہ ۴/۲۳۷

کشف الحقائق کے کسی نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔

مولف نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے حضرت خواجہ محمد زبیر کی وفات ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۳۹ء کے دو سال بعد ۱۱۵۴ھ/ ۱۷۴۱ء میں روضۃ القیومیہ کی تالیف کا آغاز کیا لیکن انہوں نے اس کے سال تکمیل کی طرف کہیں اشارہ نہیں کیا ایک مقام پر اپنے نومولد فرزند محمد غلام مجدد کا سال ولادت ۱۱۶۴ھ/ ۱۷۶۱ء درج کیا ہے(۱) جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مولف ۱۱۶۴ھ تک اس کی تالیف میں مصروف رہے اس سال مولف کے مربی نواب علی محمد خان کا بھی انتقال ہوا۔

مولف فارسی میں شعر بھی کہتے تھے ان کا تخلص احسان تھا، انہوں نے حضرت خواجہ محمد زبیر کی مدح میں ایک طویل قصیدہ اور اپنا ایک منظوم عریضہ بحضور خواجہ محمد زبیر اور اس کا منظوم جواب بھی روضۃ القیومیہ میں نقل کیا ہے(۲)۔

روضۃ القیومیہ ایسی کتاب ہے جس میں بہت سی ایسی معلومات درج ہیں جن سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی دوسری کتب یکسر خالی ہیں، اس کی جلد چہارم جس میں مولف نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد زبیر کے حالات و مناقب درج کئے ہیں اپنے مندرجات کے اعتبار سے ایک منفرد و مفرد تذکرہ ہے، حضرت خواجہ محمد زبیر کے اتنے مفصل حالات کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتے، پھر اس میں شامل اکثر روایات کے مولف خود امین ہیں، اسی طرح اس کی جلد سوم جو حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے حالات پر مشتمل ہے، خاص اہمیت رکھتی ہے، اس جلد کے لئے مولف نے جن مآخذ کا حوالہ دیا ہے ان میں سے اکثر کتابیں اب ناپید ہیں، ان کے اقتباسات صرف روضۃ القیومیہ کی اسی جلد میں ہی پائے جاتے ہیں۔

روضۃ القیومیہ کی جلد دوم جو حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے احوال کے لئے مخصوص ہے کے اکثر مآخذ دستیاب ہو چکے ہیں(۳) اس جلد کا سب سے اہم ماخذ

---

(۱) ایضاً ۲/ ۲۱۲ (۲) ایضاً ۴/ ۷/ ۴-۱۵۳

(۳) رک بہ مقدمہ مقامات معصومی "حیات حضرت خواجہ کے مآخذ"

مقامات معصومی ہے، مولف نے اس کتاب کے اکثر مندرجات کہیں حوالے سے اور کہیں بغیر حوالے کے ہی نقل کر لئے ہیں، اس کتاب سے نقل و اقتباس کے دوران مولف کے انداز بیان میں مبالغے کا رنگ پیدا ہو گیا ہے، بعض مقامات پر انہیں غلط فہمی بھی ہوئی ہے، انہوں نے مقامات معصومی کے بعض مندرجات پر اضافے بھی کئے ہیں جن میں سے بعض اضافات کو ہم نے دیگر مآخذ سے تقابل کے بعد تعلیقات میں نقل کیا ہے۔

روضۃ القیومیہ کی جلد اول جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے احوال و مناقب کے لئے مختص ہے سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بنی ہے، اس جلد میں مولف نے مبالغہ آرائی کی انتہا کر دی ہے، معلوم نہیں کہ انہوں نے زبدۃ المقامات اور حضرات القدس جیسی مبالغے سے پاک کتابوں کی تقلید کرنے کی بجائے ایسی روش کیوں اختیار کی، جبکہ ان کے معاصر تذکرہ نویس میر صفر احمد معصومی مولف مقامات معصومی نے واضح الفاظ میں زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کے طریقہ تالیف اور راست بازی کی تقلید کا اقرار کیا ہے(۱) گویا ان دونوں کتابوں کے مولفین مولانا ہاشم کشمی اور ملا بدرالدین سرہندی نے نہ صرف سلسلۂ مجددیہ کے لئے تذکرہ نویسی کے فن کی بنیاد رکھی ہے بلکہ ان کے طریقہ تالیف نے تذکرہ نویسی کے لئے بنیادی اصول اور ضابطے فراہم کر دیئے ہیں، کم از کم سلسلۂ مجددیہ کے افکار پر کچھ لکھنے کے لئے ان اصولوں سے انحراف کرنا اس مبارک سلسلے سے انحراف کے مترادف ہے، مولف روضۃ القیومیہ نے مولف مقامات معصومی کی طرح ان دونوں کتابوں کے اصول تالیف کو اپنانے کی بجائے ان سے انحراف کیا ہے جس کا وہ نتیجہ برآمد ہوا جو ہونا چاہئے تھا یعنی اس سے سلسلہ مجددیہ کو علمی دنیا میں سخت تنقید کا نشانہ بننا پڑا۔

روضۃ القیومیہ کی ساری جلدوں کے بالاستیعاب مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف کے مزاج پر مبالغہ آمیزی پوری طرح مسلط تھی، یقیناً انہوں نے جب اپنی کتاب کشف الحقائق تالیف کر کے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں پیش کی تو انہیں مولف کی

---

(۱) مقدمہ مقامات معصومی ''متقدمین مولفین کی تقلید''

اس روش کا احساس ہوا ہوگا یہی وجہ ہے کہ جب مولف نے روضۃ القیومیہ کی ان سے تالیف کی اجازت چاہی تو انہوں نے مولف کو حکم دیا کہ تم اس میں ''سرمومبالغہ'' نہ کرنا:

نہایت تاکید سے فرمایا جو کچھ سچ سچ ہوگا وہی لکھنا سرمومبالغہ نہ کرنا (۱)

لیکن افسوس کہ مولف اپنے شیخ کے اس حکم کی تعمیل نہ کر سکے اور ساری کتاب کو مبالغے کے ایسے رنگ میں رنگ دیا کہ سلسلۂ مجددیہ جو ہر دور میں تحریک احیائے دین کی حیثیت رکھتا تھا اس کتاب کے ذریعہ سرہندی اور بنوری پارٹیاں بنا دیں صاحبزادگان کو منصب قیومیت کے حصول کے لئے دست و گریباں ہوتے دکھا دیا حالانکہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں، مولف نے اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کے صاحبزادگان و خلفاء کی تحریرات کو بنیاد بنانے کی بجائے اپنے مکاشفات کو بنیاد بنایا انہوں نے لفظ قیوم اور منصب قیومیت کی جس طریقے سے تشریح کی ہے اس کا اس سلسلے کے افکار و تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سلسلہ مجددیہ کے نامور شیخ طریقت اور معروف عالم دین حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی نے روضۃ القیومیہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ قابل توجہ ہے، فرماتے ہیں:

یہ کتاب جناب محمد احسان مجددی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے یہ خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ تھے...... ان کو اپنے پیرومرشد سے کامل عقیدت تھی دقائق علمیہ سے پوری طرح باخبر نہ تھے حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس اللہ سرہ نے ان کو ایک خط لکھا ہے (۲)۔ تحریر فرماتے ہیں ''آنچہ از احوال شہود نوشتہ اند کہ ہر ذرہ ظہور ذات تعالیٰ و تقدس معلوم می شود و ایں را توحید متعارف دانستہ اند غلط است''

روضۃ القیومیہ میں بھی ان سے لغزشیں ہوئی ہیں بعض واقعات بھی صرف از وجہ سماع قلمبند کر دیے ہیں حالانکہ وہ صحیح نہیں ہیں، بنا بریں حضرات عالی قدر نے

---

(۱) روضہ ۴/۲۸۱

(۲) ہمارا خیال ہے کہ یہ محمد احسان، صاحب روضۃ القیومیہ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان سے مختلف شخصیت اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے تھے (مقامات مظہری، تعلیقات ۴۴۱-۴۴۲)

اس کتاب کو قابل اعتنا نہیں سمجھا ہے، قیومیت کے سلسلے میں ان کا مسلک جادۂ صواب سے ہٹا ہوا ہے انہوں نے لکھا ہے ''قیوم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ماتحت تمام اسماء وصفات، شیونات، اعتبارات اور اصول ہوں اور تمام گزشتہ اور آئندہ مخلوقات کے عالم موجوات، انسان وحوش، پرند، نباتات ہر ذی روح، پتھر، درخت برو بحر کی ہر شے عرش کرسی، لوح، قلم، ستارہ، ثوابت، سورج، چاند، آسمان، بروج سب اس کے سایہ میں ہوں ...... الخ ...... محمد احسان صاحب ...... نہ حضرات عالی قدر کے کلام کو سمجھے ہیں اور نہ قیوم کے مرتبہ کو انہوں نے اسماء، صفات، شیونات، اصول اور تمام گزشتہ اور آئندہ مخلوقات کے متعلق لکھ دیا کہ سب اس کے سایہ میں ہوں۔ العیاذ باللہ من ھذا القول الفاسد، بھلا اسماء باری تعالیٰ اور اس کی صفات وشیونات کس کے سایہ میں آسکتے ہیں، اصل کا ذکر بھی کیا گیا ہے، انبیاء اور ملائکہ کے لئے تجلی صفات اصل ہے باقی افراد کونی کے لئے تجلی صفات کا ظل اصل ہے بھلا تجلیات صفات یا ظلال تجلیات صفات پر کون حاوی ہوسکتا ہے استغفر اللہ اور لکھا ہے تمام گزشتہ اور آئندہ مخلوقات ...... الخ ...... یہ اللہ کے بندے اتنا نہ سمجھے کہ تمام گزشتہ مخلوقات میں صحابہ کرام، انبیاء عظام، ملائکہ عالی مقام اور سردار دو جہاں محبوب کبریا جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ جمیع انبیاء الملائکہ وجمیع عباد اللہ الصالحین وبارک وسلم بھی شامل ہیں، حالانکہ بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے خاک پا کی برابری نہیں کرسکتا چہ جائے کہ انبیاء علیہم السلام، محمد احسان صاحب نے حضرت امام ربانی سے شروع کر کے اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ محمد زبیر تک قیومت کا سلسلہ قائم رکھا ہے یہ چار حضرات ہیں قدس اللہ اسرارہم اور اپنے پیر ومرشد کو قیوم رابع اور ختم القیومیہ قرار دیا ہے، ان کو یہ نہیں معلوم کہ بجز نبوت کے اور کسی مرتبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا۔'' مثل امتی مثل المطر لایدری اولہ خیرٌ ام

آخرہ ''ارشاد نبوی ہے صلی اللہ علیہ وسلم حضرات عالی قدر یعنی فرزندان حضرت خواجہ محمد معصوم اوران کے بعد کے دوسرے حضرات میں سے یہ بات کسی نے نہیں کہی ہے بلکہ ان میں سے بعض حضرات کو پروردگار جل شانہ وعم احسانہ نے اپنے فضل وکرم سے یہ مقام عالی دیا ہے اور انہوں نے اس کا اظہار بھی فرمایا ہے(۱)۔

ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے روضۃ القیومیہ پر کڑی تنقید کے بعد مولف کی اس مبالغانہ روش اختیار کرنے کا یہ سبب بتایا ہے:

ہمیں کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ شاید یہ کتاب (روضۃ القیومیہ) مناقب الحضرات کے جواب میں لکھی گئی جو اس کی تالیف سے چند سال پیشتر شیخ آدم بنوڑی کے سلسلے کے ایک اہل قلم نے لکھی تھی، اس میں حضرت مجدد کے اجمالی ذکر کے بعد شیخ آدم بنوڑی اوران کے سلسلے کے بعض بزرگوں کے حالات میں اسی قسم کے قصے بیان کیے ہیں جو روضۃ القیومیہ میں قیومان اربعہ کے متعلق ملتے ہیں......مناقب الحضرات کا پورا نام ہے مناقب آدمیہ وحضرات احمدیہ۔ نہم محرم ۱۱۴۰ھ کو مکمل ہوئی روضۃ القیومیہ اس کے بارہ سال بعد ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۳۹ء میں یعنی حملۂ نادری کے زمانے میں شروع ہوئی لیکن اس کی تکمیل میں کئی سال لگے، دونوں کتابوں کے زمان تالیف اور موضوع سے خیال ہوتا ہے کہ شاید روضۃ القیومیہ اکابر سلسلۂ آدمیہ کے مقابلے میں بزرگان سرہند کے تصرفات نمایاں کرنے کے لئے لکھی گئی (۱)

ڈاکٹر اکرام کا یہ سارا بیان غلط فہمی پر مبنی ہے:

۱۔ مناقب الحضرات کا نام مناقب آدمیہ وحضرات احمدیہ نہیں بلکہ نتائج الحرمین ہے جو مولانا محمد امین بدخشی مکی کی تالیف ہے۔

---

(۱) مکتوب مولانا زید فاروقی بنام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان۔ شامل حضرت مجدد الف ثانی ایک تحقیقی جائزہ ۸۶-۸۹ (ملخصاً) (۲) رود کوثر ۳۰۷-۳۰۸

۲- نتائج الحرمین نہم محرم ۱۱۴۰ھ کو مکمل نہیں ہوئی بلکہ یہ تو اس کے خطی نسخہ انڈیا آفس (۱) کا سال کتابت ہے دراصل یہ کتاب شیخ آدم بنوڑی کے وصال ۱۰۵۳ھ کے فوراً بعد ہی مولف نے لکھنا شروع کر دی تھی (۲)۔

۳- روضۃ القیومیہ مناقب الحضرات کی تالیف کے بارہ سال بعد ۱۱۵۲ھ کو شروع نہیں ہوئی بلکہ اس سے ایک صدی کے بعد یعنی حضرت خواجہ محمد زبیر کے حین حیات ہی حدود ۱۱۵۱ھ میں مولف نے آغاز تالیف کیا لیکن وہ اس کام کو جاری نہ رکھ سکے (۳) اور ان کے وصال ۱۱۵۲ھ کے دو سال بعد ۱۱۵۴ھ میں اسے شروع کیا (۴)۔

(۴) ڈاکٹر اکرام کا یہ قیاس بھی غلط فہمی پر مبنی ہے کہ روضۃ القیومیہ مناقب الحضرات کے جواب میں لکھی گئی بلکہ صاحب روضۃ القیومیہ نے تو کئی مقامات پر مناقب الحضرات کا حوالہ دیا ہے پہلے اپنے ماٰخذ کی فہرست میں (۵) پھر اس کے مولف شیخ محمد امین بدخشی مکی کے حالات کے ضمن میں جہاں مولف کو حضرت خواجہ محمد معصوم کی خدمت میں حاضر بتایا گیا ہے (۶) ایک مقام پر اسی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت شیخ آدم بنوڑی حضرت خواجہ محمد معصوم کو حضرت مجدد کا جانشین اور خود اپنے مریدوں سے کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ کی خدمت میں جائیں (۷) موخر الذکر بیان سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ نے اس سے عدم توجہ کا اظہار کیا لیکن جب ہم مناقب الحضرات (نتائج الحرمین) کا مطالعہ کریں تو ہمیں واضح طور پر یہ مولف روضۃ القیومیہ کی غلط بیانی معلوم ہوتی ہے (۸)۔

(۵) ڈاکٹر اکرام کا یہ بیان بھی غلط ہے کہ مناقب الحضرات میں شیخ آدم بنوڑی اور ان کے سلسلے کے بعض بزرگوں کے حالات میں اسی قسم کے قصے بیان کئے ہیں جو

---

(۱) ڈاکٹر اکرام نے دیباچہ میں اس کے نسخہ انڈیا آفس کا ذکر کیا ہے ۱۳

(۲) ''حیات حضرت خواجہ کے ماٰخذ نتائج الحرمین'' مقدمہ مقامات معصومی (۳) روضہ ۴/ ۲۸۲

(۴) ایضاً ۲/ ۲۱۲ (۵) ایضاً ۱/ ۷ (۶) ایضاً ۱/ ۳۵۶ (۷) ایضاً ۲/ ۶۴

(۸) رک حسنات الحرمین، مقدمہ، مقامات معصومی، مقدمہ اور روضۃ القیومیہ اختر دوم کا مقدمہ

روضۃ القیومیہ میں ملتے ہیں ...... روضۃ القیومیہ اکابر سلسلہ آدمیہ کے مقابلے میں بزرگان سرہند کے تصرفات نمایاں کرنے کیلئے لکھی گئی ......

بلکہ حقیقت اس کے برعکس ہے نتائج الحرمین (مناقب الحضرات) ایسا تذکرہ ہے جو عربستان کے فن تذکرہ نویسی یعنی پوری محدثانہ شان کی حامل ہے ہر روایت کو اس طریقے سے پرکھ کر کتاب کا جز بنایا گیا ہے کہ اس پر مبالغہ کا شائبہ تک نہیں کیا جا سکتا، مولف چونکہ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اس لئے حضرت شیخ آدم بنوڑی کے جو خلفاء ہندوستان سے بغرض حج آتے تھے مولف ان سے ان کے حالات دریافت کرتے تھے اور ان سے خود لکھنے کی درخواست کرتے تھے اور صاف الفاظ میں ان سے کہتے تھے کہ اپنے حالات حدود حرم میں بیٹھ کر لکھیں تا کہ مبالغے کا شائبہ نہ رہے انہوں نے اس قسم کے خودنوشت احوال لکھنے سے پہلے کئی مقامات پر اس قسم کے جملے لکھے ہیں (۱)۔

ڈاکٹر اکرام کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے نہ تو نتائج الحرمین اور نہ ہی روضۃ القیومیہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے بلکہ ان کی تنقیدات یونہی سرسری مطالعے کا نتیجہ ہیں۔

روضۃ القیومیہ کا فارسی متن اب تک طبع نہیں ہوا اس کے کئی خطی نسخے پاک و ہند کی خانقاہوں کے کتب خانوں میں موجود ہیں، کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتے میں بھی ایک نسخہ موجود ہے، پنجاب پبلک لائبریری لاہور کا نسخہ دراصل وہی ہے جس کی بنیاد پر ملک فضل الدین (اللہ والے کی قومی دکان لاہور) نے ۱۳۳۵ھ میں مکمل ترجمہ شائع کیا تھا (۲) روضۃ القیومیہ کے دفتر اول کا اردو ترجمہ حدیقہ محمودیہ کے نام سے ولی اللہ صدیقی نے کیا جو مطبع بلیر ریاست فرید کوٹ (مشرقی پنجاب) سے ۱۳۱۸ھ میں شائع ہوا۔

---

(۱) رک مقدمہ مقامات معصومی "حیات حضرت خواجہ کے مآخذ"

(۲) ملک فضل الدین نے اس کا خود اردو ترجمہ کیا اور اس پر حضرت مولانا احمد حسین خان امروہوی نے نظر ثانی کی (دیباچہ مترجم ۱/۴)

روضۃ السلام

یہ کتاب شیخ شرف الدین محمد عرف زھگیر بن خواجہ محمد ابراہیم کشمیری کی تالیف ہے جو شیخ اخوند ملا عبدالسلام کشمیری حسنی (۱۰۸۶-۱۱۷۱ھ/ ۱۶۷۵-۱۷۵۸ء) کے حالات پر مشتمل ہے اخوند عبدالسلام جوانی میں اپنے برادر بزرگ ملا مراد الدین خان کے ہمراہ اورنگزیب کے پاس دہلی گئے، بادشاہ اخوند صاحب کے تبحر علم سے متاثر ہوا اور انہیں صوبۂ کشمیر کا وکیل مقرر کر دیا، پھر ان کے منصب میں ترقی ہوتی گئی حتیٰ کہ وہ کشمیر کے مفتی پھر قاضی القضات اور کچھ عرصہ کے بعد وہاں کے شیخ الاسلام بنا دیے گئے اور وہاں چار مواضع بطور جاگر دیے گئے۔ پھر اس جواں سالی ہی میں یہ اخوند صاحب حضرت اخوند عبدالغفور پشاوری کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے جو نقشبندی سلسلہ میں حاجی اسماعیل غوری پشاوری سے مجاز تھے وہ شیخ سعدی لاہوری (ف ۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۶ء) کے خلیفہ تھے جو حضرت مجدد الف ثانی کے معروف خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوڑی کے تربیت یافتہ تھے (۱) اخوند صاحب کو سلسلۂ قادریہ میں حضرت شاہ فی الحال بن شیخ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی سے بھی اجازت حاصل تھی (۲) جس کے ذکر سے مقامات معصومی خالی ہے۔

کتاب روضۃ السلام دراصل اخوند عبدالسلام کشمیری اور آپ کے شجرہ کے مشائخ کے احوال کے لئے مخصوص ہے لیکن اس میں بطور مقدمہ نقشبندی سلسلے کے اکابر کے حالات بھی درج کئے گئے ہیں، حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے حالات اگرچہ زیادہ تر حضرات القدس سے ماخوذ ہیں (۳) لیکن جابجا بعض امور ایسے بھی آئے ہیں جن سے حضرت خواجہ کے خلفاء و متعلقین کے احوال پر روشنی پڑتی ہے۔

اخوند عبدالسلام کشمیری کی اولاد میں سے ایک فرد مولوی ابوالحسن سید محمد حسنی نے اخوند صاحب اور آپ کی اولاد کے بارے میں فارسی نثر میں تحفۃ السلام کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں تمام احوال خوب تحقیق و جستجو کے بعد تحریر کئے ہیں، انہوں نے اس

(۱) ابوالحسن سید محمد حسنی: تحفۃ السلام لکھنو ۱۸۹۷ء، ۱۵-۱۶ ملخصاً

(۲) ایضاً: ۱۸ (۳) شرف الدین محمد زاہگیر: روضۃ السلام، خطی، ورق ۳۶-۱

خاندان کے مآخذ پر تنقیدی نظر بھی ڈالی ہے، ان کا کہنا ہے کہ روضۃ السلام کے مولف کی درج کردہ روایات متعلق بہ خانوادۂ اخوند صاحب اکثر غلط ہیں، ان کی تائید اخوند صاحب کے خلفاء کی تحریرات سے نہیں ہوتی جس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس کے مولف محقق نہیں تھے جو کچھ سنتے تھے وہ بلا تحقیق روایت و کردار راوی نقل کر دیتے تھے، اس لئے ان روایات کو پرکھے بغیر قبول نہ کیا جائے (۱) اگرچہ صاحب روضۃ السلام اخوند عبدالسلام کے خلیفہ تھے۔

روضۃ السلام تاحال طبع نہیں ہوئی ہے یہ بڑے سائز کے ۵۰۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کا جو خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے وہ وہی نسخہ ہے جو اس خاندان کے ایک فرد مولوی محمد سلیم الدین بن محمد رشید الدین بن مولوی محمد امین بن خواجہ محمد عمر بن اخوند عبدالسلام کی ملکیت تھا جس پر ان کی مہر ثبت ہے یہی نسخہ مفتی غلام سرور لاہوری کو خزینۃ الاصفیاء کی تالیف کے دوران (۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء) مولوی محمد سلیم الدین کے پاس لاہور میں دیکھنے اور استفادہ کرنے کا موقع ملا تھا (۲)۔ مولوی محمد سلیم الدین کا دہلی میں ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۲ء کو انتقال ہوا (۳)۔

عمدۃ المقامات

عمدۃ المقامات حاجی محمد فضل اللہ قندھاری (۱۱۸۹-۱۲۴۰ھ/ ۱۷۷۵-۱۸۲۵ء) بن شاہ غلام نبی کی تالیف ہے، اس کے مولف حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے تھے (۴) دراصل مولف نے یہ تذکرہ اپنے شجرۂ طریقت کے

(۱) ابوالحسن سید محمد: تحفۃ السلام ۱۰۴

(۲) غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۶۸۰،۲۵۲ (۳) تحفۃ السلام ۶۲

(۴) حاجی محمد فضل اللہ قندھاری بن شیخ شاہ غلام نبی قندھاری بن شاہ غلام حسن پشاوری بن شاہ غلام محمد پشاوری بن حاجی غلام محمد معصوم بن شیخ محمد اسماعیل بن حضرت شیخ محمد صبغت اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اسرارہم (انیس المریدین ۹-۱۰) مصحح حافظ محمد ہاشم جان مجددی مرحوم نے عمدۃ المقامات کے مقدمے میں بغیر حوالے کے حاجی محمد فضل اللہ کی عمر ۵۴ سال اور وفات کا سنہ ۱۲۳۸ھ درج کیا ہے (صفحہ ج) جو مرحوم کے والد گرامی حضرت محمد حسن جان کی تحقیقات مذکورہ انیس المریدین کے خلاف ہے۔

بزرگوں کے حالات مرتب کرنے کے لئے تالیف کیا ہے جس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مولف کے شیخ طریقت حضرت محمد صفی اللہ معصومی کے حالات ومناقب بطریق اختصار لکھے گئے ہیں، عمدۃ المقامات موضع ٹنڈو محمد خان (من مضافات حیدرآباد سندھ) میں ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء کو مکمل ہوا(۱) مولف نے وضاحت کی ہے کہ اس تذکرے کی تالیف کے دوران ان کے پیش نظر نفحات، رشحات، زبدۃ المقامات، حضرات القدس، نسمات القدس، برکات معصومی (مقامات معصومی)، معدن الجواہر، اشجار الخلد، اثمار الاشجار، مخزن الانوار صفی احمدی فی کشف الاسرار المجددی جیسے اہم مآخذ تھے، مولف کو اس سلسلے کے اہم ترین افراد کی صحبت میسر رہی اور ان حضرات کی روایات کو متن میں جا بجا نقل کیا ہے، حضرت خواجہ محمد معصوم کے حالات زیادہ تر مقامات معصومی سے ماخوذ ہیں، خواجہ محمد صبغت اللہ کے احوال معدن الجواہر سے منقول ہیں جو مولف مقامات معصومی ہی کی تالیف ہے، صاحب عمدۃ المقامات نے روضۃ القیومیہ کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔

تحفۃ المرشد

یہ شیخ نظام الدین بلخی مزاری بن محمد عزیز انصاری کی تالیف ہے، جس میں حضرت فضل احمد معصومی پشاوری (ف ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۶ء) اور ان کی اولاد و خلفاء کا تذکرہ ہے، یہ کتاب حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کی دختری اولاد کے احوال کے لئے خاص اہمیت کی حامل ہے، شاہ فضل احمد پشاوری اپنی اس نسبت پر فخر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

> ایں فقیر فضل احمد بن بنت بنت حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبند بن حضرت عروۃ الوثقٰی ...... و نیزی فرمودند کہ جد ما حضرت شیخ میر صفر احمد قدس سرہ (مولف مقامات معصومی) ابن بنت عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم ...... (۲)

---

(۱) عمدۃ ۵۰۹، عمدۃ المقامات کا فارسی متن حافظ محمد ہاشم جان مجددی نے مرتب کیا جو ٹنڈو سائنس داد حیدرآباد سندھ سے ۱۳۵۵ء میں شائع ہوا، اس متن کی عکسی اشاعت کابل سے بھی ہو چکی ہے۔ حال ہی میں حسین حلمی ایشق نے اسی نسخہ کو بصورت آفسٹ ترکی سے چھاپ دیا ہے۔

(۲) نظام الدین بلخی: تحفۃ المرشد، لاہور، ۱۹۱۲ء، ۶

تحفۃ المرشد کے مولف صاحب مقامات معصومی سے بخوبی واقف تھے ان کے لئے ''قدوۃ المحققین وغوث السالکین'' کے القاب لکھے ہیں(۱) تحفۃ المرشد سے حضرت خواجہ محمد معصوم کی اولاد کے وسطی ایشیاء کے حکمرانوں کے ساتھ راہ ورسم اور ان کی عقیدت مندی کے علاوہ ان حضرات کے وہاں کی سیاسیات میں عمل دخل کے بعض اہم نکات بھی ملتے ہیں(۲) ایک مقام پر وہاں کے سلاطین کا معمول یوں لکھا ہے:

عادات بادشاہان خراسان چناں بود کہ برای زیارت وتوجہ گرفتن بعد از شام بہ خدمت حضرت ایشاں می آمدند......(۳)

شاہ فضل احمد پشاوری کے بیٹے میاں غلام فضل اللہ امیر معصوم غازی ملقب بہ امیر شاہ کے داماد تھے(۴)۔تحفۃ المرشد کے مولف شیخ نظام الدین بلخی خود ایک ذی علم بزرگ اور عالم دین تھے،انہوں نے خود اپنے حالات اس کتاب کے آخر میں لکھے ہیں(۵) حال ہی میں مقاصد التنقیح فی شرح التصحیح لامام عفیف الدین سعید گازرونی کے عربی متن کا خطی نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہے جو اس وقت دارالسلام برونائی کے مرکزی کتابخانہ میں ہے اس کی کتابت انہی نظام الدین بلخی نے ۱۲۴۰ھ میں کی ہے(۶) اور یہی تحفۃ المرشد کا سال تالیف بھی ہے۔

انوار السالکین

اس کے مولف صوفی غلام محمد کابلی ہیں تیرہویں صدی ہجری کی تالیف ہے،مولف نے اپنا شجرۂ نسب یوں لکھا ہے:

صوفی غلام محمد بن صوفی محمد ظفر بن صوفی ملا محمد عمر بن صوفی محمد امین بن صوفی پاینده

---

(۱) ایضاً ۴

(۲) تفصیل کے لئے مقدمہ حاضر کا عنوان ''مولف کی اولاد''

(۳) تحفۃ المرشد ۳۱ (۴) ایضاً ۱۰۰،۱۳۵ (۵) ایضاً ۱۷۵-۱۸۴

(۶) مخدومی خلیل الرحمٰن داؤدی (لاہور) کے ذخیرۂ کتب میں یہ نادر خطی نسخہ موجود تھا جسے اب مذکورہ کتابخانہ والوں نے حاصل کرلیا ہے۔

محمد المشہور بصوفی طلاء آتش نفس کابلی منسوب بہ سمرقندی......(۱)

یعنی مولف کے جد اعلیٰ صوفی پایندہ محمد طلا کابلی تھے، یہ صوفی پایند محمد حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ تھے (۲)۔ انوار السالکین کے مندرجہ بالا اقتباس سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱- پایندہ محمد ''صوفی طلاء آتش نفس'' کے نام سے مشہور تھے۔

۲- وہ کابل میں رہتے تھے لیکن اصلاً سمرقند کے تھے۔

۳- یہ پورا خانوادہ ''صوفی'' کے لقب سے مشہور تھا۔

۴- ان کے فرزند صوفی محمد امین بھی صاحب دعوت وارشاد تھے۔

مولف مقامات معصومی نے صوفی پایندہ محمد اور ملا پایندہ محمد کابلی کو ایک کی بجائے دو شخصیات واضح طور سے لکھا ہے، ہمیں کتاب حاضر پر تعلیقات لکھتے وقت یہ معلوم نہیں تھا، انوار السالکین کی دریافت سے اس حقیقت کا علم ہوا ہے۔

انوار السالکین کے مولف نقشبندی و قادری ہر دو نسبتوں کے امین تھے، وہ نقشبندی سلسلہ میں شیخ شیر محمد خلیفہ شیخ احمد اللہ، محمد قطب نعمانی، حاجی سعید اللہ شکارپوری، حاجی محمد سعید لاہوری (۳) اور قادری سلسلہ میں سائین پنی شاہ سے اجازت یافتہ تھے (۴)۔

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے اس میں تصوف کے عمومی مسائل سے بحث کی گئی ہے، حضرت خواجہ محمد معصوم کی تعلیمات پر براہ راست کوئی روشنی نہیں پڑتی البتہ اس کا ابتدائی حصہ جس میں اپنے خاندان کے اسماء لکھے ہیں اس وضاحت کے لئے کافی ہے کہ صوفی پایندہ محمد کا یہ خانوادہ حضرت خواجہ سے منسلک تھا، اس کا خطی نسخہ مخدومی خلیل الرحمٰن داؤدی صاحب کے پاس افغانستان سے آیا تھا جسے انہوں نے دیگر مخطوطات کے ساتھ حال ہی میں دار السلام برونائی کے مرکزی کتابخانے میں محفوظ کروادیا ہے۔

---

(۱) غلام محمد صوفی کابلی: انوار السالکین ۲-۱ (۲) مقامات معصومی ۱۰۵ مع تعلیقات

(۳) انوار السالکین ورق ۵۹-ب یہ شجرہ سہواً کتابت سے پر ہے (۴) ایضاً ورق ۲-ب

جواہر معصومیہ

یہ کتاب خواجہ احمد حسین خان امروہوی (۱۸۷۲-۱۹۴۲ء) کی تالیف ہے، جس میں حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے احوال، آثار اور تعلیمات بیان کی گئی ہیں، اس کے بزرگ مولف سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی کئی کتابوں کے مولف ہیں لیکن تعجب ہے کہ انہوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم کے حالات کے سلسلے میں زیادہ تر روضۃ القیومیہ پر انحصار کیا ہے، اگر موصوف سعی فرماتے تو انہیں اس سلسلے کے کئی اہم مآخذ ہم دست ہو سکتے تھے۔ بہر حال اسے روضۃ القیومیہ کے دفتر ثانی کا بہترین خلاصہ قرار دے سکتے ہیں جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے احوال کے لئے مخصوص ہے گویا اس میں وہ تمام اغلاط اور غیر متحقق روایات در آئی ہیں جو روضۃ القیومیہ کا خاصہ ہیں۔

البتہ کتاب کے آغاز میں حضرت مجدد الف ثانی کے نسب نامے کے بارے میں جو تحقیق کی ہے وہ قابل ستائش ہے ورنہ اس سے قبل حضرت مجدد کے نسب نامہ کی گم شدہ کڑیاں اسرار بن کر رہ گئی تھیں، مولف نے جواہر معصومیہ اور جواہر مجددیہ دونوں میں اس مسئلہ پر خوب بحث کی ہے، کاش اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم کے متعلق دیگر روایات کو نقد و نظر اور روایت و درایت کے اصولوں پر پرکھ کر قبول فرماتے لیکن مولف کے پاس اس کی چند معلوم اور متعارف کتب کے سوا کچھ نہیں تھا مرحوم مقامات معصومی کے نام تک سے ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔

جواہر معصومیہ لاہور سے ملک فضل الدین تاجر کتب نے ۱۳۴۲ھ کو شائع کی اور اس کے بعد بھی اس کے چند ایڈیشن آئے تھے۔

انوار معصومیہ

یہ کتاب مولانا سید زوار حسین شاہ (ف ۱۹۸۰ء) کی تالیف ہے، جس میں حضرت خواجہ محمد معصوم کے حالات و تعلیمات بیان کی گئی ہیں، مولف نے تمام تر مواد روضۃ القیومیہ سے اخذ کیا ہے، فرماتے ہیں:

(مولف روضۃ القیومیہ نے) واقعات کو بڑے اہتمام سے جمع کیا ہے اور سنہ وار واقعات کو تو جس خوبی سے آپ نے مرتب فرمایا ہے وہ قابل تعریف اور لائق تحسین ہے...... پیش نظر تالیف انوار معصومیہ میں زیادہ تر روضۃ القیومیہ ہی سے استفادہ کرنا پڑا البتہ جہاں کہیں تحقیق کے بعد تسامح نظر آیا وہاں دوسری کتابوں سے مراجعت کر کے تصحیح کر دی گئی...... (۱)

روضۃ القیومیہ کے متعلق اس قسم کی خوش اعتقادی کا اظہار صرف وہی کر سکتا ہے جس کے پیش نظر دوسرے مآخذ و مراجع نہ ہوں بلکہ روضۃ القیومیہ کے مولف نے جو سنین قیومیت وضع کئے ہیں ان میں سے اکثر محل نظر ہیں کہ کیا وہ واقعات واقعی ان سنین میں رونما ہوئے تھے؟ اس ضمن میں جہاں کہیں مولف کے قلم سے تاریخی واقعات نکلے ہیں وہ معاصر کتب تاریخ سے مطابقت ہی نہیں رکھتے زیادہ سے زیادہ صاحب روضۃ القیومیہ کے وہ بیانات صحت کے قریب ہو سکتے ہیں جن کا تعلق ان کے شیخ خواجہ محمد زبیر سرہندی سے ہے، مولف انوار معصومیہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے روضۃ القیومیہ کے تسامحات کو دوسری کتب سے مراجعت کے بعد درست کر دیا ہے ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موصوف اس میں بالکل ناکام رہے ہیں ان کے حواشی میں کہیں بھی ایسے اشارات نہیں ملتے۔

انوار معصومیہ کی کئی خوبیاں بھی ہیں مولف نے حسنات الحرمین کا من وعن اردو ترجمہ بھی شامل کتاب کر لیا ہے دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضرت زوار حسین شاہ مرحوم نے حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کی روشنی میں آپ کی تعلیمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اکبری عہد کی کتب تاریخ میں حضرت مجدد الف ثانی کا کہیں نام تک نہیں آتا، یہی حال دور جہانگیری میں تالیف ہونے والی کتب کا ہے البتہ نورالدین جہانگیر نے جس بیہودگی کے

---

(۱) زوار حسین شاہ: انوار معصومیہ ۱۲، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۰ء

ساتھ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا تذکرہ اپنی توزک (۱) میں کیا ہے وہ قابل مذمت ہے جبکہ اس عہد کی دوسری کتابیں (۲) آپ اور آپ کے اور صاحبزادگان کے ذکر سے یکسر خاموش ہیں، اسی طرح شاہ جہانی عہد کی کتب (۳) تاریخ بھی حضرات خواجگان سرہند کا تذکرہ نہیں کرتیں البتہ طبقات شاہجہانی (۴) میں حضرت خواجہ محمد معصوم کا ذکر نہایت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ کیا گیا ہے لیکن اس کتاب کی حیثیت درباری تاریخ کی نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک ایسا تذکرہ ہے جو عہد سلاطین کے لحاظ سے مشاہر اہل علم و دانش کے فضائل مناقب پر مشتمل ہے۔

اورنگزیب عالمگیر کے ابتدائی عہد میں جو کتب تاریخ لکھی گئیں ان میں حضرات سرہند کا ذکر بڑے احترام کے ساتھ ملتا ہے کیوں کہ خود بادشاہ اس سلسلہ کے ساتھ منسلک تھا۔

عہد اورنگزیب عالمگیر میں تالیف ہونے والی جن کتب (۵) تاریخ میں حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی اور خواجگان سرہند کا ذکر ملتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

---

(۱) جہانگیر بادشاہ: توزک جہانگیری مرتبہ سرسید احمد خان، علی گڑھ، ۲۷۲، ۳۰۸، ۱۸۶۳ء

(۲) عہد جہانگیر کی دوسری کتب تاریخ میں ولی سرہندی کی تاریخ جہانگیر شاہی، محمد شریف معتمد خان کی اقبال نامۂ جہانگیری، خواجہ کامگار حسینی کی مآثر جہانگیری وغیرہ ملاحظہ کریں۔

(۳) شاہ جہانی عہد کی معروف کتب تاریخ میں مرزا محمد امین قزوینی کی پادشاہ نامہ (یہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے ابواب تراجم مشاہیر ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے مرتب کر کے رسالہ اردو کراچی ج ۵۵ ش ۱-۳ (۱۹۷۹ء) میں شائع کر دیا ہے)، عبدالحمید لاہوری کا بادشاہ نامہ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۶-۱۸۷۲ء، محمد صادق ملقب بہ صادق خان کا شاہ جہان نامہ (خطی نسخہ برٹش میوزیم)، محمد طاہر آشناء، ملقب بہ عنایت خان کا شاہ جہان نامہ (اس کا فارسی متن ہنوز غیر مطبوعہ ہے) کے انگریزی ترجمہ مرتبہ W. E. Begley اور Z. A. Desai مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۹۰ء) محمد صالح کنبوہ لاہوری کا عمل صالح مطبوعہ لاہور

(۴) رک بہ مقدمہ ہذا بعنوان ''طبقات شاہ جہانی''

(۵) مورخین وناقدین عصر حاضر نے ان کتابوں پر تنقیدی آراء کا اظہار کیا ہے جو ہمارے موضوع سے خارج ہے، ہم صرف تراجم مشائخ کے سلسلہ میں مختصر بحث کر رہے ہیں۔

عالمگیر نامہ

یہ منشی محمد کاظم شیرازی کی تالیف ہے جو اورنگزیب عالمگیر کے پہلے دس سالوں کے واقعات پر مشتمل ہے اور ۱۰۷۸ھ/ ۱۶۶۹ء کے وقائع پر ختم ہو جاتی ہے۔

جنگ تخت نشینی (۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷ء) کے دوران شہزادہ شجاع کو شکست دینے کے بعد داراشکوہ کی طرف متوجہ ہونے سے قبل خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم دونوں اورنگزیب کے حضور باریاب ہوئے تو بادشاہ نے تین سو اشرفیاں بطور انعام پیش کیں:

...... شیخ محمد سعید و شیخ محمد معصوم پسران مغفور مرحوم واقف اسرار حقائق و علوم شیخ احمد سرہندی کہ ہر یک فضائل و کمالات صوری و معنوی خلف الصدق آں سالک مسالک طریقت و عرفان است بانعام سہ صد اشرفی ...... بانعامات لائقہ مورد نوازش گردیدند......(۱)

اسی طرح اورنگزیب نے اپنے تیسرے جلوس (۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) کو حضرت خواجہ محمد سعید کو دہلی طلب کیا آپ ان دنوں مختلف امراض میں مبتلا تھے لیکن اس کے باوجود بادشاہ سے تعلق خاطر کی بناء پر آپ تشریف لے گئے (۲) تو اورنگزیب نے آپ کو "خلعت اور دو ہزار روپے" انعام کے طور پر دیے، کاظم شیرازی نے لکھا ہے:

"......بتقویٰ شعار شیخ محمد سعید خلف شیخ احمد سہرندی خلعت و دو ہزار روپیہ...... مرحمت شد (۳)"

مرآۃ العالم

یہ بختاور خان (۴) (ف ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کی تالیف ہے جس میں اس کی معاونت شیخ محمد بقا سہارنپوری (ف ۱۰۹۴ھ/ ۱۶۸۳ء) نے کی تھی یہ تاریخ ۱۰۷۸ھ/ ۱۶۶۷ء (و

(۱) محمد کاظم شیرازی: عالمگیر نامہ ۲۹۳

(۲) مقامات معصومی کتاب حاضر رک مقدمہ "تعلقات اورنگزیب بہ خواجہ محمد سعید"

(۳) عالمگیر نامہ ۵۹۵

(۴) رک مقدمہ حاضر بعنوان ریاض الاولیاء" بنا حضرت مجدد الف ثانی کے امرائے عصر سے تعلقات"

بہ بعد) مکمل ہوئی جو تخلیق آدم سے لے کر اورنگزیب عالمگیر کے پہلے دس سالہ عہد حکومت تک کے واقعات پر مشتمل ہے، یہ تاریخ عہد عالمگیر کے واقعات کے لئے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کی ایک اور قابل توجہ خوبی یہ ہے کہ اس عہد کے علماء مشائخ اور دیگر اہل فن کا تذکرہ بڑے دلنشین انداز میں تحریر کیا گیا ہے، لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی چوتھے جلوس عالمگیری (۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۰ء) میں اورنگزیب سے ملے تو بادشاہ بہت ہی تعظیم و احترام سے پیش آیا خواجہ محمد سعید سرہندی کے صاحبزادے شیخ محمد فرخ متعدد مرتبہ اورنگزیب سے ملے اور انہیں بادشاہ نے ہر مرتبہ نوازا حضرت خواجہ محمد معصوم کے بارے میں لکھا ہے کہ بادشاہ کی استدعا پر آپ چند مرتبہ اس سے ملاقات کے لئے گئے تو وہ بہت ہی ''تجلیل و تکریم'' کے ساتھ پیش آیا، اور وضاحت کی ہے کہ آپ کے چھ کے چھ صاحبزادگان بھی بادشاہ کی نظر میں ''بغایت معزز'' ہیں، بتایا ہے کہ اس خانوادہ کے خلفاء و مریدین ''اقطار و اکناف عالم'' میں احاطہ شمار سے باہر ہیں، حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند اصغر شیخ محمد یحیٰی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ متعدد مرتبہ اورنگزیب کے پاس گئے اور ''مورد مراحم و اعطاف شہنشاہی'' ہوئے (۱) جس سے خاندانی تحریرات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ صاحبزادے سفر و حضر میں اورنگزیب کے ساتھ رہتے تھے۔

مآثر عالمگیری

یہ کتاب محمد ساقی مستعد خان کی تالیف ہے، مولف اورنگزیب کے ''احکام مخفیہ'' جو تحریری صورت میں تھے بادشاہ کو اصلاح کے لئے دکھانے پر مامور تھا (۲) اورنگزیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد عنایت خان کشمیری کی تجویز پر اس نے اورنگزیب کے طویل عہد حکومت (۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) کی تاریخ نہایت مختصر طور پر لکھی اور اسے اس کام کی تکمیل کے لئے تمام سرکاری دستاویزات مہیا کی گئیں چنانچہ اس نے بادشاہ کی وفات کے صرف تین

(۱) بختاور خان: مرآۃ العالم مرتبہ ساجدہ علوی، لاہور، ۱۹۷۹ء، ۲/ ۱۲-۴۱۴ مرآۃ العالم تاحال غیر مطبوعہ ہے اس کا صرف وہ حصہ طبع ہوا ہے (مذکورہ بالا) جو اورنگزیب کے عہد سے متعلق ہے۔

(۲) محمد ساقی مستعد خان: مآثر عالمگیری، ۲۵۳ کلکتہ ۱۸۷۱ء

سال بعد ۱۷۱۰ء کو مآثر عالمگیری کے نام سے اس کی تکمیل کی (۱)۔

اس کتاب کا مولف حضرات نقشبند کے خاص عقیدت منداور مرآۃ العالم کے مولف بختاور خان کا ''منشی و دیوان'' تھا (۲)۔ جس کی صحبت میں رہتے ہوئے وہ مجددی حضرات کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتا تھا، اس کی حضرت شیخ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے ساتھ مراسلت بھی تھی، خواجہ نقشبند ثانی نے اس کے نام اپنے ایک مکتوب میں حاجی عبدالغفار کی سفارش بھی کی ہے (۳)۔

مآثر عالمگیری میں خواجہ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم کا دو جگہ ذکر آیا ہے، اول ۱۰۷۸ھ/ ۱۶۶۸ء کو جب کہ شہزادہ محمد اعظم کی شادی کی تقریب میں دیگر علماء کے ساتھ بطور گواہ تشریف فرما تھے (۴) دوسرے ۱۰۸۰ھ/ ۱۶۶۹ء کو یاتش خانہ (رہائش پاسبان) میں جو کہ شیخ کے قیام کے لئے مقرر تھا میں بادشاہ رات کو امور مملکت سے فراغت کے بعد ملاقات کے لئے جاتا، کچھ دیر ان کی صحبت میں رہتا (۵) یہی وہ یاتش خانہ ہے جس میں اورنگزیب آپ کی خدمت میں سلوک کی منازل طے کرتا تھا (۶)۔

اسی طرح خواجہ محمد نقشبند ثانی جو اورنگزیب کی دکنی مہمات میں عرصہ تک اس کے ساتھ رہے تھے دو مرتبہ ان سے ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۹۶ء کو جب کہ اورنگزیب شولا پور کی تسخیر کے بعد فتح بیجاپور کے لئے جا رہا تھا (۷) دوسرے ۱۰۹۹ھ/ ۱۶۸۷ء کو بیجاپور کے والی ابوالحسن کی دختر ثانی کے ساتھ خواجہ محمد نقشبند ثانی کے صاحبزادے

---

(۱) ایضاً ۶۸-۶۹ (۲) ایضاً ۲۶۴

(۳) محمد نقشبند ثانی: وسیلۃ القبول ۱/ ۵۷/ ۹۰، اس حاجی عبدالغفار کا مکتوب ۱/ ۸۰-۸۱/ ۹۳-۹۴ میں بھی ذکر آیا ہے

(۴) محمد ساقی مستعد خان: مآثر عالمگیری ۷۸ (۵) ایضاً ۸۴

(۶) ان صحبتوں کا تذکرہ مکتوبات معصومیہ اور مکتوبات سیفیہ میں جا بجا ملتا ہے
تفصیل کیلئے مقدمہ حاضر کا عنوان ''حضرات صاحبزادگان اورنگزیب کی مصاحبت میں'' ملاحظہ کریں

(۷) ساقی، مستعد خان: مآثر عالمگیری ۲۸۶

شیخ محمد عمر کا عقد خود اورنگزیب نے کروایا (۱)۔

حیات حضرت خواجہ محمد معصوم کے مآخذ کا جائزہ لینے کے بعد اب مقامات معصومی کا تجزیہ کیا جارہا ہے تا کہ ان مآخذ کے مقابلہ میں کتاب حاضر کی اہمیت واضح ہوسکے۔

(۸) ایضاً ۳۱۲ مآثر عالمگیری کا فارسی متن ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے ۱۸۷۱ء کو شائع ہوا تھا اس کا ملخص انگریزی ترجمہ جادو ناتھ سرکار نے کیا جو مذکورہ ناشر نے ۱۹۵۷ء کو طبع کیا اس کا اردو ترجمہ از محمد فدا علی طالب جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے ۱۹۳۲ء میں چھاپا تھا۔

شیخ صفر احمد معصومی

مولف مقامات معصومی

شیخ صفر احمد حضرت خواجہ محمد معصوم کے نواسے، حضرت مجدد الف ثانی کے نواسے میر محمد فضل اللہ کے بیٹے اور حضرت شیخ صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے داماد و خلیفہ تھے۔

آباواجداد

شیخ صفر احمد حضرت مجدد الف ثانی کے برادر حقیقی شیخ عبدالرزاق بن مخدوم عبدالاحد کی اولاد میں سے تھے انہوں نے اپنا نسب اس طرح لکھا ہے:

(شیخ صفر احمد) بن شیخ محمد فضل اللہ بن قاضی شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد امین بن شیخ عبدالرزاق بن مخدوم عبدالاحد (۱) قدس اسرارہم

مولف نے اپنے اجداد کے حالات مختصر اور اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ (۱۰۵۰-۱۱۱۷ھ/ ۱۶۴۰-۱۷۰۶ء) کے مفصل حالات مقامات معصومی میں لکھے ہیں (۲) نیز انہوں نے اپنے والد کے حالات پر اپنی دو مستقل کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے (۳)۔

حضرت مجدد الف ثانی کی وصیت تھی کہ ہم نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہر عمل کرنے کی کوشش کی ہے، البتہ ایک عمل ہم نہیں کر سکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نواسوں کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اگر ہماری وفات کے بعد ہمارے ہاں نواسہ تولد ہو تو اسے ہماری قبر پر بٹھایا جائے تا کہ یہ عمل جو ہم اپنی زندگی میں نہیں کر سکے وہ وفات کے بعد ہو جائے چنانچہ اس اہم مقصد کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کے جس نواسے کا انتخاب ہوا

---

(۱) کتاب حاضر ۱۸-۱۹، ۶۲۔۳- ۶۳ ۳ (متن) یہاں صاحب عمدۃ المقامات کو سہو ہوا ہے اور انہوں نے قاضی عبدالقادر کو براہ راست شیخ عبدالرزاق کا فرزند سمجھ لیا ہے (۲۴۳) یعنی ان سے مندرجہ بالا نسب میں ایک نام شیخ محمد امین رہ گیا ہے گویا شیخ عبدالقادر شیخ عبدالرزاق کے پوتے تھے بیٹے نہیں۔

(۲) کتاب حاضر ۶۲ ۴-۰۰ ۴ (متن)

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا کا عنوان ''تالیفات میر صفر احمد''

وہ یہی میر محمد فضل اللہ تھے(۱)۔

حضرت میر فضل اللہ کے والد یعنی مولف کے دادا شیخ عبدالقادر سرہند کے قاضی تھے، جب ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء میں ان کا انتقال ہوا تو اورنگزیب نے مولف کے والد میر محمد فضل اللہ کو ان کے بجائے قاضی مقرر کیا (۲) اورنگزیب اس وقت تخت نشین ہو چکا تھا۔

اسی سال حضرت خواجہ محمد معصوم کی دختر صفیہ سے انہی میر محمد فضل اللہ کا نکاح ہوا (۳) لہٰذا مقامات معصومی کے مولف حضرت خواجہ کے نواسے ہوئے۔

مقامات معصومی کے مولف شیخ صفر احمد مادری طور پر صحیح النسب سادات میں سے تھے، مولف کی نانی یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم کی زوجۂ محترمہ روم کے سادات میں سے تھیں۔

اس خانوادے کے ایک فرد میر رمضان روم سے ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں سکونت اختیار کر لی (۴) انہی کے فرزند میر صفر احمد رومی کی دختر ثانی رقیہ سے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا نکاح ہوا (۵)۔ مولف نے خود وضاحت کی ہے کہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے ان کے نام پر میرا نام صفر احمد رکھا گیا (۶)

یہی میر صفر احمد رومی (ف ۱۰۳۸ھ/ ۱۶۲۸ء) حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب الیہ (۷) اور خلیفہ تھے (۸) اس مبارک شادی کی تحریک لاہور کے نامور عالم اور حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفۂ نامدار حضرت ملا محمد طاہر لاہوری نے کی تھی اور انہیں کی سعی جمیلہ سے یہ عقد مسنون ہوا، اس کار نیک کے سلسلے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی عرصہ

---

(۱) کتاب ہذا ۳۶۵ و تعلیقات متن ۳۶۲/ ۱۲-۱۴ (۲) کتاب حاضر ۳۶۹

(۳) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/ ۲۳۳ احمد ابوالخیر: ہدیۂ احمدیہ ۳۶

(۴) کتاب حاضر ۷۱/ ۱۶-۱۷ مولف روضۃ القیومیہ (۱/ ۱۱۹) نے لکھا ہے کہ میر صفر احمد رومی روم سے ہندوستان آئے تھے جو صحیح نہیں ہے مولف مقامات معصومی کی اس خاندانی روایت کے مقابلہ میں روضۃ القیومیہ کا اختلاف چنداں قابل توجہ نہیں ہے۔ (تعلیقات کتاب ہذا ۷۱/ ۱۶-۱۷)

(۵) کتاب حاضر ۷۳، روضہ ۲/ ۴-۵ (حضرت خواجہ کی تمام تر اولاد اسی خاتون کے بطن سے تھی)

(۶) تفصیل کے لئے مقدمۂ ہذا تحت ''مولف کا نام'' (۷) مکتوبات ۱/ ۱۲۷، ۳/ ۶۵

(۸) کتاب حاضر ۷۲/ ۴-۵

تک لاہور میں مقیم رہے (۱) انہی خاتون جنت نشان رقیہ بنت میر صفر احمد رومی کے بطن سے جو آخری صاحبزادی صفیہ تولد ہوئیں ان کا نکاح مولف کتاب مقامات معصومی کے والد سے ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تین صاحبزادیاں تھیں اول رقیہ جو شیر خوارگی میں ہی فوت ہو گئیں دوم ام کلثوم صرف پندرہ سال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانی کے حین حیات فوت ہوئیں اور سوم خدیجہ جو بقید حیات رہیں (۲) حضرت مجدد الف ثانی کی تمام تر دختری اولاد انہی کے بطن سے ہے۔

انہی بی بی خدیجہ بنت حضرت مجدد الف ثانی کا نکاح حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت قاضی عبد القادر سے ہوا (۳) اس خاتون عفت مآب کے بطن سے حسب ذیل اولاد ہوئی:

خواجہ محی الدین (محرم بارگاہ سلطنت اورنگزیب) (۴)، حاجی میر محمد فضل اللہ (والد مولف مقامات معصومی متولد بسال ۱۰۵۰ھ) اور شیخ عبد اللطیف (متولد ۱۰۵۵ھ مصاحب اورنگزیب) (۵)، بیٹوں کے علاوہ ان کی سات بیٹیاں (۶) بھی تھیں یعنی خاتم جیو، رشیدہ، ام سلمیٰ، دختر (نام نامعلوم) (۷)

---

(۱) ایضاً ۱۷-۴۷ نیز بعض تاملات کے لئے اس کتاب کے متن پر ہمارے تعلیقات ملاحظہ کریں

(۲) کشمی: زبدۃ المقامات ۳۲۶ (صاحبزادیوں کے نام روضۃ القیومیہ (۱/ ۳۱۷) سے ماخوذ ہیں)

(۳) کتاب حاضر ۳۶۳

(۴+۵) تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذا بعنوان ''بنائر حضرت مجدد الف ثانی اورنگزیب کی مصاحبت میں'' مولف روضۃ القیومیہ (۱/ ۳۱۷) نے خواجہ غلام محی الدین کا نام غلام محمد لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

(۶) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۱۷ (اس کتاب کے مولف نے حاجی میر محمد فضل اللہ کی اولاد کی جو تفصیل اور ترتیب بتائی ہے وہ مقامات معصومی سے متفاوت ہے۔ ظاہر ہے اپنے خاندان کے بارے میں جو تفصیل صاحب مقامات معصومی نے بتائی ہے وہ روضہ کے مقابلہ میں صحیح ترین ہے۔ مولف مقامات معصومی نے لکھا ہے کہ میرے والد کے برادر بزرگ کا نام خواجہ محی الدین ہے (۳۶۶) اور یہ بھی وضاحت کی ہے کہ میرے والد اپنے والدین کے فرزند اوسط تھے (۳۶۵)

(۷) روضہ ۱/ ۳۱۹ ان سب حضرات کی اولاد کیلیے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا سے منسلک شجرۂ مولف

ان میں سے حاجی میر محمد فضل اللہ کا عقد مسنون صفیہ بنت خواجہ محمد معصوم سے ہوا یہی مولف مقامات معصومی کے والد محترم ہیں۔

حاجی میر محمد فضل اللہ کی اولاد میں سے چار لڑکوں اور ۲ لڑکیوں کا ذکر ملتا ہے سب سے پہلے فرزند کی ولادت سے صرف دو روز بعد ہی وفات ہوگئی (۱) ان میں بڑے شیخ عزالدین احمد (۲) (۱۰۷۳-۱۱۰۰ھ)، دوسرے شیخ حسام الدین احمد (۳) (۱۰۷۹-۱۱۱۹ھ) اور تیسرے مجدالدین احمد میر صفر احمد (مولف کتاب مقامات معصومی) ہیں صاجزادیوں میں سے حفصہ منسوب بہ شیخ روح اللہ (۴) بن خواجہ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم اور اسماء منسوب بہ شیخ محمد عثمان بن خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم (۵)۔

شیخ عزالدین احمد بن شیخ محمد فضل اللہ حضرت خواجہ سیف الدین کے داماد تھے ان کی صاجزادی بی بی زہرہ ان سے منسوب تھیں، بی بی زہرہ کے انتقال کے بعد حسن النساء بنت حضرت مروج الشریعت سے ان کا نکاح ہوا (۶)۔ شیخ عزالدین احمد لاولد ہی فوت ہو گئے (۷)۔

شیخ حسام الدین احمد بن شیخ محمد فضل اللہ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی بیٹوں میں نظام الدین، جلال اور وجیہ الدین یہ تینوں لاولد تھے، ان کی بیٹی شیخ نورالحق بن حضرت وحدت سے منسوب تھی (۸)۔

حفصہ بنت شیخ محمد فضل اللہ (شیخ روح اللہ بن شیخ محمد اشرف سے منسوب تھیں) کے بطن سے ایک بیٹا نور احمد اور ایک بیٹی سارہ (منسوب بہ محمد کرامت اللہ بن محمد سالم) تھی نور احمد کی صرف ایک بیٹی معصوم النساء تھی (۹)۔

بی بی اسماء کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی (۱۰)۔

---

(۱) کتاب حاضر ۱۷ (۲) کتاب حاضر ۳۸۶-۳۹۱ (۳) ایضاً ۳۹۱-۳۹۲ مع تعلیقات

(۴) ایضاً ۳۳۰، ۳۳۲، روضۃ القیومیہ ۱/۳۱۹ (۵) ایضاً

(۶) رک تعلیقات کتاب حاضر ۳۹/۷-۸ (۷) ہدیۂ احمدیہ ۳۶ (حاشیہ)

(۸) رک تعلیقات کتاب حاضر ۳۹۲/۲ (۹) ہدیۂ احمدیہ ۶۹ (۱۰) ایضاً ۷۰

میر صفر احمد معصومی

کتاب حاضر مقامات معصومی کے مولف ہیں ان کے حالات زندگی متعارف اور مطبوعہ تذکروں میں نہیں ملتے ہم نے صرف ان اشارات کی بنیاد پر ان کے حالات مرتب کئے ہیں جو کتاب حاضر اور معدن الجواہر میں جا بجا ملتے ہیں۔

ولادت

مولف نے خود وضاحت کی ہے کہ ان کی ولادت ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۸۶ھ/ ۳۱ جنوری ۱۶۷۶ء کو ہوئی:

ولادت ایں آوارہ در سال ہزار و ہشتاد و شش ہجری و پانزدہم شہر ذی قعدہ دست داد(۱)

اس کے علاوہ مختلف واقعات کے اندراج کے دوران جا بجا اپنے سال ولادت کی طرف اشارات کئے ہیں:

مولف نے بتایا ہے کہ آغاز تالیف (۲) (۱۱۳۲ھ) کے وقت میری عمر ۴۵ سال ہے (۳)۔

اس طرح مولف کا سال ولادت ۱۰۸۷ھ (۱۱۳۲-۴۵) بر آمد ہوتا ہے۔

مولف نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے وقت میری عمر آٹھ سال تھی (۴) یعنی (۱۰۷۹+۸=۱۰۸۷ھ) گویا ایک سال کو جاری برس کے طور پر شمار کیا ہے۔

حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال ۱۱۱۵ھ کے دوران مولف ۲۸ سال کے تھے (۵) یعنی ۱۱۱۵-۲۸=۱۰۸۷ھ

مولف نے مزید اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ سیف الدین بن حضرت

---

(۱) کتاب حاضر ۳۹۵/۲۲

(۲) ایضاً ۱۲/۴-۵ (گویا ایک سال رواں سال کے طور پر شمار کیا گیا ہے) (۳) ایضاً ۴

(۴) ایضاً ۱۷/۲۰ (۵) ایضاً ۲۹۷

خواجہ محمد معصوم کے وصال ۱۰۹۶ھ کے وقت میری عمر صرف دس سال تھی (۱) اس طرح (۱۰۹۶-۱۰)۱۰۸۶ھ ہی برآمد ہوتا ہے۔

اپنے سال ولادت کی طرف اشارات کے دوران چند مقامات پر مولف سے سہو بھی ہوا ہے، ایک مقام پر لکھا ہے کہ میری ولادت سے پہلے حضرت مروج الشریعت کا وصال ہو چکا تھا (۲) حالانکہ مولف خود ہی اس فصل میں حضرت مروج الشریعت کا سال وصال ۱۰۸۳ھ لکھ چکے ہیں (۳) گویا (۱۰۸۶ - ۱۰۸۳ = ۳) مولف اس وقت صرف تین سال کے تھے۔

بحث کا حاصل یہ ہے کہ مولف کا صحیح سال ولادت ان کی اپنی تحریرات کی بنیاد پر ۱۰۸۶ھ ہے۔

مولف کا نام

مولف نے مقامات معصومی کے آغاز میں اپنا نام یوں لکھا ہے:

امابعد برخوشہ چینان ارباب ولایت...... مخفی نماند کہ بندۂ دوراز کار......صفراحمد فضلی معصومی بن معرفت و ولایت دستگاہی ...... شیخ محمد فضل اللہ العمری الاحمدی......(۴)

اپنے والد گرامی حضرت شیخ محمد فضل اللہ کے حالات کے ضمن میں اپنے خودنوشت حالات میں اپنا پورا نام یوں تحریر کیا ہے:

عاجز شکستہ بال...... جامع ایں مقامات فرخندہ نکات مجدالدین احمد ابوالبرکات حلقہ بگوشان اولیاء صحبت صمیمی صفراحمد معصومی عفااللہ......(۵)

مولف نے وضاحت کی ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا لقب ''مجدالدین'' تھا (۶) اس لئے میرا ایک نام اس مبارک لقب پر مجدالدین احمد رکھا گیا اور حضرت

(۱) ایضاً ۳۳۶، ۳۴۷
(۲) ایضاً ۳۱۱/۱-۱۰
(۳) ایضاً ۳۲۱
(۴) کتاب حاضر ۳-۴
(۵) ایضاً ۳۹۲
(۶) ایضاً ۵۵/۱۰

مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کی کنیت ''ابوالبرکات'' (۱) تھی اس لئے میری کنیت بھی یہی مقرر کی گئی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ ان کا مشہور نام صفر احمد ہوگا کیوں کہ یہ نام ان کے جد مادری میر صفر احمد رومی کا تھا چونکہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے ان کے نام پر میرا نام صفر احمد رکھا گیا تا کہ دنیا میں ان کی یادگار رہ جائے:

مجد الدین ...... کہ لقب حضرت ایشاں بودہ وکنیت ابوالبرکات معین فرمودہ کہ کنیت حضرت مجدد الف ثانی است رضی اللہ تعالیٰ عنہ وگفتند کہ اشہر نام ہای صفر احمد باشد کہ نام جد شریف مادریٔ ما است وایشاں را اولاد پسری نماندہ پس بایں تقریب نام ایشاں نزد اہل روزگار باشد (۲)

مولف کی والدہ کو مولف کی ولادت سے پیشتر عالم رویا میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے ہاں جو فرزند تولد ہو اس کا نام میرے نام پر رکھنا، چنانچہ مولف کا ایک نام معین الدین بھی رکھا گیا تھا (۳)۔

اس طرح مولف کے اسماء معین الدین، مجد الدین احمد اور صفر احمد رکھے گئے لیکن ان میں جس نام کو شہرت ہوئی وہ موخر الذکر یعنی ''صفر احمد'' تھا مولف نے اپنی کتاب معدن الجواہر میں اپنا نام صرف مجد الدین احمد ہی لکھنے پر اکتفا کیا ہے (۴)۔

مولف کی تعلیم

مولف نے مروجہ علوم کی تحصیل کا آغاز اپنے والد گرامی کی خدمت میں کیا ان کے والد اس عہد کے درجہ اول کے مدرسین میں تھے، انہوں نے اپنے بزرگوں (۵) کے علاوہ حدیث کی سند حضرت سید زین العابدین مدنی سے بھی لی تھی (۶) انہوں نے مدتوں درس دیا

---

(۱) زبدۃ المقامات ۳ (۲) کتاب حاضر ۳۹۵

(۳) ایضاً ۳۹۴-۳۹۵:۲ (۴) معدن الجواہر ۲

(۵) شیخ میر محمد فضل اللہ نے شرح وقایہ حضرت خواجہ محمد معصوم سے پڑھی (مقامات معصومی ۳۶۸) اس کے علاوہ حضرت خواجہ محمد سعید، علامہ محمد فرخ، ملا بدر الدین سلطانپوری اور اپنے والد قاضی عبدالقادر سے تحصیل کی (ایضاً)

(۶) ایضاً ۳۲/۱۶-۱۷ (نیز تعلیقات)

اور اس امر خیر میں اتنا غلو تھا کہ جمعہ کے روز بھی طلبہ کو رخصت نہیں دیتے تھے (۱)۔ مولف نے مروجہ کتب شرح مواقف اور مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ اپنے والد گرامی سے پڑھیں وہ اپنے اس بیٹے اور ہونہار شاگرد کے علمی مباحث سے اس قدر متاثر تھے کہ درس میں شامل کتب درسیہ کے حواشی پر اپنے اس فرزند کے اقوال کو ان کے نام کے ساتھ جا بجا قلم بند کر رکھا تھا (۲) اس کے علاوہ مولف نے فیض الباری شرح صحیح بخاری تالیف شیخ محمد اعظم بن حضرت خواجہ سیف الدین کے چند اجزا اپنے والد گرامی سے سبقاً پڑھے (۳)۔

مولف نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں (۱۰۹۹ھ/ ۱۶۸۸ء) کو جب اپنے والد کے ہمراہ ملتان گئے تو سید ابراہیم بن مخدوم رابع محمد یوسف گردیزی کی خدمت میں خانقاہ گردیزیہ میں جا کر علم منطق کی مشہور کتاب شرح شمسیہ کا درس لیا (۴)۔

شیوخ طریقت

مولف نے اپنے مشائخ میں سے حضرت میر محمد فضل اللہ (والد خود)، حضرت شیخ صبغت اللہ، حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی اور حضرت خواجہ سیف الدین قدس اسرارہم کی عنایات خصوصی کا جا بجا تذکرہ کیا ہے۔

اپنے والد گرامی کو "اپنا پیر اول و استاد کامل" بتایا ہے:

والد بزرگوار ایں ذرۂ بی مقدار را کہ پیر اول و استاد کامل ایں عاصی نابکار اند......(۵)

......حضرت والد بزرگوار کہ پیر عالی مقدار ایں نیاز مند نیز بودند......(۶)

مولف نے اپنے نام کے ساتھ نسبت "فضلی" اپنے والد گرامی میر محمد فضل اللہ کے ساتھ اپنے اسی اختصاص کی بنا پر لکھی ہے (۷)۔

---

(۱) ایضاً ۳۶۸ (۲) ایضاً ۳۹۵

(۳) ایضاً ۳۴۷/ ۱۹-۲۰ (مع تعلیقات)

(۴) ایضاً ۳۷۳ (۵) کتاب حاضر ۲۶۳-۱۰ (۶) ایضاً ۳۹۵

(۷) رک بہ مقدمہ بذالعنوان "مولف کا نام"

والد گرامی کے بعد مولف نے اپنے شیوخ میں دوسرا نام حضرت شیخ صبغت اللہ (۱) بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کا لکھا ہے، مولف مقامات معصومی کی تکمیل سے قبل حضرت شیخ صبغت اللہ کے حالات پر مستقل کتاب معدن الجواہر کے نام سے تالیف کر چکے تھے (۲) جس میں انہوں نے اپنے اس شیخ بزرگوار کے ساتھ اختصاص کا جابجا ذکر کیا ہے، مقامات معصومی میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ صبغۃ اللہ نے اپنے آخری ایام حیات میں مجھے اپنی ضمنیت کی بشارت دی تھی جس کے آثار بھی ظاہر ہوئے:

عالی حضرت ایں فدوی آستان را مدتی چند پیش از وصال خود در ضمن مقدسہ گرفتہ ......وآثار بسیار کہ مترتب بر معاملۂ ضمنیت است در می یابی، فوقع کما بشر (۳)

مولف نے معدن الجواہر میں خود وضاحت کی ہے کہ وہ حضرت شیخ صبغت اللہ کے خلیفۂ مجاز ہیں (۴)۔ اسی اختصاص کا مظہر ہے کہ مولف نے مقامات معصومی میں بہت سی روایات شیخ محمد صبغت اللہ کی سند سے تحریر کی ہیں (۵)۔

مولف کو حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہما سے بھی خصوصی لگاؤ تھا، مولف کے معاصر کمال الدین محمد احسان نے انہیں حضرت حجۃ اللہ کا مرید بتایا ہے (۶)۔

مولف نے اپنے بعض مریدین کا بھی ضمناً ذکر کیا ہے۔

مولف کے سلاطین وامراء سے روابط

مولف نے سلاطین ہند میں سے محمد معظم بہادر شاہ عالم خلد منزل بن اورنگزیب سے اپنی ملاقات اور اس کے ساتھ اپنے توسل کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح فرخ سیر کو بھی نہایت

(۱) شیخ صبغت اللہ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۲۶۴-۲۹۰ و معدن الجواہر

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ ہذ "تالیفات میر صفر احمد معصومی"

(۳) کتاب حاضر ۲۸۲-۲۸۳

(۴) محمد فضل اللہ قندھاری: عمدۃ المقامات ۳۸۷

(۵) تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمۂ ہذا کا عنوان "راویان مقامات معصومی"

(۶) روضہ ۱/۳۱۸

عمدہ الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے اور امراء عصر میں سے نواب نظام الملک آصف جاہ، محمد امین خان، ارادت خان واضح، شیخ برہان فاضل خان تونی، امیر خان والی کابل، گنج علی خان اور مرزا محمد مسعود فوجدار اٹک و روہتاس کے ساتھ اپنے مراسم اور ان کے ساتھ جا بجا ملاقات کا ذکر کیا ہے۔

مولف نے لکھا ہے کہ ۳۲ سال کی عمر میں برہانپور میں تھا یعنی (۱۰۸۶+۳۲= ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) میں اس قیام کے دوران بادشاہ خلد منزل بہادر شاہ کی طرف سے انہیں سو روپے وصول ہوئے (۱) ان دنوں اورنگزیب کے انتقال اور جانشینی کے معاملات کے سلسلے میں شہزادہ بہادر شاہ خلد منزل بھی اورنگ آباد میں مقیم تھا (۲) ممکن ہے مولف اس وقت سے اسی کے لشکر میں مستقل ملازم ہوں اور اسی کے ساتھ برہانپور گئے ہوں کیونکہ اس کے دوسرے سال جلوس ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۹ء میں جب خلد منزل نے اجمیر پر حملہ کیا تو مولف اس کے لشکر میں موجود تھے (۳) اجمیر کے زمینداروں راجہ جے سنگھ اور راجہ اجیت سنگھ کے ساتھ مغل فوج کا شدید مقابلہ ہوا دس بارہ ہزار افراد قتل ہوئے، معاصر مورخ کامور خان کا بیان ہے:

> ...... سید شجاعت خان بارہہ ناظم اجمیر معروض گردید ...... بسیاری از سادات بارہہ در نواح سانبھر رسیدہ، بافواج راجہ جے سنگھ زمیندار آنبر و راجہ اجیت سنگھ زمیندار ماروار معرکۂ قتال آراستند، جنگی بہ نہایت صعوبت بہ وقوع پیوست ...... قریب دہ دوازدہ ہزار کس از مسلمین و ہنود قتیل و مجروح گشتند ...... (۴)

خلد منزل بہادر شاہ نے ایک صحبت میں مولف کو بتایا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے مجھے اپنے والد کے حین حیات ہی جانشینی اور بادشاہت کی بشارت دی تھی (۵) اس

(۱) کتاب حاضر ۴۳۴-۴۳۵ (۲) کامور خان: تذکرہ السلاطین چغتا ۵

(۳) کتاب حاضر ۲۸۲/ ۱۲-۲۱ (۴) تذکرۃ السلاطین چغتا ۳۴ نیز ملاحظہ ہو:

Sarda, H, B : Ajmer, 74, Inrvine, w : Later Mughals Vol. p. 45-48.

(۵) کتاب حاضر ۳۱۲

نے تخت نشینی کے دوسرے سال یہ بات مولف کو بتائی (۱)۔

مولف نے فرخ سیر کیلئے بھی جا بجا بہت عمدہ الفاظ استعمال کیے ہیں اسے ''شہید'' لکھا ہے (۲) لیکن اس سے اپنے تعلق کی نوعیت نہیں بتائی، جب مولف نے مقامات معصومی کی تالیف کا آغاز کیا تو محمد شاہ سلطنت ہند پر متمکن تھا اس کیلئے مولف کے ان الفاظ :

''سلطان الاسلام ظل اللہ فی الایام خلیفۃ اللہ فی العالمین غیاث الاسلام ومغیث المسلمین بہ زیر ایں فہمیدہ طاق مینا دو چشم آدمیت ز دست مینا ابوالمظفر ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ تعالٰی ملکہ وسلطانہ و افاض علینا وعلی العالمین برہ واحسانہ (۳)''

سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مولف کو شاید محمد شاہ سے بھی توسل تھا۔

سلاطین کے علاوہ امرائے عصر میں سے برہان الدین مخاطب بہ فاضل خان تونی (ف ۱۱۱۳ھ/ ۱۷۰۲ء) جس کی محفل میں کتب صوفیہ کا درس بھی ہوتا تھا (۴) سے بھی روابط تھے دیگر سنی تورانی امراء کی طرح ہمارے مولف بھی دربار کی پارٹی پولیٹکس میں ایرانی شیعی گروہ کے مقابلے میں تورانی پارٹی کے حامی تھے، محمد شاہ نے جب ایرانی پارٹی یعنی سادات بارہہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے کوشش کی تو اس میں تورانی پارٹی کے سب سے سرگرم رکن اعتماد الدولہ محمد امین خان نے کردار ادا کیا اور ایرانی پارٹی کا سب سے اہم فرد امیر الامراء سید حسین علی مخاطب بہ حسین علی خان بہادر فیروز جنگ ۶ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء سرحد کھواہہ میں اعتماد الدولہ کے منصوبے سے مارا گیا اب دونوں مذکورہ پارٹیاں اس کی موت کے باعث برسر پیکار ہو گئیں، سید حسین علی خان کے ہمشیرہ زادے غیرت خان نے زبردست مقابلہ کیا لیکن وہ بھی مارا گیا اس طرح میدان تورانی گروہ کے ہاتھ میں

---

(۱) تعلیقات کتاب ہذا ۲۱۳/ ۱۷-۱۹ (بہادر شاہ کے حضرت خواجہ سے بیعت اور عقیدت کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو مقدمۂ ہذا حضرت خواجہ کے سلاطین و امراء سے روابط)

(۲) کتاب ۵۰۸ (۳) ایضاً ۱۲ (۴) کتاب حاضر ۵۹/ ۸-۱۰ و تعلیقات

رہا(۱) مولف مقامات معصومی اس موقع پر میدان میں موجود اور اعتماد الدولہ کے طرفدار کی حیثیت سے اس کے لئے فتح و نصرت کی دعا کر رہے تھے (۲) اس معرکے میں حضرت خواجہ محمد زبیر کے ایک مرید مخلص حاجی قندھاری بھی مولف کے ہمراہ میدان جنگ میں تھے (۳)۔

عسرت و تنگدستی کی حالت میں ایک سفر کے دوران کراماتی طور پر مولف نے نظام الملک آصف جاہ (۱۰۸۲-۱۱۶۱ھ/ ۱۶۷۲-۱۷۴۸ء) کی طرف سے سو روپے بطور نذرانہ وصول ہونے کا ذکر کیا ہے (۴) جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے مولف کو نواب نظام الملک سے بھی توسل تھا۔

تاریخ ارادت خان کے معروف مولف، شاعر اور امیر مبارک اللہ واضح مخاطب بہ ارادت خان سے بھی مولف کو ملنے اور ان سے روایت کرنے کا موقع ملا تھا (۵) کابل کے دو ناظموں امیر خان (۶) اور گنج علی خان (۷) سے بھی مولف کی نشست و برخاست تھی اور یہ دونوں امراء مقامات معصومی کے راویوں میں بھی شامل ہیں (۸)۔

مولف کے بیانات سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ سلاطین و امراء کے ہاں کس منصب پر فائز تھے، کتب تاریخ بھی ان کے ذکر سے خالی ہیں انہوں نے اعتماد الدولہ اور امیر الامراء حسین علی خان کی لڑائی جس میں وہ شریک تھے کا واقعہ لکھنے کے بعد بتایا ہے کہ وہ اس لشکر

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے تعلیقات ۲۲۰/ ۱۰، جنیدی، محمد محبوب: حیات آصف ۱۷۹-۱۸۰، بالمکند نامہ مرتبہ ستیش چندر، علی گڑھ، ۱۹۷۲ء

(۲) کتاب حاضر ۲۲۰-۲۲۱ اعتماد الدولہ حضرات نقشبندیہ سے خصوصی عقیدت رکھتا تھا، حضرت خواجہ محمد زبیر سے اس کی ارادت کی تفصیل کے لئے دیکھئے روضۃ القیومیہ ۴/ ۱۲۹-۱۳۱، ۲۶۴

(۳) کتاب حاضر ۲۲۱ (۴) ایضاً ۲۲۰ (۵) ایضاً ۳۵۱ (رک بہ مقدمہ ہذا ''راویان مقامات معصومی''

(۶) امیر خان کے حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۳۲۹/ ۱۶-۲۲

(۷) ایضاً ۴۳۶/ ۲۱-۲۳

(۸) رک راویان مقامات معصومی مقدمہ ہذا (نیز اس باب کے بعض امور کی توضیحات کے لئے بھی یہی عنوان ملاحظہ کریں)

سے واپس شاہ جہاں آباد صرف ''حصول امارات و مرادات'' کے لئے آئے تھے(۱) ایک منصب دار بھی جس کا انہوں نے نام نہیں لکھا مولف سے بیعت تھا:

یکی از اغنیای ایں وقت بہ منصب عمدہ ممتاز است و بہ خدمات شائستہ سرافراز و بہ دست ایں بی بضاعت ارادت حضرت ایشاں حاصل نمودہ......(۲)

مولف کے مختلف سفر

مولف چونکہ سلاطین و امراء سے متوسل تھے(۳) اس لئے وہ مختلف ملکی مہمات کے دوران لشکر کے ہمراہ کئی مقامات پر گئے اور اپنے والد گرامی کے ساتھ بھی اور کبھی اپنے شیخ بزرگوار شیخ صبغت اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہم سفر رہے انہوں نے لاہور، ملتان، اٹک، قریہ ملحان، شیر پور، دہلی، پانی پت، برہانپور، گوالیار، اجمیر، اکبرآباد، دکن، سہارنپور، پشاور، میوہ خاتون (کابل) دیہ یعقوب، جلال آباد اور کابل تک طویل سفر کئے ان اسفار کے دوران وہ برابر تصنیف و تالیف میں بھی مصروف رہے(۴) ان کے بعض سفروں کی تفصیل ملاحظہ ہو:

مولف کے مختلف اسفار کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اول وہ سفر جو انہوں نے اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ کے حین حیات اور ان کے ہمراہ کئے دوسرے ان کے وصال ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۶ء کے بعد کے سفر۔

قدیم ترین سفر جس کا ہمیں مولف کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے وہ ان کا بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ پشاور کا سفر ہے جس میں وہ حضرت خواجہ کے خلیفۂ نامدار شیخ محمد صدیق پشاوری(۵) کی زیارت کے لئے بھی گئے تھے(۶) غالباً سرہند سے کابل جاتے ہوئے

---

(۱) کتاب حاضر ۲۲۱/۲۰ (۲) کتاب حاضر ۵۲۱

(۳) رک بہ مقدمہ ہذا ''مولف کے سلاطین و امراء سے روابط''

(۴) رک بہ مقدمۂ حاضر تالیفات میر صفر احمد معصومی

(۵) حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۴۳۲-۴۳۷ (۶) ایضاً ۴۳۶

کیوں کہ مولف کے والد اکثر باجوڑ اور کابل جایا کرتے تھے(۱) چودہ سال کی عمر میں مولف اپنے والد گرامی کے ہمراہ پھر حدود پشاور میں تھے جہاں ان کے والد نے ان کے کشف کے ایک نتیجے کا اثبات کیا(۲)

مولف تیرہ سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ ملتان گئے اس وقت نواب مکرم خان صوبدار تھا وہاں مولف نے حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ محمد یوسف گردیزی رابع (۳) سے درسی کتب پڑھیں (۴) (۱۱۱۵ھ/ ۱۰۷۳ء) میں جس سال حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کا وصال ہوا مولف اپنے والد کے ہم سفر اور قریہ شیر پور (بالای آب ستلج) میں مقیم تھے (۵) اسی طرح مولف کے والد پنجاب کے قریہ ملحان میں سفر کے دوران ٹھہرے تو ہمارے مولف بھی ہمرکاب تھے (۶) حضرت خواجہ کے معروف خلیفہ شیخ بایزید سہارنپوری کے وصال کے بعد مولف اپنے والد کے ہمراہ سہارنپور سے گزرتے ہوئے شیخ مذکور کے مزار کی زیارت کیلئے بھی گئے (۷)۔

مولف کئی مرتبہ افغانستان بھی گئے حضرات مجددیہ کی تعلیمات کے جن علاقوں میں گہرے اثرات کا علم ہوتا ہے ان میں وسط ایشیاء کے ساتھ کابل وقندھار بھی قابل ذکر ہیں، مولف ان علاقوں میں پہلے تو والد کے ہمراہ پھر ان کے وصال کے بعد بھی گئے تھے۔

مولف نے حضرت خواجہ کے خلیفہ خواجہ عبدالصمد کابلی کے وصال ۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۶ء سے قبل ان کے گاؤں دیہ یعقوب (کابل سے ایک فرسخ بجانب جنوب) جانے کا بھی ذکر کیا ہے (۸) نواح کابل کے ایک شیخ طریقت کے ساتھ سوال وجواب کی محفل میں مولف نے اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر بتایا ہے (۹)۔

---

(۱) تعلیقات متن حاضر ۴۳۶/ ۱۵-۲۰ (۲) ایضاً ۳۹۷

(۳) حالات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر ۴۷۳

(۴) ایضاً ۴۷۳/ ۱۵-۲۰ (۵) ایضاً ۳۰۴

(۶) ایضاً ۵۰۳ (۷) ایضاً ۴۶۵

(۸) ایضاً ۴۸۷/ ۱۳ مع تعلیقات (۹) ایضاً ۵۱۸

مولف لاہور میں کئی مرتبہ مفتی محمد باقر لاہوری (ف حدود ۱۱۰۹ھ) سے ملے (۱) اور لاہور میں ہی مولف نے اپنے جد مادر شیخ صفر احمد رومی کے مزار کی زیارت بھی کی ہے (۲) اسی طرح سفر کے دوران مولف کی شیخ حسین عشاق (ف ۱۱۰۹ھ) سے دکن میں قلعہ پرنڈہ میں ملاقات ہوئی۔ (۳)

اسفار مولف کے دوسرے حصے میں ہم نے مولف کے ایسے اسفار کا حال درج کیا ہے جو انہوں نے والد کے وصال ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۶ء کے بعد کئے یا اس امر کی صراحت نہیں کی یا مولف کے بارے میں معلومات کی انتہائی کمی کے باعث ہم ان اسفار کے سنین متعین نہیں کر سکے۔

مولف نے دو مرتبہ برہانپور جانے کا ذکر کیا ہے، اول شیخ ابوالمظفر برہانپوری (ف حدود ۱۱۰۸ھ) کے مزار پر حاضری کا ذکر کیا ہے (۴) لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ اپنے والد کے ہمراہ تھے، دوسری مرتبہ ۳۲ سال کی عمر میں یعنی ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء کو برہانپور گئے ان دنوں مولف کے ہاں فرزند تولد ہوا (۵)۔

مولف ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۸ء میں خلد منزل بہادر شاہ کے لشکر کے ساتھ نواح اجمیر کے گاؤں سانبھڑ میں تھے (۶) یہاں مولف تقریباً دو سال تک مقیم رہے کیوں کہ انہیں یہیں سرہند پر سکھوں کے حملے اور حضرت شیخ محمد صبغت اللہ کے وصال ۱۱۲۲ھ کی اطلاع ملی تھی (۷)۔

مولف نے اپنے شیخ بزرگوار شیخ صبغت اللہ (ف ۱۱۲۲ھ/ ۱۷۱۰ء) کے حین حیات بعض اسفار کا ذکر کیا ہے ایک مرتبہ ان کے ہمراہ کابل جانے کا تذکرہ کیا ہے (۸) پھر مولف کی اٹک و رہتاس کے فوجدار مرزا محمد مسعود سے ملاقات ہوئی تو اس سے ایک اہم

---

(۱) ایضاً ۴۵۴ — (۲) رک مقدمہ ہذا ''اجداد مولف''

(۳) ایضاً ۴۸۵ — (۴) ایضاً ۴۴۹

(۵) ایضاً ۵۳۴ (ولادتِ مولف ۱۰۸۶ + عمر مولف ۳۲ = ۱۱۱۸ھ)

(۶) مقدمۂ ہذا'' مولف کے سلاطین و امراء سے روابط''

(۷) کتاب حاضر — (۸) معدن الجواہر ۲۳

روایت نقل کی (۱)۔

مولف نے وضاحت کی ہے کہ مجھے حضرت شیخ صبغت اللہ کے آخری ایام حیات میں ان کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کا موقع ملا لیکن ساتھ ہی بعض موانع کی بناء پر انہیں دکن کے سفر پر روانہ ہونا پڑا (۲) مولف نے حضرت شیخ صبغت اللہ کے حین حیات ہی ان کے حالات پر مستقل کتاب معدن الجواہر اجین میں ہی مکمل کی تھی (۳)۔

حضرت خواجہ کے خلیفہ ملا موسیٰ بھٹی کوٹی (ف ۱۱۲۳ھ/ ۱۱۷۱ء) کے ہمراہ مولف نے دہلی جانے کا ذکر کیا ہے (۴)۔

۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء میں مولف شیخ ابوحنیف بن حضرت وحدت کے ساتھ کہیں سفر کر رہے تھے کہ انہیں حضرت وحدت کے وصال کی اطلاع ملی حضرت وحدت دہلی میں رہتے تھے، ان کی نعش مبارک دہلی سے براستہ پانی پت اور سرائے کنور سے سرہند پہنچانے کی مولف نے بھی سعادت حاصل کی مولف کے بیٹے محمد معشوق بھی ہم سفر تھے (۵)۔

مولف حضرت وحدت کے وصال ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء سے دوسال پہلے ہی یعنی ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۲ء کو اپنے آبائی مسکن سرہند سے اپنے فرزند شیخ ابوداؤد نیاز احمد کو ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہوگئے تھے انہوں نے وضاحت کی ہے کہ مقامات معصومی کی تالیف کے آغاز ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء سے آٹھ سال قبل اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں حضرت خواجہ کی جن غائبانہ عنایات کا احساس کیا تھا وہ اب آغاز تالیف میں پھر محسوس ہوئیں (۶) مولف نے لکھا ہے کہ ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۲ء کے سفر کی وجہ مخالفین کی ایذا رسانی کا خدشہ ہے، انہوں نے نہ تو مخالفت کی نوعیت اور نہ ہی مخالفین کے نام بتایے ہیں ممکن ہے اس وقت کی سیاسی پارٹیوں میں سے ایرانی پارٹی کے ممبران کی مخالفت کی طرف اشارہ ہو کیوں کہ ہمارے مولف سنی

---

(۱) مقدمہ حاضر ''راویان مقامات معصومی'' (۲) کتاب حاضر ۲۸۱

(۳) رک بہ ''تالیفات میر صفر احمد معصومی'' مقدمہ ہذا (۴) کتاب حاضر ۴۵۹

(۵) کتاب حاضر ۴۱۴-۴۱۵ (مع تعلیقات)

(۶) ایضاً ۱۲/ ۱۳-۱۴ (آغاز تالیف ۱۱۳۲-۸ = ۱۱۲۴ھ)

تورانی پارٹی میں شامل اور ان کے شریک لشکر رہتے تھے(۱) بہرحال یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولف کو شدید بیماری کی حالت میں بھی سفر کرنا پڑا اور وہ سرہند سے دہلی پہنچ کر مزید بیمار پڑ گئے تھوڑے سے افاقے کے احساس پر ہی سفر اختیار کرلیا، مولف کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

دریں مرتبہ کہ بہ وطن مالوف اعنی بہ دارالارشاد حضرت سرہند بہ مضی مدت سہ ونیم سال رفتہ بود...... وبعد ایذای کہ بعضی از مخالفین کہ بعض آنہا دشمنان ایں متین اند کہ سبب اختیار ایں سفر سعادت ثمر دولت اثر گردیدہ...... باوجود کہ مرض صعب مشرف بہ ہلاکت باشد کشیدہ بود در عین نقاہت بلکہ قدری از مرض ماندہ کہ بہ حلاوت خاطر پا دریں سفر نہادہ ہنوز سفر مقرر داشتہ نہ رسیدہ کہ بتقریب است وفی الحقیقت بہ تقاضای قسمت چندروز در شاہ جہان آباد اقامت ورزیدہ بہ نوعی بمرض مہلک مبتلا گشتہ ورشتۂ امید از عبور گسستہ کہ بہ ناگاہ از یاری بخت اقبال و...... شہر شریف ربیع الثانی کہ باشب جمعہ اتفاق ساختہ نورچشم ابوداؤد نیاز احمد سلمہ اللہ سبحانہ کہ رفیق اسفار است ومحرم اسرار در منام سعادت اثمار دولت انجام بمشاہدہ باکمال حضرت سید الانبیاء وامام الاصفیاء...... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم وبارک مشرف گردیدہ...... شمول نعمت ہنیہ وطلوع دولت بہیہ کہ در ایں سفر خیر الاسفار بہ فضل الرحیم الغفار بریں عاصی دور از کار پرتو انداز گردیدہ...... در روز پنج شنبہ سنہ ہزار وصد وسی وددو کہ از لفظ (مادۂ تاریخ تالیف مقامات معصومی) پیدا است...... (احقر قبل ازیں بہ ہشت سال درہمیں بلدۂ دارالخلافہ در خواب بہ شرف صحبت حضرت ایشاں مشرف گشتہ......(۲)...... بعد از برآمدن حضرت سرہند بلدۂ دارالخلافہ شاہ جہان آباد دریں سفر خیر الاسفار بند گردیدہ...... محض بہ برکات تصرفات حضرت ایشاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ سعادت کشائش برآمدن ازیں جا بآسانی میسر گردیدہ بہ حلاوت اکبر آباد را دیدہ بارفاقت عسکر باز

(۱) رک مقدمہ ہذا ''مولف کے سلاطین وامراء سے روابط''

(۲) کتاب حاضر ۵-۱۲ (مخلصاً)

معاودت شاہ جہان آباد تا حصول امارت و مرادات دست دادہ...... چہ شروع ایں مفتاح بست و ششم ربیع الثانی در عین ازار و اضطرار بود...... و بست و ششم جمادی الاول متصلہ آں بہ شفاد کشائش بر آمدن جانب اکبر آباد میسر گردیدہ در آں وقت تحریر مفتاح اول تا...... باز، دخول ایں بلدہ از رجوع بہ تاریخ نوزدہم محرم الحرام اتفاق یافتہ......(۱)

فقیر دور از کار یک بار بہ داعیہ گوالیار از سرہند بر آمدہ چوں بہ شاہ جہان آباد رسیدہ در مقام آنحضرت (شیخ محمد صدیق بن حضرت خواجہ) بدستور قدیم خود منزل نمودہ و در آں جابہ حمی شدید گرفتار گردیدہ و امتداد دو ہفتہ کشیدہ......(۲)

ان اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱- مولف اس مرتبہ سرہند میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ ساڑھے تین سال تک رہنے کے بعد واپس اپنی ملازمت کے لئے روانہ ہوئے۔

۲- مولف اس سفر پر روانہ ہونے سے قبل ہی سرہند میں بیمار تھے۔

۳- انہوں نے ایام مرض میں ہی سفر کا آغاز کیا۔

۴- سفر کا سبب مخالفین کی ایذا رسانی اور مخالفت بتایا ہے۔

۵- راستے میں انہوں نے دہلی میں قیام کیا۔

۶- مولف کا معمول تھا کہ سفر پر جاتے اور واپس سرہند آتے ہوئے اپنے ماموں حضرت شیخ محمد صدیق بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہاں دہلی میں قیام کرتے تھے۔

۷- مولف دہلی پہنچ کر پھر بیمار ہوئے، یہ بیماری دو ہفتے تک رہی۔

۸- مولف کے فرزند نیاز احمد بھی شریک سفر تھے۔

۹- یہ سفر مقامات معصومی کے آغاز تالیف ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء کے دوران کیا۔

۱۰- یہ سفر سرہند سے اکبر آباد تک تھا۔

۱۱- مولف کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سفر میں لشکر کے ساتھ تھے۔

(۱) کتاب حاضر ۲۲۱-۳۳۳ (۲) ایضاً ۳۵۵

۱۲- اس لشکر کے ساتھ مولف پھر حصول ''امارت ومرادات'' کے لئے دہلی آئے۔

۱۳- دہلی سے پھر گوالیار کی طرف سفر کیا۔

موخرالذکر اشارے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مولف اسی سفر میں اکبرآباد سے ہی گوالیار کی طرف گئے یا دہلی واپس آکر پھر گوالیار کے لئے رخت سفر باندھا۔

مولف نے یہ بھی وضاحت نہیں کی کہ وہ اس سفر اکبرآباد میں کس لشکر کے ساتھ گئے تھے لیکن انہوں نے عہد محمد شاہی میں آغاز تالیف مقامات معصومی کے دوران ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء میں ہمراہ عسکر اکبرآباد جانے کا ذکر کیا ہے، اس سال کئی مہمات روانہ ہوئیں لیکن اہم ترین مہم وہ ہے جس میں لشکر شاہی عبداللہ خان اور حسین علی خان (سادات بارہہ) کی التماس پر براستہ اجمیر دکن کی مہم پر روانہ ہوا اسی مہم کے دوران محمد شاہ نے سادات بارہہ سے گلوخلاصی کروایا اور حسین علی خان قتل ہوا(۱) ہمارا قیاس ہے کہ مولف اسی لشکر کشی کے دوران اکبرآباد تک گئے ہوں گے۔

مولف اس سفر اکبرآباد میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ میر محمد نعمان اکبرآبادی کے نبیرے سیادت پناہ نعمان خان سے ملے تھے(۲)۔

مولف نے سنین کے اشاروں کے بغیر بھی اپنے سفر افغانستان کا کئی مرتبہ ذکر کیا ہے ایک مقام پر کابل کے امیر گنج علی خان (۳) سے ملاقات اور اس سے روایت کی ہے(۴)۔

کابل سے تین فرسخ کے فاصلے پر دامن کوہ میں واقع ایک قریہ دیہ یعقوب میں مولف نے کئی مرتبہ حضرت خواجہ کے خلیفۂ اول خواجہ محمد حنیف کابلی کے مزار پر جانے کا ذکر کیا ہے(۵)۔

ایک مرتبہ مولف کابل جارہے تھے کہ راستے میں چارباغ جلال آباد میں ٹھہرے جہاں

---

(۱) کامور خان: تذکرۃ السلاطین چغتا ۳۰۸-۳۱۱ وبہ بعد (۲) کتاب حاضر ۲۰۹

(۳) گنج علی خان کے حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۴۳۶/ ۲۲

(۴) کتاب حاضر ۹۶ (۵) ایضاً ۴۳۱

ایک بزرگ نے مولف میں نسبت مجددی کا ادراک کر کے عقیدت کا اظہار کیا(۱)۔

مولف کے احباب

مولف کے احباب میں اس عہد کے اہم ترین افراد شامل ہیں، حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے چھ صاحبزادوں میں سے چار فرزندوں کی عنایات واحسانات کا مولف نے خود ذکر کیا ہے(۲) یعنی حضرت شیخ صبغت اللہ، حضرت حجتہ اللہ محمد نقشبند ثانی، حضرت شیخ محمد اشرف اور حضرت شیخ محمد صدیق کے علاوہ حضرت خواجہ کی صاحبزادی صفیہ جو مولف کی والدہ محترمہ بھی ہیں اور اپنے والد گرامی جو حضرت خواجہ کے بھانجے اور داماد حضرت شیخ محمد فضل اللہ کی صحبت میسر تھی ان حضرات کے دامن تربیت سے مولف فیضیاب ہوئے تھے، ان کے علاوہ مولف کے حقیقی چچا شیخ عبداللطیف، علامہ مولوی محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید، حضرت وحدت سرہندی اور شیخ خلیل اللہ(۳) کی عنایات کا مولف نے تذکرہ کیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے براہ راست خلفاء میں سے بعض کی صحبت مولف کو میسر آئی تھی، لکھتے ہیں:

حد شمار آریٰ خلفای اکابر راشنیدہ ام کہ بہ چہار صد بودہ کہ حدود اربعہ را منور گردانیدہ وفقیر راہم صحبت بعضی ازیں اکابر دست دادہ(۴)

ان خلفاء میں سے لاہور کے مفتی، نامور عالم اور مصنف مفتی محمد باقر لاہوری کی صحبت سے ''حظ تمام'' حاصل کرنے اور مولف کے والد کی بیاض میں مندرج مفتی محمد باقر لاہوری کی بشارات کا ان صحبتوں میں عینی ادراک کرنے کا موقع ملا(۵) اسی طرح شیخ محمد فاروق لاہوری سے بھی مولف نے صحبت کا ذکر کیا ہے(۶)۔

مولف نے اپنے قیام کابل کے دوران حضرت خواجہ کے خلیفہ خواجہ عبدالصمد کابلی کے

---

(۱) ایضاً ۴۲۷-۴۲۸ (۲) کتاب حاضر ۲۶۱-۳۵۷

(۳) کتاب حاضر کا عنوان مفتاح ہشتم در ذکر بعضی از اقربا ء حضرت ایشاں......۳۵۹-۴۱۹

(۴) ایضاً ۴۲۳ (۵) کتاب حاضر ۲۵۴-۲۵۵ (۶) ایضاً ۴۹۵

ساتھ نشست و برخاست کا بھی تذکرہ کیا ہے(۱)۔

خانوادۂ مجددیہ کے بعض افراد کے ساتھ بھی مولف کے تعلقات تھے حضرت وحدت کے صاحبزادے شیخ ابوحنیف مولف پر خاص مہربانی فرماتے تھے نیز وہ ایک سفر میں مولف کے ہم سفر بھی تھے(۲) علامہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید کے صاحبزادے شیخ محمد ارشد کے ساتھ مولف کی اکثر صحبت رہتی تھی(۳) اس خانوادے کے معروف شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد زبیر(۴) بھی مولف پر بہت مہربان تھے(۵) مولف نے کئی مقامات پر ان کی عنایات اور ان سے روایات کی سماعت کا تذکرہ کیا ہے(۶) خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ حاجی قندھاری مولف کے ساتھ ہی ملازم لشکر تھے(۷) سید نعمان خان نبیرۂ حضرت میر محمد نعمان اکبرآبادی کی صحبت بھی میسر تھی(۸)۔

ازدواج مولف

مولف حضرت شیخ صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کے داماد تھے، حضرت شیخ صبغۃ اللہ کی چوتھی صاحبزادی ماریہ کا عقد مولف سے ہوا تھا(۹) مولف نے اپنی اس نسبت کا خود تذکرہ کیا ہے(۱۰) گویا مولف کو حضرت خواجہ سے بہت قریبی تعلق تھا یعنی ایک طرف تو وہ حضرت خواجہ کے براہ راست نواسے اور دوسری طرف وہ حضرت خواجہ کے صاحبزادے کے داماد تھے۔

مولف کی زوجۂ محترمہ کو قولنج، تپ اور سرفہ جیسے امراض لاحق تھے جن سے حضرت شیخ صبغۃ اللہ کی دعا سے شفا ہوئی تھی(۱۱)۔

---

(۱) ایضاً ۴۸۷ (۲) ایضاً ۴۱۴/۱۵،۲۳/۴۱۶ (۳) ایضاً ۴۰۶

(۴) حالات کے لئے ملاحظہ ہو''راویان مقامات معصومی'' مقدمہ ہذا (۵) ایضاً ۳۰۹/۱۶-۱۷

(۶) رک''راویان مقامات معصومی'' مقدمہ حاضر (۷) کتاب حاضر ۲۲۱/۵

(۸) ایضاً ۲۰۹/۵-۶ (اس عنوان کی مزید توضیحات کے لئے دیکھئے مقدمہ حاضر کے عنوانات''مولف کے سلاطین وامراء سے روابط اور''راویان مقامات معصومی''

(۹) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/۱۷۹، احمد ابوالخیر: ہدیۂ احمدیہ ۳۷

(۱۰) کتاب حاضر ۲۶۳/۸-۲۷۹،۷/۲-۱۰ (۱۱) ایضاً ۲۷۹

مولف کا سال وفات

افسوس کہ مولف مقامات معصومی کے سال وفات سے ہمارے پیش نظر تمام کتب تاریخ اور تذکرے خالی ہیں البتہ ان کے ایک خاندانی تذکرے تحفۃ المرشد کے مولف نے مصنف مقامات معصومی کے پوتے میر فضل احمد پشاوری کا ایک رسالہ ''در تاریخ ہای عرس بزرگان'' من وعن نقل کر دیا ہے، اس رسالے میں مولف مقامات معصومی کی تاریخ وصال ۱۷ جمادی الاول درج ہے:

در ہفدہم ماہ جمادی الاول وصال معین حضرت میر صفر احمد علیہ الرحمۃ کہ جد شریف ایں فقیر فضل احمد اند (۱)

لیکن اس تاریخ کے ساتھ سال وفات موجود نہیں ہے تاہم قیاس آرائی کے لئے مندرجہ ذیل قرائن کا سہارا لیا جا رہا ہے، ہمارے مولف حضرت خواجہ محمد زبیر بن شیخ ابوالعلی بن حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اسرارہم کے عزیز دوستوں میں سے تھے مقامات معصومی میں جہاں کہیں انہوں نے خواجہ محمد زبیر سے روایت کی ہے یا ان کا ذکر آیا ہے وہاں بڑے احترام سے ان کا نام لیا ہے مثلاً ''عارف سریع السیر خواجہ محمد زبیر...... (۲)'' روضۃ القیومیہ کے مولف کمال الدین محمد احسان نے جو ہمارے مولف کے بیٹے شیخ نیاز احمد کے دوستوں میں سے تھے حضرت خواجہ محمد زبیر کے وصال کے ایام (۱۱۵۲ھ) میں تقریباً تمام متعلقین سلسلہ کی دہلی میں حاضری کا ذکر کیا ہے (۳) لیکن مولف مقامات معصومی کو اس موقع پر حاضر نہیں بتایا گیا بلکہ ان کے فرزند شیخ نیاز احمد نہ صرف حاضر تھے بلکہ انہوں نے حضرت خواجہ محمد زبیر کے وصال کے جو بہت سے مادہ ہای تاریخ وصال تجویز کئے تھے نقل کئے ہیں وہی تدفین کے سلسلے میں مولف روضۃ القیومیہ کے ہمراہ سربند گئے تھے (۴)۔

---

(۱) تحفۃ المرشد ۸۲ (۲) رک مقدمہ ہٰذا ''راویان مقامات معصومی''

(۳) روضۃ القیومیہ ۴/ ۲۶۲-۲۷۷ (۴) ایضاً ۴/ ۲۷۱-۲۷۲، ۲۷۶

اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مولف مقامات معصومی حضرت خواجہ محمد زبیر کے وصال ۱۱۵۲ھ سے قبل ہی حدود ۱۱۵۰ھ میں فوت ہو گئے ہوں گے۔

اس طرح مولف مقامات معصومی کا قیاسی سال وفات ۱۷ جمادی الاول ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء تصور کیا جانا چاہئے، مولف کی ولادت جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ۱۰۸۶ھ ہے گویا ان کی عمر حدود ۶۴ سال تھی (۱)۔

ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ مولف کا مدفن کہاں ہے؟ البتہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہیں ان کے والد گرامی حضرت میر محمد فضل اللہ کے قریب یعنی روضۂ منورۂ حضرت خواجہ محمد معصوم درون تہ خانہ (۲) دفن کیا گیا ہوگا۔

مولف کی اولاد

معلوم ہوتا ہے کہ مولف کی تمام تر اولاد اس زوجۂ محترمہ یعنی ماریہ بنت حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے بطن سے تھی مولف نے اپنے دونوں بیٹوں یعنی محمد معشوق اور نیاز احمد کے اسی خاتون کے بطن سے تولد ہونے کا ذکر کیا ہے (۳)۔

مولف کے صرف دو بیٹے ایک محمد معشوق اور دوسرے نیاز احمد تھے، ان کے علاوہ تین بیٹیاں معز النساء، عزیز النساء اور ہدایت النساء تھیں (۴)۔

مولف کے فرزند اکبر شیخ محمد معشوق کا سال ولادت و وفات تو معلوم نہیں ہے، مولف کے شیخ بزرگوار اور خسر حضرت شیخ صبغت اللہ اس فرزند عزیز کی باطنی استعداد کے مداح تھے، مولف خود لکھتے ہیں:

> مقبول نظر قبولیت ایشاں است وعنایت خفی دربارۂ آں فرزند واقع است کہ در سائر نوائس ممتاز می نمایند و ہموارہ از زبان درخشاں مدح علو استعداد او می فرمایند و اکثر آں فرزند را دیدہ ایں حروف را می فرمایند کہ روز قیامت صدیقان آرزو خواہند کرد کہ کاش کہ خاک بودی و محمد معشوق بر آں خاک می گزشت و نیز ایں را

---

(۱) اعنی ۱۱۵۰-۱۰۸۶=۶۴ سال (۲) کتاب حاضر ۳۸۶، ۲۵۱

(۳) کتاب حاضر ۲۷۹/۲ (۴) روضۃ القیومیہ ۱/۳۱۸-۳۱۹

اکثر بعد از مشاہدہ آں قرۃ العیون می خوانند

معشوق چو چہرہ بر فروزد   عاشق چکند کہ اگر نہ سوزد

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ آں فرزند را بہ برکت نفس نفیس ایشاں بمرتبہ کمال دا کمال برساند، آمین (۱)

۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء میں جب حضرت وحدت کا وصال ہوا تو شیخ محمد معشوق اپنے والد کے ہم سفر تھے اور حضرت وحدت کی نعش کو سرہند لے جانے کے دوران مولف کی اس فرزند سے جو معارف واسرار پر گفتگو ہوئی اس سے بھی ان کی علو استعداد کا اندازہ ہوتا ہے، مولف کے معاصر کمال الدین محمد احسان نے لکھا ہے کہ محمد معشوق ''مجذوب الاحوال'' ہیں (۲) مولف کی تحریرات میں ان کا ذکر بہت کم آیا ہے، ان کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی (۳)۔

شیخ نیاز احمد سرہندی

مولف کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ نیاز احمد کی ولادت حدود ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۶ء کو ہوئی مولف ۳۲ سال کی عمر میں برہانپور میں تھے کہ انہیں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی جس کی برکت سے ان کی تنگدستی دور ہوگئی انہیں خلد منزل بہادر شاہ کی طرف سے سو روپے بطور ہدیہ ملے اور ان کے ہاں فرزند بھی تولد ہوئے (۴) جیسا کہ متعدد مرتبہ لکھا جا چکا ہے مولف کی ولادت ۱۰۸۶ھ میں ہوئی اس میں سے اگر ان کے قیام برہانپور کے دوران ان کی عمر ۳۲ سال جمع کر دی جائے تو مولف ۱۱۱۸ھ (=۱۰۸۶+۳۲) کو برہانپور میں تھے اور ان کے ہاں چند ماہ قبل فرزند تولد ہوئے، گو انہوں نے اپنے اس نومولد کا نام نہیں لکھا تاہم قیاس ہے کہ ان کے دوسرے فرزند شیخ نیاز احمد ہی ہوں گے، یہ بھی مسلمہ ہے کہ شیخ نیاز احمد کی ولادت مولف کے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ کے وصال (۱۱۱۷ھ/۱۷۰۶ء) سے قبل یا اسی سال ہوئی کیوں کہ ان کی ولادت سے پہلے جب کہ حمل کو صرف چار ماہ ہوئے تھے تو والد نے تولد فرزند کی بشارت دی تھی اور فرمایا کہ

---

(۱) معدن الجواہر ۲۸ (۲) روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۱۸

(۳) ایضاً ۱/ ۳۱۹ (۴) کتاب حاضر ۵۳۴

مجھے حضرت خواجہ کے روضۂ مبارک میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ اس فرزند کا نام ''رحم رحمٰن'' رکھا جائے اور پھر ولادت کے بعد عقیقہ کے روز فرمایا کہ اس کا ایک نام ''نیاز احمد'' بھی ہے چنانچہ ان کی ایک کنیت ''ابوداؤد'' اور دوسری ان کے برادر بزرگ محمد معشوق کے نام کی مناسبت سے ''محمد عاشق'' رکھی گئی لیکن ان کا نام ''نیاز احمد'' ہی عوام میں مقبول ہوا(۱)۔

مولف کے بیٹے شیخ نیاز احمد کی تعلیم کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے قیاس ہے کہ والد سے تعلیم حاصل کی ہوگی کیوں کہ مولف کے یہ بیٹے سفر میں بھی مولف کے ہمراہ رہتے تھے، شیخ نیاز احمد شاعر بھی تھے ان کا کوئی شعری مجموعہ یا اشعار تو ہمیں نہیں مل سکے ہیں البتہ مولف نے خانوادۂ مجددیہ سے منسلک افراد کے کئی مادہ ہای تاریخ وفات نقل کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ یہ میرے فرزند نیاز احمد نے تجویز کئے ہیں(۲) روضۃ القیومیہ کے معاصر مولف کمال الدین محمد احسان جو شیخ نیاز احمد کے دوست بھی تھے اپنے شیخ خواجہ محمد زبیر (ف ۱۱۵۲ھ) کے وصال پر سب سے زیادہ مادہ ہای تاریخ وفات انہی شیخ نیاز احمد کے نقل کئے ہیں(۳) اور ان کے فن تاریخ گوئی کی تعریف کی ہے(۴) لیکن صاحب روضۃ القیومیہ کا بیان صحیح نہیں ہے کہ شیخ نیاز احمد اپنے نانا شیخ صبغۃ اللہ کے مرید تھے(۵) کیوں کہ سابقہ قیاسی اعداد وشمار بسلسلۂ ولادت شیخ نیاز احمد کے مطابق اپنے نانا کے وصال کے وقت ان کی عمر صرف پانچ سال ہوتی ہے(۶)۔

۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء میں جب خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کا دہلی میں وصال ہوا تو ان کی نعش کو تدفین کے لئے دہلی سے سرہند لاتے وقت مولف روضۃ القیومیہ کے ہمراہ شیخ نیاز احمد بھی موجود تھے(۷)۔

شیخ نیاز احمد حضرت مروج الشریعت بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے پوتے کے داماد تھے یعنی شیخ محمد رسا بن خواجہ محمد پارسا بن حضرت مروج الشریعت کی صاحبزادی دلرس بیگم شیخ

---

(۱) ایضاً ۳۸۴-۳۸۵ (۲) کتاب حاضر ۲۸۳/۱۶،۱۵۶/۱،۳۸۶،۳۰ ،۹۳/۱۸-۱۹

(۳) روضہ ۴/۲۷۱-۲۷۲ (۴) ایضاً/۳۱۹ (۵) ایضاً

(۶) وصال شیخ صبغۃ اللہ ۱۱۲۲-۱۱۱۷ ولادت نیاز احمد = ۵ (۷) روضہ ۴/۲۷۶

نیاز احمد سے منسوب تھیں (۱)۔

حضرت نیاز احمد کی زوجۂ محترمہ دلرس بیگم کا ۱۲۱۴ھ/ ۱۸۰۰ء کو انتقال ہوا اور وہ پشاور میں مدفون ہیں، خاندانی ماخذ تحفۃ المرشد میں ہے:

وفات آں عفیفہ مخدرہ رحمہا اللہ تعالیٰ در سال ہزار و دوصد و چہاردہ از ہجرت بودہ است و در بلدۂ پشاور مدفون اند...... (۲)

شیخ نیاز احمد کا سال وفات تو معلوم نہیں ہے البتہ ان کے خاندانی ماخذ تحفۃ المرشد میں درج ہے کہ وہ ۱۷ محرم کو فوت ہوئے انہیں ہمیشہ شہادت کی آرزو رہتی تھی چنانچہ وہ کفار (سکھوں) سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے:

چند مرتبہ بہ کفار ہند غزا کردہ اند و بہ ہمیں نیت از ولایت بیرون آمدہ اند والد ماجد ایشاں (شیخ فضل احمد) کہ شیخ اکبر و شہید اعلیٰ حضرت شیخ نیاز احمد اند رحمتہ اللہ علیہ نیز شہید شدہ اند و مدام در آرزوئ شہادت ...... بودند...... (۳)

سکھوں نے سرہند شریف پر کئی حملے کیے لیکن چار حملے ایسے تھے جن میں سرہند کی تباہی کا خود سکھ مورخین نے اعتراف کیا ہے خصوصاً چوتھا حملہ سکھوں اور مرہٹوں کا مشترکہ تھا یہ حملہ انہوں نے ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء میں کیا جس میں اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا آبادی کا نام ونشان تک مٹ گیا (۴) ہمارا قیاس ہے کہ شیخ نیاز احمد کے سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے کا تعلق اسی چوتھے حملے سے ہے گویا شیخ نیاز احمد ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء میں شہید ہوئے اور تاریخ وفات ۱۷ محرم تو خاندانی روایت کے مطابق مسلمہ ہے، گویا اس خاندان نے سرہند سے ہجرت بھی اسی چوتھے حملے کے نتیجے کے طور پر کی تھی اور اسی سنہ میں کی کیوں کہ وہاں رہنا

---

(۱) روضہ ۲/ ۲۱۹، ہدیہ احمدیہ ۶۴، تحفۃ المرشد ۵،۸۳

(۲) نظام الدین بلخی: تحفۃ المرشد ۵ (تاریخ وفات آں عارفہ آنحضرت (شاہ فضل احمد بن شاہ نیاز احمد فرمودہ اند "دخلت الجنۃ" تحفۃ المرشد حاشیہ ۵)

(۳) ایضاً ۴۵، ۸۴

(۴) رک بہ مقدمہ حاضر "سرہند کی تباہی"

مسلمانوں کے لئے ناممکن ہو گیا تھا (۱)۔

شیخ نیاز احمد کے ایک بیٹے شیخ فضل معصوم بھی ۱۷ شوال کو کفار سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے (۲)۔

شیخ نیاز احمد کی اولاد میں تین لڑکے اور لڑکیاں تھیں، فدائی معصوم، روشن بیگم، فہیم النساء (۳)، شیخ فضل معصوم (۴) اور شیخ فضل احمد پشاوری، ان میں سب سے مشہور موخر الذکر بزرگ یعنی شیخ فضل احمد معروف بہ حضرت جی پشاوری ہیں۔

شیخ فضل احمد معروف بہ حضرت جی پشاوری (ف ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۷ء) ذی علم بزرگ تھے، خود کئی کتابوں کے مولف اور کتابوں کے شائق تھے صوبہ سرحد کے بعض کتب خانوں کے مخطوطات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتب شیخ فضل احمد کے لئے نقل کی گئی ہیں، طریقہ نقشبندیہ کے اعمال پر ایک اہم رسالہ کتب خانہ دانشگاہ پشاور میں ہے (۵) جس پر ان کی مہر بھی ثبت ہے (۶) اور مولف تحفۃ المرشد نے شاہ فضل احمد کے رسائل میں سے بعض رسائل من وعن اور بعض سے طویل اقتباسات دیے ہیں (۷)۔

---

(۱) اس خاندان کے دوسرے ماخذ گلہای چمن (۱۳) میں بغیر کسی حوالے کے ان حضرات کا سرہند سے ہجرت کرنے کا سال ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۴ء متعین کیا گیا ہے جو مندرجہ بالا مندرجات کی روشنی میں صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

(۲) تحفۃ المرشد ۸۳ (مولف گلہای چمن (۱۲) کا یہ بیان بھی صحیح نہیں ہے کہ شیخ نیاز احمد اور ان کے بیٹے شیخ فضل معصوم ایک ہی معرکے میں شہید ہوئے کیوں کہ عصری ماخذ تحفۃ المرشد میں شیخ فضل معصوم کی تاریخ شہادت ۱۷ شوال درج ہے اور شیخ نیاز احمد کی تاریخ ۱۷ محرم اس طرح باپ بیٹے کی تاریخ وفات میں تقریباً دس ماہ کا فرق ہے یقیناً شیخ فضل معصوم سکھوں کے ساتھ کسی دوسرے معرکے میں شہید ہوئے ہوں گے۔ عین ممکن ہے جب یہ قافلہ محرم میں سرہند سے نکلا تو راستے میں سکھوں یا مرہٹوں کے حملوں میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے ہوں)

(۳) روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۱۹ (۴) تحفۃ المرشد ۸۳

(۵) ذخیرہ فضل صمدانی بنوری کتب خانہ مرکزی پشاور یونیورسٹی (قلمی فارسی ۳۳۹)

(۶) مہر بردار ورق کا عکس شامل کتاب حاضر ہے

(۷) تحفۃ المرشد ۵۳-۶۱، ۶۲-۶۷، ۶۹-۷۴-۵۸ ان کے رسائل کا ایک قلمی مجموعہ بوڈلین لائبریری اوکسفورڈ میں ہے نمبر MS. Pers. e - 48

شیخ فضل احمد نے اپنے والد گرامی شیخ نیاز احمد کی سکھوں سے جہاد میں شہادت ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء کے دوران سرہند سے ہجرت کی جس میں اس خاندان کے بہت سے افراد شامل تھے، وہاں سے چھچھ ہزارہ آئے اور وہاں سے پشاور کو رونق بخشی داروغہ کچہری کا کا جمعدار کے محلے میں قیام کیا، اس وقت اس خانوادے کے محلات وغیرہ محلہ میاں فضل حق میں ہیں جہاں شیخ فضل احمد اور دوسرے افراد کے مزارات بھی ہیں یہ محلہ شیخ فضل احمد کے صاحبزادے شیخ فضل حق کے نام پر ہے۔

شیخ فضل احمد کا حلقہ ارشاد بہت وسیع تھا معاصر مولف نظام الدین بلخی کا بیان ہے:

مردم آفاق آنجناب...... اہالی مشرق ومغرب از ہند تا روم واز بلخ وبدخشاں وبخارا تا حد کاشغر وفرغانہ واورگنج وکابل وقندھار وہرات تا حد بلوچستان وگردجستان ومرو شام وحجاز وعراق ویمن از اہل ربع مسکون بقدر استماع بلی چند وچوں ایشاں را شیخ الاسلام والمسلمین می دانستند...... (۱)

ماوراء النہر کے سلاطین شیخ فضل احمد اور ان کے خانوادے کے بہت معتقد تھے، امیر معصوم ملقب بہ امیر شاہ مراد بن امیر دانیال (۱۷۸۵ھ-۱۸۰۰ء) شاہ بخارا اس خاندان کا بہت معتقد تھا اس کی ایک بیٹی میاں غلام فضل اللہ بن شیخ فضل احمد پشاوری کے عقد میں تھی، جب یہ امیر فوت ہوا تو اس کے بیٹے و جانشین میر حیدر نے عقیدت مندی کا اپنے والد سے بھی بڑھ کر مظاہرہ کیا اور جانشین بنتے ہی پشاور میں مراسلہ بھیجا (۲)۔

امیر حیدر طور (۱۸۰۰-۱۸۲۶ء) کی خصوصی عقیدت مندی کے واقعات معاصر ماخذ تحفۃ المرشد میں درج ہیں جب شیخ فضل احمد ان سلاطین کی استدعا پر بخارا گئے تو افغانستان کے بادشاہ وشاہزادگان بھی ان سے ملاقات کے لئے آئے، لکھا ہے:

---

(۱) تحفۃ المرشد ۱۶-۱۷ (حضرت شاہ فضل احمد پشاوری کے خلفاء کثیر تعداد میں تھے، انہوں نے خود بتایا کہ ماوراء النہر کی ان حدود میں جہاں امیر حیدر کی حکومت ہے میرے خلفاء کی تعداد تقریباً چار سو ہے (ایضاً ۱۴۴-۱۴۵) اخوند ملا نیاز محمد مفتی بخارا مولف ۱۲ کتب بھی ان کے خلیفہ تھے (ایضاً ۱۶۵) شیخ فضل احمد کے خلفاء کی طویل فہرست کے لئے دیکھئے تحفۃ المرشد ۱۷۱-۱۷۶، ۱۹۰) (۲) ایضاً ۹۹-۱۰۰

عادات بادشاہان خراسان چناں بود کہ برای زیارت وتوجہ گرفتن بعد از شام بہ خدمت حضرت ایشاں می آمدند و روزانہ برای حشمت و جاہ خود ہا شرم می داشتند کہ بخانہ کسی بروند وشبہا بغیر پیر خانہ خود ہا جا نمیروند مثل شاہ محمود وشاہ زمان وشاہ شجاع الملک وشاہ ایوب وشاہ سلطان علی وشہزادہ جہاں دار پسران تیمور شاہ درآں وشاہ کامران پسر محمود شاہ و دیگر شاہزاد ہا وآنچہ کہ بادشاہان ترکستان بودند روزانہ برای اخذ توجہ می آمدند مثل امیر معصوم شاہ مراد غازی وسید امیر المومنین امیر حیدر سلطان......(۱)

بخارا میں شیخ فضل احمد کو شاہ بخارا کی طرف سے زمین، مخدومزادہ میاں فضل حق کو بلخ میں دہ نو دیا گیا، امیر سید حیدر سلطان نے قریہ بخت شاہ (واقع بلخ) مخدومزادہ غلام قادر کو قریہ کندی باغ (حدود جلال آباد) اور میاں فضل حق کو قریہ ہدیہ خیل شنواری دیا گیا (۲)۔

مشہور مورخ ویمبری نے جو خود بھی بخارا گیا تھا امیر معصوم اور اس کے بیٹے امیر حیدر کے مذہبی شغف کی جس طرح پھبتی اڑائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات واقعی اپنی حدود سلطنت میں خلاف شرع امور کو پسند نہیں کرتے تھے یہ حقیقت پسندی ہمارے انہیں مشائخ نقشبندیہ کے ساتھ روابط کا نتیجہ تھا، ویمبری لکھتا ہے:

اس میں شک نہیں کہ (امیر معصوم کے) دور میں مذہبی رنگ جو عام تھا اس پر زیادہ زور دیتے تھے، اس نے رئیس شریعت کا عہدہ دوبارہ قائم کیا اور یہ اس وقت کیا جب دنیائے اسلام بھول چکی تھی، پولیس لوگوں کا مذہبی محاسبہ کرتی جو فرض العین بیان نہ کر سکے اور عربی کی چند دعائیں نہ پڑھ سکے...... اسے وہیں جسمانی سزا دی جاتی...... اس کا جانشین سید حیدر طور...... مذہبی تصوف، تعصب اور دیوانگی میں اپنے باپ کا سچا بیٹا ہی نہ تھا بلکہ اس سے بھی بڑھنے کی کوشش کرتا تھا...... وہ ساری عمر ملا ہی رہا اور وہ بھی اصل معنوں میں......(۳)

(۱) تحفۃ المرشد ۳۱-۳۲ (۲) ایضاً ۳۵

(۳) ویمبری: تاریخ بخارا ۴۴۸-۴۴۹، ۴۵۰-۴۵۱

شیخ فضل احمد کثیر الاولاد تھے ان کے فرزندوں میں سے زیادہ مقبولیت شیخ فضل حق پشاوری کو ہوئی وہ اپنے والد کے صحیح معنوں میں جانشین تھے، سلاطین ماوراء النہر کی ان کے والد گرامی کی طرح عزت واحترام کرتے تھے وہ بھی بخارا گئے تھے اور امیر حیدر سے ملاقات کی تھی (۱)۔

شیخ فضل حق پشاوری نے سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا وہ اپنے مخلصین و مریدین کی تقریباً ایک لاکھ فوج لے کر نکلے اس معرکے میں تقریباً چودہ یا پندرہ ہزار کفار قتل اور صرف پانچ چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے، معاصر بیان ملاحظہ ہو:

''از سبب غلبہ کفار بدکردار سکھ کہ در آں وقت غلبہ آوردہ بوودند...... جناب آنحضرت مخدوم را آں شیخ فضل حق قدس سرہ جہاد با کفار نابکار فرمودند چند ہزار کس در مرتبہ ثانی قریب بیک لک مریدان ومخلصان خود رانزدومردم یوسف زئی وصادو بنیر جمع فرمودکار و جنگ عظیم کردند...... کہ غازیان بہ ہمراہ کفار بہ توفنک وشمشیر و نیزہ وآخر الامر سنگ وچوب وکشتی گرفتن و جنگ کردند وقریب چہاردہ پانزدہ ہزار کفار قتل شدند وقریب پنج شش ہزار مسلمان شہید شدند، تاریخ غازیان هم الشهداء ولهم الدرجات العلىٰ (۲) آں امر سر انجام نہ یافت (۳)''

تاریخ کے برطانوی اور سکھ مآخذ اس واقعے کے ذکر سے خالی ہیں، قابل توجہ امر یہ ہے کہ اسی سال مجاہدین بریلی نے بھی سکھوں کے ساتھ زبردست معرکے میں شکست کھائی تھی، ہمارے پاس اس وقت تک کوئی ایسا معاصر اور مصدقہ ماخذ نہیں ہے جس میں شاہ

---

(۱) تحفۃ المرشد ۳

(۲) اس مادے سے ۱۲۴۶ھ سال شہادت برآمد ہوتا ہے، جو ۱۸۳۱ء کے مساوی ہے۔

(۳) تحفۃ المرشد ۱۱۲-۱۱۳

فضل حق پشاوری کے مجاہدین بریلی سے مل کر سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کا ذکر ہو(۱) نہ ماخذ بریلی میں ان کے اتحاد و اختلاف کا تذکرہ ملتا ہے اور نہ ہی شاہ فضل حق پشاوری کے خاندانی معاصر ماخذ سے مجاہدین بریلی کی آمد کی اطلاع ملتی ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مجاہدین بریلی کے عقائد سے جیسا کہ صوبہ سرحد کے اکثر علماء و مشائخ کو اختلاف تھا اسی نوعیت کا اختلاف شاہ فضل حق پشاوری کو بھی ہو ورنہ ان مشائخ کے متحدہ جہاد کا ذکر دونوں خانوادوں کے تذکروں میں ضرور ملتا۔

جب رنجیت سنگھ کا ۱۸۳۱ء کو پشاور پر قبضہ ہو گیا تو شاہ فضل ہادی بن شاہ فضل حق نے پشاور سے مع اعزہ و اقربا ہجرت کی اور ریاست سوات کے موضع تھانہ میں جا کر سکونت اختیار کر لی کیوں کہ انہوں نے اپنے والد کے زمانے میں سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا اور اب سکھوں کی طرف سے انتقامی کارروائی کا خطرہ موجود تھا (۲)۔

(۱) رنجیت سنگھ اور افغان مجاہدین کی ۱۸۲۴ء کی جنگ اور مجاہدین کی شکست کے اثرات بیان کرتے ہوئے سیتارام کوہلی نے لکھا ہے:

اس جنگ میں خالصہ فوج کا بہت نقصان ہوا مگر اس شاندار فتح کا سرحد پر یہ اثر ہوا کہ جمرود سے مالاکنڈ اور بنیر سے کھٹک تک کا تمام علاقہ خالصہ کے قبضے میں آ گیا (مہاراجہ رنجیت سنگھ ۳۵۳) ممکن ہے شاہ فضل حق کے جہاد کا تعلق اسی سنہ ۱۸۲۴ء سے ہو اور ان کے جہاد کا مذکورہ عربی مادۂ تاریخ جس سے سنہ ۱۲۴۶ھ برآمد ہوتا ہے سہو کتابت ہو۔

(۲) عبداللہ جان فاروقی: گلہای چمن ۱۰۹-۶۱ شاہ فضل حق پشاوری کا سال وفات ہمیں کسی معاصر تذکرے میں نہیں مل سکا مولانا عبداللہ جان فاروقی نے بغیر کسی سند کے ان کا سال وصال ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء درج کیا ہے (گلہای چمن ۵۷) جو ان کے اپنے بیانات کی روشنی میں صحیح معلوم نہیں ہوتا، مثلاً انہوں نے لکھا ہے کہ جب مجاہدین بریلی کو ۱۸۳۰ء (صحیح ۱۸۳۱ء/ ۱۲۴۶ھ) میں شکست ہوئی اور سکھوں کا پشاور پر قبضہ ہو گیا تو انتقام کے خوف سے شاہ فضل ہادی نے پشاور سے ہجرت کی (۵۹) مہاجرین کے اس قافلے میں شاہ فضل حق کو شامل نہیں بتایا گیا گویا ان کا پشاور میں ہی انتقال ہو چکا تھا۔ پھر لکھا ہے کہ شاہ فضل حق نے اپنے وصال کے ایام میں شاہ فضل ہادی کو اپنا جانشین بنایا اور وہ مدتوں پشاور میں مسند ارشاد پر بیٹھے رہے (۵۹) ان بیانات میں خاصا تضاد ہے۔ اگر شاہ فضل حق ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء میں فوت ہوئے تو ۱۸۳۱ء میں مستقل ہجرت کرنے والا پشاور میں مدتوں ان کا جانشین کیسے رہ سکتا ہے۔ یقیناً شاہ فضل حق ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں ہی فوت ہو گئے ہوں گے۔ پھر وصال کے سنہ میں ہی جہاد کیلئے نکلنا بعید از قیاس ہے جیسا کہ ہم نے لکھا ہے ان کے جہاد کا تعلق رنجیت سنگھ کے حملۂ ۱۸۲۴ء سے معلوم ہوتا ہے اس طرح ہمارا یہ قیاس صحت کے قریب ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ فضل احمد حضرت مجدد الف ثانی کی دختری اولاد میں سے ہونے پر اس طرح فخر کیا کرتے تھے:

ایں فقیر فضل احمد بن بنت بنت حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبند بن حضرت عروۃ الوثقی ...... ایں فقیر بن بنت بنت عارف زکی شیخ محمد نقی بن ...... حضرت وحدت ...... نیز می فرمودند کہ جد ما حضرت شیخ میر صفر احمد قدس سرہ (مولف مقامات معصومی) ابن بنت عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم ...... والد شریف من حضرت ابوداؤد نیاز احمد بن بنت قدوۃ اہل اللہ حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ ...... بن عروۃ الوثقی ...... بن حضرت مجدد الف ثانی ...... (۱)

---

(۱) تحفۃ المرشد ۶

خانوادۂ مولف

- حضرت مخدوم عبدالاحد
  - شیخ عبدالرزاق
    - شیخ محمد امین
      - قاضی شیخ عبدالقادر (ف ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء) [داماد حضرت مجدد الف ثانی]
        - خواجہ محی الدین
          - فرزند [کم سنی میں فوت ہوا (روضہ ۱/۳۱۷)]
        - میر محمد فضل اللہ
          - (والد مولف)
            - فرزند
            - عزالدین احمد (لاولد) (داماد خواجہ محمد سیف الدین و حضرت مروج الشریعۃ)
            - حسام الدین احمد (منسوب بہ ابن شیخ نور الحق بن حضرت وحدت) (روضہ ۱/۳۱۸)
              - نظام الدین (لاولد)
              - جلال (لاولد)
              - وجیہ الدین (لاولد)
              - [اولاد کے اسماء کے لیے دیکھیے شجرۂ حضرت وحدت شامل کتاب حاضر]
            - میر صفر احمد (مولف)
            - حفصہ (منسوب بہ روح اللہ بن خواجہ محمد اشرف)
              - نور احمد
                - معصوم النساء
              - سارہ (منسوب بہ محمد کرامت اللہ بن محمد سالم)
            - اسماء (منسوب بہ محمد عثمان بن خواجہ سیف الدین) [لاولد - ہدیۂ احمدیہ ۷۰]
        - شیخ عبداللطیف
          - عبدالحیٔ
        - خاتم جیو (منسوب بہ شیخ صبغۃ اللہ مرشد مولف)
        - رشیدہ (منسوب بہ حضرت حجۃ اللہ)
        - ام سلمی (منسوب بہ شیخ محمد صادق)
        - دختر (منسوب بہ شیخ سلطان)

- شیخ عبداللطیف بن قاضی عبدالقادر
  - محمد موسیٰ
    - سراج الدین (لاولد)
    - دختر (لاولد)
  - عبدالحی
    - محمد امام (روضہ ۲/۲۸۶)
      - فرزند
      - فرزند
      - اعز النساء (منسوب بہ شیخ عبدالحی روضہ ۱/۳۱۸)
    - فدا احمد (روضہ ۴/۲۸۶)
  - زین العابدین
  - راشدہ (منسوب بہ برکت اللہ)

میر صفا احمد (مولف)

محمد معشوق — نیاز احمد — معز النساء — عزیز النساء — ہدایت النساء

محمد معشوق: دختر

نیاز احمد: فدائی معصوم — روشن بیگم — نہیم النساء — فضلِ معصوم شہید — فضل احمد معروف بہ حضرت جی پشاوری

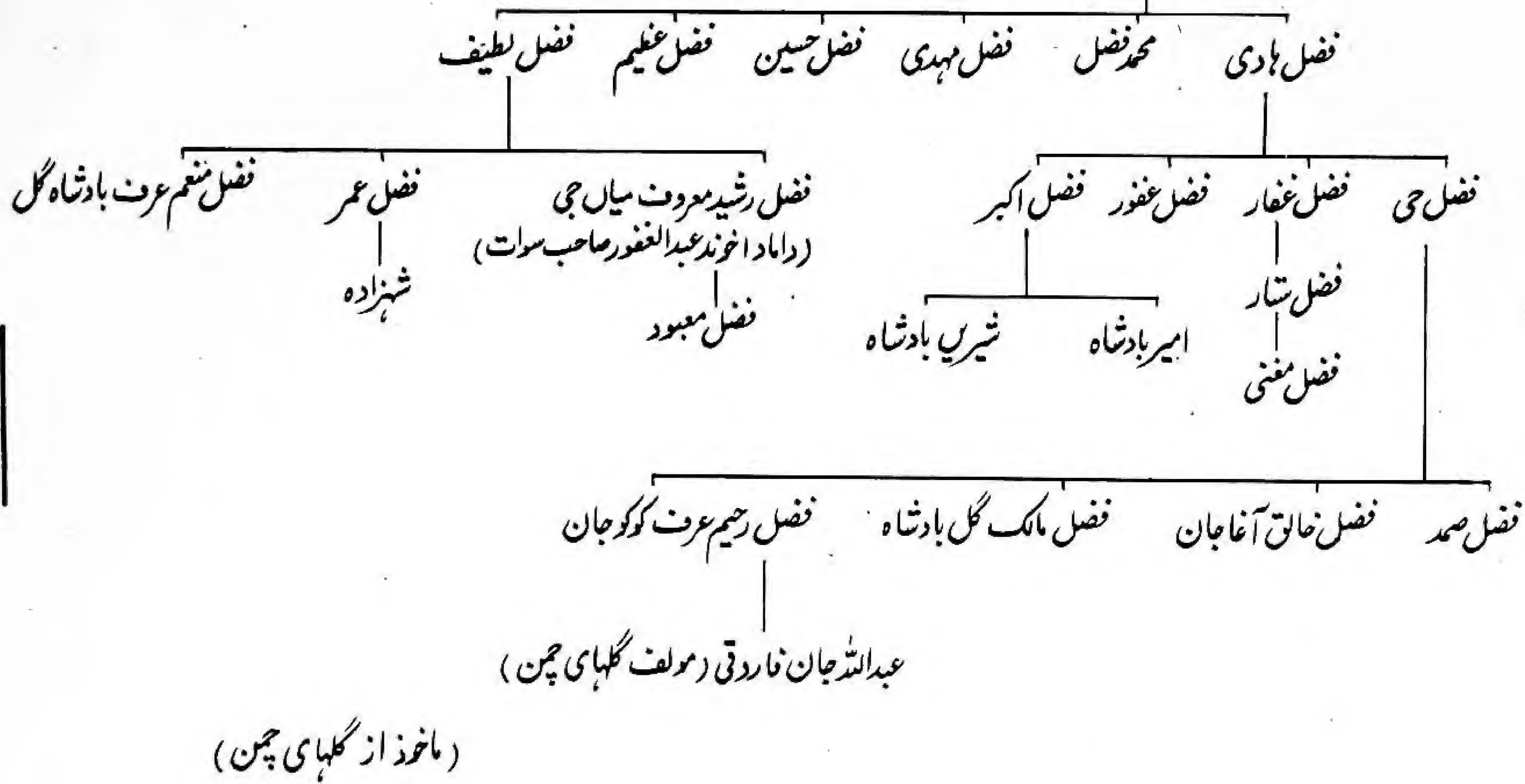
فضل احمد معروف بہ حضرت جی پشاوری: فضل قادر — فضل اللہ — فضل احد (ساکن خوقند بخارا) — فضل محمود — فضل حق پشاوری — فضل صدیق — فضل حکیم — فضل وہاب — فضل کریم — فضل غفور

فضل اللہ: فضل رحیم — فضل حامد — فضل خالق — فضل باقی

فضل قادر: فضل غنی — فضل الٰہی — فضل عمر — فضل قادر — فضل غفار — فضل فاروق — فضل مجید — فضل عظیم — فضل رب — میر احمد

فضل احد: فضل قدوس — فضل حمید — فضل قیوم — فضل کریم — فضل غفور — فضل ستار — فضل تواب — فضل شکور — فضل عمر — فضل واحد — فضل محی الدین — فضل ولی — فضل باقی — فضل رسول

(ماخوذ از روضۃ القیومیہ، روضۃ الاولیاء، تحفۃ المرشد، گلہای چمن)



(ماخوذ از گلہای چمن)

تالیفات میر صفر احمد معصومی

مقامات معصومی کے مولف میر صفر احمد کئی کتابوں کے مولف تھے جن کی کل تعداد معلوم نہیں ہے، ان کے والد گرامی نے کہ ابھی وہ کمسن ہی تھے انہیں بشارت دی کہ وہ مصنف بنیں گے، چنانچہ مولف نے کتاب حاضر سمیت اپنی ان تصانیف کو اپنے والد گرامی کی بشارت کا مظہر قرار دیا ہے(۱) ان کی صرف مندرجہ ذیل تصانیف کا علم ہوسکا ہے:

۱- معدن الجواہر

۲- منظر اولی الالباب

۳- مظہر ابواب فضل

۴- رسالہ در حالات خواجہ محمد زبیر سرہندی

۵- فارسی اشعار

۶- مقامات معصومی (کتاب حاضر)

معدن الجواہر

معدن الجواہر مولف نے اپنے ماموں، خسر اور شیخ طریقت حضرت شیخ صبغت اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کے احوال، ملفوظات اور کرامات پر لکھی ہے خود وضاحت کرتے ہیں:

> بذکر برخی از مقامات و پارہ از ملفوظات و بعضی از کرامات و خرق عادات کہ ایں فقیر خود مشاہدہ نمودہ و یا از رواۃ ثقات شنودہ بہ یاد ماندہ در قید کتابت می آورد......(۲)

مولف نے اس رسالے کا آغاز ۷ محرم ۱۱۲۱ھ/ ۷ مارچ ۱۷۰۹ء کو بلدہ اجین میں کیا جہاں مولف خلد منزل بہادر شاہ محمد معظم کے ہمراہ لشکر میں تھے(۳)، خود لکھتے ہیں:

(۱) کتاب حاضر ۳۸۵ (۲) معدن الجواہر ۴

(۳) رک مقدمہ ہذا ''مولف کے مختلف اسفار''

اما نظر بر عنایات وتوجہات واستخارات نمودہ وفضل حضرت کریم وثیقہ خود را ساختہ درعبارت فارسی مبرا از تکلفات رسمی رسالہ در شہر عاشورہ کہ محرم الحرام باشد بتاریخ ہفتم سنہ ہزار وصد وبیست و یک از ہجرت مقدسہ...... سال سیوم از جلوس سلاطین اسلام ظل اللہ...... ابونصر قطب الدین محمد معظم شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی...... دربلدۂ دارالفتح اجین شروع نمودہ شد...... ایں رسالہ را مسمّی بہ معدن الجواہر گردانیدہ......(۱)

گویا معدن الجواہر کے صاحب سوانح حضرت شیخ صبغت اللہ (ف ۱۱۲۲ھ) اس کی تالیف کے دوران بقید حیات تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے رسالہ تالیف کر کے حضرت شیخ صبغت اللہ کی خدمت میں سرہند بھیجا تو انہوں نے اس پر تحسین فرمائی اور مولف کے حق میں دعائے خیر بھی کی لیکن مولف کے سرہند پہنچنے سے نو ماہ پہلے حضرت شیخ کا وصال ہو گیا تھا، مولف کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

رسالہ معدن الجواہر درحالت حیات عالی حضرت جمع نمودہ حقیقت آں بزبان قلم معروض داشتہ چہ تصنیف آں رسالہ دربلدۂ دارالفتح اجین اتفاق یافتہ بود وتشریف عالی حضرت در دارالارشاد حضرت سرہند بودہ، ہم چنیں جواب سرافرازی یافتہ دعا خیر درحق احقر بدستخط انور نگارش یافتہ وبعد از رسیدن فدوی در وطن اگرچہ ملاقات صوری دست نہ دارد چہ وصال آں قبلۂ ارباب کمال پیش از رسیدن احقر بہ نہ ماہ رو دادا اما از باریابان حضور عنایات غائبانہ برتصنیف آں رسالہ بسیار شنودہ......(۲)

گویا مولف حضرت شیخ صبغت اللہ کے وصال سے نو ماہ بعد سرہند پہنچے یہاں یہ وضاحت کر دی جائے کہ مولف کے اشارات سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ آیا وہ اجین سے براہ راست سرہند پہنچے یا سانبھڑ سے کیوں کہ مولف اس وقت لشکر کے ساتھ نواح اجمیر کے

(۱) معدن الجواہر ۱۰-۱۱ (۲) مقامات معصومی ۲۶۷

گاؤں سانبھڑ میں تھے جہاں انہیں حضرت شیخ صبغت اللہ کے وصال کی اطلاع ملی (۱) گویا اس دوران مولف کبھی سانبھڑ میں اور کبھی اجین میں رہے۔

معدن الجواہر تین معدن (باب) پر مشتمل ہے ہر معدن کے مندرجات کو جوہر قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

ایں رسالہ مشتمل بر سہ معدن ایست و ہر معدن محتوی بر جواہر کثیرہ، معدن اول در بیان بشاراتی کہ حضرت مجدد الف ثانی و حضرت ایشاں رضی اللہ تعالیٰ عنہما درحق آں عالی حضرت دادہ اند معدن دوم در بیان عبادات یومی ولیلی ...... و عادات و ملفوظات آں عالی حضرت ۔ معدن سوم در ذکر تصرفات و کرامات و خرق عادات آں عالی حضرت (۲)

معدن الجواہر کے مخففات کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

دریں رسالہ آں حضرت را بہ عالی حضرت (شیخ صبغۃ اللہ) بیان مقرر نمودہ شد و والد ایشاں بحضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) و جد ایشاں بحضرت مجدد الف ثانی مبادا در وقت خواندن یکی را بہ دیگری خلط (نہ) نمائی...... (۳)

مولف نے مقامات معصومی کی طرح معدن الجواہر کی تالیف میں بھی طرز تالیف کے سلسلے میں جامعین مقامات حضرت مجدد الف ثانی کا اتباع کیا ہے، وضاحت فرماتے ہیں:

ما دریں مقامات شریفہ رعایات یک لطیفہ...... مولفان مقامات حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ شروع کلام از نماز تہجدی فرمایند وایں عاصی و دور از کار ہم بہ تبعیت ایں اعزۂ عالی مقدار در رسالۂ معدن الجواہر در احوال عالی حضرت ...... بہ ہمیں راہ رفتہ...... (۴)

مولف نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ بعض اسرار جن کا معدن الجواہر کی تالیف کے دوران علم نہیں تھا وہ معارف جدیدہ کے طور پر مقامات معصومی میں درج کئے گئے ہیں نیز

---

(۱) رک مقدمۂ حاضر" مولف کے مختلف سفر"
(۲) معدن الجواہر ۱۱
(۳) معدن ۱۱-۱۲
(۴) مقامات معصومی ۲ ۱۳۲/ ۸-۱۳

مولف نے معدن الجواہر کو مقامات معصومی کا ایک جز بھی قرار دیا ہے (۱)۔

مقامات معصومی میں مولف نے کئی مقامات پر معدن الجواہر کا ذکر کیا ہے (۲) اور بعض مجمل امور کی تفصیل کیلئے معدن الجواہر سے مراجعت کرنے کے لئے کہا ہے (۳)۔

معدن الجواہر کے کسی مکمل خطی نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔ اس کے ابتدائی ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک قلمی نسخہ مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی مرحوم کے کتب خانہ کوئٹہ میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔

منظر اولی الالباب

مولف نے یہ کتاب اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ قدس سرہ کے حالات پر تالیف کی تھی، اس کا سال تالیف معلوم نہیں ہے لیکن مولف نے بتایا ہے کہ انہوں نے مقامات معصومی کی تالیف (۱۱۳۲-۱۱۳۴ھ) سے چند سال قبل اس کتاب کی تکمیل کی سعادت حاصل کی ہے (۴)۔ ہم اس رسالے کی تالیف حدود ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۷ء قرار دے سکتے ہیں۔

ایک مقام پر مولف نے اپنے والد گرامی کا ذکر کرتے ہوئے اس رسالے کے بعض مندرجات کی طرف سے اشارہ کیا ہے:

> ہر کہ را پیش از وصول مفتاح ہشتم (مقامات معصومی)......شوق ملاحظہ حالات فخیمہ و کرامات عظیمۂ ایشاں دامن گیر گردد و بہ مطالعہ کتاب منظر اولی الالباب کہ از مصنفات ایں فقیر کثیر التقصیر ات استعجال فرمایند و در منظر ششم او جویان مقصد خود بود اگر بہ تمام نسخۂ را سیر کند از قصص اکابر ما با خوائد روایت اطلاع خواہد یافت......(۵)

مولف نے بعض وقائع کے بیان کے دوران مقامات معصومی میں اپنے اس رسالے کا

---

(۱) ایضاً ۲۸۰/ ۲۰-۲۲ (۲) ایضاً ۴/ ۲۰، ۲٦۴/ ۵، ۱۸۰/ ۷، ۳۸۵

(۳) ایضاً ۲۷۰/ ۱۷-۱۹، ۲۸۰/ ۱۹، ۲۸٦/ ۱۵-۱۸، ۲۹۰/ ۱

ایک مقام پر تو اس کا ایک طویل اقتباس بھی دیا ہے ۱۸۳-۱۸۵، نیز عمدۃ المقامات ۳۴۸-۳۵۱

(۴) کتاب حاضر ۳٦۰ (۵) ایضاً ۱۹/ ۴-٦

ذکر کیا ہے(۱) ہمیں تا حال اس رسالے کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔

مظہر ابواب فضل

منظر اولی الالباب کی طرح مولف نے مظہر ابواب فضل کے نام سے اپنے والد گرامی کے حالات پر مقامات معصومی کی تکمیل کے بعد ایک اور رسالہ تالیف کرنے کا وعدہ کیا ہے تا کہ مولف کو رسالہ منظر کی تالیف کے بعد جو معارف جدیدہ معلوم ہوئے اور خاص طور پر اس میں انہوں نے اپنے والد کے معمولات اور عبادات یومی ولیلی کو ''نفع عام'' کے لئے جمع کر دیا ہے، لکھتے ہیں:

بہ خاطر عزم بالجزم از مدتی برآں قرار گرفتہ کہ اگر حیات چند روز وفا نماید بعد از انفراغ ازیں کتاب مقامات معصومی و الہامات قیومی و بہ تقریب حضرت ایشاں سخن از دیگران درمیان آمدہ کتاب مظہر ابواب فضل کہ مشتمل بر خاصۂ احوال آنحضرت و چیز ہای کہ آنحضرت برای نفع عام از قید قلم آوردند و با چیزی کہ از زبان الہام ترجمان استماع نمودہ و چیز ہا کہ بآں امتیاز داشتند وایں فقیر را وقوف آں دست دادہ جہت ادای حق ایشاں تصنیف خواہم نمود ان شاءاللہ تعالیٰ (۲)

مولف نے مقامات معصومی میں کئی مقامات پر اس رسالے کی تالیف کا عزم ظاہر کیا ہے(۳) اور ممکن ہے کہ انہیں اس کی تکمیل کی سعادت نصیب ہوئی ہو لیکن ہمیں تا حال اس کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔

رسالہ در احوال خواجہ محمد زبیر سرہندی

ہمارے مولف کو حضرت خواجہ محمد زبیر بن شیخ ابوالعلیٰ بن حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے ساتھ خصوصی تعلق تھا، انہوں نے مقامات معصومی میں جا بجا ان کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے اور ان سے روایات بھی کی ہیں انہوں نے مقامات میں وعدہ کیا ہے کہ اگر میری عمر

---

(۱) کتاب حاضر ۲۸۰، ۳۸۵ (۲) ایضاً ۳۷۹

(۳) ایضاً ۳۷۸، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۵

نے وفا کی تو وہ حضرت خواجہ محمد زبیر کے "حالات، معارف، عبادات اور عادات" پر مستقل رسالہ تالیف کریں گے، لکھتے ہیں:

اگر عمر وفا کرد و بعد از انفراغ ایں کتاب رسالۂ علیحدہ در بعضی حالات و معارف و عبادات و عادات آنجناب تحریر نمایند ان شاء اللہ تعالیٰ حق سبحانہ و بہ وجہ احسن بہ حصول ایں تمنا ممتاز فرماید و برایں عاصی درچۂ سعادت بہ کشاید...... (۱)

ہمیں اس رسالے کے بھی کسی نسخے کے وجود کا علم نہیں ہے، ہمارے مولف کے معاصر صاحب روضۃ القیومیہ نے جو خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ بھی تھے روضۃ القیومیہ کا پورا دفتر خواجہ محمد زبیر کے حالات کے لئے مختص کیا ہے لیکن انہوں نے اس رسالے کا ذکر نہیں کیا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے واقف نہیں تھے یا مولف کو اس کی تالیف کا موقع نہیں ملا۔

مولف کا شعری سرمایہ

کتاب حاضر کے مولف شاعر بھی تھے ہمیں ان کے کسی شعری مجموعے کا علم نہیں ہے اور نہ ہی شعراء کے تذکروں میں ان کا ذکر ہمیں مل سکا ہے، البتہ مقامات معصومی کو انہوں نے جا بجا جس حسن و خوبی کے ساتھ اشعار سے سجایا ہے اس سے ان کے اعلیٰ درجے کے شعری ذوق کی غمازی ہوتی ہے، ان میں بہت سے ایسے اشعار بھی ہیں جن پر خود ان کی تصنیف ہونے کا گمان ہوتا ہے۔

مولف نے اپنی پریشان حالی اور تالیف کتاب کے عمل پر پانچ اشعار برجستہ طور پر کہے ہیں (۲) اسی طرح مولف نے اپنی ایک طویل نعتیہ مثنوی ان الفاظ کے ساتھ شامل کتاب کی ہے:

حقیر دور از کار وقتی از اوقات در غلبات محبت آنسرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام چندیں کہ در میدان اشعار گاہی ابلق فکر نہ تاختہ اما چوں در نعت بی اختیار برآمدہ ہیچ نکتہ را مخالف اہل طبیعت نہ یافتہ برای فائدہ عام داخل ایں کتاب می نماید تا سعادت تمام بدست آید...... (۳)

(۱) ایضاً ۳۱۰ (۲) کتاب حاضر ۲۵۳ (۳) ایضاً ۵۳۵-۵۳۸

یہ سمجھ لینا غلط فہمی ہوگی کہ ہمارے مولف کا کل تصنیفی سرمایہ اتنا ہی ہے جن کا ہم نے سابقہ سطور میں ذکر کیا ہے بلکہ ان کی تالیفات کی صحیح تعداد ہمیں معلوم نہیں ہے انہوں نے خود اپنے بارے میں اپنے والد گرامی کی بشارت کہ میں مصنف بنوں گا نقل کرتے ہوئے اپنی مذکورہ تین تالیفات کی تکمیل اور مظہر ابواب فضل کی تالیف کے وعدے کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے اندازہ نہیں ہے عمر کے آخری حصے میں پہنچ کر تالیفات کی تعداد کتنی ہوگی:

رسالۂ دیگر ہم در خاطر مذکور آمد کہ باید نوشت و باید دید کہ تا آخر عمر معاملہ تا کجا کشد......(۱)

مقامات معصومی کی تکمیل ۱۱۳۴ھ/ ۱۷۲۲ء کے دوران مولف کی عمر ۴۸ سال ہو چکی تھی (۲) اور جیسا کہ ہم نے مولف کا سال وفات قیاسی طور پر ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۴۸ء متعین کیا ہے اس حساب سے وہ مزید سولہ سال زندہ رہے اور یقیناً وہ ان سنین میں تصنیف و تالیف میں مصروف رہے، مولف کے معاصر صاحب روضۃ القیومیہ کی شہادت کے مطابق مولف اس سلسلے کے مشائخ میں تصنیف و تالیف میں سب سے زیادہ مصروف رہتے تھے (۳)۔

---

(۱) کتاب حاضر ۳۸۵ (۲) ایضاً ۵۳۵ (۳) روضہ ۱/ ۳۱۸

مقامات معصومی

یہی کتاب حاضر یعنی مقامات معصومی ہے، جو حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ کے احوال و آثار و تعلیمات پر مشتمل ہے، مولف نے یہ کتاب حصول برکات اور حزن و پریشانی سے نجات کے لئے تالیف کی ہے انہوں نے اپنے فرزند شیخ ابوداؤد نیاز احمد کے مکرر اصرار پر اس کا آغاز کیا، لکھتے ہیں:

......آں فرزند ابوداؤد (نیاز احمد) مکرر بہ اظہار ایں تمنا بہ شوق الفوق وحلاوت کثیر الذوق دہن شیریں گفتار وزبان شکر بیان وانمود کہ مقصود از تحریر ایں احوال وتقریر ایں اقوال نہ خودستائی وظاہر آرائی ست بلکہ حل مقاصد ایں جہان فانی کہ مانع جمعیت وامانی است......(۱)

اس کے علاوہ کتاب کی تالیف کے دوران اس سلسلے کے اہم افراد کی طرف سے برابر حوصلہ افزائی مولف کے لئے مہمیز کا کام کرتی رہی، مولف نے بتایا ہے کہ اس تالیف کے سب سے بڑے محرک صاحبزادہ شیخ محمد اسماعیل (۲) بن شیخ صبغت اللہ ہیں:

مخدوم عالی جناب نتیجۂ اکابر اقطاب شیخ محمد اسمٰعیل سلمہ اللہ الجلیل کہ منصف بی دلیل بہ مشاہدۂ ایں کتاب حظہای فراوان بہ کار بردہ امر موکد عنایت آمیز برزبان شکر ریز برذکر احوال مخدوم زادہ ہای کرام نمودند......(۳)

اس کتاب کی تالیف کے دوران مخدومزادہ محمد اسمٰعیل دہلی میں مقیم تھے، مولف جب بھی ان کے پاس دہلی جاتے تو وہ مقامات معصومی کے مختلف حصے بڑے ادب کے ساتھ سنتے اور اس کی تالیف کی ''ترغیب'' دیتے رہتے تھے:

دریں ایام تشریف ایشاں در بلدۂ شاہ جہان آباد بہ تقریبی افتادہ بود اکثر اوراق ایں کتاب از محالات مختلفہ بر نظر شریف ایشاں گزشتہ خیلی بادب باسماع نمودند و

(۱) کتاب حاضر ۱۰

(۲) شیخ محمد اسمٰعیل کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر ۲۸۵ (۳) ایضاً ۲۶۲

ترغیب برتحریرایں بانواع عنایات می فرمودند بلکہ اکثر روایات ہم از زبانی ایشاں درماسبق گزشتہ......(۱)

جیسا کہ ہم نے مولف کے مختلف اسفار کی تفصیل کے دوران لکھا ہے کہ مولف سفر میں ہمیشہ تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے چنانچہ انہوں نے مقامات معصومی کے متعلق بھی کئی مقامات پر وضاحت کی ہے کہ وہ اس کے مختلف ابواب وفصول کی تدوین کے دوران سفر میں ہیں (۲)۔

سال تالیف

مولف نے نہایت واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ انہوں نے مقامات معصومی کی تالیف کا آغاز ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء کو کیا ''مفتاح اہل السعادات'' سے اس کے آغاز تالیف کا سال ۱۱۳۲ھ برآمد ہوتا ہے:

...... نام ایں نسخہ مقامات و تاریخ عنوان آں ''مفتاح اہل السعادت'' باشد...... روز پنج شنبہ سنہ ہزار وصد وسی و دو کہ از لفظ پیدا است، بست و ششم شہر ربیع الثانی فی سال اول از جلوس سلطان الاسلام...... ابوالمظفر ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ غازی......قدم در بنیاد ایں دیوار استوار......(۳)

بروز جمعہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۳۴ھ/ ۱۷۲۲ء کو اسے مکمل کیا اس وقت مولف کی عمر ۴۸ سال ہو چکی تھی، خاتمۂ حسنہ میں لکھتے ہیں:

الحال چوں از دیروز کہ پانزدہم شہر ذی قعدہ روز جمعہ در سال ہزار وصد وسی و چہار اتفاق یافتہ عمر ایں عاصی دوراز کار بہ چہل وہشت سال انجامیدہ وموی سپید در عین کہالت احاطہ نمودہ......(۴) چوں تاریخ اختتام ایں مقامات قدسی نکات کہ مسمی بہ مفتاح اہل السعادات بہ گوش ہوش از سروش غیب باغچۂ عدن می رسد اگر

---

(۱) کتاب حاضر ۲۸۵ (۲) ایضاً ۱۵۲/ ۲۱-۲۲، ۱۶۳/ ۲۰، ۱۸۶

(۳) کتاب حاضر ۱۲ (محمد شاہ ۲۸ ستمبر ۱۷۱۹ء/ ۱۱۳۱ھ کو تخت نشین ہوا اور مولف نے جب یہ کتاب شروع کی تو اس کے اگلے سال کا آغاز ہو چکا تھا) (۴) ایضاً ۵۳۵

این فواکہ ریاضی بہ ہمیں نام خواندمی شاید و ہر کدام ازاں دو نام مبین سال ابتداء ووسط اوست (۱)

تالیف کا آغاز ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ کو ہوا اور ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۳۴ھ میں مکمل ہوئی گویا مولف اڑھائی سال اس کتاب کی تالیف میں مصروف رہے۔

اس دوران مولف سفر وحضر میں اس کتاب کی تکمیل میں لگے رہے انہوں نے اپنی اس مصروفیت کا کئی مقامات پر ذکر کیا ہے، چند اشارات ملاحظہ ہوں:

ابتدائی ابواب وفصول کی تاریخیں اس طرح بیان کی ہیں:

شروع این مفتاح (پنجم) بست وششم ربیع الثانی درعین ازار واضطرار بود کما بین فی الخطبۃ وبست وششم جمادی الاولیٰ متصلہ آں بہ شفاء وکشائش برآمدن جانب اکبرآباد میسر گردیدہ ودرآں وقت تحریر مفتاح اول تا مکتوب صد دہشتادم از جلد اول کہ باسم برادر اصغر حضرت ایشاں شیخ محمد یحییٰ است ......شدہ بود باز دخول این بلدہ از رجوع بہ تاریخ نوز دہم محرم الحرام اتفاق یافتہ وتا بست وہفت کنز از کنوز مفتاح ثالث دریں سفر نگارش یافتہ وکنز بست وہشتم کہ منقول از خان خدا پرست است باز درموضع شروع کتاب تحریر یافتہ (۲)

مقامات معصومی کا ایک نام "فواکہ ریاضی" بھی ہے جس کے اعداد سے اس کے حصہ اوسط کا سال تحریر ۱۱۳۳ھ برآمد ہوتا ہے، خود وضاحت کرتے ہیں:

ترقیم این مقامات معصومی کہ "فواکہ ریاضی" یکی از اسامی آں ست وتاریخ تحریر ایں سطور ہم مخرج ازاں درسفر اتفاق یافتہ...... (۳)......این مقامات قدسی نکات کہ مسمی بہ "مفتاح اہل السعادات" بہ گوش ہوش...... می رسد اگر این "فواکہ ریاضی"۔ ہمیں نام خواندمی شاید و ہر کدام از آں دو نام مبین سال ابتداء ووسط اوست (۴)

---

(۱) ایضاً ۵۳۹ (۲) کتاب حاضر ۲۲۱-۲۲۲

(۳) ایضاً ۱۵۲ (یعنی فواکہ = ۱۱۲ + ریاضی، ۱۰۲۱ = ۱۱۳۳ھ) (۴) ایضاً ۵۳۹

ایک مقام پر لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے وصال کو ان اوراق کی تحریر تک ۵۴ سال بیت چکے ہیں(۱) اس حساب سے یہاں سنہ ۱۱۳۳ھ (وصال ۱۰۷۹ + ۵۴ = ۱۱۳۳ھ) برآمد ہوتا ہے، دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اس وقت خواجہ محمد زبیر کی عمر چالیس سال ہو چکی ہے(۲) حضرت خواجہ محمد زبیر کا سال ولادت ۱۰۹۳ھ ہے(۳) اس میں چالیس سال شمار کرنے سے سال رواں ۱۱۳۳ھ واضح ہو جاتا ہے۔

مولف رمضان ۱۱۳۳ھ کو اس کتاب کی مفتاح ششم لکھ رہے تھے اور اسی ماہ میں یہ مفتاح پایۂ تکمیل کو پہنچی:

شب یازدہم شہر مبارک رمضان و شب دوشنبہ از سال ہزار و صد و سی سوم ہجرت ......عنایات فراوان بہ حال پر اختلال خود مشاہدہ کردہ......(۴)

وخاتمہ ایں مفتاح ششم......در شہر رمضان المبارک اتفاق یافتہ......(۵)

مولف کتاب حاضر کی مفتاح نہم کی کنز نمبر ۲۱، ۱۱ شعبان ۱۱۳۴ھ کو لکھ رہے تھے، فرماتے ہیں:

بتاریخ یازدہم شعبان المعظم کہ یوم الاربعا باشد و سال ہجری ہزار و صد و سی و چہار نوبت ترقیم ایں کنز رسیدہ......(۶)

محتویات

مقامات معصومی ایک مقدمہ، نو ابواب (مفتاح) اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے(۷) مقدمہ، مفتاحات اور خاتمہ میں بہت سی فصول شامل ہیں جن کو "کنز" کہا گیا ہے، مفتاح پنجم میں مولف نے حضرت خواجہ کے ۴۴ ملفوظات نقل کیے ہیں ہر ملفوظ کو "احمر" کا عنوان دیا ہے(۸) اسی طرح حضرت خواجہ کی کرامات کو منضبط کرتے ہوئے ان کی تعداد ۳۶ بتائی

---

(۱) ایضاً ۱۸۶ (۲) ایضاً ۳۰۹ (۳) روضۃ القیومیہ ۴/۵

(۴) کتاب حاضر ۲۵۳ (۵) ایضاً ۲۵۹ (۶) ایضاً ۴۸۲

(۷) ابواب و فصول کی فہرست متن کتاب حاضر ۲۳-۲۴، اور فہرست کلی میں ملاحظہ کریں

(۸) کتاب حاضر ۱۸۱-۲۰۰

ہے ہر تصرف و کرامت کو ''ابیض'' کا نام دیا ہے (۱) اور اس پر چند لطائف کا اضافہ بھی کیا ہے، کتاب کی مفتاح نہم (در احوال خلفای حضرت خواجہ) قرآن مجید کے اجزاء کی تعداد کے مطابق تیس فصول (کنز) پر مشتمل ہے (۲) اس پر مولف نے ایک ذیل کا اضافہ کیا ہے، اس ذیل کا آخری حصہ ان سلاطین و امراء کی عقیدت مندی کے واقعات پر مشتمل ہے جن کا تعلق حضرت خواجہ سے تھا، کتاب کے خاتمے کی دو کنزیں ہیں کنز اول میں مولف نے وہ نکات درج کئے ہیں جو ساری کتاب کی تالیف کے دوران مولف کو یاد نہ آسکے اور بہ وجوہ وہ برمحل نہ لکھے جا سکے (۳) خاتمہ کی کنز دوم میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے جس میں مولف کی نعتیہ مثنوی بھی شامل ہے۔

مخففات

مولف نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے بعض اسماء کو اس کتاب میں بار بار لکھنے کی بجائے ان کے القاب کو مکرر تحریر کر دیا ہے، جیسے صاحب سوانح حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ساری کتاب میں ''حضرت ایشاں'' اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ کیلئے ''آنحضرت (۴)''، حضرت شیخ محمد صبغت اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے لئے ''عالی حضرت (۵)'' شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید کے لئے ''حضرت وحدت (۶)'' اور حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کے لئے ''خازن الرحمت'' لکھا ہے۔

مقامات معصومی کے خطی نسخے

روضۃ القیومیہ (تالیف ۱۱۶۴ھ) سے لے کر روضۃ الاولیاء (تالیف ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) تک سب نے اس سے نقل و اقتباس کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامات معصومی کے متعدد نسخے ایک دوسرے سے نقل کئے گئے تھے لیکن روحانی خانوادوں میں علمی زوال کے باعث جہاں اس سلسلے کے دیگر مخطوطات بے حسی کی نذر ہو کر تباہ ہوئے وہاں

---

(۱) ایضاً ۲۰۰ (۲) ایضاً ۴۲۳ (۳) ایضاً ۵۱۳/ ۱۹-۲۱

(۴) کتاب حاضر ۳۶۲-۴۰۰ (۵) ایضاً ۲۶۴-۲۹۰ وغیرہ (۶) ایضاً ۴۰۹/ ۱-۲

اس کتاب کے بھی صرف چند ہی نسخے معلوم ہو سکے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

۱- قلمی نسخہ مخزونہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر مجددی (چتلی قبر خانقاہ حضرت میرزا مظہر جان جانان شہید) دہلی، ہندوستان

یہ نسخہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی (ف ۱۹۹۳ء) بن شاہ ابوالخیر مجددی کی ملکیت ہے، موصوف نے کمال مہربانی سے اس کا عکس بنوانے کی اجازت دی اور ڈاکٹر رچرڈ ایٹن آف امریکہ نے بڑی محنت سے شدید گرمی میں خانقاہ کے صحن میں بیٹھ کر اپنے کیمرے پر اس کی فلم بنائی، اس کی تقطیع قدرے کلاں ہے (۱۱"×۵") ۔اس کی کتابت مدینہ منورہ میں ۲۴ جمادی الاول ۱۲۹۲ھ کو ہوئی اور اس کے کل صفحات ۹۴۹ ہیں، یہ نسخہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہ کی ملکیت تھا ۱۲۹۶ھ کو حضرت شاہ ابوالخیر مجددی نے اپنے قیام حرمین الشریفین کے دوران حضرت مہاجر مدنی کے وصال کے بعد ان کے متروکات میں سے یہ نسخہ خریدا تھا (۱) ہم نے اس کے متن کی تصحیح کے لئے اسی نسخہ کو بنیاد بنایا ہے اور تقابل کے دوران حواشی میں اسے نسخۂ دال (د) یعنی نسخۂ دہلی سے تعبیر کیا ہے۔

۲- مقامات معصومی کا دوسرا نسخہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) میں محفوظ ہے، اس میں نہ تو سال کتابت درج ہے اور نہ ہی کاتب نے اپنا نام لکھا ہے، مذکورہ خانقاہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری کی ہے جو حضرت شاہ احمد سعید دہلوی کے خلیفہ تھے موصوف نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کرنے سے قبل اپنی خانقاہ دہلی (خانقاہ مظہری مذکور) بھی ان کے حوالے کردی تھی وہاں سے بہت سے خطی نسخے خانقاہ موسیٰ زئی میں منتقل کردیے گئے تھے، یہ نسخہ بھی غالباً انہی میں سے ایک ہوگا (۲) ۔اس نسخہ کے ۹۳۶ صفحات ہیں اور

---

(۱) ابوالحسن زید فاروقی: مقامات خیر ۳۲، ۱۵۷

(۲) یہ وہی نسخہ معلوم ہوتا ہے جو حضرت شاہ احمد سعید مجددی نے حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری کی درخواست پر نقل کرواکر دہلی سے موسیٰ زئی ارسال کیا تھا (تحفۂ زواریہ مکتوبات سعیدیہ ص ۶۲، ۹۸) خانقاہ دہلی کا پیش نظر نسخہ ۱۲۹۶ھ کا مکتوب ہے گویا یہ شاہ احمد سعید (ف ۱۲۷۷ھ) کے وصال کے بعد کا ہے۔ یا خانقاہ دہلی میں اس کے دو نسخوں میں ہونے چاہئیں۔

تقطیع میانہ (۸"×۶") ہے۔ ہم نے نسخۂ دہلی کے ساتھ اس کا تقابل کیا ہے اور حواشی میں اختلاف نسخ کے بیان میں اسے نسخۂ م یعنی نسخۂ موسیٰ زئی کے مخفف سے یاد کیا ہے، نسخۂ دہلی اور نسخۂ موسیٰ زئی دونوں سہو ہای کتابت سے پر ہیں ہم نے تقابل کے دوران ایسے اغلاط کی نشاندہی کر دی ہے۔

موسیٰ زئی شریف کا موجودہ خطی نسخہ اس وقت اس کے سجادہ نشین حضرت محمد اسماعیل جان مرحوم کے صاحبزادے پروفیسر محمد سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا مدظلہ (ساکن ڈیرہ اسماعیل خان) کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے، موصوف نے ازراہ معارف پروری اس علمی کام کے لئے اصل خطی نسخہ ہی ہمارے حوالے کر دیا تھا جس سے ہم نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

۳۔ مقامات معصومی کا تیسرا خطی نسخہ رباط مظہر مدینہ منورہ میں ہے، اس رباط کے بانی شاہ محمد مظہر بن شاہ احمد سعید دہلوی ہیں جنہوں نے ۱۲۹۰ھ کو حرم شریف (مدینہ منورہ) کے قریب ایک سہ منزلہ رباط بنائی تھی، جس میں ایک شاندار کتابخانہ بھی تھا لیکن حالیہ توسیع حرم کے دوران یہ رباط اور مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت وغیرہ اس حدود میں آ گئے تھے اس لئے حکومت سعودی عرب نے رباط مظہر کے لئے متبادل جگہ دے دی، نومبر ۱۹۹۹ء میں راقم احقر کو عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی تو مدینہ منورہ حاضر ہو کر اس رباط کو بہت تلاش کیا کہ اب یہ کہاں ہے؟ بصد دقت معلوم ہوا کہ رباط تا حال بنائی ہی نہیں گئی ہے اور تقریباً سات سال سے اس رباط کے کتابخانے کی تمام کتب و مخطوطات بکسوں میں بند پڑے ہیں، ان میں بعض نادر عربی مخطوطات کے مائیکرو فلم اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ نے بنائے تھے لیکن ان میں کسی فارسی مخطوطہ کی فائیکرو فلم شامل نہیں ہے بسیار کوشش کے بعد مذکورہ یونیورسٹی کے اساتذہ کی مدد سے رباط کے موجودہ مالک عدنان (۱) کا پتا و ٹیلی فون نمبر حاصل کیا اور جناب عزیز القدر اصغر نظامی کو جو ان دنوں مدینہ منورہ میں رباط شیخ جماعت علی شاہ (جماعت منزل) کے قریب

---

(۱) عدنان بن مظہر بن احمد بہاء الدین ثانی بن شاہ محمد مظہر (مقامات خیر ۱۰۴-۱۰۵)

ہی قیام پذیر تھے ساتھ لیا اور شیخ عدنان سے ملاقات کے لئے ان کی عطر فروشی کی دکان پر گئے، مل کر حیرت ہوئی کہ موصوف اپنے اجداد اور اپنے بزرگوں کے عقائد سے متعلق کچھ نہیں جانتے وہ کتاب کا نام تک نہیں لکھ سکتے تھے، ہم سے وعدہ کرلیا کہ اس کی فوٹو کاپی بنوا کر پاکستان بھیج دیں گے لیکن آج اس کو دو سال بیتے ان کی طرف سے کچھ موصول نہیں ہوا، مجھے دراصل دانشگاہ تہران کے ذی قیمت مجلّہ نشریۂ نسخہ ہای خطی (۱) کے ذریعہ یہ معلوم ہوا تھا کہ مقامات معصومی کا ایک قلمی نسخہ رباط مظہر میں ہے، یہ نسخہ ایران کے معروف محقق محمد تقی دانش پژدہ نے وہاں جا کر دیکھا تھا انہوں نے صرف اس کا نام اور نمبر ش ۱۵۲ درج کرنے پر اکتفا کیا ہے اور اس نسخے کے متعلق کوئی تفصیل نہیں دی۔

گویا مقامات معصومی کا موجودہ متن دو خطی نسخوں یعنی نسخۂ دہلی اور نسخۂ موسیٰ زئی پر مبنی ہے، تیسرے مذکورہ نسخے تک ہماری تاحال رسائی نہیں ہوسکی۔

مولف پر غائبانہ عنایات

مقامات معصومی کی تالیف کے دوران مولف پر بزرگوں کی عنایات رہیں انہوں نے اس کتاب میں جابجا اس کا ذکر کیا ہے، عنایات کے اس ادراک کو مولف نے اس کی تالیف کی تحریک کے طور پر بیان کیا ہے، چند اشارات ملاحظہ ہوں:

مدد ہای فراوان از ارواح طیبۂ اکابر در اسفار و احضار فی جمیع الاماکن والدیار نہ آں قدر محسوس گردیدہ کہ بیان آں در سلک تحریر تواند کشید......(۲)

از فضل کریم ذونوال عز شانہ در معاملہ بہ شرف ملازمت حضرت رسالت خاتمیت ...... علیہ وعلی آلہ من الصلوٰۃ وافضلہا ومن التسلیمات اکملہا مشرف گشتہ کہ گویا در بندہ خانہ بر پالکی میانہ سوار نشستہ اند خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

---

(۱) دانش پژدہ، محمد تقی: مقالہ بعنوان کتابخانہ ہای عراق و عربستان سعودی (۲۱) مکتبہ مظہر فی رباط مظہر، مشمولہ نشریہ نسخہ ہای خطی (دفتر پنجم ۲-۵۳)

(۲) کتاب حاضر ۴-۵

اجمعین و حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ و حضرت والد بزرگوار با دیگر اعزۂ عالی مقدار حاضر و حضرات عالی درجات از یمین و یسار سفارش ایں گناہ گاری فرمایند چنانکہ اثر آں برخود یابد و ایں دید تا سہ روز متصل بیک نہج استیلای تمام یافتہ......(۱)

۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۰ء میں تالیف کے دوران مولف کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی گفتگو کے دوران مقامات معصومی کی تالیف کا ذکر بھی عمدہ الفاظ میں کیا گیا مولف نے بتایا کہ انہوں نے اس کتاب میں صحت روایت کی ہر ممکن کوشش کی ہے:

......شب پازدہم شہر مبارک رمضان و شب دوشنبہ از سال ہزار و صد دسی و سوم ہجرت سید الابرار بودہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام در معاملہ شرف حضرت جبرئیل امین علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام گشتہ عنایات فراوان بہ حال پر اختلال خود مشاہدہ کردہ کہ شرح آں بس عالی از مراتب تقریر و بیان است دریں مکالمات گویا ذکر ایں کتاب بہ وجۂ شائستہ بہ قسمی می فرمایند کہ دلہای شکستہ را فرحت غیر مترقبہ می رسانند، دریں اثنا راقم معروض می دارد کہ ہر چند از طرف خود در تصحیح روایت کوشش بسیار بہ کار رفتہ......(۲)

کتاب کی تالیف کے دوران مولف کو حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی عنایات کا مسلسل ادراک رہا جو مولف کے لئے مہمیز سے کم نہیں تھا، ایک مقام پر وضاحت کی ہے کہ جب اس کتاب کی تالیف کے لئے استخارہ کیا تو حضرت خواجہ نے عالم رویا میں دو اشرفیاں اس کام کے لئے روشنائی، قلم اور کاغذ کے خرچ کے طور پر عنایت کیں، یہاں تک کہ حضرت خواجہ نے اس کا نام ''مقامات'' اور اس کا تاریخی نام ''مفتاح اہل السعادات'' خود تجویز فرمایا، لکھتے ہیں:

دریں مرتبہ کہ بہ وطن مالوف اعنی بہ دار الارشاد حضرت سرہند بہ مضی مدت سہ

---

(۱) ایضاً ۵ (سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مولف کئی بار مشرف ہوئے، ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۴۳۴-۴۳۵-۵۳۴ وغیرہ) (۲) ایضاً ۲۵۳

ونیم سال رفتہ بود، جناب سامی حضرت ایشاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... آں قدر عنایت بے نہایت برخود یافتہ کہ بہ شرح آں بیان برنتابد، علی الخصوص وقتیکہ بہ زیارت روضۂ مطہرہ مشرف می کشید اکثر چناں می شدہ کہ گویا آنحضرت والا منزلت از تربت خلد رفعت برآمدہ دریں فقیر درآمدند، بعدازیں کہ بہ محل سکونت می شتافتہ بہ ہماں حالت درخود می یافتہ حلاوت کہ ازیں معنیٰ حاصل روزگار ایں عاصیٔ سیاہ کاری گردید ہیچ وجہ درمعرض اظہار نمی تواند آورد کہ ذوقی است نہ بیانی ...... (۱) چوں دوگانۂ استخارہ گذاردہ خواندن دعای استخارہ مشغول گشتم می بینم کہ شخصی از طرف راست برومال سرخ نفیس مبلغ دو اشرفی و چند روپیہ بہ فقیر می دہد و می گوید کہ حضرت ایشاں برای خرچ سیاہی وقلم و کاغذ عنایت فرمودہ اند و می فرمایند کہ یوم الخمیس کہ فردای آں شب بود شروع ایں امر عظیم القدر...... باز در ہماں شب وقتی خواب می خواست کہ دراز بہ تشید می بیند کہ حضرت ایشاں شرف حضور دارند می فرمایند کہ نام ایں نسخہ مقامات و تاریخ عنوان آں ''مفتاح اہل السعادات'' باشد...... (۲) سہ استخارہ نمودہ پیش از شروع استخارۂ اول بہ مشاہدۂ جمال باکمال ایشاں قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس مشرف گشتہ کہ گویا دوات وقلم و کاغذ درید بیضا دارند و برزبان الہام ترجمان کلمات عجیبہ ونکات غریبہ درمدح ایں مقامات خجستہ رایات می آرند (۳)...... ایں کمترین وفدوی آستانہ ایشاں ایں است کہ بعد شروع تحریر ایں مقامات لطیفہ نکات بہ پنج روز کہ دوشنبہ وغرہ جمادی الاولیٰ بود در قیلولہ نیم روز بین النوم والیقظہ می بیند کہ گویا برلوح محفوظ نظرم افتاد دریں جامی بیند کہ برصفر احمد (مولف کتاب حاضر) دولت رسید...... ایں بشارات صریحہ واشارات صحیحہ جمعیت رساں خاطر شکستہ دلاں گردید...... (۴)

مفتاح دوم کی تکمیل کے بعد مولف قدرے شکستہ دلی کا شکار تھے کہ عالم رویا میں مشاہدہ

---

(۱) ایضاً ۵ (۲) ایضاً ۱۱-۱۲ (۳) ایضاً ۱۰

(۴) ایضاً ۱۴ (۴) ایضاً ۹۴

کیا کہ حضرت خواجہ کے ہاتھ میں یہ کتاب ہے اور آپ اس کا مطالعہ فرما رہے ہیں اور اس میں اپنے دست مبارک سے تصحیح بھی کی اسی عالم میں مولف نے حضرت مجدد الف ثانی کی عنایات بھی محسوس کیں بلکہ حضرت مجدد الف ثانی نے اسے اپنے معارف ومقامات قرار دیا:

دریمین شہر مبارک کہ تسوید اوراق سطورہ اکثر دراں شہر اتفاق افتادہ وچیزی پیش ازاں ہم نوشتہ الطاف واعطاف فخیمہ بہ کمال عنایت بشاشت انگیز وغایت مرحمت حلاوت خیز در وقائع ومنامات از جناب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی وامام صفا کیشان حضرت ایشاں رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ آں قدر فہمیدہ کہ شروح قلم نواندو شد بلکہ حضرت ایشاں را مدایں کار یافتہ، گویا ایں کتاب (مقامات معصومی) در دست شریف دارند ومطالعہ بہ عنایت خاص الخاص فرمودہ، تصحیح بعضی الفاظ فرمایند، وحضرت مجدد الف ثانی را دیدہ گویا ایں کتاب را بہ خود منسوب می دارند ومی فرمایند کہ مقامات من است (۱)

فن تذکرہ نویسی اور مقامات معصومی

سابقہ اوراق میں ہم نے مولف کے جو حالات لکھے ہیں ان کے مطالعے سے اس نتیجے پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ مولف مروجہ علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے ان کے والد شیخ محمد فضل اللہ سند یافتہ محدث اور مسند وقت تھے، ہمارے مولف علم حدیث کے اصولوں سے بخوبی واقف تھے اسی لئے انہوں نے علم حدیث کے فن ''روایت و درایت'' کے مطابق مقامات معصومی میں روایات کا اندراج کیا ہے، انہوں نے اس سلسلے کی ہر روایت کو خوب پرکھا کئی اصحاب سے اس کی تصدیق کی اور پھر اسے کتاب کا جز بنایا ہے، ان کے قلم سے بے ساختہ نکلے ہوئے چند جملوں کی بنیاد پر ان کے فن تذکرہ نویسی کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

مولف نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے کتاب حاضر کی روایات کو اصول حدیث کے مطابق پرکھ کر لکھا ہے ان کے نزدیک صحت روایت کی تحقیق کے لئے صرف شرافت نسب ہی کافی نہیں ہے، لکھتے ہیں:

---

(۱) ایضاً ۹۴

اولاً نسبت غلامی خود بہ بندگان حضرت ایشاں قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس مذکور ومحرر گردانم تاترا در محل روایت درایت تامہ بہ حصول انجامید کہ اکثر ذکر احوال حضرت ایشاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ روایات والدین شریفین ایں راقم مندرج خواہد گردید...... ومرااز ذکر تفصیل ایشاں تادر محل ہر روایت فراغی بدست آید کہ صاحب نظران بالا بلند و عالی فطرتان سخن پسند در قید روایت از محل شائستہ بسیار خواہند پیچید و در رنگ رواۃ احادیث مکرمات بہ صحت وسقم خواہند رسانید، آنکہ شرافت نسب ونجابت حسب منظور خاطر دریا مقاطر باشد (۱)

مولف نے وضاحت کی ہے کہ ان کے پاس سلسلۂ مجددیہ کی اتنی روایات ہیں کہ اگر وہ ان کی تفصیل میں جائیں تو ہر باب پورا دفتر بن جائے (۲)۔ لیکن ان روایات کی صحت وسقم کا جائزہ لینے کے لئے اقدام کئے تو انہیں ''قلت درایت'' کا سامنا کرنا پڑا (۳)۔

مولف اکثر سفر میں رہتے تھے اور اس دوران وہ مسلسل تصنیف و تالیف میں بھی مصروف رہے (۴)۔ ان اسفار کے دوران وہ جہاں کہیں بھی جاتے حضرت خواجہ کے خلفاء سے ضرور ملاتات کرتے:

...... در بعضی از بلاد و قراء وقصبات کہ بہ تقریبی مرور اتفاق کردہ متعدد از یاران صاحب اسرار دیدہ وشنیدہ کہ تفصیل و اسامی آں اعزہ وآں مواضع بہ خاطر ہم نماندہ...... (۵)

مولف نے اپنے بیانات کو مستند بنانے کے لئے ساری کتاب میں جا بجا اقتباسات دیے ہیں اس سلسلے میں انہوں نے حضرت خواجہ کے مکتوبات اور صاحبزادگان کے مکاتیب کو سند کے طور پر پیش کیا ہے، مولف کے نزدیک یہی ''کمال درایت'' ہے:

ہم چنیں در مکاتیب دیگر کہ عنقریب در قید قلم در آیند رعایت بہ کمال درایت محفوظ است...... (۶)

---

(۱) ایضاً ۱۵ (۲) ایضاً (۳) ایضاً ۱۳۰-۱۳۱

(۴) رک بہ مقدمہ ہذا ''مولف کے مختلف سفر'' (۵) کتاب حاضر ۴۹۴ (۶) ایضاً ۷۵

مولف نے ان اقتباسات کی نقل کے دوران مکاتیب کی تحریر کا پس منظر، مغلق مقامات کی تشریح اور اسباب تحریر بھی بتائے ہیں۔

ہمارے مولف پر یہ بات واضح تھی کہ اگرچہ تذکرہ نویسی کے ماہرین فن کے نزدیک ''تکرار'' خلاف قاعدہ نہیں ہے تاہم انہوں نے قاری کے ذہن کو انتشار سے بچانے کیلئے اس سے اجتناب کیا ہے:

مرا از تکرار کلام سعادت انجام بجہت آنکہ ذہن قاری و مستمع مشتت نہ شود و استغنای رونماید ہر چند تکرار مسند الیہ در محل استلزام و تبرک نزدیک علمای معانی بس زیبا و محمود است (۱)

لکھا ہے کہ اگرچہ کسی کی بزرگی کا اظہار از راہ نسب بیان کرنا نص کے خلاف ہے لیکن یہاں تذکرہ نویسی کی روش میں لکھا جا رہا ہے (۲)۔

مولف کے نزدیک ایک تذکرہ نویس کے لئے ہر ضروری بات جو اسے معلوم ہے تحریر کرنی چاہئے معلوم ہونے کے بعد اسے چھپانا ان کے نزدیک ''خیانت'' ہے (۳)۔

مولف نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں روایات درج کرنے سے پہلے ان کی تصحیح کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود حافظہ کی خرابی، غریب الدیاری اور پریشان حالی کے باعث ان روایات میں ''ضعف و سقم'' کا ''خوف'' موجود ہے:

ہر چند از طرف خود در تصحیح روایت کوشش بسیار بہ کار رفتہ، اما چوں بعد عہد و شمول غربت باہم جمع اند خوف ضعف و سقم بعضی روایات بہ سبب عدم اعتماد بر حافظۂ خود ہموارہ متشتت الحال می دارد...... (۴)

کتاب کی تالیف کے دوران مولف نے کئی مقامات پر روایات کے بھول جانے اور نہایت دیانتداری کے ساتھ اپنے حافظہ کے ضعف کا ذکر کیا ہے (۵)۔

مولف نے اعتراف کیا ہے کہ چونکہ وہ کتاب سفر میں لکھ رہے ہیں اس لئے اس سلسلے

---

(۱) ایضاً ۱۵ (۲) ایضاً ۲۶۳ (۳) ایضاً ۲۶۴

(۴) ایضاً ۲۵۳ (۵) ایضاً ۱۸۶، ۲۶۳، ۳۵۳، ۱۶۳، ۵۱۰

کے مآخذ و مراجع ان کے پاس نہیں ہیں اگر قارئین کو کہیں ''تفاوت'' نظر آئے تو وہ ان کی تصحیح کرلیں:

اگر حرفی تفاوت بہ نظر متتبعی در آید باید کہ اصلاح قلم جزبانی فرمایند(۱)

مولف چونکہ سفر کی حالت میں یہ کتاب تالیف کررہے تھے اس لئے انہوں نے لکھا ہے کہ تالیف کے دوران حضرت خواجہ کے مکتوبات کی دوسری اور تیسری جلدیں ان کے پاس نہیں ہیں(۲)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) نے اخبار الاخیار اور زادالمتقین جیسی کتابیں لکھ کر تذکرہ نویسی کے فن میں جس انقلاب، تبدل، تجدد اور تحقیق کی طرح ڈالی تھی اس کی پیروی کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

حضرت شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) کی ضخیم سوانح نتائج الحرمین چونکہ حرمین الشریفین میں لکھی گئی ہے اس لئے یہ عرب کے محدثانہ ماحول کی عکاسی کرتی ہے، اس کے ذی علم مولف شیخ محمد امین بدخشی نے صحت روایت کا خاص اہتمام کیا ہے، جس کی مثالیں پاک وہند کے تذکروں میں ملنا محال ہیں۔

بارہویں صدی ہجری (اٹھارہویں صدی عیسوی) تک تذکرہ نویسی کے فن نے پاکستان وہند میں ترقی کے مدارج نہایت سست رفتاری سے طے کئے ان کے پیش نظر اگر مقامات معصومی کا تجزیہ کیا جائے تو اس کی حیثیت نمایاں نظر آنے لگتی ہے۔

مولف نے پہلے تو روایت نقل کرتے ہوئے راوی کی حیثیت بتائی ہے یعنی یہ واضح کیا ہے کہ اس خانوادے کے ساتھ اس راوی کا کیا تعلق ہے، پھر اسے نقل کیا ہے، اگر مولف کو ایک ہی روایت قدرے مختلف طور پر ملی ہے اور وہ ان میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دے سکے تو بغیر نقد و تبصرہ کے دونوں روایتیں بیان کردی ہیں۔

اگر ہم صاحب سوانح کے معاصر حضرت شیخ آدم بنوڑی کی فارسی سوانح نتائج الحرمین

---

(۱) الیضاً ۵۱۰ (۲) الیضاً ۱۶۳، ۲۱۲، ۲۲۳، ۴۶۲، ۵۱۰

(۳) رک بہ مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

جوعرب کے علمی اور محدثانہ ماحول میں لکھی گئی تھی (۳) مقامات معصومی سے فنی اعتبار سے تقابل کریں تو ہمیں کتاب حاضر کسی صورت میں بھی اس سے کم درجے کی تالیف نظر نہیں آتی۔

اتباع مؤلفین متقدمین

مولف نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے احوال پر لکھی جانے والی دو معاصر کتابوں یعنی زبدۃ المقامات اور حضرات القدس (۱) کا اتباع کیا ہے یہاں تک کہ ابواب وفصول میں مندرجات کی تعداد بھی ان مولفین کے مطابق دی ہے، ایک مقام پر مولف نے خودکو ان کتابوں کے مولفین کا ''الوش خور'' بتایا ہے:

جناب حقائق آگاہی مکرمی خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ در مقامات حضرت مجدد الف ثانی کہ از تالیف آں خواجۂ عالی شان است مسمی بہ زبدۃ المقامات بہ تفصیل نوشتہ اند و نیز ملا بدر الدین سرہندی کہ مقامات حضرت مجدد الف ثانی نوشتہ بہ حضرات القدس نامیدہ اند...... ما الوش خوران خود را از تکرار کلام مستغنی گردانیدہ اند...... (۲)

حضرت خواجہ کی کرامات کے باب میں کرامات کی تعداد کے سلسلے میں بھی صاحب زبدۃ المقامات کے اتباع کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

......آنکہ عمر مبارک حضرت ایشاں ہفتاد و دو است وسی و شش نصف آں می شود پس حساب نصف عمر ازیں جا بہ شناس و دریں جا تشابہ بہ خواجۂ عالی شان معدن الفضل والعرفان محمد ہاشم کشمی قدس سرہ جستہ ام کہ آنجناب در زبدۃ المقامات کرامات حضرت مجدد الف ثانی را رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایں رعایت ملحوظ فرمودہ و بہ موافق نصف سنین عمر مقدس کہ تمام عمر ثلث وستین بودہ سی ویک آوردہ اند...... (۳)

---

(۱) رک بہ مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

(۲) کتاب حاضر ۲۱ (۳) ایضاً ۲۲۴

مولف چونکہ خانوادۂ مجددیہ کے اہم ترین افراد اور مولفین میں سے تھے اس لئے ان کے پاس مستند ذرائع سے ایسی روایات بھی تھیں جن سے حضرت مجدد الف ثانی کی دونوں معاصر سوانح عمریاں زبدۃ المقامات اور حضرات القدس خالی تھیں مولف نے ایسی روایات کا اندراج کرتے ہوئے ان پر تعجب کا اظہار بھی کیا ہے کہ ان مولفین کو اتنی اہم روایات کے اندراج میں کیوں کر سہو ہوا ہے (۱)۔

اسی طرح مولف نے ملا بدرالدین سرہندی کے بیان پر تامل کرتے ہوئے لکھا ہے:

ملا بدرالدین سرہندی در مقدمات حضرات القدس در بیان احوال حضرت ایشاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ برنگاشتہ اند کہ کارخانۂ حال برقال غالب گشت، فقیر دوراز کاررا محل تامل است چہ قال آنحضرت ہمگی مبین حال است و حال ایشاں مقوی قال حال از قال جدا نیست و قال از حال علیحدہ نہ، حال کہ بریں قال آوردہ است کہ ایں ہمہ حال را بیان کردہ صدق قال موجب صدق حال است و کیفیت حال مستلزم بر کیفیت قال (۲)

بہر حال مولف نے تذکرہ نویسی کے فن میں متقدمین کی تقلید کا اعتراف جا بجا کیا ہے، انہوں نے جب مخدومزادہ شاہ فی الحال کی کتاب مواہب القیوم دیکھی تو انہیں اس میں حضرت خواجہ کے فرزندان گرامی کا تذکرہ نظر نہ آیا تو انہوں نے مولف کی اس روش کو حضرت مجدد الف ثانی کے مقامات مرتب کرنے والے مولفین کی ''سنت'' کے خلاف قرار دیا (۳)۔

مولف نے اس کتاب کے رجال کے اسماء اور نسبتوں کے اندراج میں بھی مولفین ماضی کا اتباع کیا ہے، مولف کو معلوم تھا کہ حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ انور نورسرائی کا مولد و مسکن ''نورسرا'' نہیں ہے بلکہ وہاں سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے لیکن انہوں نے جامعین مکتوبات معصومیہ کی اتباع میں ان کی علاقائی نسبت نورسرائی اختیار کی (۴) اسی طرح انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ شیخ حسین منصور جالندھری کا مولد و مسکن جالندھر نہیں بلکہ اس کے

---

(۱) کتاب حاضر (۲) ایضاً ۵۸ (۳) ایضاً ۲۶۲ (۴) ایضاً ۷۷

قصبات میں سے ایک قصبہ ہے لیکن انہوں نے اس علاقائی نسبت کے سلسلے میں بھی مرتبین مکتوبات معصومیہ کے اتباع میں انہیں جالندھری ہی لکھا ہے بلکہ مولف نے اپنا موقف بتایا ہے کہ تابعین کے لئے ان کی اقتداء لازم ہے۔

باسم آں قصبہ جامعان مکتوبات شریفہ تحریر فرمودہ باشند تابعان را اقتداء آں صاحبان التزام ضرور است (۱)

مولف کے تسامحات

جیسا کہ ہم نے مولف کے اس بیان کو کئی مرتبہ نقل کیا ہے کہ وہ یہ کتاب سفر کے دوران تالیف کر رہے ہیں اس لئے ان کے پاس مآخذ و مراجع تک رسائی مشکل ہے، ان حالات میں مولف نے قارئین سے التماس کی ہے کہ اگر انہیں کہیں تفاوت نظر آئے خصوصاً اقتباسات میں تو وہ انہیں درست کرلیں:

اگر در حرفی تفاوت بہ نظر متتبعی در آید باید کہ اصلاح قلم جنبانی فرمایند...... (۲)

مولف کے اسی حق و صداقت پر مبنی قول کے مطابق کتاب حاضر کے تعلیقات میں جہاں کہیں روایات کے تقابل کے دوران ہمیں "تفاوت" کا علم ہوا ہم نے اس کی نشاندہی کردی ہے (۳)۔

مولف نے احادیث حافظہ کی بناء پر نقل کی ہیں جہاں کہیں اختلاف نظر آیا ہم نے تعلیقات میں ان کی متون حدیث سے تقابل کے بعد تصحیح کردی ہے، اسی طرح اشعار کا معاملہ ہے بہت سے شعروں کی تخریج نہیں ہوسکی تاہم جن اشعار کا حتمی طور پر علم ہوگیا ہم نے ان کی تخریج و تصحیح کی ہے (۴)۔

یہی معاملہ مختلف بزرگوں کے مادہ ہای تاریخ وصال کا ہے، اس سلسلے میں مولف سے

---

(۱) ایضاً ۴۷۸ (۲) ایضاً ۵۱۰

(۳) ایضاً ۲۰۷،۲۰ / ۳۱۵،۸ / ۳۵۲،۲۲ / ۲۶،۱۱ / ۲۷،۱۲ / ۲۸،۱۳ / ۵۴،۴۸،۲۰ / ۳ (وغیرہ)

(۴) ایضاً ۱۷۸ / ۱۵، ۴۱۳ / ۲۲، ۲۳، ۲۴۷ / ۱۳، ۲۹ / ۱۵

جہاں کہیں سہو ہوئے تھے ہم نے تعلیقات میں ان کی نشاندہی کرنے کی سعی کی ہے۔

مقامات معصومی کے مآخذ

جہاں مولف نے بہت سی ثقہ روایات کے ذریعہ مقامات معصومی کو مستند بنایا ہے(۱) وہاں انہوں نے بعض اہم کتابوں کے اقتباسات اور حوالے بھی دیے ہیں ان کتب کا مختصر تعارف حروف تہجی کے اعتبار سے کروایا جارہا ہے۔

۱- اشعار حضرت وحدت سرہندی

شیخ عبدالاحد وحدت بن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کے اشعار مولف نے کئی مقامات پر نقل کیے ہیں خصوصاً مشائخ کے مناقب وسنین وفات کے سلسلے میں، تالیف کے دوران مولف کے پیش نظر حضرت وحدت کا کوئی شعری مجموعہ نہیں تھا انہیں جو اشعار یاد تھے قلم برداشتہ لکھ دیے ہیں (۲) اس لئے اشعار کی ترتیب اور لفظی تفاوت بھی واقع ہوئے ہیں، ہم نے حضرت وحدت کے ایک شعری مجموعہ چہار چمن وحدت سے مراجعت کے بعد ان اختلافات کی تعلیقات میں نشاندہی کی ہے۔

۲- بیاض وحدت

یہ حضرت وحدت سرہندی کی بیاض ہے، جس میں انہوں نے اپنے احوال وبشارات کا اندراج کیا ہے (۳) حضرت وحدت نے خود بھی اپنے ایک مکتوب میں اس بیاض کا ذکر کیا ہے اسی طرح ان کے ایک ذی علم خلیفہ شیخ محمد مراد ننگ کشمیری نے بھی اس بیاض سے نقل و اقتباس کی سعادت حاصل کی ہے (۴)۔

۳- بیاض شیخ محمد فضل اللہ

یہ مولف کے والد بزرگوار شیخ محمد فضل اللہ کی بیاض ہے جس میں نہ صرف انہوں نے اپنے مکاشفات اور اپنے بارے میں بزرگوں کی بشارات تحریر کی ہیں بلکہ جہاں کہیں انہیں

---

(۱) رک مقدمہ ہذا ''راویان مقامات معصومی''

(۲) کتاب حاضر ۲۱، ۶۲، ۷، ۲۴، ۵۱۵ (۳) ایضاً ۴۱۱ تعلیقات

(۴) بیاض وحدت کی تفصیل کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۴۱۱ / ۱۹ - ۲۳

سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں سے ملاقات کا موقع ملتا وہیں ان سے ان کے معارف و مکاشفات خود ان حضرات کے قلم سے لکھوا لیتے تھے اس اعتبار سے یہ بیاض سلسلۂ مجددیہ کے اہم ترین مآخذ میں شمار ہونے کے قابل ہے، مولف نے حضرت خواجہ کے خلیفہ مفتی محمد باقر لاہوری کے مکاشفات اسی بیاض سے نقل کئے ہیں (۱)۔ مولف نے اپنے والد کے احوال کے ضمن میں اس بیاض کے طویل اقتباسات بھی دیے ہیں (۲) بیاض وحدت کی طرح اس کے بھی کسی نسخے کا ہمیں علم نہیں ہے۔

۴- حسنات الحرمین

یہ حضرت خواجہ کے ان ملفوظات و مکاشفات کا مجموعہ ہے جو آپ کے صاحبزادہ مروج الشریعت محمد عبیداللہ نے آپ کے سفر حرمین الشریفین کے دوران مرتب کیا تھا (۳) مولف نے اس کتاب کے طویل اقتباسات کتاب حاضر میں دیے ہیں (۴)۔

۵- حضرات القدس

یہ ملا بدر الدین سرہندی کی تالیف اور حضرت مجدد الف ثانی کی معاصر سوانح ہے مولف نے اس سے نہ صرف بکثرت استفادہ کیا ہے بلکہ اس کتاب کی تالیف کیلئے اسے نمونے کے طور پر پیش نظر رکھا ہے (۵)۔

۶- خزینۃ المعارف

یہ حضرت مروج الشریعت کے مکتوبات کا مجموعہ ہے (۶) مولف نے حضرت مروج الشریعت کے احوال کے سلسلے میں اس میں سے چند معارف نقل کئے ہیں (۷)۔

۷- رباعیات شیخ ابوسعید ابوالخیر

---

(۱) کتاب حاضر ۴۵۳-۴۵۵ (۲) ایضاً ۳۰۷-۳۷۸

(۳) رک بہ مقدمہ ہذا ''تالیفات حضرت خواجہ''

(۴) کتاب حاضر ۱۱۶-۱۲۷، ۳۱۴ (حسنات الحرمین کا فارسی متن ہماری تحقیق کے ساتھ طبع ہو چکا ہے)

(۵) رک مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ'' و ''اتباع مولفین متقدمین''

(۶) تفصیل کے لئے دیکھئے ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ'' (مقدمہ ہذا)

(۷) کتاب حاضر ۳۱۴، ۳۱۶

رباعیات کا یہ مجموعہ متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے مولف نے بعض رباعیات اس میں سے نقل کی ہیں (۱)۔

۸- رسالہ ردمخالفین حضرت مجدد الف ثانی

یہ رسالہ مولف کے عم محترم شیخ عبداللطیف (۲) کی تالیف ہے (۳)۔ مولف نے وضاحت کی ہے کہ اگرچہ یہ رسالہ میری نظر سے نہیں گزرا تاہم بزرگوں سے اس کے اوصاف تواتر سے سنے ہیں (۴)۔

۹- رسالہ ردمنکران حضرت مجدد الف ثانی

اس رسالے کا نام حل المغلقات فی الرد علی اہل الضلالات ہے، خواجہ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کی تالیف (۵) مقامات معصومی کے مولف نے اس رسالے کے بارے میں بزرگان عصر کی آراء جمع کردی ہیں (۶)۔

۱۰- زبدۃ المقامات

یہ حضرت مجدد الف ثانی کی معاصر سوانح اور خواجہ محمد ہاشم کشمی کی تالیف ہے، مولف مقامات معصومی نے نہ صرف اس سے استفادہ کیا ہے بلکہ کتاب حاضر کی تالیف میں اس کی تقلید کی ہے (۷)۔

۱۱- شجرۂ نقشبندیہ

یہ منظوم شجرہ ملا حسن علی پشاوری (۸) کی تصنیف ہے اور ہمارے مولف کے پیش نظر تھا مولف نے اس کا مقطع بھی نقل کیا ہے (۹) اس کے کسی نسخے کا ہمیں علم نہیں ہے۔

---

(۱) ایضاً ۲۸۱ (۲) شیخ عبداللطیف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۱-۴-۴۰۴

(۳) رسالہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب ہذا ۴۰۱ / ۱۲-۱۳ (۴) کتاب حاضر ۴۰۴

(۵) رک بہ تعلیقات کتاب حاضر ۳۲۸ / ۱۲-۲۱ (۶) کتاب ہذا ۳۲۸

(۷) رک مقدمہ ہذا "حیات حضرت خواجہ کے مآخذ" و "اتباع مولفین متقدمین"

(۸) ملا حسن علی پشاوری کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۴۵۸

(۹) کتاب حاضر ۴۵۸ / ۱۱-۱۲

۱۲- شجرۂ نقشبندیہ وقادریہ

یہ منظوم شجرہ شیخ حسام الدین (۱) بن شیخ بایزید بن شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی تالیف ہے، مولف نے اس شجرے کا تذکرہ کیا ہے (۲) اس شجرے کے کسی نسخے کا علم نہیں ہو سکا۔

۱۳- فکر پارسا

تصوف وعرفان کے موضوع پر یہ رسالہ شیخ محمد پارسا بن حضرت مروج الشریعت کی تصنیف ہے (۳) مولف نے اس رسالے کی بہت تعریف کی ہے (۴) معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مولف کے پیش نظر تھا۔

۱۴- مرافض الروافض

یہ شیخ حسام الدین (۵) بن شیخ بایزید بن شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی تالیف ہے، یہ دراصل رسالہ رد روافض مولفہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی شرح ہے مولف مقامات معصومی کسی سفر کے دوران سہارنپور سے گزرتے ہوئے اس کتاب کے مولف سے ملے تھے، انہوں نے اس کتاب کی بہت تعریف کی ہے اور شیخ محمد اشرف بن حضرت خواجہ کی زبانی کلمات تحسین بھی نقل کئے ہیں (۶)۔

۱۵- مقامات حضرات خمسہ

یہ شیخ محمد ہادی بن حضرت مروج الشریعت کی تصنیف ہے، مولف نے اس سے استفادے کا کئی بار ذکر کیا ہے (۷)، یہ دراصل سلسلہ مجددیہ کے مشائخ کا نہایت مفصل تذکرہ ہے، اس کا نام کواکب دریہ ہے (۸)۔

۱۶- مقامات حضرت ایشاں

حضرت خواجہ کے حالات پر میاں شاہ فی الحال بن خواجہ محمد اشرف نے مولف مقامات

---

(۱) کتاب حاضر ۴۶۶ (۲) ایضاً

(۳) فکر پارسا کی تفصیل کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب ہذا ۳۲۳ / ۲۳

(۴) کتاب حاضر ۳۲۴ (۵) حالات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر ۴۶۵

(۶) کتاب حاضر ۴۶۶ (۷) ایضاً ۸۶، ۱۸۰، ۳۲۲ وغیرہ

(۸) رک مقدمۂ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

معصومی سے پہلے یہ کتاب تالیف کی تھی مولف نے اس سے استفادہ کیا ہے(۱) یہ کتاب دراصل مواہب القیوم ہی ہے(۲)۔

۱۷- مکتوبات معصومیہ

یہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے، مولف نے اس سے بکثرت اقتباسات دیے ہیں اور حیات حضرت خواجہ کے سلسلے میں اسے بنیادی ماخذ کی حیثیت دی ہے(۳)۔

۱۸- مکتوبات سعیدیہ

یہ حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہما کے مکتوبات کا مجموعہ ہے(۴)، مولف نے اس کا ذکر کیا ہے لیکن حضرت خواجہ محمد سعید کے وہ مکاتیب جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے نام ہیں اس مجموعہ میں شامل ہیں کہیں نقل نہیں کیے جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ سفر میں تالیف کے دوران یہ مجموعہ ہمارے مولف کے پیش نظر نہیں ہوگا بلکہ انہوں نے ایک مکتوب کے سلسلے میں جس طرح قیاس آرائی کی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ مولف کے سامنے نہیں تھا(۵)۔

۱۹- مکتوبات سیفیہ

یہ حضرت خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات کا مجموعہ ہے، مولف نے کئی مقامات پر اس مجموعہ سے استفادے کا ذکر کیا ہے(۶)۔

مقامات معصومی بحیثیت مآخذ

مقامات معصومی سے مولف کے معاصر اور متاخر تذکرہ نویسوں نے استفادہ کیا ہے اور ان مولفین نے اس کتاب کی روایات پر کامل اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

---

(۱) ایضاً ۳۳۲، مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

(۲) ایضاً ۲۶۲ (۳) رک مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

(۴) ایضاً (۵) کتاب حاضر ۳۶۷

(۶) ایضاً ۲۰۶، ۳۳۷ مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

ان تذکروں میں روضۃ القیومیہ، اوج مورد اسرار نقشبند، عمدۃ المقامات، تحفۃ المرشد، ہدیۂ احمدیہ، انساب الانجاب اور مقامات خیر کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

سب سے قدیم تذکرہ جس کے مولف نے مقامات معصومی سے استفادہ کیا ہے وہ کمال الدین محمد احسان مولف روضۃ القیومیہ ہیں، اس تذکرے کی تالیف کا آغاز مقامات معصومی کی تکمیل (۱۱۳۴ھ) کے صرف بیس برس بعد ۱۱۵۴ھ/ ۱۷۴۱ء کو ہوا (۱) روضۃ القیومیہ کی دوسری جلد حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے حالات کے لئے مخصوص ہے، جس میں مولف کا سب سے بڑا سرچشمہ مقامات معصومی ہی ہے، مولف نے اپنے مآخذ کی فہرست میں بھی اس کتاب کا اندراج کیا ہے (۲) اور کئی مقامات پر بغیر حوالے کے ہی اس کتاب سے روایات نقل کر لی ہیں، البتہ مولف روضۃ القیومیہ پر مبالغے کا غلبہ ہے، انہوں نے بہت سی ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جو مقامات معصومی میں نہیں ہیں ہم نے کتاب حاضر کے تعلیقات میں بعض ایسی روایات کی نشاندہی کر دی ہے۔

اس سلسلے کی دوسری اہم کتاب اوج مورد اسرار نقشبند (۳) (۱۲۲۸ھ/ ۱۸۱۳ء) ہے اس کے مولف شیخ نظام الدین شکار پوری مجددی نے حضرت مجدد الف ثانی کے نسب کے سلسلے میں معدن الجواہر کے اقتباسات بھی دیے ہیں (۴)۔

اس سلسلے کی تیسری کتاب عمدۃ المقامات (۵) (بسال ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) ہے جس کے مولف شیخ محمد فضل اللہ قندھاری مجددی نے نہ صرف مقامات معصومی سے کما حقہ استفادہ کیا ہے بلکہ مولف کی دوسری اہم کتاب معدن الجواہر کے بھی بکثرت اقتباسات دیے ہیں،

---

(۱) رک مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

(۲) روضہ ۱/ ۷ (یہاں مولف کو التباس ہوا ہے انہوں نے اسی صفحہ پر مقامات معصومی اور تاریخ صفر احمد کے نام تحریر کئے ہیں حالانکہ یہ ان کے نزدیک ایک ہی کتاب ہے۔ (ایضاً/ ۳۱۸)

(۳) رک مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

(۴) اوج مورد اسرار نقشبند، ورق ۱۱۰- ۱۲ اب

(۵) رک مقدمہ ہذا ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

کئی مقامات پر تو مقامات معصومی کے حوالے کے بغیر ہی اس کی عبارات نقل کر دی ہیں۔

اسی طرح مولانا احمد ابوالخیر مکی نے ہدیۂ احمدیہ (۱) (۱۳۱۲ھ)، شیخ محمد حسین نے روضۃ الاولیاء (۲) (۱۲۳۳ھ) اور تحفۃ المرشد کے حواشی (۳) میں مقامات معصومی سے استفادہ کیا ہے۔

ہمارے معاصر بزرگ مولانا ابوالحسن زید فاروقی مرحوم نے مقامات خیر اور اپنی دیگر تالیفات میں مقامات معصومی کو اس سلسلے کا معتبر ترین ماخذ قرار دیا ہے ان کے پیش نظر متن حاضر کا وہ نسخہ ہے جسے ہم نے اس کار تحقیق میں بنیاد بنایا ہے (۴)۔

راویان مقامات معصومی

مولف نے اس کتاب میں نہ صرف روایات کو خوب تحقیق کے بعد نقل کیا ہے بلکہ جا بجا راویوں کی حیثیت بھی واضح کر دی ہے، مولف نے وضاحت کی ہے کہ اس سلسلے کے جتنے اسرار ان تک پہنچے ہیں یہ ان حضرات کی امانت ہیں ان میں سے کسی کا اظہار بھی ان کی اجازت بغیر نہیں کیا گیا کیوں کہ بلا اجازت ایسا کرنا ان کے نزدیک خیانت ہے (۵) مولف کا یہ بھی موقف ہے کہ اگر کسی شخصیت کے بارے میں روایت متحقق نہ ہو تو ایسے مقام پر اظہار سے زیادہ سکوت مناسب ہے (۶) راویوں کی اس فہرست میں خانوادۂ مجددیہ کے ثقہ و ذی علم بزرگ بھی شامل ہیں اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء اور بعض معتقد امراء دولت بھی اس سعادت میں شریک ہیں ان حضرات کے مختصر حالات ملاحظہ کریں:

۱۔ شیخ ابوالاعلیٰ

شیخ ابوالاعلیٰ (۷) (۱۰۶۴-۱۱۰۸ھ) بن حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی حضرت خواجہ کے

---

(۱) ہدیۂ احمدیہ ۳،۳۶ (۲) روضۃ الاولیاء ۱۶۴

(۳) تحفۃ المرشد تالیف نظام الدین بلخی حاشیہ ۴ وغیرہ (۴) مقامات خیر ۲۳، ۱۵۷

(۵) کتاب حاضر ۳۶۰ (۶) ایضاً ۳۶۱

(۷) شیخ ابوالاعلیٰ کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر ۳۰۵-۳۰۷، وسیلۃ القبول ۱ / ۸ / ۱۴، ۵۴ / ۶۳، ۲ / ۱ / ۳، ۹ / ۲۷، ۱۰ / ۲۸، ۱۱ / ۲۸، ۱۵ / ۳۳، ۳۵ / ۷۰، ۴۴ / ۸۵، ۵۱ / ۹۲، ۵۷ / ۱۰۰، تحفۃ الفقراء ۳۰، حسنات المقربین ۱۱۳، روضۃ القیومیہ ۳ / ۱۴۵-۱۴۸

پوتے تھے گویا ان کی ولادت حضرت خواجہ کے حین حیات ہوئی اس اعتبار سے ان کی روایات نہایت مستند ہیں لیکن انطباق کے تقاضے سے مولف نے ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ روایت شیخ ابوالاعلیٰ کے علاوہ دیگر اعزہ سے بھی اسی طرح سنی ہے(۱) ان کے والد گرامی کا قول ہے کہ شیخ ابوالاعلیٰ ولیٔ مادرزاد تھے(۲)۔

۲- شیخ ابوحنیف

شیخ ابوحنیف (۳)(ف ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء) بن حضرت وحدت سرہندی، مولف کے عزیز دوستوں میں سے تھے انہوں نے کئی اہم روایات ان کی زبانی درج کی ہیں (۴)۔

۳- شیخ ابوالقاسم

شیخ ابوالقاسم (ف ۱۰۸۲ھ/ ۱۶۷۲ء) بن شیخ محمد صبغت اللہ، حضرت خواجہ کے پوتے تھے آپ انہیں اپنے فرزندوں کی طرح سمجھتے تھے، حضرت خواجہ کے پانچ مکاتیب ان کے نام ہیں (۵) اس اعتبار سے ان کی روایات نہایت درجہ ثقہ بیانات ہیں جنہیں ہمارے مولف نے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے(۶)۔

۴- ابونصر سلطانپوری

ان کے حالات ہمیں نہیں مل سکے مولف نے ان کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے:

فضیلت پناہی شیخ ابونصر سلطانپوری کہ تاجر صالح است واز مخلصان ایں حضرات عالی درجات......(۷)

شیخ ابونصر سلطانپوری حضرت شیخ صبغت اللہ کے خلیفہ تھے(۸)۔

---

(۱) کتاب حاضر ۳۴۳-۳۴۴ (۲) وسیلۃ القبول ۲/ ۵۷/ ۱۰۰

(۳) شیخ ابوحنیف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقات کتاب حاضر ۴۱۵-۲۴

(۴) کتاب حاضر ۴۱۳، ۴۱۵

(۵) شیخ ابوالقاسم کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقات کتاب ہذا ۲۸۳/ ۱۸-۲۱، ۲۸۵/ ۳، ۶

(۶) ایضاً ۲۴۲ (۷) ایضاً ۲۷۵ (۸) تعلیقات کتاب حاضر ۲۸۹/ ۲۱

۵- ارشد خان

ارشد خان (۱۱۱۲ھ/۱۷۰۱ء) مدتوں کابل پر تعینات رہا(۱) مولف نے اس سے اہم روایات کی سماعت کا تذکرہ کیا ہے(۲)۔ جس سے خانوادۂ مجددیہ کے ساتھ اس کے خصوصی مراسم کا اندازہ ہوتا ہے۔

۶- ام المریدین

ام المریدین سے مراد حضرت خواجہ کی زوجۂ محترمہ ہیں جو مولف کتاب حاضر کی نانی تھیں مولف نے کئی بار بالواسطہ اور بلاواسطہ ان سے روایت کی ہے(۳)۔

۷- امۃ اللہ

مولف نے انہیں ''مریم مکانی'' حضرت خالہ کبیرہ(۴) اور ''جناب خالۂ کبریٰ(۵)'' لکھا ہے جس سے مراد حضرت خواجہ کی بڑی صاحبزادی امۃ اللہ ہیں۔ انہیں حقائق ثلاثہ کی خوشخبری دی گئی تھی(۶)۔

۸- امیر خان عمدۃ الملک

امیر خان عمدۃ الملک (ف ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۷ء) ناظم کابل (۷) کے محل میں مولف کی اس سے ملاقات ہوئی، اس صحبت کا مولف نے نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اس کے پریشان کن حالات کا بھی تذکرہ کیا ہے(۸)۔

۹- شیخ اہل اللہ

شیخ اہل اللہ (ف ۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۰) بن حضرت شیخ صبغت اللہ، حضرت خواجہ کے

---

(۱) ارشد خان کے حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۳۰۲/ ۲۰

(۲) کتاب حاضر ۲۴۲/ ۲۶، ۳۰۲/ ۲۰، ۵۱۰/ ۱۶

(۳) ایضاً ۵۰۴ (حالات کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا ''احوال اجداد مولف'')

(۴+۵) ایضاً ۱۴۴/ ۱۸، ۲۳۷/ ۱۱ (۶) روضۃ القیومیہ ۲/ ۲۳۳

(۷) امیر خان کے حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۳۲۹/ ۱۶-۲۲

(۸) کتاب حاضر ۳۲۹

پوتے تھے، شمس خان افغان کے ساتھ سکھوں کے خلاف جہاد کیا(۱) شیخ اہل اللہ نے مقامات معصومی کا مسودہ دیکھ کر اس کی بڑی تعریف کی اس وقت مولف اس کا وسطی حصہ لکھ رہے تھے:

روزی پیش فقیر قبل از وصال خود...... تعریف کتاب مفتاح اہل السعادات بسیار بہ عبارت شائستہ فرمودند و بایں تقریب در مناقب حضرت ایشاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبان را کشودند...... (۲)

۱۰- بدیع الزمان خان

اس لقب کے کئی امراء ہوئے ہیں۔ عہد اورنگزیب کے ایک امیر بدیع الزمان مخاطب بہ رشید خان کا تذکرہ تاریخ محمدی میں ہے:

در دیوانی خالصہ و دیوانی شاہ عالم در اکبر آباد فوت شد (۳) (۱۱۰۷ھ/ ۱۶۹۵ء) مولف نے بدیع الزمان سے روایت کرتے ہوئے ان القاب سے یاد کیا ہے:

خان فصیح اللسان کثیر البیان راسخ الاعتقاد بدیع الزمان خان...... (۴)

۱۱- شیخ پیر محمد

مولف نے خواجہ محمد زبیر بن شیخ ابوالعلیٰ بن حضرت حجۃ اللہ کے کمالات کے سلسلے میں ایک روایت شیخ پیر محمد سے نقل کی ہے غالب گمان ہے کہ یہاں حضرت خواجہ کے معروف خلیفہ شیخ پیر محمد دہلوی (۵) مراد ہیں، خواجہ محمد زبیر کے دادا حضرت حجۃ اللہ کا ایک مکتوب شیخ پیر محمد کے نام ہے(۶)۔

---

(۱) کتاب حاضر ۲۸۸-۲۸۹ (۲) ایضاً ۲۸۹

(۳) تاریخ محمدی، نیز مختلف مراجع کے لئے دیکھئے:

Mughal Nobility under Aurangzeb. p. 257.

(۴) کتاب حاضر ۲۱۸

(۵) شیخ پیر محمد دہلوی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۴۸۴ و تعلیقات متعلقہ

(۶) ایضاً ۴۸۴/۱۹

۱۲- صوفی جان محمد

ان کا تعلق کابل سے تھا اور حضرت خواجہ سیف الدین کے مخصوص اصحاب میں سے تھے(۱)۔

۱۳- حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی

حضرت حجۃ اللہ حضرت خواجہ کے فرزند نامدار تھے(۲) مولف نے ان کی زبانی بلاواسطہ بہت سی روایات کتاب میں نقل کی ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ کتاب حاضر میں زیادہ تر میرے والد گرامی اور حضرت حجۃ اللہ کی روایات ہی شامل ہیں:

بعضی مزایای ایں صاحبین (والد مولف وحضرت حجۃ اللہ) زیادہ تر درقید قلم در آید......(۳)

۱۴- شیخ حسام الدین احمد

مولف کے برادر بزرگ تھے(۴) جن سے مولف نے بعض روایات بیان کی ہیں، ایک روایت حضرت وحدت سرہندی سے متعلق بھی ہے(۵)۔

۱۵- شیخ حسام الدین سہارنپوری

شیخ حسام الدین(۶) بن شیخ بایزید بن شیخ بدیع الدین سہارنپوری مراد ہیں۔ مولف نے حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ بایزید کے حالات ان کی زبانی لکھے ہیں(۷)۔ شیخ حسام الدین کی دو تالیفات مرافض الروافض اور شجرۂ نقشبندیہ وقادریہ کا مولف نے ذکر کیا ہے(۸)۔

---

(۱) کتاب حاضر ۳۴۸/۲

(۲) حضرت حجۃ اللہ کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب ہذا ۲۹۱-۳۱۰

(۳) کتاب حاضر ۲۶۳ (حضرت حجۃ اللہ کی روایات مولف نے حسب ذیل صفحات پر دی ہیں ۱۸۷، ۲۹۳، ۲۹۶، ۳۰۱، ۳۱۱، ۴۳۰، ۴۳۳۔

(۴) حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۳۹۱-۳۹۲ و مقدمہ ہذا ''خانوادۂ مولف''

(۵) کتاب حاضر ۴۰۸ (۶) حالات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر ۴۶۵-۴۶۶

(۷) کتاب حاضر ۴۶۶ (۸) رک مقدمہ ہذا ''مقامات معصومی کے مآخذ''

۱۶- شاہ حسین عشاق اورنگ آبادی

حضرت خواجہ محمد معصوم کے بلاواسطہ خلیفہ تھے، مولف نے ان سے روایت اور ملاقات کا تذکرہ کیا ہے(۱)۔

۱۷- حضرات ثلاثہ

حضرات ثلاثہ سے مراد کتاب حاضر کے تین راوی یعنی مولف کے والد، والدہ اور حضرت شیخ محمد صبغت اللہ ہیں:

غالب حصول روایت از یں حضرات ثلاثہ ایں است کہ...... (۲)۔

۱۸- خال کبیر

یہاں خال کبیر سے مولف کے ماموں بزرگ حضرت شیخ صبغت اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما مراد ہیں (۳)۔

۱۹- خالۂ مولف

''یکی از خالات معظمات ایں اعجز الخلوقات روایت نمودہ...... (۴)''

اس جملے میں ''خالہ'' سے مولف کی والدہَ کی بہن یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی مراد ہیں۔

۲۰- خدا پرست خان

خدا پرست خان نے مولف سے خود بیان کیا وہ حضرت خواجہ کی خدمت میں چودہ سال تک رہے(۵) گویا وہ اس سلسلے کی روایات کے اہم ترین افراد میں سے تھے مولف نے ان سے کئی اہم روایات بیان کی ہیں(۶)۔

---

(۱) کتاب حاضر ۴۸۵ (۲) ایضاً۱۹/۱۹

(۳) ایضاً۳۱۵/۷ (شیخ محمد صبغت اللہ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۲۶۴-۲۹۰)

(۴) ایضاً۱۸۷

(۵) خدا پرست خان کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقات کتاب حاضر ۵۰۵ / ۴-۱۰

(۶) کتاب حاضر ۱۱۴، ۱۸۷، ،۲۰۱، ۲۰۵، ۲۱۳، ۲۱۵، ۲۲۶، ۳۲۶وغیرہ

۲۱- راسخ، میر محمد زمان

حضرت خواجہ کے خلیفہ اور معروف شاعر تھے (۱) مولف کے ساتھ نشست و برخاست بھی تھی (۲)۔

۲۲- شیخ روح اللہ

شیخ روح اللہ بن شیخ محمد اشرف بن حضرت خواجہ، مولف کے بہنوئی تھے (۳) مولف نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اس سلسلے کے اعیان کی اس قدر روایات ان سے سنی ہیں کہ اگر انہیں جمع کروں تو پوری کتاب بن جائے:

وغلبۂ کشف اسرار و احوال کہ از آنجناب شنودہ اگر بہ بیان آں پرواز دکتابی علیحدہ برای آں تصنیف نماید...... (۴)

۲۳- شاہ سکندر

شاہ سکندر جن سے مولف نے روایت کی ہے کہ حالات معلوم نہیں ہو سکے البتہ وہ حضرت خواجہ سیف الدین کے مخصوص اصحاب میں سے کابل میں مقیم تھے (۵)۔

۲۴- شرزہ خان

شرزہ خان قلعہ دار کابل خانوادۂ مجددیہ کا معتقد تھا (۶)۔ مولف نے اس سے روایت کی ہے اور اپنے قیام کابل کے دوران مولف اس سے ملے تھے (۷)۔

۲۵- شریف محمود

شریف محمود حضرت مجدد الف ثانی کے بھائی کی اولاد اور بی بی صالحہ بنت حضرت خواجہ محمد سعید کے شوہر تھے (۸) مولف نے اپنے والد گرامی کے سفر حج سے متعلق ایک روایت

(۱) راسخ کے حالات کے لئے دیکھئے تعلقات کتاب حاضر ۵۰۰ / ۷-۸، ۱۳-۱۴، ۲۳-۲۴

(۲) کتاب حاضر ۵۰۰

(۳) شیخ روح اللہ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقات کتاب حاضر ۳۳۲ / ۱۲، ۱۷-۱۸

(۴) کتاب حاضر ۳۳۲، ۳۸۵ (۵) ایضاً ۳۴۸

(۶) شرزہ خان کے حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۵۱۰ / ۱۵ (۷) کتاب حاضر ۱۶۱

(۸) شریف محمود کے مختصر حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۴۱۰ / ۸

ان سے بیان کی ہے(۱)۔

۲۶-حافظ عبدالعزیز پشاوری

ان کے حالات نہیں مل سکے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف کے والد اور شیخ محمد صدیق پشاوری کے مریدین میں سے تھے انہوں نے مولف کے والد کے وصال پر مادۂ تاریخ وصال بھی تجویز کیا تھا(۲)۔مولف نے شیخ محمد صدیق پشاوری کے سلسلہ میں ایک روایت ان سے لی ہے(۳)۔

۲۷-شیخ عبداللطیف

حضرت مجدد الف ثانی کے نواسے اور مولف کے چچا تھے(۴)۔مولف نے ان سے کئی اہم روایات نقل کی ہیں(۵)۔

۲۸-شیخ عزالدین احمد

مولف کے بڑے بھائی تھے۔ان کی ولادت حضرت خواجہ کے حین حیات ہوئی(۶) مولف نے ان سے بھی چند روایات کا اتصال کیا ہے(۷)۔

۲۹-گنج علی خان

شاہ جہان و اورنگزیب کے عہد میں ممتاز عہدوں پر فائز رہا(۸) حضرات نقشبندیہ کے ساتھ عقیدت تھی،مولف کابل میں تھے کہ اسی عقیدت کی بناء پر وہ ملاقات کے لئے ان کے مسکن پر آیا اور اس وقت جو گفتگو ہوئی اسے روایت کے طور پر مولف نے نقل کیا ہے(۹)۔

---

(۱) کتاب حاضر ۳۶۵/۷-۸ (۲) ایضاً ۳۸۶/۲ (۳) ایضاً ۴۳۳

(۴) شیخ عبداللطیف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۴۰۱-۴۰۴

(۵) کتاب حاضر ۱۸۷، ۳۲۸

(۶) شیخ عزالدین احمد کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۳۸۶/۳۸۱

(۷) کتاب حاضر ۳۰۶، ۳۶۴

(۸) گنج علی خان کے مختصر حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۴۳۶/۲۱-۲۳

(۹) کتاب حاضر ۹۶

۳۰- گوہر آرا بیگم

گوہر آرا شاہ جہان بادشاہ کی بیٹی، جنگ تخت نشینی میں اورنگزیب کی حامی اور حضرات مجددیہ سے خاص عقیدت رکھتی تھی۔ ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۶ء میں انتقال ہوا (۱) حضرت خواجہ محمد معصوم اور شاہ جہان کے مابین اسلام پر مناظرے کی روایت اور اورنگزیب کو حضرت خواجہ کی طرف سے سلطنت کی تحریری بشارت ملنے کی روایت شہزادی گوہر آرا کی بیان کردہ یہ دونوں روایات ہمارے مولف تک اپنی والدہ محترمہ کی وساطت سے پہنچیں (۲)۔

۳۱- شیخ محمد اسماعیل

شیخ محمد اسماعیل (۳) بن شیخ محمد صبغت اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم، مولف کے عزیز ترین ساتھیوں میں سے تھے۔ کتاب حاضر کے محرک ہیں (۴) مولف نے ان سے بکثرت روایات بیان کی ہیں (۵) نیز مولف نے بیان کیا ہے کہ معدن الجواہر میں مندرج اکثر روایات کے یہی راوی ہیں (۶)۔

۳۲- خواجہ محمد اشرف

حضرت خواجہ محمد اشرف (۷) بن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہما سے مولف نے بلاواسطہ کئی اہم روایات بیان کی ہیں (۸)۔

۳۳- شیخ محمد اعظم

شیخ محمد اعظم (۹) بن خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم، علم حدیث کے

---

(۱) گوہر آرا بیگم کے حالات اور حضرات مجددیہ کے ساتھ عقیدت کی تفصیل اسی مقدمہ میں حضرات کے سلاطین و امراء سے روابط میں ملاحظہ کریں (۲) کتاب حاضر ۲۰۷

(۳) شیخ محمد اسماعیل کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۲۸۵-۲۸۸ (۴) کتاب حاضر ۲۸۵

(۵) ایضاً ۷۹، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۳، ۲۰۶، ۲۳۲، ۲۶۹، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۸۳، ۲۸۶، ۳۲۵، ۴۸۸، ۵۱۹

(۶) معدن الجواہر ۲۸ (۷) خواجہ محمد اشرف کے حالات کیلئے دیکھئے کتاب حاضر ۳۲۵-۳۳۳

(۸) کتاب ہذا ۲۷، ۳۲، ۳۳۱، ۴۶۶

(۹) شیخ محمد اعظم کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقات کتاب حاضر ۳۴۷/۱۰، ۱۹-۲۱، ۲۲-۲۳، ۳۴۸/۱، ۸-۹

ماہر،فیض الباری شرح بخاری کے مولف اور کتاب حاضر کے راوی تھے(۱)۔

۳۴-مفتی محمد باقر لاہوری

مفتی محمد باقر (۲) حضرت خواجہ کے خلیفہ اور اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے لئے متعین تھے۔سلسلۂ مجددیہ کے معارف کے ماہر اور قرآن مجید کے مفسر تھے۔مولف کو ان کی صحبت میسر تھی (۳) ان سے روایت بھی کی ہیں (۴)۔

۳۵-خواجہ محمد پارسا سرہندی

حضرت خواجہ محمد پارسا (۵) بن حضرت مروج الشریعت بن حضرت خواجہ محمد معصوم نہ صرف مقامات معصومی کے راویوں میں شامل ہیں بلکہ اس کتاب کی تالیف کے محرک بھی ہیں(۶)۔

۳۶-خواجہ محمد زبیر دہلوی سرہندی

حضرت خواجہ محمد زبیر (۷) (ف ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) بن شیخ ابوالاعلیٰ بن حضرت حجۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم،مولف مقامات معصومی کے معاصر اور خانوادۂ مجددیہ کے اعیان میں سے تھے۔مولف کو ان سے بڑی محبت تھی جس کا انہوں نے جابجا ذکر کیا ہے اور ان کی زبانی اپنی بہت سی روایات کو مستند بنایا ہے(۸)۔

---

(۱) کتاب ہذا ۳۴۶

(۲) مفتی محمد باقر لاہوری کے حالات کیلئے دیکھئے کتاب حاضر ۴۵۲-۴۵۵ و تعلیقات

(۳) کتاب حاضر ۴۵۴ (۴) ایضاً ۴۵۴، ۴۹۳

(۵) خواجہ محمد پارسا کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۳۲۳-۳۲۴

(۶) ایضاً ۳۲۳/۸-۹ (۷) خواجہ محمد زبیر سرہندی کے حالات کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

(i) قطب الدین محمد اشرف حسین: وہب زبیر (قلمی)

(ii) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ دفتر چہارم (در حالات حضرت خواجہ محمد زبیر)

(۸) کتاب حاضر ۷۸، ۲۴۳، ۲۹۲، ۳۰۰، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۴۲

۳۷-خواجہ محمد سیف الدین سرہندی

مولف حضرت خواجہ محمد سیف الدین (۱) بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہما کے وصال (۱۰۹۶ھ) کے وقت کمسن یعنی صرف دس سال کے تھے لیکن ان کی زبانی سنی ہوئی روایات کتاب کی تالیف تک انہیں حفظ تھیں:

فقیر در خرد سالیہا از خدمت خال اکرم شیخ سیف الحق والدین قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ المتین وصف آں عزیز (مولانا محمد جان ورسکی) بسیار شنیدہ......(۲)

فقیر باوجود خرد سالی آں معرکہ (وصال حضرت خواجہ سیف الدین) را بہ وجہ احسن در خاطر دارم و شہرتی کہ در ہماں وقت بین الناس انتشار یافتہ بود ذہن نشین است......(۳)

۳۸-حافظ محمد صادق کابلی

حضرت خواجہ کے خلیفہ تھے اورنگزیب نے جب آپ سے ایک خلیفہ کے لئے کہا تو آپ نے حافظ محمد صادق کو اہل لشکر کی تعلیم و تربیت کے لئے دارالخلافہ روانہ کیا (۴) یہ بھی کتاب حاضر کے راویوں میں شامل ہیں (۵)۔

۳۹-شیخ محمد صبغۃ اللہ

''عالی حضرت'' شیخ محمد صبغۃ اللہ (۶) بن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہما سلسلۂ مجددیہ کے اعیان میں سے تھے، مولف کے شیخ اور خسر بھی تھے۔ مولف نے مقامات معصومی کے تین بنیادی راویوں میں انہیں شمار کیا ہے حضرات ثلاثہ کی اصطلاح میں یہ بھی شامل ہیں (۷) مولف نے ان سے بکثرت روایات بیان کی ہیں (۸)۔

---

(۱) حضرت خواجہ سیف الدین کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۳۴۴-۳۴۹

(۲) کتاب حاضر ۴۹۹ (۳) ایضاً ۳۴۷

(۴) حافظ محمد صادق کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ہذا ۴۹۸/۱۵ (تعلیقات)

(۵) کتاب حاضر ۲۸۴ (۶) شیخ محمد صبغت اللہ کے حالات کیلئے دیکھئے کتاب حاضر ۲۶۴-۲۹۰

(۷) ''حضرات ثلاثہ'' مقدمہ ہذا'' راویان مقامات معصومی'' نمبر ۱۷

(۸) کتاب حاضر ۱۹۱، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۱۰، ۲۶۳، ۲۹۲، ۲۱۸، ۴۲۴، ۴۳۳

۴۰- شیخ محمد صدیق سرہندی

حضرت شیخ محمد صدیق (۱) بن حضرت خواجہ محمد معصوم، اس کتاب کے اہم راویوں میں سے ہیں، مولف کے ساتھ گہرے مراسم تھے، کتاب حاضر میں بہت سی روایات ان سے بیان کی گئی ہیں (۲)، لکھتے ہیں:

این نیازمند بی پر و بال راصحبت آنحضرت قدس سرہ بسیار دوست دادہ ہیچ حرف ایشاں رانفسانی نہ یافتہ......(۳)

۴۱- میر محمد طاہر

ان کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ مولف نے وضاحت کی ہے کہ حضرت خواجہ کے مریدین میں سے تھے مولف نے ان کی زبانی حضرت خواجہ کی ایک کرامت نقل کی ہے (۴)۔

۴۲- شیخ محمد عابد

شیخ محمد عابد حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کے نبیرے تھے ان کے نام حضرت خواجہ محمد سعید کا ایک مکتوب ہے (۵) مولف نے ان سے ایک روایت بیان کی ہے (۶)۔

۴۳- خواجہ محمد عزیز پشاوری

خواجہ محمد عزیز، حضرت خواجہ کے خلیفہ نامدار خواجہ محمد صدیق پشاوری کے بیٹے تھے، مولف ان سے ملے انہوں نے خواجہ محمد صدیق کے بارے میں ایک روایت بیان کی (۷)۔

---

(۱) شیخ محمد صدیق کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب حاضر ۳۵۰-۳۵۷

(۲) کتاب حاضر ۷۹، ۱۱۱، ۲۴۲، ۲۸۴، ۲۹۶، ۳۱۶، ۳۵۰، ۴۱۹، ۴۲۴

(۳) ایضاً ۳۵۳ (۴) ایضاً ۲۰۶ (۵) مکتوبات سعیدیہ ۱۶/ ۲۲

(۶) کتاب حاضر ۱۸۹/ ۶ (۷) کتاب حاضر ۴۳۲

۴۴-میر محمد عیسیٰ برہانپوری

میر عیسیٰ مخاطب بہ ہمت خان بن اسلام خان بدخشی عہد اورنگزیب کے ممتاز امراء میں سے تھا۔ حضرت خواجہ کے دو مکاتیب اس کے نام ہیں(۱)۔ مولف نے اس سے ایک روایت بیان کی ہے(۲)۔

۴۵-میر محمد غنی برہانپوری

حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ وصاحب زبدۃ المقامات خواجہ محمد ہاشم کشمی کے نبیرے تھے، مولف نے لکھا ہے کہ میر محمد غنی حضرت شیخ محمد صبغت اللہ کے خلیفہ تھے(۳) حضرت مروج الشریعت کا ایک مکتوب ان کے نام ہے(۴) میر محمد غنی، خواجہ محمد کاظم بن خواجہ محمد ہاشم کشمی کے بیٹے ہوں گے کیوں کہ مقامی روایت کے مطابق خواجہ محمد ہاشم کے ایک ہی بیٹے تھے، ان کی بیٹی بھی ایک ہی تھیں جو سترہ سال کی عمر میں لاولد ہی فوت ہوئیں(۵) اس لئے میر محمد غنی خواجہ محمد ہاشم کے پوتے ہوئے مولف عمدۃ المقامات اور مقامات معصومی کا بیان غلط فہمی پر مبنی ہے کہ وہ خواجہ ہاشم کے نواسے تھے(۶) مولف مقامات معصومی نے ان سے ایک روایت بیان کی ہے(۷)۔

۴۶-شیخ محمد فاروق لاہوری

شیخ محمد فاروق لاہوری(۸) حضرت خواجہ کے خلیفہ تھے، مولف کی ان سے صحبت رہتی تھی:

ایں فقیر ہم چندی از تصرفات وی دیدہ ...... و از حضرت ایشاں ہم نقل ہامی

---

(۱) رک تعلیقات کتاب حاضر ۱۱/۵۱۰ (۲) ایضاً ۴۴۸

(۳) عمدۃ المقامات بحوالہ معدن الجواہر ۳۸۷ (۴) خزینہ ۳۱/۱/۱۷

(۵) اختر محمد خان: جواہر ہاشمیہ ۴۴-۴۵ (یہاں بیٹے کا نام خواجہ سید قاسم غالباً سہو کتابت ہے۔ مکتوبات معصومیہ میں حضرت خواجہ محمد ہاشم کے وصال پر حضرت خواجہ کا تعزیت نامہ ملاحظہ ہو جس میں ان کا نام محمد کاظم درج ہے(۱/ ۲۳۴/ ۴۲۵)

(۶) عمدہ ۳۵۵ (۷) کتاب حاضر ۲۷۴ (۸) رک بہ کتاب حاضر ۴۹۶

نمودہ......(۱)

۴۷-شیخ محمد فضل اللہ

مولف کے والد گرامی اور حضرت مجدد الف ثانی کے نواسے تھے (۲) مولف نے جا بجا وضاحت کی ہے کہ اس کتاب میں شامل اکثر روایات کے راوی میرے والد بزرگوار ہی ہیں بعض مقامات پر اپنی والدۂ محترمہ (دختر حضرت خواجہ محمد معصوم) اور والد دونوں کو ایک ہی روایت کی سند کے طور پر پیش کیا ہے، بہرحال اس کتاب میں سب سے زیادہ روایات انہیں کی زبانی درج کی گئی ہیں (۳)۔

۴۸-مرزا محمد مراد کابلی

مولف نے ان سے بھی روایت کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ حضرت خواجہ کے ''یاران'' میں تھے (۴)۔

۴۹-محمد معظم شاہ عالم بہادر

شاہ عالم بہادر (۵) بن اورنگزیب بھی اس کتاب کے راویوں میں شامل ہے ایک صحبت میں مولف سے اس نے بیان کیا کہ آج سے ۴۵ سال قبل حضرت خواجہ نے مجھے سلطنت کی بشارت دی تھی (۶)۔

۵۰-شیخ محمد ہادی

شیخ محمد ہادی (۷) بن حضرت مروج الشریعت بن حضرت خواجہ محمد معصوم، سلسلہ

---

(۱) ایضاً (۲) شیخ محمد فضل کے حالات کیلئے دیکھئے کتاب حاضر ۳۶۲-۴۰۰

(۳) کتاب حاضر ۱۵، ۱۹، ۷۰، ۷۸، ۸۴، ۹۰، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۵، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۵، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۴۱، ۲۴۶، ۲۶۸، ۲۷۳، ۲۸۴، ۲۸۳، ۳۰۸، ۳۱۴، ۳۱۷، ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۳۰، ۳۳۲، ۳۴۲، ۳۵۴، ۳۵۹، ۳۷۸، ۳۸۹، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۱۱، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۳۲، ۴۳۳

(۴) کتاب حاضر ۳۱۳

(۵) بہادر شاہ کی حضرات مجددیہ سے عقیدت کی تفصیلات اسی مقدمے میں سلاطین وامراء کی عقیدت مندی کے تحت ملاحظہ کریں (۶) کتاب حاضر ۲۱۳ (۷) رک کتاب حاضر ۳۲۲-۳۲۳

مجددیہ کے اعیان میں سے تھے۔ مولف نے ان کی تصانیف سے بھی استفادہ کیا ہے(۱) اوران سے براہ راست روایات بھی بیان کی ہیں (۲)۔

۵۱- نواب مکرم خان

نواب مکرم خان کو حضرت خواجہ اور خانوادۂ مجددیہ سے بڑی عقیدت تھی (۳) مولف نے اس سے ملاقات کا ذکر کیا ہے اوراس سے اہم روایات بیان کی ہیں (۴)۔

۵۲- ملاموسیٰ بھٹی کوٹی

ملاموسیٰ حضرت خواجہ کے خلیفہ تھے (۵)۔ سفر دہلی میں ایک مرتبہ وہ مولف کے ہم سفر بھی تھے۔ مولف نے ان سے روایت کی ہے(۶)۔

۵۳- نعمان خان اکبر آبادی

نعمان خان حضرت مجدد الف ثانی کے معروف ترین خلیفہ حضرت میر محمد نعمان بدخشی قدس سرہ کے نبیرے تھے، مولف کتاب کی تالیف کے دوران اکبر آباد میں ان سے ملے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ مقامات معصومی زیر تالیف ہے تو ایک روایت بیان کر کے تاکید کی کہ یہ بھی اس میں درج کریں (۷)۔

۵۴- نیاز احمد

ابوداؤد نیاز احمد مولف کے بیٹے تھے (۸)، مولف نے حضرت وحدت کے متعلق ایک روایت اپنے اس فرزند کی زبانی بیان کی ہے جس کے راوی حضرت وحدت کے نبیرے اظہر الدین خان ہیں (۹)۔

---

(۱) رک مقدمہ ہذا "حیات حضرت خواجہ کے مآخذ" (۲) کتاب حاضر ۳۲۱، ۳۲
(۳) نواب مکرم خان کے حالات کیلئے دیکھئے تعلیقات کتاب حاضر ۵۱۰ / ۷
(۴) کتاب حاضر ۸۸، ۳۱۳، ۳۴۲
(۵) ملاموسیٰ کے حالات کیلئے دیکھئے کتاب ہذا ۴۵۹-۴۶۱ (مع تعلیقات) (۶) کتاب حاضر ۴۵۹
(۷) کتاب حاضر ۲۰۹ (۸) رک مقدمہ ہذا "مولف کی اولاد" (۹) کتاب حاضر ۴۳۱

۵۵-واضح، ارادت خان

میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خان متخلص بہ واضح بن میر محمد اسحاق مخاطب بہ ارادت خان بن میر محمد باقر ساوجی مخاطب بہ اعظم خان از امرای عالمگیری و شاہ عالمی، اس کا منصب سہ ہزاری دو ہزار سوار تھا ۱۱۲۹ / ۱۷۱۷ء کو بعمر ۷۲ سال فوت ہوا (۱)۔

ارادت خان واضح فارسی کا معروف شاعر اور تاریخ ارادت خان (۲) کا مولف تھا، مقامات معصومی کے مولف کی اس سے ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے اس سے روایت بھی کی ہے (۳) واضح میر محمد زمان راسخ سرہندی کا شاگرد اور میر سنجر مشہدی (۴) (خلیفۂ شیخ عبدالوہاب نقشبندی لاہوری) کا مرید تھا۔

۵۶-شیخ وحدت سرہندی

حضرت شیخ عبدالاحد وحدت (۵) بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی سلسلۂ مجددیہ کے اعیان میں سے تھے مولف نے ان سے روایات بیان کی ہیں (۶)۔

۵۷-والدۂ مولف

مولف کی والدۂ محترمہ (۷) یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم کی صاحبزادی مراد ہیں جن سے مولف نے بکثرت روایات بیان کی ہیں، مولف نے وضاحت کی ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے دوران (۱۱۳۲-۱۱۳۴ھ) نہ تو حضرت خواجہ کے فرزندوں میں سے کوئی بقید حیات ہے اور اگر آپ کے خلفاء میں سے کوئی زندہ ہے تو مجھے معلوم نہیں ہے ہاں حضرت

---

(۱) تاریخ محمدی ۳۶ (مع تعلیقات عرشی)

(۲) تاریخ ارادت خان مرتبہ غلام رسول مہر ادارۂ تحقیقات پاکستان، لاہور

(۳) کتاب حاضر ۳۵۱

(۴) میر سنجر بن میر انور مشہدی (ف ۱۱۰۵ھ/ ۱۶۹۳ء) رک تاریخ محمدی ۶

(۵) حضرت وحدت کے حالات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر ۴۰۸-۴۱۶

(۶) کتاب حاضر ۴۱۲، ۴۱۳ (۷) حالات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر ۱۶-۱۸

خواجہ کی براہ راست اولاد میں سے صرف میری والدہ اس وقت زندہ ہیں اور وہ بھی سرہند میں گوشہ نشین ہیں (۱)۔ انہوں نے اپنے شوہر نامدار کے ہمراہ طویل سفر کئے تھے (۲) گویا یہ خاتون محترمہ بھی سلسلہ مجددیہ کی بہت سی روایات کی امین تھیں اسی لئے تو مولف کو بہت سی اہم روایات اپنی والدۂ محترمہ سے ملیں جنہیں انہوں نے اس کتاب کی زینت بنالیا (۳)۔

(۱+۲) کتاب حاضر ۱۶

(۳) کتاب حاضر ۱۵، ۵۵، ۵۶، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۵۲، ۱۸۷، ۱۹۳، ۲۰۰، ۲۱۲، ۲۳۱، ۲۴۴، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۴۴، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۳، ۳۸۷، ۳۸۸

اولیات مقامات معصومی

مقامات معصومی ایک ایسا منفرد اور نادر ماخذ ہے جو ناقدین کی شدید ترین تنقید بھی برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نقد ونظر اور رد وقبول کے باوجود اس میں بہت سا ایسا مواد محفوظ ہے جو سلسلۂ نقشبندیہ کی تاریخ کیلئے درجہ اول کے ماخذ کی حیثیت سے اہل تحقیق کے لئے کئی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے، یوں تو اس کے بہت سے خصائص ہیں لیکن ان سب کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ اس وقت اس کے چند ایسے نوادرات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن کی وجہ سے اسے اس سلسلہ کی تاریخ کا اہم ترین منبع قرار دیا جا سکتا ہے:

۱- اس سلسلہ کے اہم امور میں سے مقامات معصومی کے ذریعہ پہلی بار اس امر کی اطلاع ملی ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی نے عمومی خلافت برائے دعوت وارشاد کے علاوہ ''خلافت مقیدہ'' کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا اور آپ نے صرف اور صرف اورنگزیب کی تعلیم وتربیت اور اس سے غیر شرعی احکام منسوخ کروا کر شرعی احکام کے اجراء ترویج شریعت اور اورنگزیب کی روحانی تعلیم وتربیت کے لئے خلافت دے کر بعض ایسے خلفاء کو جو عملی صوفی ہونے کے ساتھ اجل عالم بھی تھے مرکز میں اورنگزیب کے پاس جا کر رہتے تھے اور باری باری ان کا دربار میں قیام رہتا تھا ان بزرگ شخصیتوں میں سے:

۱- مفتی محمد باقر لاہوری

۲- شیخ محمد علیم جلال آبادی اور ان کے فرزند شیخ عبدالعلیم پشاوری

۳- مولانا جان محمد ورسکی

۴- حافظ محمد صادق کابلی

بالخصوصیت سے مقامات معصومی میں صرف اورنگزیب کی تعلیم وتربیت کے لئے دہلی بھیجے جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے، ہم نے اس مقدمہ میں ان امور کی تمام تر تفصیلات

درج کردی ہیں۔

۲- دوسری اہم ترین معلومات جو علمی دنیا کو سلسلۂ مجددیہ کی نظریاتی تاریخ کے سلسلہ میں پہلی مرتبہ معلوم ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی نے سلسلۂ شطاریہ کے سب سے سرگرم شیخ شاہ محمد غوث گوالیاری کے رسالۂ معراجیہ کی بعض قابل اعتراض عبارتیں اپنے رسالہ معارف لدنیہ میں نقل کر کے انہیں خلاف شرع قرار دیتے ہوئے شاہ محمد غوث گوالیاری کی تکفیر کی ہے اور حضرت مجدد الف ثانی کی مذکورہ رسالہ کے آخر میں جہاں ''شیخ و رئیس آں جماعت در کتاب خود می نویسد'' لکھا ہے اس سے مراد شاہ محمد غوث گوالیاری ہیں۔ اور ''جماعت'' سے مراد ان کا سلسلۂ شطاریہ ہے اور کتاب خود سے مراد ان کا رسالہ معراجیہ ہے۔

ہم نے اس مقدمہ میں ''سلسلہ شطاریہ اور نقشبندی مشائخ'' کے عنوان سے وہ تمام نکات یکجا کر دیے ہیں جن کا تعلق ان امور سے ہے۔

۳- مقامات معصومی کے مطالعہ سے ہمیں پہلی بار یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے دونوں صاحبزادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہما بڑے اہتمام کے ساتھ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کو سمجھانے کے لئے سعی فرماتے تھے، مقامات معصومی میں یہ بڑی عجیب بات درج ہے کہ درس مکتوبات کی مجلس میں حضرت خواجہ محمد سعید خاموش بیٹھتے تھے اور محض سماعت فرماتے تھے جبکہ حضرت خواجہ محمد معصوم مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی شرح بیان فرماتے تھے۔ مولف نے ان دونوں بزرگوں کے طریق کار میں فرق کی روایت اپنے والد بزرگوار شیخ محمد فضل اللہ (داماد حضرت خواجہ محمد معصوم) سے بیان کی ہے کہ حضرت خواجہ محمد سعید درس کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے فیض باطن سے فیضیاب ہو کر وہی فیض سامعین کے قلوب پر القا فرماتے تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم کا درس کے دوران با قاعدہ تقریر کرنا مفسرین و محدثین کا اتباع تھا (۱)۔

---

(۱) مقامات معصومی ۳۷۹-۳۸۰

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم مکتوبات حضرت امام ربانی کے ساتھ اپنے مکتوبات کی جلد اول کی بھی سماعت فرماتے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی کے احوال مبارک پر دو معاصر کتابوں یعنی زبدۃ المقامات تالیف خواجہ محمد ہاشم کشمی اور حضرت القدس مولفہ ملا بدر الدین سرہندی بھی اسی مجلس شریف میں سنتے تھے(۱)۔

حضرت خواجہ کے بعض بزرگ خلفاء بھی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے درس کا اہتمام کرتے تھے ان میں چند نام جو مولف مقامات معصومی نے لکھے ہیں یہ ہیں:

مفتی محمد باقر لاہوری اور ان کے بھائی ملا محمد امین حافظ آبادی نے تو حضرت خواجہ سیف الدین سے ''مکتوبات خوان'' کا خطاب پایا تھا(۲) مفتی محمد باقر لاہوری مکتوبات حضرت مجدد کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے حضرت خواجہ کے ایک اور معروف خلیفہ حاجی حبیب اللہ حصاری بخاری (ف ۱۱۱۰ھ) کا شیوۂ مرضیہ ہی مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی پر عمل کرنا اور ان کے درس کا بخارا میں وہ ایسا اہتمام کرتے تھے کہ اس کا عشر عشیر بھی ہندوستان میں نہیں تھا(۳)۔

حضرت خواجہ کے ایک اور نامور خلیفہ شیخ محمد مراد شامی (ف ۱۱۳۲ھ) شام میں مکتوبات شریف کا درس دیتے تھے(۴)۔ حضرت خواجہ کے ایک خلیفہ ملا موسیٰ بھٹی کوٹی (من مضافات جلال آباد، افغانستان)(۵) حضرت خواجہ کے ایک اور خلیفہ حافظ محسن سیالکوٹی بھی مکتوبات کے درس التزام کرتے تھے(۶)۔

مولف مقامات معصومی نے بتایا ہے کہ اگر میں ان حضرات کی مکتوبات شریفہ کے درس وتدریس کی تفصیلات لکھوں تو کئی جزبن جائیں(۷)۔

۴- مقامات معصومی میں حضرت خواجہ کے کئی ایسے خلفاء کے حالات درج ہیں جو اس سے

---

(۱) ایضاً ۱۳۹ (۲) ایضاً ۴۹۰ (۳) ایضاً ۴۶۷ (۴) ایضاً ۴۶۹

(۵) ایضاً ۴۶۱ (۶) ایضاً ۴۹۳

(۷) ایضاً ۴۶۷ ہم نے البینات شرح مکتوبات مولفہ مولانا محمد سعید احمد مجددی پر جو مفصل مقدمہ لکھا ہے اس میں مقامات معصومی کے تمام مندرجات کی روشنی میں درس مکتوبات کی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلے تالیف ہونے والے کسی تذکرہ میں نہیں ملتے

میر عماد الدین حسینی ہروی (از اولاد حضرت میر سید کلال) کے پورے خانوادے کا حال اس کتاب میں درج ہے، اس خاندان کے تمام افراد حضرت خواجہ کے ارادت مند تھے اور یہ سارا خاندان شعر وسخن سے خاص دلچسپی رکھتا تھا، میر مفاخر حسین متخلص بہ ثابت، میر شریف الدین حسین (جامع جلد ثانی مکتوبات حضرت خواجہ) بن میر عماد ہروی، میر شرف الدین بھی فارسی کے شاعر تھے اور فائض تخلص تھا، اس خاندان کے سب سے مشہور شاعر میر محمد زمان راسخ تھے، علمی دنیا میں مقامات معصومی کی بدولت پہلی بار یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ راسخ کے والد کا نام میر مراد تھا ورنہ شعراء کے تذکرہ نویسوں نے تو بلاتردد ان کے دادا میر عماد کو ہی ان کا والد لکھ دیا تھا۔

مقامات معصومی ہی سے ہمیں پہلی بار یہ معلوم ہوا ہے کہ میر عماد ہروی ایک منصب دار بھی تھے اور انہوں نے "بربالای آب جہلم" ایک شہر آباد کیا تھا جس کا نام ان کے نام پر عماد نگر رکھا گیا، وہ اپنے اسی گاؤں میں مدفون ہیں۔

اس خاندان کے ایک فرد میر مظفر حسین بنگال چلے گئے تھے اور وہ وہیں آسودۂ خاک ہیں اس خانوادہ کے باقی تمام افراد سرہند شریف کے قبرستان میں دفن ہیں۔

کوشش بسیار کے باوجود ہمیں عماد نگر کے محل وقوع کا تا حال علم نہیں ہو سکا اس سلسلے میں جہلم پر لکھی جانے والی کتب اس گاؤں کے نام سے خالی ہیں البتہ چار باغ پنجاب میں عماد پور نام کے ایک موضع کا ذکر ملتا ہے جس کا حدود اربعہ غیر واضح سا ہے۔

۵- سلسلۂ نقشبندیہ کی تاریخ میں مقامات معصومی ہی وہ پہلا اور واحد ماخذ ہے جس میں اس کثرت سے سیاسی امور کا تذکرہ ہوا ہے کہ دوسرے مآخذ ایسے نادر مواد سے خالی ہیں، حضرت خواجہ کے سلاطین و امراء کے ساتھ روابط کی جتنی تفصیلات اس میں ملتی ہیں دوسری کتابیں ان سے محروم ہیں، گویا سلسلہ نقشبندیہ کے سلاطین و امراء سے روابط کی اگر تاریخ لکھی جائے تو یہ کتاب اہم ترین معلومات فراہم کر سکتی ہے، اورنگزیب کی مذہبی پالیسی کو سمجھنے کے لئے بھی اسے درجہ اول کے ماخذ کی حیثیت حاصل ہے کیوں

کہ اس بادشاہ کے عہد کی کتب تاریخ بہت ہی محدود تعداد میں تالیف ہوئی تھیں۔

۶- مولف مقامات معصومی، خاندان مجددیہ کے ایسے فرد تھے جن کے احباب کا حلقہ بہت وسیع تھا، وہ مغل حکومت کے لشکر میں بھی ملازم رہے اس لئے ہندوستان کے طول و عرض کا سفر بھی کیا ان اسفار کے دوران انہوں نے بڑے اہتمام سے ایسے افراد سے ملاقات کی جو اس خانوادے کے عقیدت مند تھے اور اس سلسلہ کی روایات کے امین تھے، یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں سلسلۂ مجددیہ کی بہت سی ایسی روایات درج ہوگئی ہیں جن سے اس طریقہ کی دوسری کتب خالی ہیں، مقامات معصومی کی بدولت ہمیں پہلی بار یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی اپنے زمانۂ پابندی کے دوران جہانگیر کے لشکر کے ساتھ سہارنپور بھی گئے تھے اور آپ نے اپنے خلیفہ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے ہاں قیام فرمایا تھا(۱)۔

---

(۱) مقامات معصومی ۲۲۳ ہم نے تعلیقات میں بھی ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نوٹ: اس جلد میں محولہ تمام کتب کی تفصیل کے لئے مقامات معصومی کی جلد چہارم کی فہرست مآخذ ملاحظہ کریں۔

Maqāmāt -i- Ma'sūmi

Vol. I

Revivalist Movement of Mujaddid Alf-i-Sani Shaykh Ahmed sirhindi and his successors and a comparative study of the ideologies of Dara Shikuh and Aurangzeb.

By
Muhammad Iqbal Mujaddidi

2004

Zia-Ul-Quran Publications
Lahore, Karachi, Pakistan

Maqāmāt -i- Ma'sūmi

Vol. I

Revivalist Movement of Mujaddid Alf-i-Sani
Shaykh Ahmed sirhindi and his successors
and a comparative study of the ideologies
of Dara Shikuh and Aurangzeb.

By
Muhammad Iqbal Mujaddidi

2004

Zia-Ul-Quran Publications
Lahore, Karachi, Pakistan